تفسیر نور الثقلین
مفسّر
محدث جلیل العلامۃ النخبیر الشیخ عبد علی الحویزی
مترجم
حجۃ الاسلام علامہ محمد حسن جعفری
ناشر
عباس بک ایجنسی
درگاہ حضرت عباس رستم نگر، لکھنؤ، انڈیا

تفسیر نور الثقلین

مفسّر

محدّثِ جلیل العلّامۃ النحبیر الشیخ عبدِ علی الحویزی

مترجم

حجۃ الاسلام علّامہ مُحمّد حسن جعفری

نظرِ ثانی

حجۃ الاسلام علّامہ ریاض حسین جعفری فاضلِ قم

عباس بک ایجنسی درگاہ حضرت عباسؑ، رستم نگر لکھنؤ
موبائل: 9415102990, 9369444864

نام کتاب : تفسیر نور الثقلین (جلد سوئم)

مفسر : محدث عبد علی بن جمعة العروسی الحویزی

مترجم : حجة الاسلام علامہ محمد حسن جعفری

نظر ثانی : حجة الاسلام علامہ ریاض حسین جعفری

پروف ریڈنگ : غلام حیدر چودھری

اشاعت : فروری ۲۰۱۱ء

ناشر : طٰہٰ پبلشنگ سینٹر

ہدیہ : ۳۰۰ روپے

بعد شکریہ : ادارہ منہاج الصالحین

عباس بک ایجنسی درگاہ حضرت عباسؑ، رستم نگر لکھنؤ

فون: 2647590 موبائل: 9415102990, 9369444864

فہرست

جلد سوم

☆☆☆

جلد سوم

عرض ناشر

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تفسیر نور الثقلین کا تیسرا حصّہ تھوڑے عرصہ میں نہایت دلکشی اور دلفریبی کے ساتھ منظر عام پر آرہا ہے اور پورے ملک میں محبانِ آلِ محمدؐ سے دادِ تحسین وصول کررہا ہے۔ قارئین کرام بڑے انہماک کے ساتھ الثَّقَلَیْن سے دامن تمسک کیے ہوئے ہیں۔ پورے ملک سے اہلِ ذوق حضرات نے ہمیں تعریفی خطوط لکھے اور ہماری حوصلہ افزائی کی۔ بعض لوگوں کی تو یہ رائے ہے کہ اس تفسیر کبیر کے بعد کسی اور تفسیر کو پڑھنے کو دل ہی نہیں کرتا' کیونکہ یہ فقط تفسیر ہی نہیں بلکہ آلِ محمدؐ کے فضائل ومناقب کا انسائیکلوپیڈیا ہے۔
حضورِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کو وعظ وارشاد فرماتے ہوئے کہا: اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ کِتَابَ اللّٰہِ وَعِتْرَتِیْ اَھْلِ بَیْتِیْ اِنْ تَمَسَّکْتُمْ بِھِمَا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ اَبَدًا ''میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑنے جارہا ہوں' ایک اللہ کی کتاب اور دوسری میری اہلِ بیتؑ، اگر تم نے ان دونوں سے تمسک رکھا تو میرے بعد تم ہرگز گمراہ نہ ہو گے''۔ یعنی حضوؐر نے اُمت کے لیے ہدایت حاصل کرنے اور گمراہی و ہلاکت سے بچنے کے لیے دو رہنما' دو ہادی' دو چشمے' دو ثقل' دو نمائندے' دو نور' دو وزیر اور دو خلیفے قرار دیئے ـــــ ایک قرآن اور دوسری اہلِ بیتؑ۔ جن لوگوں نے قرآن سے رہنمائی و ہدایت حاصل کرنے کے لیے قرآن کو متن قرار دیا اور اہلِ بیتؑ کو مفسر بنایا تو وہ ابدی ہلاکت سے بچ گئے' کیونکہ قرآن منشورِ حیات ہے اور اہلِ بیت رسولؐ راہنمایانِ زندگی ہیں۔ اہلِ بیت اطہارؑ سے بڑھ کر قرآن کی تفہیم وتشریح کون کرسکتا ہے؟ اس لیے کہ قرآن اِن کے گھر میں اُترا۔ خانوادۂ عصمت وطہارت سے بڑھ کر قرآن کی وضاحت کوئی نہیں کرسکتا۔ مقامِ افسوس ہے کہ اُمت اسلامیہ نے تفہیم قرآن کے لیے نبی اعظمؐ کے اس فرمودہ کو فراموش کردیا۔ اُمت نے اہلِ بیتؑ کے دروازہ کو بھلا کر اور باب وا کرلیے۔ وہ جو کچھ قرآن سمجھ سکتے تھے اُنھوں نے وہی بیان کیا۔ ہمیں چونکہ آلِ اطہارؑ سے عشق ومحبت ہے' لہٰذا ہم نے اس تفسیر کا ترجمہ کرنے کے لیے انتخاب کیا' تاکہ قرآن کی آلِ رسولؐ کی زبانی صحیح تفہیم ہوسکے۔
قارئین کرام! آپ کی خدمت میں ایک وضاحت کرتا چلوں کہ چونکہ اس کتاب کے مفسر ایک بہت بلند پایہ محدث تھے' انھوں نے بڑی جانفشانی سے کام لیتے ہوئے ان احادیث اور روایات کو جمع کیا ہے۔ بعض دفعہ ان سے ضعیف روایات بھی لکھی گئی ہیں۔ اس بزرگ عالم کا مطمعِ نظر یہ تھا کہ ایک ایسی تفسیر لکھی جائے جو اہلِ بیتؑ سے منقول ہو' تاکہ قارئین کرام اپنی عقیدت ومؤدت سے کلامِ پاک کا مطالعہ کرسکیں۔ اس کتاب کے مترجم حضرت علامہ محمد حسن جعفری صاحب قبلہ پوری عرق ریزی سے ضعیف روایات پر تحقیقی وتشریحی اور توضیحی نوٹ لکھ رہے ہیں تاکہ تفسیر میں کسی قسم کا سُقم نہ رہ جائے۔ عزیزم خادم حسین جعفری نے بڑی محبّت کے ساتھ اس جلد کی پروف ریڈنگ کی ہے' اللہ رب العزت ان کو اس دنیا میں غمِ حسینؑ کے علاوہ کوئی غم نہ دکھائے۔ پروردگارِ عالم! بحق سیدہ زہراء سلام اللہ علیہا ہماری اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور ہمیں قرآن کریم کی مزید خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

والسلام مع الاکرام
طالب دعا
ریاض حسین جعفری فاضل قم

ایسے لوگ زندہ رہتے ہیں

کتنے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کی اولاد اُن کی زندگی میں خدمت بجا لا کر ان کی دعائیں لیتی ہے' اور وہ اپنے اس عملِ خیر سے مقربِ خدا ٹھہرتے ہیں۔ اور ایسے والدین کی تو آخرت سنور جاتی ہے جن کے مرنے کے بعد اُن کی نیک سیرت اولاد اپنے مرحومین کو فراموش نہیں کرتی' بلکہ اُن کی اَرواح کو شاد کرنے کے لیے پیچھے سے اُن کے لیے آخرت کا زادِ راہ بھیجتی رہتی ہے۔

اس کی ایک مثال بخاری خاندان کے چشم و چراغ سید جمیل عباس شاہ البخاری ہیں کہ جنھوں نے اپنے دادا مرحوم سید تسلیم حسین نقوی البخاری مرحوم' دادی مرحومہ محترمہ سیدہ جمیلہ بیگم' والد مرحوم مشہور عزادار سید تسنیم حسین نقوی البخاری اور بھائی مرحوم سید اقلیم عباس نقوی کے ایصالِ ثواب کے لیے جو مذہبی و عملی اقدامات اُٹھائے اُن میں قرآن خوانی' ترحیمی مجالس عزاء اور دعاؤں کے ساتھ ساتھ اس کتاب (بحکم سید تنظیم حسین نقوی البخاری) کی مکمل اشاعت کا ذمہ لیا ہے۔ پروردگار! بحق محمد و آئمہ علیہم السلام کے صدقہ میں اِن کی توفیقاتِ خیر میں اضافہ فرمائے اور ان کے مرحومین کو آلِ محمد کے قُرب میں جگہ نصیب فرمائے اور قارئین کرام سے سید جمیل عباس شاہ صاحب کے مرحومین کے لیے سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص کی تلاوت اور بلندیٔ درجات کے لیے دعا کی استدعا ہے۔

ریاض حسین جعفری

سربراہ ادارہ منہاج الصالحین

سورۃ المائدہ ۳۵ تا ۱۲۰

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابۡتَغُوۡۤا اِلَيۡهِ الۡوَسِيۡلَةَ وَجَاهِدُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِهٖ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ﴿۳۵﴾ اِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لَوۡ اَنَّ لَهُمۡ مَّا فِى الۡاَرۡضِ جَمِيۡعًا وَّمِثۡلَهٗ مَعَهٗ لِيَفۡتَدُوۡا بِهٖ مِنۡ عَذَابِ يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنۡهُمۡ ۚ وَلَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ﴿۳۶﴾ يُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ يَّخۡرُجُوۡا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمۡ بِخٰرِجِيۡنَ مِنۡهَا ۖ وَلَهُمۡ عَذَابٌ مُّقِيۡمٌ ﴿۳۷﴾ وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقۡطَعُوۡۤا اَيۡدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيۡزٌ حَكِيۡمٌ ﴿۳۸﴾ فَمَنۡ تَابَ مِنۡۢ بَعۡدِ ظُلۡمِهٖ وَاَصۡلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوۡبُ عَلَيۡهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۳۹﴾ اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ يُعَذِّبُ مَنۡ يَّشَآءُ وَيَغۡفِرُ لِمَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ﴿۴۰﴾ يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوۡلُ لَا يَحۡزُنۡكَ

الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۛ وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ۛ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۙ لَمْ يَاْتُوْكَ ؕ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ؕ وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ؕ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ۚۖ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۴۱﴾ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ؕ فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ شَيْئًا ؕ وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴿۴۲﴾ وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۳﴾ ع اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا

تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ
فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ
بِالنَّفْسِ ۙ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ
وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ؕ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ
كَفَّارَةٌ لَّهٗ ؕ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ
الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا
بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ ۠ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ ۙ
وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً
لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ ؕ وَمَنْ
لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَاَنْزَلْنَآ
اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ
وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ
اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ؕ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً
وَّمِنْهَاجًا ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ
فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا

فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿٤٨﴾ وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوكَ عَنْ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ ﴿٤٩﴾ اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ؕ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿٥٠﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٥١﴾ فَتَرَى الَّذِيْنَ فِىْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ ؕ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِىَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَآ اَسَرُّوْا فِىْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ ﴿٥٢﴾ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ؕ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿٥٣﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِى اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗۤ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۘ

يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۴﴾ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۵۶﴾

''ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اس کی بارگاہ میں باریابی کا وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا اگر ان کے قبضہ میں روئے زمین کی ساری دولت ہو اور اتنی مزید دولت بھی ان کے پاس ہو اور وہ چاہیں کہ وہ اسے فدیہ دے کر قیامت کے دن کے عذاب سے بچ جائیں تب بھی ان سے وہ دولت قبول نہ کی جائے گی اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

وہ چاہیں گے کہ دوزخ کی آگ سے نکل جائیں مگر وہ وہاں سے نکل نہیں سکیں گے اور ان کے لیے دائمی عذاب ہوگا۔ چور خواہ مرد ہو یا عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ ڈالو۔ یہ ان کی کمائی کا بدلہ ہے۔ یہ ان کے لیے اللہ کی طرف سے عبرت ناک سزا ہے۔ اللہ غالب اور صاحبِ حکمت ہے۔

ہاں جو اپنے ظالمانہ رویہ کے بعد توبہ کر لے اور اپنی اصلاح کر لے تو یقیناً خدا اس کی توبہ قبول کرے گا۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ کیا تمھیں معلوم نہیں ہے کہ آسمانوں اور زمین میں خدا کی حکومت ہے۔ وہ جسے چاہے عذاب دے اور جسے چاہے معاف کر دے اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

اے رسولؐ! وہ لوگ آپ کے لیے باعث رنج نہ ہوں جو کفر میں تیزی کر رہے ہیں خواہ ان کا تعلق اس جماعت سے ہو جو اپنے منہ سے کہتی ہے کہ ہم ایمان لائے ہیں حالانکہ ان کے دل بے ایمان ہیں یا ان کا تعلق یہودیوں سے ہو جو کہ جھوٹی باتیں سننے کے لیے کان لگائے رہتے ہیں اور دوسرے لوگوں کے لیے جو تمھارے پاس کبھی نہیں آئے سن گن لیتے رہتے ہیں اور یہ اللہ کی کتاب (تورات) کے الفاظ کا صحیح محل معلوم ہونے کے بعد بھی اصل معنی سے پھیر دیتے ہیں اور لوگوں سے کہتے ہیں کہ اگر تمھیں یہ حکم دیا جائے تو مانو نہیں تو نہ مانو اور اس سے الگ ہی رہو۔ جسے خدا نے فتنہ میں ڈالنے کا ارادہ کرلیا ہو اسے اللہ کی گرفت سے بچانے کے لیے تم کچھ نہیں کر سکتے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کی پاکیزگی کا خدا نے ارادہ ہی نہیں کیا ان کے لیے دنیا میں رُسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے سخت سزا ہے۔

یہ جھوٹ سننے والے اور حرام کھانے والے لوگ ہیں۔ اگر وہ (اپنے مقدمات کے لیے) آپ کے پاس آئیں تو تمھیں یہ اختیار دیا جاتا ہے چاہو تو ان کا فیصلہ کردو ورنہ انکار کردو۔ اور اگر تم نے انکار کر دیا تو یہ تمھارا کچھ بگاڑ نہیں سکیں گے۔ اور اگر آپ فیصلہ کریں تو پھر عدل و انصاف سے ان کے درمیان فیصلہ کریں بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

یہ تمھیں کیسے حکم بناتے ہیں جب کہ ان کے پاس تورات موجود ہے جس میں اللہ کا حکم لکھا ہوا ہے۔ پھر یہ اس حکم سے منہ موڑ رہے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ ایمان دار ہی نہیں ہیں۔

ہم نے تورات اُتاری جس میں ہدایت اور روشنی تھی۔ سارے نبی جو مسلم تھے اسی کے مطابق ان یہودیوں کے معاملات کے فیصلے کرتے تھے اور اسی طرح سے ''ربانی'' اور

"احبار" بھی اسی کے مطابق فیصلے کرتے تھے کیونکہ انھیں کتاب اللہ کی حفاظت سونپی گئی تھی اور وہ اس پر گواہ تھے۔ لہٰذا (اے گروہ یہود) تم لوگوں سے نہ ڈرو بلکہ مجھ سے ڈرو اور میری آیات کو معمولی قیمت پر مت بیچو۔ جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی کافر ہیں۔

اور ہم نے اس میں یہودیوں کے لیے یہ حکم لکھ دیا تھا کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلت دانت اور زخم کے بدلے میں ویسا ہی برابر کا زخم ہے۔ پھر جو قصاص معاف کر دے تو یہ اس کے لیے کفارہ ہے اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی ظالم ہیں۔ پھر ہم نے ان پیغمبروں کے بعد مریمؑ کے فرزند عیسیٰؑ کو روانہ کیا اور وہ اس کتاب توارت کی تصدیق کرتے تھے جو ان کے سامنے موجود تھی اور ہم نے انھیں انجیل عطا کی جس میں ہدایت اور نور تھا اور وہ اپنے سے پہلی کتاب توارت کی مصدق تھی اور ہدایت اور پرہیزگاروں کے لیے نصیحت تھی۔ اہلِ انجیل کو اس حکم کے مطابق فیصلہ کرنا چاہیے جو اللہ نے اس میں نازل کیا ہے اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں تو وہی فاسق ہیں۔

پھر اے نبیؐ! ہم نے تمھاری طرف یہ کتاب بھیجی جو حق لے کر آئی ہے اور اپنے سے پہلے والی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور اس کی محافظ و نگران ہے۔ تم خدا کے نازل کردہ قانون کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو اور جو کچھ تمھارے پاس آچکا ہے اس سے منہ موڑ کر ان کی خواہشات کی پیروی نہ کرنا۔

ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لیے ایک شریعت اور راہِ عمل مقرر کی ہے۔ اگر خدا چاہتا تو تم سب کو ایک اُمت بھی بنا سکتا تھا لیکن اس نے یہ اس لیے کیا ہے کہ جو کچھ اس نے تم لوگوں

کو دیا ہے اس میں تمھاری آزمائش کرلے لہٰذا بھلائیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔ آخرکار تم سب کو خدا کے حضور جانا ہے۔ وہ تمھیں اصل حقیقت بتا دے گا جس میں تم اختلاف کررہے ہو۔

آپ ان کے درمیان اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ کریں اوران کی خواہشات کی پیروی نہ کریں اور اس بات سے ہوشیار رہیں کہ یہ لوگ آپ کو فتنہ میں ڈال کر اس ہدایت سے ذرہ برابر منحرف نہ کرنے پائیں جو خدا نے تمھاری طرف نازل کی ہے۔ پھر اگر یہ اس سے منہ موڑ لیں تو جان لو کہ اللہ نے ان کے کچھ گناہوں کی سزا کے لیے ان کو مصیبت میں مبتلا کرنے کا ارادہ کرہی لیا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کی اکثریت فاسق ہے۔

اور کیا یہ جاہلیّت کا فیصلہ چاہتے ہیں حالانکہ جو لوگ اللہ پر یقین رکھتے ہیں ان کے نزدیک اللہ سے بہتر فیصلہ کرنے والا اور کون ہوسکتا ہے؟ اے ایمان والو! یہودیوں اور نصرانیوں کو اپنا رفیق نہ بناؤ یہ ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔ اگر تم میں سے کوئی ان کو اپنا رفیق بناتا ہے تو اس کا شمار بھی انھی میں ہوگا۔ بے شک خدا ظالم لوگوں کو راہِ راست پر نہیں لاتا۔

تم دیکھتے ہو جن کے دلوں میں منافقت ہے وہ انھی میں دوڑ دھوپ کرتے پھرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں ڈر لگتا ہے کہ ہم کہیں کسی مصیبت کے چکر میں نہ پھنس جائیں۔ ان کو یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ عنقریب اللہ مسلمانوں کو فتح بخشے گا یا اپنی طرف سے کوئی اور بات ظاہر کرے گا تو اس وقت یہ اپنے دلوں میں چھپائے ہوئے نفاق کی وجہ سے ندامت اُٹھائیں گے۔

اور اس وقت اہلِ ایمان کہیں گے کہ کیا یہ وہی لوگ ہیں جو اللہ کے نام کی قسمیں کھا کر تمھیں یقین دلاتے تھے کہ ہم تمھارے ساتھ ہیں؟ ان کے سب اعمال ضائع ہوگئے اور آخرکار یہ

ناکام و نامراد ہو کر رہے۔

اے ایمان والو! اگر تم میں سے کوئی اللہ کے دین سے پھرتا ہے تو پھر جائے اللہ ایسی قوم لائے گا جن سے خدا محبت رکھتا ہوگا اور وہ خدا سے محبت کرتے ہوں گے جو مومنین پر نرم اور کفار پر سخت ہوں گے۔ خدا کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔ یہ خدا کا فضل و کرم ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا کر دیتا ہے۔ اللہ وسیع ذرائع کا مالک اور سب کچھ جانتا ہے۔

تمھارا سرپرست تو صرف اللہ اور اس کا رسول اور وہ مومن ہیں جو پابندی سے نماز ادا کرتے ہیں اور حالتِ رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔ اور جس نے بھی خدا اور اس کے رسولؐ اور ان اہلِ ایمان کو اپنا سرپرست بنایا تو اسے معلوم ہو کہ اللہ کی جماعت ہی غالب رہنے والی ہے''۔

اہلِ ایمان کے لیے تین احکام

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۵﴾

''ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اس کی بارگاہ میں باریابی کا وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ''۔

آیت بالا میں اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو بالترتیب تین احکام کا مکلف فرمایا: ۱- اللہ کے تقویٰ کو ہر وقت مدنظر رکھیں ۲- خدا کے تقریب کے لیے وسیلہ تلاش کریں۔ ۳- اللہ کی راہ میں جہاد کریں تاکہ انھیں کامیابی حاصل ہو۔

وسیلہ اس چیز کو کہتے ہیں جو دو مختلف اشیاء کو ایک دوسرے سے ملاتی ہو مثلاً زینہ چھت پر چڑھنے کا وسیلہ ہے۔ اب اگر زینہ کو ہٹا دیا جائے تو انسان چھت پر نہیں چڑھ سکتا۔ اسی طرح سے ڈول اور رسّی کسی پیاسے اور کنوئیں کے درمیان وسیلہ ہیں کیونکہ پیاسا کنوئیں میں اُتر نہیں سکتا اور کنوئیں کا پانی پیاسے تک نہیں پہنچ سکتا اسی لیے درمیان میں رسّی اور ڈول کی

ضرورت پڑی تاکہ پانی اپنی جگہ پر رہے اور پیاسا بھی اپنی جگہ پر رہے اور اس کے وسیلہ سے پانی پیاسے تک پہنچ جائے۔ رسّی کے ہمیشہ دوسرے ہوتے ہیں ایک پیاسے کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور ایک سرا پانی تک ہوتا ہے۔ اسی طرح سے اہلِ ایمان اور خدا کے درمیان وہی وسیلہ ہوگا جس کا ایک رخ مخلوق کی طرف اور دوسرا رخ خالق کی طرف ہوگا اور وہ خدا سے لے گا اور انسانوں تک اس کا فیض پہنچائے گا۔ تقربِ خدا کے وسیلہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہر عیب و گناہ سے پاک ہو۔ اگر کوئی خود ہی گناہ گار ہو تو پھر وہ دوسروں کو مقامِ تقرب پہ کیسے لے جائے گا۔ اور وسیلہ کے لیے حکمِ الٰہی یہ ہے کہ وسیلہ تلاش کرو۔ اس کے برعکس اللہ نے یہ نہیں کہا کہ تم وسیلہ بناؤ کیونکہ وسیلہ بنانا الہ کا کام ہے اور تلاش کرنا اہلِ ایمان کا کام ہے اور اللہ تعالیٰ نے انبیاء و مرسلین اور ائمہ ہدیٰ کو وسیلہ بنایا ہے۔

اس کے علاوہ وسیلہ جنت کے ایک بلند ترین مقام کا نام بھی ہے جو کہ حضرت حبیب خدا اور ان کے اہلِ بیتؑ کے لیے مخصوص ہے۔ لیکن وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ (اس کی بارگاہ میں باریابی کے لیے وسیلہ تلاش کرو) کی آیت مجیدہ کا تعلق وسیلہ کے پہلے مفہوم سے ہے، دوسرے سے نہیں۔

تاہم مؤلف کتاب نے دونوں مفاہیم کی احادیث نقل کی ہیں۔ (اضافۃ من المترجم)

عیون الاخبار میں مرقوم ہے کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی، آپؐ نے فرمایا:

ائمہ اولادِ حسینؑ میں سے ہوں گے جس نے ان کی اطاعت کی تو اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے ان کی نافرمانی کی تو اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ وہ مضبوط رسّی ہیں اور وہ خدا کی بارگاہ تک پہنچنے کا وسیلہ ہیں۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ کے ضمن میں مرقوم ہے کہ امام کے ذریعہ سے خدا کا قرب حاصل کرو۔

روضہ کافی میں امیر المومنین علیہ السلام سے ایک خطبہ منقول ہے جس کا نام خطبہ وسیلہ ہے۔ اس خطبہ میں آپؑ نے فرمایا:

لوگو! اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے "وسیلہ" کا وعدہ کیا ہے اور اللہ ہرگز وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ آگاہ رہو! "وسیلہ" جنت کا بلند ترین درجہ ہے اور مقامِ تقرب کا آخری نقطہ ہے اور آرزوؤں کی حد آخر ہے۔ اس کے ایک ہزار زینے ہوں گے اور ایک زینے سے دوسرے زینے کا فاصلہ اتنا ہوگا جسے تیز رفتار گھوڑا ایک سو سال میں طے کرے

گا۔ اس کا کوئی زینہ موتیوں کا اور کوئی جواہر کا اور کوئی زبرجد کا اور کوئی لؤلؤ کا اور کوئی یاقوت کا اور کوئی زمرد کا ہوگا۔ کوئی زینہ مرجان کا، کوئی زینہ کافور کا اور کوئی زینہ عنبر کا اور کوئی زینہ عود بخور کا اور کوئی زینہ سونے کا اور کوئی زینہ چاندی کا اور کوئی زینہ بادلوں کا اور کوئی زینہ ہوا کا اور کوئی زینہ نور کا ہوگا اور وہ مقامِ جنت کے تمام مقامات سے بلند ہوگا اور اس بلند و بالا مقام پر رسولؐ خدا تشریف فرما ہوں گے۔ آپؐ نے دو چادریں پہن رکھی ہوں گی۔ ایک چادر اللہ کی رحمت کی ہوگی اور دوسری چادر اللہ کے نور کی ہوگی۔ آپؐ نے نبوت و رسالت کا تاج سر پر رکھا ہوگا۔ آپؐ کے نور کی ضیا پاشی سے مقامِ موقف چمک رہا ہوگا اور میں اس وقت حبیب خدا سے ایک درجہ نیچے کھڑا ہوں گا اور اس میں مَیں نے دو چادریں اوڑھ رکھی ہوں گی۔ ایک چادر ارغوانِ نور کی اور دوسری چادر کافور کی ہوگی۔ انبیاء و مرسلین اپنے اپنے زینوں پر تشریف رکھتے ہوں گے اور خدا کی طرف سے مقرر کردہ جج ہماری دائیں جانب ہوں گے۔ انھوں نے نور و کرامت کی چادریں پہن رکھی ہوں گی۔ جو بھی ملک مقرب اور نبی مرسل ہمیں دیکھے گا تو ہمارے نور کی ضیا پاشی کو دیکھ کر مبہوت ہو جائے گا اور ہمارے ضیاء و جلالت سے تعجب کرے گا۔

مقامِ وسیلہ کی دائیں طرف یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دائیں طرف حدِ نگاہ تک بادل دکھائی دے گا جس سے یہ ندا آئے گی: اہلِ موقف! خوش خبری ہے اس کے لیے جو نبی اُمی عربی پر ایمان لایا ہو اور اس کے وصی سے محبت کی ہو اور جس نے انکار کیا اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ رسول اکرمؐ کی بائیں جانب تاریکی چھائی ہوئی ہوگی جس سے یہ ندا آئے گی: اہلِ موقف! اس کے لیے خوش خبری ہے جو نبی اُمی عربی پر ایمان لایا ہو اور وصی سے محبت کی ہو۔ اس ذات کی قسم جو اقتدار اعلیٰ کا مالک ہے۔ آج کامیابی، راحت اور امن اسے نصیب ہوگا جو خدا کے سامنے نبی و وصی کی محبت و اخلاص اور ان کی اقتداء کا شرف لے کر پیش ہوگا۔

ولایت الٰہی کے اہلِ لوگو! تمھیں اپنے چہروں کی سفیدی اور شرفِ مقام اور کامیابی کا یقین ہونا چاہیے۔ تمھیں ایک دوسرے کے سامنے تختوں پر بٹھایا جائے گا اور اے خدا، رسول، اس کے راستے اور زمانہ کے پرچمہائے ہدایت سے انکار و انحراف کرنے والو! تمھیں اپنے چہروں کی سیاہی اور اپنے رب کے غضب کا یقین ہونا چاہیے، یہ تمھارے اعمال کی سزا ہے۔

مجمع البیان میں حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

جنت میں باطن عرش تک دو طرح کے موتی ہوں گے۔ ایک سفید رنگ کا ہوگا اور دوسرا زرد رنگ کا ہوگا اور پھر ہر ایک میں ستر ہزار بالا خانے ہوں گے جن کے دروازے اور پیالوں کا مادہ ایک ہی ہوگا۔ سفید رنگ کے محلات کا نام مقامِ وسیلہ ہے اور وہ محمدؐ اور ان کی اہلِ بیتؑ کے لیے ہوگا اور زرد رنگ کے محلات ابراہیمؑ اور ان کی اہلِ بیت کے لیے ہوں گے۔

علل الشرائع میں ابوسعید خدری کی زبانی منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
جب تم خدا سے میرے لیے سوال کرو تو پھر خدا سے میرے لیے ''مقامِ وسیلہ'' طلب کیا کرو۔ اور مقامِ وسیلہ جنت میں میرے درجہ کا نام ہوگا جس کے ایک ہزار زینے ہوں گے اور ہر زینہ دوسرے زینہ سے تیز رفتار گھوڑے کی ایک ماہ کی مسافت پر واقع ہوگا۔ اس کا کوئی زینہ جوہر کا' کوئی یاقوت کا' کوئی سونے کا اور کوئی چاندی کا ہوگا۔ میرے مقام کو قیامت کے روز جنت سے منتقل کر کے درجہ انبیاء کے ساتھ نصب کیا جائے گا اور میرا محل درجہ انبیاء میں یوں دکھائی دے گا جیسے ستاروں کے درمیان چاند دکھائی دیتا ہے۔ اس دن ہر نبی' صدیق اور شہید پکار کر یہ کہے گا کہ خوش بخت ہے وہ جس کا یہ درجہ ہو۔

کافروں کو دوزخ سے رہائی نصیب نہ ہوگی

اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَوۡ اَنَّ لَہُمۡ مَّا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا وَّ مِثۡلَہٗ مَعَہٗ لِیَفۡتَدُوۡا بِہٖ مِنۡ عَذَابِ یَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ مَا تُقُبِّلَ مِنۡہُمۡ ۚ وَ لَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴿۳۶﴾ یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یَّخۡرُجُوۡا مِنَ النَّارِ وَ مَا ہُمۡ بِخٰرِجِیۡنَ مِنۡہَا ۫ وَ لَہُمۡ عَذَابٌ مُّقِیۡمٌ ﴿۳۷﴾

''یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا اگر ان کے قبضہ میں روئے زمین کی ساری دولت ہو اور اتنی مزید دولت بھی ان کے پاس ہو اور وہ چاہیں کہ وہ اسے فدیہ دے کر قیامت کے عذاب سے بچ جائیں تب بھی ان سے وہ دولت قبول نہ کی جائے گی اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ وہ چاہیں گے کہ دوزخ کے عذاب سے نکل جائیں مگر وہ وہاں سے نکل نہیں سکیں گے' ان کے لیے دائمی عذاب ہوگا''۔

تفسیر عیاشی میں حضرت امام محمد باقر اور حضرت امام جعفر صادق علیہما السلام سے دو روایات منقول ہیں جن کا ماحصل یہ ہے کہ کافروں کی طرح سے حضرت علی علیہ السلام کے دشمن بھی ابدی دوزخی ہوں گے اور انھیں بھی کسی قیمت پر دوزخ سے رہائی نصیب نہ ہوگی۔

چور کی سزا

وَ السَّارِقُ وَ السَّارِقَۃُ فَاقۡطَعُوۡۤا اَیۡدِیَہُمَا جَزَآءًۢ بِمَا کَسَبَا نَکَالًا مِّنَ اللّٰہِ ؕ وَ اللّٰہُ عَزِیۡزٌ حَکِیۡمٌ ﴿۳۸﴾

''چور خواہ مرد ہو یا عورت' دونوں کے ہاتھ کاٹ دو یہ ان کی کمائی کا بدلہ ہے۔ یہ ان کے لیے خدا کی طرف سے عبرت ناک سزا ہے۔ اللہ غالب اور صاحبِ حکمت ہے''۔

کتاب الخصال میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ صفوان بن اُمیہ جمحی کے متعلق تین قوانین کا اجرا ہوا:

۱- رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے ستر حطمی بافت زرہیں عاریتاً طلب کیں۔ اس نے کہا: یارسولؐ اللہ! کیا آپ مجھ سے زبردستی لینا چاہتے ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: نہیں' میں عاریتاً لینا چاہتا ہوں اور ان کی واپسی کی ضمانت دیتا ہوں۔

۲- فتح مکہ کے بعد اس نے آپؐ سے ہجرت مدینہ کی درخواست کی تو آپؐ نے فرمایا: فتح مکہ کے بعد ہجرت کی ضرورت نہیں رہی۔

۳- یہی صفوان مسجد نبوی میں سویا ہوا تھا۔ یہ قضائے حاجت کے لیے باہر گیا۔ جب واپس آیا تو اس کی چادر موجود نہیں تھی۔ اس نے کہا: میری چادر چوری ہوگئی ہے اور وہ چادر تلاش کرنے کے لیے اِدھر اُدھر پھرنے لگا۔ اسے اس کا چور مل گیا۔ یہ اسے چوری کے مال سمیت پکڑ کر رسول اکرمؐ کے پاس لے آیا۔

حبیبؐ خدا نے فرمایا کہ چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔

صفوان نے کہا: یارسولؐ اللہ! اگر میری چادر کی وجہ سے اس کا ہاتھ کٹ رہا ہے تو میں نے اسے معاف کر دیا ہے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: اگر تم اسے پہلے معاف کر دیتے تو اور بات تھی اب جب کہ یہ عدالت میں آچکا ہے تو اس کے لیے معافی کی گنجائش نہیں ہے۔ چنانچہ چور کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔

عیون الاخبار میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کا ایک خط مرقوم ہے جو آپؑ نے محمد بن سنان کے مسائل کے جواب میں تحریر کیا تھا اور اس خط میں آپؑ نے احکامِ شریعت کے علل و اسباب تحریر کیے۔ اس خط میں آپؑ نے یہ کلمات بھی لکھے:

''اللہ تعالیٰ نے چوری حرام کی ہے کیونکہ چوری اموال کے ضیاع اور نفوس کے قتل کا موجب بنتی ہے اور اس سے معاشرہ میں خرابیاں جنم لیتی ہیں۔ چوری کا ایک نقصان یہ ہے کہ چوری کرنے والا نہ تو تجارت کرتا ہے اور نہ ہی حصولِ رزق کے لیے کوئی حلال طریقہ اپناتا ہے اور چور کے دائیں ہاتھ کاٹنے کا حکم اس لیے دیا گیا ہے کہ چور اپنے دائیں ہاتھ سے ہی چوری شدہ اشیاء پکڑتا ہے اور دایاں ہاتھ ہی اس کا افضل اور مفید ترین عضو ہوتا ہے اور اس مفید عضو کو کاٹ کر اسے باقی لوگوں

ناحق قبضہ نہ کریں"۔

کے لیے نمونۂ عبرت بنایا جاتا ہے تاکہ لوگ دوسروں کے مال پر ناحق قبضہ نہ کریں"۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: جب تک کوئی شخص اتنے مال کی چوری نہ کرے جو اس کے ہاتھ کی دیت کے برابر ہو اس وقت تک اس کی چوری فاش نہیں ہوتی۔

الکافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ ہاتھوں پر تیمم کہاں تک کرنا چاہیے؟

اس کے جواب میں آپ نے وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا (چور خواہ مرد ہو یا عورت، ان کے ہاتھ کاٹ دو) کی آیت تلاوت کی اور پھر آیت وضو کا یہ ٹکڑا فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ (اپنے چہروں اور ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھولو) تلاوت کیا اور فرمایا: تیمم میں اسی جگہ مسح کرو جہاں سے ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔ پھر آپؑ نے یہ آیت پڑھی: وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ۝ (مریم:۶۴) "تیرا رب بھولنے والا نہیں ہے"۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ چور کی پوری ہتھیلی کاٹی جائے گی۔ جب کہ اگلی روایات میں آپ یہ پڑھیں گے کہ چور کی صرف چار انگلیاں کاٹی جائیں۔ اس کی ہتھیلی اور انگوٹھا باقی رہنے دیا جائے اور علمائے فقہ کا اجماع یہ ہے کہ چور کی صرف چار انگلیاں کاٹی جائیں گی۔ (من المترجم)

حلبی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ چور کا ہاتھ کہاں سے کاٹنا واجب ہے؟

آپؑ نے اپنی انگلیاں پھیلائیں اور فرمایا: یہاں سے یعنی ہتھیلی کے جوڑ سے۔

محمد بن عبداللہ بن ہلال نے اپنے والد سے روایت کی۔ اس نے کہا کہ میں نے حضرت امام صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ چور کا دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کیوں کاٹا جاتا ہے اور اس کا بایاں اور دایاں پاؤں کیوں نہیں کاٹا جاتا؟

آپؑ نے فرمایا: تم نے بہت اچھا سوال کیا۔ اگر اس کا دایاں ہاتھ اور دایاں بازو کاٹا جاتا تو وہ بائیں جانب گر پڑتا اور کھڑا ہونے کے قابل نہ رہتا۔ جب اس کا دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹا جاتا ہے تو وہ کھڑا ہو سکتا ہے۔

میں (راوی) نے کہا: مولاؑ! جب اس کا پاؤں ہی کٹ جاتا ہے تو وہ کھڑا کیسے ہو سکتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جس طرح سے تم نے سمجھا ہے اس طرح سے تو نہیں کاٹا جاتا۔ چور کا پاؤں اُبھار کے مقام سے کاٹا جاتا ہے اور اس کا اتنا قدم رہنے دیا جاتا ہے جس سے وہ کھڑا ہو سکے، نماز پڑھ سکے اور اللہ کی عبادت کر سکے۔

میں (راوی) نے کہا تو ہاتھ کہاں سے کاٹا جائے؟

آپؑ نے فرمایا: اس کی صرف چار انگلیاں کاٹی جائیں گی۔ اس کا انگوٹھا اور ہتھیلی رہنے دی جائے گی جس سے وہ نماز پڑھ سکے اور اپنے چہرے کو دھو سکے۔

میں نے عرض کیا تو پھر یہ بتائیں پوری ہتھیلی کاٹنے کا رواج کب سے شروع ہوا؟

آپؑ نے فرمایا: خلیفہ ثالث کے عہد میں معاویہ نے ایک شخص کی ہتھیلی کاٹی تھی اور خلیفہ کو اس کا یہ عمل پسند آ گیا تھا۔ لہٰذا ان دنوں سے ہتھیلی کاٹنے کا رواج شروع ہوا۔

محمد بن مسلم بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام صادق علیہ السلام سے عرض کیا: کتنی مالیت پر چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا؟

آپؑ نے فرمایا: ربع دینار پر یعنی دینار کی چوتھائی پر ہاتھ کاٹا جائے گا۔

میں (راوی) نے عرض کیا: کیا دو درہم کی چوری پر ہاتھ کاٹا جائے گا؟

آپؑ نے فرمایا: دینار کی چوتھائی پر ہاتھ کاٹا جائے گا خواہ اس کی قیمت جتنے بھی درہم بنے۔

میں نے کہا: کیا جب کوئی شخص معمولی چیز کی چوری کرتا ہے تو اس پر لفظ ''چور'' کا اطلاق نہیں ہوتا اور کیا وہ اللہ کی نظر میں چور نہیں ہوتا؟

آپؑ نے فرمایا: بے شک چور چور ہی ہے اور وہ خدا کی نظر میں بھی چور ہی ہے لیکن جہاں تک ہاتھ کٹنے کا تعلق ہے تو وہ صرف اس وقت کٹے گا جب چوری کی مالیت چوتھائی دینار ہوگی اس سے کم پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اور اگر معمولی چیزوں پر ہاتھ کٹنے لگیں تو لوگوں کی اکثریت کے ہاتھ کٹ چکے ہوتے۔

تفسیر عیاشی میں مذکور ہے کہ معتصم نے امام محمد تقی علیہ السلام سے پوچھا کہ چور کا ہاتھ کہاں سے کاٹا جائے؟

آپؑ نے فرمایا: انگلیوں کے جوڑ سے ہاتھ کا کاٹنا واجب ہے۔ ہتھیلی چھوڑ دی جائے۔

معتصم نے کہا: اس کی کیا دلیل ہے؟

آپؑ نے فرمایا: حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اعضائے سجدہ سات ہیں: ۱- چہرہ ۲ و ۳- دو ہاتھ ۴ و ۵- دو گھٹنے ۶ و ۷- دو پاؤں۔

اور جب کسی کا ہاتھ ہتھیلی سے یا کہنی سے کاٹ دیا جائے تو اس کا سجدہ صحیح نہیں رہے گا جب کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وان المساجد للّٰہ ،سجدہ کے مقامات اللہ کی ملکیت ہیں۔ یہاں مقاماتِ سجدہ سے سجدہ کے سات اعضاء مراد ہیں اور جو چیز خدا کی ملکیت میں ہو اسے کاٹا نہیں جاسکتا۔

مجمع البیان میں علامہ طبرسی رقم طراز ہیں: ہمارے اصحابِ فقہ کا قول یہ ہے کہ چور کے ہاتھ کی چار انگلیاں جوڑوں سے کاٹ دی جائیں گی اور انگوٹھا اور ہتھیلی چھوڑ دی جائے گی۔ اور اگر کوئی دوسری مرتبہ چوری کرے تو اس کے بائیں پاؤں سے نصف حصہ کاٹ دیا جائے گا اور اس کی ایڑی نماز کے لیے رہنے دی جائے گی اور اگر کوئی پھر بھی چوری کرے تو اسے ہمیشہ کے لیے زندان میں ڈال دیا جائے گا۔

حضرت علی علیہ السلام سے یہی فتویٰ مشہور ہے اور ہمارے گروہ کا اسی پر اجماع ہے۔

جب رسولؐ خدا نے یہودیوں کے مقدمہ کا فیصلہ کیا

یَآاَیُّهَا الرَّسُوْلُ لَا یَحْزُنْكَ الَّذِیْنَ یُسَارِعُوْنَ ...... فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور دوسرے مفسرین نے ان آیات کا شانِ نزول یہ بیان کیا: خیبر کی ایک دولت مند اور باوجاہت عورت نے خیبر کے ایک معزز شخص سے زنا کیا اور وہ دونوں شادی شدہ تھے۔ اتفاق سے انھیں بہت سے افراد نے اس قبیح حالت میں دیکھ لیا اور انھیں پکڑ لیا۔ مگر خیبر کے یہودی انھیں سنگسار کرنا پسند نہیں کرتے تھے اور انھوں نے دونوں مجرم یہودِ مدینہ کے پاس روانہ کیے اور انھوں نے یہودِ مدینہ کو خط لکھا کہ تم نبی اکرمؐ کے پاس جاؤ اور ان سے یہ مسئلہ پوچھو۔ شاید ان کے لیے معافی کی کوئی گنجائش نکل آئے۔

چنانچہ یہودیوں کا ایک گروہ رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا جس میں کعب بن اشرف، کعب بن اسید، شعبہ بن عمرو، مالک بن صیف اور کنانہ بن ابی الحقیق سرفہرست تھے۔ انھوں نے رسولؐ خدا سے کہا:

محمدؐ! یہ بتائیں جب شادی شدہ مرد اور عورت زنا کریں تو ان کے لیے کیا سزا ہے؟

آپؐ نے فرمایا: کیا تم میرا فیصلہ قبول کرلو گے؟

انھوں نے کہا کہ جی ہاں ہم آپ کا فیصلہ تسلیم کریں گے۔

اس وقت جبریل امینؑ خدا کی طرف سے سنگساری کا حکم لے کر آنحضرتؐ پر نازل ہوئے۔ رسولؐ خدا نے انھیں خدا کا یہ حکم سنایا لیکن انھوں نے آپؐ کے فیصلہ کو ماننے سے انکار کردیا۔ جبریل امینؑ نے آنحضرت سے کہا کہ آپؐ ان سے کہیں

کہ وہ اپنے ہی مذہب کے عالم ابن صوریا کو حکم تسلیم کرلیں اور جبریل امینؑ نے اس کی نشانیاں بھی آپ کو بتائیں۔

رسولؐ خدا نے گروہِ یہود سے فرمایا: کیا تم اس نوجوان بے ریش کو جانتے ہو جو ایک آنکھ سے کانا ہے اور فدک میں رہائش پذیر ہے جس کا نام ''ابن صوریا'' ہے۔

انھوں نے کہا: جی ہاں! ہم اسے اچھی طرح سے جانتے ہیں۔

آپؐ نے فرمایا: وہ کیسا انسان ہے؟

انھوں نے کہا: اللہ نے جو کچھ موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا وہ ان تعلیمات کا سب سے بڑا عالم ہے۔

آپؐ نے فرمایا: تم اسے یہاں بلاؤ۔ چنانچہ انھوں نے اسے مدینہ آنے کی دعوت دی اور وہ مدینہ آیا۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں گروہِ یہود کے ساتھ حاضر ہوا۔

نبی اکرمؐ نے اس سے فرمایا: میں تجھے اس خدا کا واسطہ دے کر دریافت کرتا ہوں جس نے موسیٰؑ پر تورات نازل کی اور تمھارے لیے سمندر میں راستہ پیدا کیا اور تمھیں نجات دی اور آل فرعون کو غرق کیا اور تم پر بادلوں کا سایہ کیا اور تم پر من و سلویٰ نازل کیا، کیا تمھاری کتاب میں شادی شدہ زانی کی سزا سنگساری ہے یا نہیں؟

ابن صوریا نے کہا: آپ نے مجھے بہت بڑی قسم دی ہے۔ اب اگر میں جھوٹ بولتا ہوں تو مجھے یہ ڈر ہے کہ تورات کا رب مجھے جلا دے گا یا میری صورت مسخ کر دے گا۔ اگر آپ نے مجھے اتنی بڑی قسم نہ دی ہوتی تو میں کبھی بھی اعتراف نہ کرتا لیکن اب اعتراف کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہے لیکن آپ یہ بتائیں کہ آپ کی شریعت میں یہ حکم کس طرح سے وارد ہوا ہے؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: جب چار عادل افراد گواہی دے دیں کہ انھوں نے مرد کے آلہ تناسل کو عورت کی اندام نہانی میں اس طرح سے دیکھا ہے جیسے سرمہ دانی میں سرچو ہوتا ہے تو سنگساری واجب ہو جاتی ہے۔

ابن صوریا نے یہ سن کر کہا: تورات میں بھی اللہ نے اسی طرح سے حکم نازل کیا ہے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: تم نے تبدیلی کیوں کی ہے؟

ابن صوریا نے کہا: ہمارے ہاں یہ رواج ہو گیا تھا کہ اگر کوئی معزز شخص یہ فعل قبیح کرتا تو ہم اسے چھوڑ دیتے تھے اور اگر کوئی غریب شخص یہ فعل سرانجام دیتا تو ہم سنگسار کر دیتے تھے۔ جس کی وجہ سے ہمارے اشرافیہ طبقہ میں زنا عام ہو گیا۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ ہمارے بادشاہ کے ابن عم نے زنا کیا تو ہم نے اسے سنگسار نہ کیا۔ پھر ایک عام آدمی نے زنا کیا تو بادشاہ نے اس کی سنگساری کا حکم جاری کیا۔ مجرم کی قوم یہ حکم سن کر بھڑک اٹھی اور انھوں نے کہا کہ ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے

جب تک بادشاہ کے ابن عم کو سنگسار نہ کیا جائے تو ہم اسے بھی سنگسار نہیں ہونے دیں گے۔

ہم نے لوگوں سے کہا: کوئی بات نہیں، ہم اپنا ایک اجلاس بلاتے ہیں جس میں زنا کی سزا کچھ کم مقرر کرتے ہیں۔
چنانچہ قومِ یہود کا ایک اجلاس ہوا تھا جس میں یہ فیصلہ طے پایا کہ آئندہ کسی کو سنگسار نہیں کیا جائے گا۔ جو بھی شخص یہ غلط کام کرے گا اسے چالیس کوڑے مارے جائیں گے اور زنا کار جوڑے کو گدھے پر اُلٹے منہ بٹھا کر ان کے چہرے پر کالک لگا کر شہر میں پھرایا جائے گا۔

جب گروہِ یہود نے ابن صوریا کا یہ اعتراف سنا تو انھوں نے کہا: ابن صوریا! تو نے بڑی جلدی سے اپنے گھر کا راز فاش کر دیا۔ تو تو انتہائی نااہل شخص ہے۔ جب محمدؐ نے ہم سے تیرے متعلق پوچھا تھا تو اس وقت تو ہمارے درمیان موجود نہیں تھا۔ ہم نے تیری غیبت کو پسند نہیں کیا تھا اور ہم نے کہہ دیا تھا کہ وہ ہمارے مذہب کا مستند عالم ہے۔

ابن صوریا نے کہا: میری مجبوری تمھارے سامنے ہے۔ انھوں نے مجھے تورات کی قسم دی تھی۔ اگر وہ مجھے اتنی بڑی قسم نہ دیتے تو میں یہ باتیں کبھی بھی بیان نہ کرتا۔

اس کے بعد آنحضرتؐ نے حکم جاری کیا کہ زنا کار جوڑے کو سنگسار کر دیا جائے۔ چنانچہ اس جوڑے کو مسجد کے دروازے کے پاس سنگسار کر دیا گیا۔ اس وقت آپؐ نے فرمایا:

خدایا! گواہ رہنا۔ یہودیوں نے تیرے حکم کو ختم کر دیا تھا اور میں پہلا شخص ہوں جس نے تیرے حکم کو زندہ کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ آیات بھیجیں: يَاأَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ (المائدہ:۱۴)

یہ آیت سن کر ابن صوریا اُٹھا اور اس نے آپؐ کے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر کہا: میں خدا سے بھی پناہ کا طالب ہوں اور آپؐ سے بھی پناہ کا طالب ہوں۔ مہربانی کر کے آپؐ ہماری خیانتوں کے تذکرہ کو رہنے دیں۔

اس واقعہ کے بعد یہودِ مدینہ میں ایک اور تحریک پیدا ہوئی اور بنو قریظہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے کہا:

محمدؐ! ہمارا تعلق بنی قریظہ سے ہے اور بنی نضیر بھی ہمارے بھائی ہیں۔ ہم سب کا باپ ایک ہے اور ہمارا دین ایک ہے۔ ہمارا نبی ایک ہے لیکن بنی نضیر کی بے انصافی یہ ہے کہ اگر کوئی ان کا شخص ہمارے قبیلے کے شخص کو قتل کر دے تو وہ قصاص کے لیے قاتل کو ہمارے حوالے نہیں کرتے بلکہ اس کے عوض ہمیں ستر وسق کھجور دیت میں دیتے ہیں اور اگر ہمارے قبیلے

تعلق رکھنے والا کوئی شخص ان کے قبیلہ کے کسی شخص کو قتل کر دے تو یہ قصاص میں قاتل کو بھی قتل کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ایک سو چالیس وسق کھجور بھی دیت میں ہم سے وصول کرتے ہیں۔ اگر ہمارا کوئی شخص ان کے قبیلہ کی عورت کو قتل کر دے تو یہ اس کے بدلے میں قاتل مرد کو قتل کر دیتے ہیں اگر ان کا کوئی مرد ہمارے مرد کے ہاتھ سے قتل ہو جائے تو یہ اس کے عوض ہمارے دو مرد قتل کرتے ہیں۔ اگر ان کا غلام ہمارے ہاتھوں مارا جائے تو یہ اس کے عوض ہمارے آزاد کو قتل کرتے ہیں اور اسی طرح سے یہ ہمیں زخم لگنے کی صورت میں آدھا ہرجانہ ادا کرتے ہیں جب کہ ہم کو دوہرا ہرجانہ ادا کرنا پڑتا ہے۔ لہٰذا آپ ہمارے اور ان کے متعلق فیصلہ فرمائیں۔

اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے رجم و قصاص کے احکام نازل کیے۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں ان آیات کا شانِ نزول یوں مذکور ہے: مدینہ میں اولادِ ہارون کے دو قبیلے بنی قریظہ اور بنی نضیر رہائش پذیر تھے۔ بنی قریظہ کی تعداد سات سو جب کہ بنی نضیر کی تعداد ایک ہزار افراد پر مشتمل تھی۔ بنی نضیر دولت مند تھے جب کہ بنی قریظہ کی اکثریت مفلوک الحال تھی۔ بنی نضیر عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین کے حلیف تھے۔

اگر کبھی ان دو قبائل میں کوئی فرد قتل ہوتا تو بنی نضیر بنی قریظہ سے کہتے تھے کہ ہمارا تمھارا قتل برابر نہیں ہے اور ان میں اس قسم کی باتیں ہوتی رہتی تھیں۔ بنی قریظہ کو آخر کار مجبور ہو کر یہ معاہدہ کرنا پڑا کہ اگر بنی نضیر سے تعلق رکھنے والے کسی شخص نے بنی قریظہ کے کسی فرد کو قتل کر دیا تو اسے اُونٹ پر اُلٹے منہ بٹھا کر اس کے منہ پر کیچڑ مل دی جائے گی اور وہ آدھی دیت ادا کرے گا۔ اور اگر بنی قریظہ کے کسی شخص نے بنی نضیر کے کسی فرد کو قتل کیا تو اسے پوری دیت دینی ہوگی اور اس کے قصاص میں اسے قتل ہونا پڑے گا۔

یہ معاہدہ ہجرت نبویؐ تک نافذ العمل رہا۔ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے اور اوس و خزرج نے اسلام قبول کیا تو مدینہ میں یہودیوں کی قوت انتہائی کم ہوگئی۔ اسی عرصہ میں بنی قریظہ کے ایک شخص نے بنی نضیر کے ایک شخص کو قتل کر دیا۔ بنی نضیر نے مطالبہ کیا کہ ہمیں مقتول کی پوری دیت ادا کرو اور قصاص کے لیے قاتل کو ہمارے سپرد کرو۔

بنی قریظہ نے جواب دیا کہ یہ تورات کا قانون نہیں ہے۔ یہ بات ہم نے اپنی کمزوری کی وجہ سے تسلیم کی تھی لہٰذا تمھیں دو میں سے ایک بات تسلیم کرنا ہوگی یا تو دیت لو یا پھر قصاص لو اور اگر تمھیں یہ بات قبول نہ ہو تو محمدؐ موجود ہیں ہم ان سے فیصلہ کراتے ہیں۔

بنونضیر نے عبداللہ بن ابی سے رابطہ کیا اور اس سے کہا کہ آپ محمدؐ سے کہیں کہ وہ ہمارا سابقہ معاہدہ بحال رکھیں اور ہماری برتری کو قائم رکھیں۔

عبداللہ بن ابی نے کہا: تم اپنا ایک شخص میرے ساتھ روانہ کرو اور میں محمدؐ سے جا کر یہ سفارش کرتا ہوں وہ جو بھی جواب دیں گے تم کو معلوم ہوجائے گا۔ چنانچہ عبداللہ بن ابی اپنے ساتھ ایک یہودی کو لے کر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا: یارسول اللہ! آپ کی آمد سے قبل بنی نضیر اور بنی قریظہ میں ایک معاہدہ ہوا تھا جس کی آج تک دونوں فریقوں نے پابندی کی ہے اب بنی قریظہ اس معاہدہ سے منحرف ہونا چاہتے ہیں اور وہ آپ کو حکم بنانے کے خواہش مند ہیں۔ آپ سے درخواست ہے کہ آپ ان کے سابقہ معاہدہ کو برقرار رکھیں کیونکہ بنی نضیر طاقت ور لوگ ہیں اور اگر ان کے مفادات پر زد پڑی تو ہمیں اس سے نقصان پہنچے گا۔

اس کی باتیں آنحضرت کو ناگوار گزریں اور آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس وقت جبریل امینؑ یہ آیت لے کر نازل ہوئے:

يَآيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۛ وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ...... الی آخرہ

"اے رسولؐ! وہ لوگ آپ کے لیے باعث رنج نہ ہوں جو کفر میں تیزی کر رہے ہیں خواہ ان کا تعلق اس جماعت سے ہو جو اپنے منہ سے کہتی ہے کہ ہم ایمان لائے ہیں حالانکہ ان کے دل بے ایمان ہیں یا ان کا تعلق یہودیوں سے ہو جو کہ جھوٹی باتیں سننے کے لیے کان لگائے رہتے ہیں اور دوسرے لوگوں کے لیے جو کبھی تمھارے پاس نہیں آئے سن گن لیتے رہتے ہیں۔ یہ اللہ کی کتاب کے الفاظ کا صحیح محل معلوم ہونے کے بعد بھی اسے اصل معنی سے پھیر دیتے ہیں (اور عبداللہ بن ابی اور بنی نضیر) لوگوں سے کہتے ہیں۔ اگر تمھیں یہ حکم دیا جائے تو مانو نہیں تو نہ مانو اور اس سے الگ ہی رہو اور جسے خدا نے فتنہ میں ڈالنے کا ارادہ کر ہی لیا ہو اسے اللہ کی گرفت سے بچانے کے لیے تم کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کی پاکیزگی کا اللہ نے ارادہ ہی نہیں کیا ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے سخت سزا ہے۔ یہ جھوٹ سننے والے اور حرام کھانے والے لوگ ہیں اگر وہ اپنے مقدمات کے لیے آپؐ کے پاس آئیں تو تمھیں یہ اختیار دیا

جاتا ہے چاہو تو ان کا فیصلہ کرو ورنہ انکار کردو۔ اگر تم نے انکار کردیا تو یہ تمھارا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکیں گے اور اگر آپ فیصلہ کریں تو پھر عدل و انصاف سے ان کے درمیان فیصلہ کریں۔ بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے''۔

اصول کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے جس میں آپؑ نے یہ بیان کیا کہ انسان کے ہر عضو کے لیے ایمان کا علیحدہ علیحدہ تقاضا ہے۔ اس حدیث میں آپؑ نے یہ کلمات بھی ارشاد فرمائے:

اللہ نے دل پر اقرار، معرفت، تسلیم و رضا کو واجب کیا ہے اور دل کا فرض ہے کہ وہ اس بات کو تسلیم کرے کہ اللہ واحدہٗ لاشریک ہے، اس کی کوئی بیوی نہیں ہے اور اس کے ہاں کوئی بیٹا نہیں ہے اور دل یہ تسلیم کرے کہ محمد مصطفیؐ اللہ کے عبد اور رسول ہیں اور خدا کی طرف سے جتنے بھی رسول اور کتابیں آئی ہیں وہ سب کی سب برحق ہیں۔

دل کی اسی اہمیت کے پیش نظر اللہ نے فرمایا: اِلَّا مَنۡ اُكۡرِهَ وَقَلۡبُهٗ مُطۡمَٮِٕنٌّۢ بِالۡاِيۡمَانِ وَلٰـكِنۡ مَّنۡ شَرَحَ بِالۡكُفۡرِ صَدۡرًا (النحل:۱۰۶) ''سوائے اس کے جو مجبور ہو کر کلماتِ کفر کہے اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو لیکن جس کا سینہ کفر کے لیے کھل چکا ہو تو اس کے لیے خدا کا غضب ہے''۔

اللہ نے فرمایا: اَلَا بِذِكۡرِ اللّٰهِ تَطۡمَٮِٕنُّ الۡقُلُوۡبُ (الرعد:۲۸) ''خدا کے ذکر سے دلوں کو اطمینان ملتا ہے''۔

اللہ نے فرمایا: الَّذِيۡنَ قَالُوۡۤا اٰمَنَّا بِاَفۡوَاهِهِمۡ وَلَمۡ تُؤۡمِنۡ قُلُوۡبُهُمۡ (المائدہ:۴۱) ''وہ لوگ جو منہ سے ایمان لائے لیکن دل سے ایمان نہیں لائے''۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَاِنۡ تُبۡدُوۡا مَا فِىۡۤ اَنۡفُسِكُمۡ اَوۡ تُخۡفُوۡهُ يُحَاسِبۡكُمۡ بِهِ اللّٰهُ‌ؕ فَيَـغۡفِرُ لِمَنۡ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنۡ يَّشَآءُ‌ؕ (البقرہ:۲۸۴) ''تم اپنے من کی باتوں کو ظاہر کرو یا مخفی رکھو خدا تم سے ان کا حساب لے گا اور جسے چاہے بخش دے گا اور جسے چاہے عذاب دے گا''۔

الغرض اللہ نے دل پر اقرار و معرفت کو واجب کیا ہے اور وہ ایمان کا ماحصل ہے۔

من لایحضرہ الفقیہ میں امیر المومنین کی محمد حنفیہ کے نام ایک وصیت مرقوم ہے جس میں آپؑ نے یہ کلمات بھی ارشاد فرمائے:

''دل اعضاء کا امیر ہے اسی کے ذریعہ سے تم سوچتے اور غور کرتے ہو۔ اسی کا حکم تمام اعضاء پر نافذ ہے۔ اسی دل پر واجب ہے کہ وہ ایمان کی حقیقت کو تسلیم کرے کیونکہ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو زبان سے تو ایمان کا اظہار کرتے ہیں جب

کہ ان کے دل ایمان سے خالی ہیں۔ جیسا کہ فرمانِ قدرت ہے: الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ (المائدہ:۴۱) ''وہ لوگ جو اپنی زبان سے ''امنا'' (ہم ایمان لائے) کہتے ہیں جب کہ ان کے دل بے ایمان ہیں۔

احتجاج طبرسی کی ایک روایت میں امیرالمومنین علیہ السلام سے منقول ہے: اگر ایمان کے زبانی دعویٰ سے ہی نجات کا حصول ممکن ہوتا تو کوئی بھی ہلاک نہ ہوتا۔ حد یہ ہے کہ یہودی بھی نجات حاصل کر لیتے کیونکہ وہ بھی زبان سے خدا کی وحدانیت کا اقرار کرتے تھے اور ابلیس نے بھی توحید کا انکار نہیں کیا تھا۔ ایمان کے لیے دل کی گہرائیوں سے ماننا ضروری ہے کیونکہ کچھ افراد کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے۔

الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ (المائدہ:۴۱)، ایمان بالقلب رب کے سامنے جھک جانے کا نام ہے اور جو شخص تمام امور مالک کے سپرد کر دے تو وہ اس کے حکم سے تکبر نہیں کرے گا۔

مجمع البیان میں "سماعون لقومٍ اخرین" کے ضمن میں لکھا ہے: اس سے وہ لوگ مراد ہیں جنھیں یہود نے شادی شدہ زانی کے متعلق حکم شرعی دریافت کرنے کے لیے بھیجا تھا اور انھوں نے ان سے کہا تھا کہ اگر محمدؐ کچھ تازیانے مارنے کا حکم دیں تو ان کا فیصلہ مان لینا اور اگر وہ سنگساری کا حکم دیں تو تم قبول نہ کرنا۔

ابن عباس، جابر، سعید بن مسیب اور سندی سے یہی تفسیر منقول ہے۔ جب کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا قول ہے کہ اس کا تعلق بنی قریظہ اور بنی نضیر کے تنازع سے ہے۔

حرام خوری کی شکلیں

حرام خوری ''اکل سحت'' ناجائز ہے چاہے وہ کسی بھی شکل میں کیوں نہ ہو۔ احادیث میں وارد ہے کہ لقمہ حرام کھانے والے کی دعا قبول نہیں کی جاتی۔ رزقِ حلال کے متعلق ہادیانِ دین نے بڑی تاکید کی ہے اور فرمایا ہے کہ عبادت کے دس اجزاء ہیں۔ ان میں سے نو اجزاء رزق حلال میں مضمر ہیں۔ ذیل میں حرام کی مختلف شکلیں بیان کی گئی ہیں۔ (من المترجم)

عیون الاخبار میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے اپنے آبائے طاہرین کی سند سے حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی، آپؑ نے فرمایا: جو شخص اپنے بھائی کی حاجت پوری کر کے اس کے ہدیہ کو قبول کرے تو وہ بھی اُکالون للسحت (حرام خوروں) کے دائرہ میں شامل ہے۔

الکافی میں عمار بن مروان سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ''خیانت'' کے متعلق

دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا:

امام کے جس بھی حق میں خیانت کی جائے وہ سُحت یعنی حرام خوری ہے۔ یتیم کا مال کھانا اور اس جیسا کوئی اور کام کرنا سُحت میں شامل ہے اور سُحت کی کئی قسمیں ہیں جس میں فاحشہ عورتوں کی کمائی، شراب، نبیذ اور منشیات کی فروخت اور سود خوری سرفہرست ہیں۔ جب کہ فیصلہ کے لیے رشوت خوری صرف حرام خوری نہیں بلکہ خدائے عظیم اور اس کے رسول کے ساتھ کفر ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: مُردار کی رقم، کتے کی رقم، شراب کی رقم، زنا کی کمائی، فیصلہ میں رشوت خوری اور کاہن کی اُجرت سُحت یعنی حرام خوری میں شامل ہیں۔

سماعہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: حرام خوری کی کئی شکلیں ہیں جس میں زانیہ کی اُجرت، شراب کی فروخت شامل ہیں اور فیصلہ کے لیے رشوت لینا خدائے عظیم کے کفر کے مترادف ہے۔

یزید بن فرقد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سُحت حرام خوری کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: فیصلہ میں رشوت لینا سُحت ہے۔

مسمع بن عبدالملک کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا غیر شکاری کتے کی قیمت لینا جائز ہے؟

آپؑ نے فرمایا: وہ حرام خوری میں شامل ہے البتہ شکاری کتے کی قیمت میں کوئی حرج نہیں ہے۔

مسمع کہتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اگر کسی صنّاع کو تمام رات جاگ کر کام کرنا پڑے تو اس کی کمائی بھی سُحت میں شامل ہے۔

محافظانِ کتاب

اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ (المائدہ:۴۴)

''ہم نے تورات اُتاری جس میں ہدایت اور روشنی تھی سارے نبی جو مسلم تھے اسی کے مطابق ان یہودیوں کے معاملات کے فیصلے کرتے تھے اور اسی طرح سے ''ربانی'' اور ''احبار'' بھی اسی کے

مطابق فیصلے کرتے تھے کیونکہ انھیں کتاب اللہ کی محافظت سونپی گئی تھی اور وہ اس پر گواہ تھے"۔

تفسیر عیاشی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک حدیث منقول ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ جس طرح سے ربانی اور احبار کتاب اللہ کے محافظ تھے اسی طرح سے ہم بھی کتاب اللہ (قرآن) کے محافظ ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: امامت کے لیے گناہوں سے پاک ہونا ضروری ہے اور امام وہ ہو سکتا ہے جو دوزخ کا سبب بننے والے مہلک گناہوں سے پاک ہو۔ اس کے علاوہ امام کے پاس وہ مخفی علم ہونا چاہیے جس سے حلال وحرام کے مسائل کی احتیاج کو پورا کر سکے اور اسے کتاب کے خاص و عام، محکم و متشابہ، دقائق علم، غرائب تاویل اور ناسخ ومنسوخ کا علم ہونا چاہیے۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا کہ اس بات کے لیے کیا ثبوت ہے کہ امام کو ان علوم کا عالم ہونا چاہیے؟

حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا: اللہ نے جنھیں فیصلہ کرنے کا حق تفویض کیا ہے ان کے اوصاف کو ان الفاظ سے بیان کیا ہے: اِنَّآ اَنۡزَلۡنَا التَّوۡرٰىةَ فِيۡهَا هُدًى وَّنُوۡرٌ ۚ يَحۡكُمُ بِهَا النَّبِيُّوۡنَ الَّذِيۡنَ اَسۡلَمُوۡا لِلَّذِيۡنَ هَادُوۡا وَالرَّبّٰنِيُّوۡنَ وَالۡاَحۡبَارُ "ربانی" سے مراد ائمہ ہیں جو انبیاء کے علم کے وارث ہوتے ہیں اور "احبار" وہ علماء ہیں جن کا رتبہ "ربانی" سے کم ہو۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق یہ صفت بیان کی: بِمَا اسۡتُحۡفِظُوۡا مِنۡ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوۡا عَلَيۡهِ شُهَدَآءَ (انھیں کتاب اللہ کی محافظت سونپی گئی تھی اور وہ اس پر گواہ تھے) اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے "حملوا منه" کے الفاظ نہیں فرمائے۔

کتاب الخصال میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حرام خوری کی بہت سی شکلیں ہیں اور جو چیز ظالم حکام کے فیصلہ کے تحت ملے اس کا لینا بھی اس میں شامل ہے۔

تہذیب الاحکام میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب قاضی کے پاس اہلِ تورات و اہلِ انجیل کوئی مقدمہ لے کر آئیں تو اسے ان کے مقدمہ کی سماعت اور عدمِ سماعت کا اختیار حاصل ہے۔

مجمع البیان میں بھی یہ مرقوم ہے کہ قرآن مجید کی آیت اور ائمہ ہدیٰ کی روایات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ائمہ ا حکام کو اہلِ کتاب کے مقدمات کی سماعت اور عدمِ سماعت کا اختیار حاصل ہے۔

من لا یحضرہ الفقیہ میں عبداللہ بن سنان سے منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی قاضی دو بستیوں کے فیصلے کرتا ہو اور حکومت سے تنخواہ لیتا ہو تو کیا اس کے لیے تنخواہ لینا جائز ہے؟

آپؑ نے فرمایا: یہ سُحت (حرام خوری) ہے۔

کتاب التوحید میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی ایک نشست کا حال مذکور ہے جس میں آپؑ نے مختلف مذاہب و ملل کے علماء سے مباحثہ کیا تھا' اس میں یہ الفاظ بھی مذکور ہیں:

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے رأس الجالوت سے کہا: زبور میں داؤد علیہ السلام کی ایک دعا مذکور ہے جسے تم پڑھتے رہتے ہو: ''پروردگار! انقطاع رسل کے بعد سنت قائم کرنے والے کو مبعوث فرما''۔ بتاؤ زمانہ فترت کے بعد محمد مصطفیٰؐ کے علاوہ کوئی اور نبی آیا تھا؟

رأس الجالوت نے کہا: یہ الفاظ واقعی حضرت داؤد علیہ السلام کے ہیں۔ مجھے اس سے انکار نہیں ہے لیکن اس سے مراد عیسیٰؑ ہیں اور اس کے ایام ہی ایامِ ''فترت'' ہیں۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: تو نے جہالت کا ثبوت دیا۔ عیسیٰؑ نے تو سنت کی مخالفت کی ہی نہیں تھی وہ تو اپنے اٹھائے جانے تک سنت تورات پر عمل پیرا رہے تھے۔

اصول کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: خدا سے ڈرتے رہنا بہترین عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: انما یخشی اللّٰہ من عبادہ العلماء ''اہلِ علم ہی اللہ سے ڈرتے ہیں''۔ اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا: فلا تخشوا الناس واخشون ''لوگوں سے مت ڈرو مجھ سے ڈرتے رہو''۔

حکمِ خدا کے مطابق فیصلہ نہ کرنے والا کافر ہے

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۞

''اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی کافر ہیں''۔

تفسیر عیاشی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: جس نے دو درہموں کا فیصلہ خدا کے قانون سے ہٹ کر کیا تو اس نے کفر کیا۔ اور جس نے دو درہموں کا فیصلہ کیا اور خطا کی تو اس نے بھی کفر کیا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جس نے خدا کے نازل کردہ قانون سے ہٹ کر دو درہموں کا فیصلہ کیا تو اس نے کفر کیا۔

راوی نے کہا: مولاؑ! وضاحت کریں کہ جس نے خدا کا انکار کیا یا رسولؐ خدا کا انکار کیا۔

آپؑ نے فرمایا: تجھ پر افسوس جب کوئی شخص محمدؐ پر نازل کردہ احکام کا انکار کرتا ہے تو کیا وہ خدا کے نازل کردہ حکم کا انکاری متصور نہیں ہوتا؟

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: جس نے اللہ کے نازل کردہ قانون سے ہٹ کر دو درہموں کے متعلق فیصلہ کیا تو اس نے کفر کیا۔

الکافی میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے، آپؐ نے فرمایا: جس نے دو درہموں کے متعلق ظالمانہ فیصلہ کیا اور پھر اس نے جبراً اپنے فیصلہ پر عمل کر دیا تو وہ وَ مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ (اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی کافر ہیں) کا مصداق قرار پائے گا۔

راوی نے کہا: یارسولؐ اللہ! اس کے مجبور کرنے کی صورت کیا ہو سکتی ہے؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: وہ برسرِ اقتدار شخص ہو اپنے تازیانے یا زندان کا خوف دلا کر کسی کو اپنا ناجائز فیصلہ ماننے پر مجبور کرے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جس نے خدا کے نازل کردہ حکم سے ہٹ کر دو درہموں کا فیصلہ کیا اور اسے ڈنڈے اور تازیانے کے بل بوتے پر نافذ کیا تو اس نے اس وحی کا انکار کیا جو خدا نے محمدؐ پر نازل کی ہے۔

کتاب الخصال میں مرقوم ہے کہ ایک محبّ اہلِ بیتؑ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے امیر المومنینؑ کی جنگوں کے متعلق سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پانچ تلواریں دے کر مبعوث کیا جن میں تین تلواریں کھلی ہوئی ہیں اور وہ اس وقت تک نیام میں نہ جائیں گی جب تک دنیا میں جنگ کا خاتمہ نہ ہو جائے اور جنگ کا خاتمہ اس وقت تک نہیں ہوگا جب تک سورج مغرب سے طلوع نہ کرے اور جب سورج مغرب سے طلوع کرے گا تو اس وقت سب لوگ ایمان لے آئیں گے لیکن اس دن کا ایمان اس لیے فائدہ مند ہوگا جو پہلے سے ایمان لا چکا ہوگا اور نیکی کر چکا ہوگا اور ایک تلوار لپٹی ہوئی ہے اور ایک تلوار غلاف میں ہے۔

ان میں سے پہلی تین تلواریں کفار و مشرکین کے لیے ہیں اور جو تلوار لفافہ میں ملفوف ہے وہ باغیوں کے خلاف بلند ہونے والی تلوار ہے۔ اور وہ تلوار جو غلاف میں ہے وہ قصاص کی تلوار ہے، اللہ نے یہ تلوار مقتول کے وارثوں کے ہاتھ میں دی ہے اور فیصلہ کرنے کا حق ہمیں عطا کیا ہے۔

قصاص

...... اَنَّ النَّفۡسَ بِالنَّفۡسِ ۙ وَالۡعَيۡنَ بِالۡعَيۡنِ وَالۡاَنۡفَ بِالۡاَنۡفِ وَالۡاُذُنَ بِالۡاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَالۡجُرُوۡحَ قِصَاصٌ ......

''جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے دانت اور زخم کے بدلے میں ویسا ہی برابر کا زخم ہے''۔

تہذیب الاحکام میں زرارہ سے منقول ہے کہ صادقین علیہما السلام میں سے ایک بزرگوار نے فرمایا: یہ آیت محکم ہے۔

الکافی میں مرقوم ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: اگر کوئی کانا کسی کی ایک آنکھ نکال دے تو اس سے قصاص کی کیا صورت ہوگی؟

آپؑ نے فرمایا: کانے کی صحت مند آنکھ نکال لی جائے گی۔ اس شخص نے کہا: اس سے تو وہ بالکل اندھا ہو جائے گا۔

آپؑ نے فرمایا: اسے حق نے اندھا کیا ہے۔

صادقین علیہما السلام میں سے ایک بزرگوار سے پوچھا گیا اگر کوئی شخص کسی بچے کو تھپڑ مارے جس سے اس کا دانت ٹوٹ جائے پھر اس کا وہی دانت اُگ آئے تو کیا تھپڑ مارنے والے کا دانت نکالا جائے گا؟

آپؑ نے فرمایا: اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا اس سے جرمانہ وصول کیا جائے گا۔

ابوبصیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: اگر کوئی شخص کسی کا دانت اور بازو جان بوجھ کر توڑے تو کیا اس سے جرمانہ لیا جائے گا یا قصاص لیا جائے گا؟

آپؑ نے فرمایا اسے قصاص کے لیے مضروب کے سامنے پیش کیا جائے گا۔

میں (راوی) نے کہا: اگر وہ اس کو دگنی دیت دے دیں تو پھر کیا حکم ہے؟

حضرتؑ نے فرمایا: اگر وہ اسے راضی کر لیں تو انھیں اختیار ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: امیر المومنین علیہ السلام نے جسمانی ضربات کے متعلق فیصلہ کیا کہ ان میں قصاص ہے یا پھر مضروب اپنی ضربات کی دیت قبول کر لے تو پھر قصاص نہیں لیا جائے گا۔

صادقین علیہما السلام میں سے کسی ایک بزرگوار سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے کسی کا ہاتھ توڑ دیا پھر اس شخص کا ہاتھ ٹھیک ہو گیا۔ آپؑ نے فرمایا: اس میں قصاص نہیں ہے البتہ اسے جرمانہ دیا جائے گا۔

قصاص نہ لینا کفارہ ہے

فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ

''پھر جو قصاص معاف کر دے تو وہ اس کے لیے کفارہ ہے''۔

الکافی میں حلبی سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ
(پھر جو قصاص معاف کر دے تو وہ اس کے لیے کفارہ ہے) کی آیت مجیدہ کے متعلق دریافت کیا۔ آپؑ نے فرمایا: جس
وہ معاف کرے گا اتنا ہی اس کے گناہ معاف ہوں گے۔

ابوبصیر نے بھی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہی روایت نقل کی ہے۔

من لا یحضرہ الفقیہ میں معلّی بن عثمان کی زبانی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہی مفہوم منقول ہے۔

مجمع البیان میں ہے کہ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کرنے والوں کو اللہ نے کافر، ظالم اور فاسق کہا
۔ صحیح مسلم میں براء بن عازب کی زبانی حضرت خاتم الانبیاء سے منقول ہے۔ آپؐ نے فرمایا: مذکورہ تینوں باتیں کفار کے
مخصوص ہیں۔

تفسیر عیاشی میں ہے کہ صادقین علیہما السلام میں سے ایک بزرگوار نے فرمایا: اللہ نے خمس میں آلِ محمدؐ کا ایک حصہ مقرر
کیا ہے۔ لیکن ایک شخص نے حسد وعداوت کی وجہ سے انھیں ان کے حق سے محروم رکھا جب کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جو
کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو وہ فاسق ہے۔

چنانچہ فرد مذکور نے سب سے پہلے آلِ محمدؐ کا حق روکا اور ان پر ظلم کیا اور لوگوں کو ان کی گردنوں پر سوار کیا۔
اس کے بعد اس کا جانشین حکومت کے منصب پر فائز ہوا تو اس نے بھی اپنے پیش رو کی روش جاری رکھی اور آلِ محمدؐ
ان کے حقوق سے محروم رکھا۔

اصول کافی میں مرقوم ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تورات کی جگہ مجھے طویل سورتیں عطا ہوئیں
اور انجیل کی جگہ مجھے مئین سورتیں عطا ہوئیں اور زبور کی جگہ مجھے ''مثانی'' عطا ہوئیں اور مزید اڑسٹھ سورتیں دے کر مجھے فضیلت
دی گئی اور قرآن تمام کتابوں کی نگہبان کتاب ہے۔ تورات موسیٰ پر، انجیل عیسیٰ پر اور زبور داؤد علیہم السلام پر نازل ہوئی۔

احتجاج طبرسی میں مرقوم ہے کہ حضرت حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری کتاب کو باقی
کتابوں کی نگہبان اور ان کی ناسخ بنا کر نازل کیا۔

روضہ کافی میں مرقوم ہے کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: موسیٰ! میں تیرا شفیق اور مشفق خدا ہو کر فرزند بتول عیسیٰ بن مریمؑ کی وصیت کرتا ہوں اور اس کے بعد سرخ اُونٹ کے سوار طیب و طاہر و مطہر نبی کی وصیت کرتا ہوں۔ تیری کتاب میں مَیں نے اس کے متعلق یہ کہہ دیا ہے کہ وہ صاحبِ ایمان ہوگا اور تمام کتابوں کا محافظ ونگہبان ہوگا۔

ہر ایک کے لیے جداگانہ شریعت ومنہاج مقرر ہوئی ہے

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا

''اور ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لیے ایک شریعت اور راہِ عمل مقرر کی ہے''۔

اصول کافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے: جب بھی کسی نبی کو کچھ پیروکار میسر آئے تو اللہ نے اس کے لیے ایک شریعت اور راہِ عمل کا تقرر کیا۔ شریعت ومنہاج خدا کا بیان کردہ راستہ اور نبی کی سنت کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا:

اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ (النساء۴:۱۶۳)

''ہم نے آپ کی طرف اسی طرح سے وحی کی جیسا کہ ہم نے نوح اور ان کے بعد میں آنے والے انبیاء کی طرف کی تھی''۔

ہر نبی نے اپنے پیروکاروں کو خدائی راستے اور اپنی سنت کی اتباع کا حکم دیا۔ اللہ تعالیٰ نے شریعت موسیٰؑ میں ہفتہ کے دن کو اہمیت دی تھی۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے: ''ہر نبی کے لیے ایک شریعت اور راستہ مقرر کیا ہے''۔

علل الشرائع میں حنان بن سدیر سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر علیہ السلام سے کہا: ہمارے لیے نبی کے بعد تمام اماموں کی معرفت واجب ہے لیکن ہمارے نبی سے پہلے کے ائمہ کی معرفت ضروری کیوں نہیں ہے؟

آپؑ نے فرمایا: پہلے چونکہ شریعتوں کا اختلاف تھا۔

مجمع البیان میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام، جبائی اور ایک جماعت مفسرین سے منقول ہے کہ وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ (آپ خدا کے نازل کردہ قانون کے مطابق ان کے درمیان فیصلہ کریں اور ان کی

خواہشات کی پیروی نہ کریں) کی آیت مجیدہ میں اللہ نے دو وجوہات کی بنا پر اپنے حبیب کو اتنی تاکید کی کیونکہ یہودیوں کی طرف سے آپ نے پہلا فیصلہ شادی شدہ زانی کا کیا اور دوسرا فیصلہ ان کے قتل کا کیا تھا۔

الکافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا:

فیصلے دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک اللہ کا فیصلہ ہے اور دوسرا جاہلیّت کا فیصلہ ہے جو اللہ کے فیصلے سے ہٹ کر فیصلہ کرتا ہے وہ جاہلیّت کا فیصلہ کرتا ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: فیصلے دو طرح کے ہیں۔ ایک اللہ کا فیصلہ ہے اور دوسرا جاہلیّت کا فیصلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝ (اہلِ یقین کے لیے اللہ سے بہتر فیصلہ کرنے والا اور کون ہوسکتا ہے)

میں زید بن ثابت کے متعلق گواہی دیتا ہوں کہ اس نے میراث کے متعلق جاہلیّت کے فیصلہ پر عمل کیا۔

مجمع البیان میں "اولیاء بعض" کے تحت مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: دو علیحدہ ملت رکھنے والے افراد ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوسکتے۔ ہم ان کی میراث حاصل کرسکتے ہیں لیکن وہ ہماری میراث حاصل نہیں کرسکتے۔

یہود و نصاریٰ کو سرپرست بنانے والا ان میں سے ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ ؔ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۵۱

"اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو اپنا سرپرست و رفیق مت بناؤ۔ یہ ایک دوسرے کے سرپرست و رفیق ہیں اگر تم میں کوئی ان کو اپنا سرپرست اور رفیق بناتا ہے تو اس کا شمار بھی انھی میں ہوگا۔ بے شک خدا ظالم لوگوں کو راہِ راست پر نہیں لاتا"۔

تفسیر عیاشی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: جس طرح سے یہود و نصاریٰ کو سرپرست بنانے والا ان کا ایک فرد شمار ہوتا ہے اسی طرح سے جو شخص آلِ محمدؐ سے ولاء رکھے اور انھیں قرابت رسولؐ کی وجہ سے تمام لوگوں پر مقدم جانے تو وہ بھی آلِ محمدؐ کا فرد شمار کیا جاتا ہے اور اسے اپنی تولیت و اتباع کی وجہ سے انھی کے فرد کا رتبہ

حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَمَنۡ يَتَوَلَّهُمۡ مِّنۡكُمۡ فَاِنَّهٗ مِنۡهُمۡ ''جو کوئی تم میں سے انھیں اپنا سرپرست بناتا ہے تو اس کا شمار بھی انھی میں ہوگا''۔

داؤد رقی کہتے ہیں کہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ ایک شخص نے ان کے سامنے یہ آیت پڑھی:

فَعَسَى اللّٰهُ اَنۡ يَّاۡتِىَ بِالۡفَتۡحِ اَوۡ اَمۡرٍ مِّنۡ عِنۡدِهٖ فَيُصۡبِحُوۡا عَلٰى مَاۤ اَسَرُّوۡا فِىۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ نٰدِمِيۡنَ ﴿۵۲﴾

''ممکن ہے کہ اللہ اپنی طرف سے فتح بھیج دے یا اپنی طرف سے کوئی اور بات ظاہر کر دے تو اس وقت یہ اپنے دلوں میں چھپائے ہوئے نفاق کی وجہ سے ندامت اٹھائیں گے''۔

آیت مجیدہ سن کر حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا: جب بنی اُمیہ نے زید شہید کی میت کو صلیب سے اُتار کر نذر آتش کیا تو اس کے ایک ہفتہ بعد اللہ نے بنی اُمیہ کی ہلاکت کا فیصلہ کر دیا تھا۔

ابوبصیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا' آپؑ نے فرمایا:

حکم بن عیینہ' کثیر النواء' سلمہ' ابوالمقدام اور سالم تمار نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا ہے اور یہ لوگ وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّقُوۡلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَمَا هُمۡ بِمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۸﴾ (البقرہ:۸۔ کچھ انسان ایسے بھی ہیں جو زبان سے کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان لائے ہیں لیکن وہ مومن نہیں ہیں) کے مصداق ہیں۔

اور ان لوگوں کا تعلق اس جماعت سے ہے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَقۡسَمُوۡا بِاللّٰهِ جَهۡدَ اَيۡمَانِهِمۡ ۙ اِنَّهُمۡ لَمَعَكُمۡ ؕ حَبِطَتۡ اَعۡمَالُهُمۡ فَاَصۡبَحُوۡا خٰسِرِيۡنَ ﴿۵۳﴾

''وہ خدا کی مؤکد قسمیں کھا کر تم سے کہتے ہیں کہ وہ تمھارے ساتھ ہیں۔ ان کے اعمال ضائع ہوگئے اور وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے بن گئے''۔

اگر لوگ دین سے منحرف ہوجائیں تو اللہ ان کے بدلے دوسری قوم بھیج دے گا

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَنۡ يَّرۡتَدَّ مِنۡكُمۡ عَنۡ دِيۡنِهٖ فَسَوۡفَ يَاۡتِى اللّٰهُ بِقَوۡمٍ يُّحِبُّهُمۡ وَيُحِبُّوۡنَهٗۤ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الۡكٰفِرِيۡنَ

''اے ایمان والو! اگر تم میں سے کوئی دین سے پھرتا ہے تو پھر جائے۔ ان کے بدلے اللہ ایسی قوم لائے گا جن سے خدا محبت رکھتا ہوگا اور وہ خدا سے محبت کرتے ہوں گے جو مومنین پر نرم اور کفار پر سخت ہوں گے''۔

تفسیر عیاشی میں سلیمان بن ہارون سے مروی ہے' انھوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے: اگر زمین و آسمان کے تمام رہنے والے اس امر کو وہاں سے تبدیل کرنا چاہیں تو بھی تبدیل نہ کر سکیں گے اور اگر تمام انسان کفر اختیار کریں تو اللہ اس دین کی خدمت کے لیے ایک دین دار قوم کو لے آئے گا۔ کیا تم نے مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ...... کی آیت نہیں سنی؟

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ...... کی آیت میں رسولؐ خدا کے ان اصحاب سے خطاب کیا گیا ہے جنھوں نے آلِ محمدؐ کا حق غصب کیا اور جنھوں نے دین سے انحراف کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا کہ وہ ان کی جگہ ایک ایسی قوم کو لائے گا جو خدا سے محبت رکھتی ہوگی اور خدا ان سے محبت رکھتا ہوگا۔ اور وہ قوم وہ ہوگی جو قائم آلِ محمدؐ کا ساتھ دے گی۔ وہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کنندہ کی ملامت سے خوف زدہ نہیں ہوں گے۔

مجمع البیان میں ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے جنگِ جمل شروع ہونے سے پہلے ایک خطبہ دیا اور اس خطبہ میں آپ نے مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ کی آیت پڑھی اور فرمایا: خدا کی قسم! اس آیت کے مصداق افراد سے آج سے پہلے کسی نے کوئی جنگ نہیں کی ان سے جنگ آج ہوگی۔

تفسیر ثعلبی میں ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن میرے سامنے میرے کچھ صحابی آئیں گے لیکن انھیں حوض (کوثر) سے ہٹایا جائے گا۔ اس وقت میں کہوں گا۔ پروردگار! یہ میرے اصحاب ہیں (یہ میرے اصحاب ہیں)۔

مجھ سے کہا جائے گا آپ کو علم نہیں ہے کہ آپ کے بعد انھوں نے کتنی تبدیلیاں کی تھیں یہ آپ کے بعد اُلٹے پاؤں پھر گئے تھے۔

عیاض بن غنم اشعری کا بیان ہے کہ جب مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ کی آیت نازل ہوئی تو رسولؐ خدا نے ابوموسیٰ اشعری کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: وہ اس کی قوم ہوگی۔

خدا کے محبوب

اللہ کی وہ محبوب قوم کون سی ہے جن کے متعلق اللہ نے فرمایا کہ اگر تم منحرف ہوگئے تو میں ایسی قوم لاؤں گا جن سے مجھے محبت ہوگی اور وہ مجھ سے محبت کرنے والے ہوں گے۔ اہلِ ایمان کے لیے نرم اور کفار کے لیے سخت ہوں گے۔ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کنندہ کی پروا نہ کریں گے؟

اس کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد لوگوں نے رسولؐ خدا سے پوچھا تھا کہ ان صفات کی حامل قوم کون سی ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے کندھے پر ہاتھ مار کر کہا: یہ اور اس کی اولاد وہ قوم ہے کہ اگر دین ثریا ستارے کے ساتھ بھی معلق کیوں نہ ہو تو بھی اولادِ فارس اسے حاصل کر کے رہے گی۔

ایک اور قول یہ ہے کہ اللہ کی محبوب قوم سے مراد حضرت علی علیہ السلام اور آپؑ کے ساتھی ہیں اور دین سے انحراف کرنے والے ناکثین، قاسطین اور مارقین ہیں۔

چنانچہ عمار یاسر، حذیفہ اور ابن عباس اور حضرت امام محمد باقر اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہی تفسیر منقول ہے اور ویسے بھی اگر کسی نے خدا کے سچے محب اور سچے محبوب کو دیکھا ہو تو اسے جنگِ خیبر کے حالات کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ جب ایک شخص جنگ سے واپس آیا تو وہ فوج کو بزدل کہتا تھا اور فوج اسے بزدل کہتی تھی۔ اس وقت رسولؐ خدا نے اعلان کیا تھا:

> لاعطين الراية غداً رجلاً يحب الله ورسوله ويحبه الله ورسوله كرارًا غير فرارٍ لا يرجع حتّٰى يفتح الله على يده ۔
>
> ''کل جس کو میں علَم دوں گا وہ مرد ہوگا اور وہ خدا اور اس کے رسول کا محب ہوگا اور خدا اور اس کے رسول کا محبوب ہوگا وہ بڑھ چڑھ کر حملہ کرنے والا ہوگا اور بھاگنے والا نہیں ہوگا۔ وہ اس وقت تک واپس نہ آئے گا جب تک اللہ اس کے ہاتھ پر خیبر فتح نہ کر دے''۔

پھر آپؐ نے حضرت علی علیہ السلام کو علَم دیا تھا۔

کتاب تلخیص الاقوام فی تحقیق احوال الرجال میں مذکور ہے کہ فضل بن شاذان نے کہا کہ حجر بن عدی عظیم تابعین میں سے تھے۔ وہ تابعین کے سردار اور زاہد ترین شخص تھے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے معاویہ کے نام اپنے ایک خط میں یہ

جملے تحریر کیے تھے:

''کیا تو حجر بن عدی الکندی اور عابد نماز گزاروں کا قاتل نہیں ہے؟ ان کا قصور صرف یہ تھا کہ وہ ظلم کو بُرا سمجھتے تھے اور
بدعات کی مخالفت کرتے تھے اور خدا کی رضا کے لیے کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے تھے''۔

احتجاج طبرسی میں حضرت علی علیہ السلام سے ایک خطبہ منقول ہے جس میں آپ نے یہ کلمات بھی ارشاد فرمائے:
اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو پیدا کیا اور اپنی مخلوق میں سے کچھ افراد کا انتخاب کیا اور اپنے بندوں سے کچھ کو مصطفیٰ بنایا اور انھیں
رسول بنا کر مبعوث فرمایا۔ پھر اللہ نے اپنا آخری رسول بھیجا جس پر اپنی کتاب نازل کی اور اپنے دین کی شریعت نازل فرمائی
اور اپنے فرائض ان کے لیے مقرر فرمائے۔ ان فرائض میں ایک فریضہ کا اعلان کرتے ہوئے اللہ نے فرمایا: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ
آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ (النساء: ۵۸)

یہ آیت ہم اہلِ بیتؑ کے ساتھ مخصوص ہے۔ لیکن تم اُلٹے پاؤں پھر گئے۔ تم نے انحراف کا ثبوت دیا اور تم نے حکم
کے ٹکڑے کیے۔ تم نے عہد توڑ ڈالا۔ تم اپنی روش سے اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ اللہ نے تمھیں حکم دیا ہے کہ معاملات کو
اللہ، رسول اور اہلِ استنباط اولی الامر کی طرف لوٹاؤ۔ تم نے اقرار کر کے اس کا انکار کیا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک طویل حدیث منقول ہے اس میں آپؐ نے حضرت علی علیہ السلام کے متعلق
یہ کلمات ارشاد فرمائے: ''علیؑ حق کی ہدایت کرنے والا اور اس پر عملکرنے والا ہے۔ وہ باطل کو دُور بھگانے والا ہے اور خود
باطل سے دُور رہنے والا ہے اور اللہ کے متعلق وہ کسی ملامت کنندہ کی ملامت کی پرواہ کرنے والا نہیں ہے''۔

چار یار

کتاب الخصال میں ابو بریدہ سے مروی ہے اس نے اپنے والد سے روایت کی۔ اس نے کہا کہ حضرت حبیب خدا صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے چار افراد سے محبت کرنے کا حکم دیا ہے۔

ہم نے عرض کیا: یا رسولؐ اللہ! ان کے نام بتائیں۔

آپؐ نے فرمایا: علیؑ ان میں شامل ہے اس کے علاوہ سلمانؓ، ابوذرؓ اور مقدادؓ ہیں۔ اللہ نے مجھے ان کی محبت کا حکم دیا
ہے اور مجھے خبر دی ہے کہ وہ ان سے محبت کرتا ہے۔

ابو بریدہ نے اپنے والد سے روایت کی۔ اس نے کہا کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے مجھے چار صحابیوں سے محبت کرنے کا حکم دیا ہے اور مجھے یہ بتایا ہے کہ وہ خود بھی ان سے محبت کرتا ہے''۔

ہم نے کہا: یارسولؐ اللہ! وہ کون ہیں، ہم میں سے ہر ایک چاہتا ہے کہ وہ اس جماعت کا فرد ہو۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: آگاہ رہو! علیؑ ان میں سے ہے۔ پھر آپؐ خاموش ہوگئے۔ پھر آپؐ نے فرمایا: آگاہ رہو! علیؑ ان میں سے ہے۔ اس کے علاوہ ابوذرؓ، سلمان فارسی اور مقداد بن اسود کندی ہیں۔

عبداللہ بن صلت کہتے ہیں کہ حضرت ابوذر غفاری نے کہا کہ رحمۃ للعالمینؐ نے مجھے سات باتوں کی نصیحت کی تھی، آپؐ نے مجھ سے فرمایا:

۱- آپؐ نے مجھے نصیحت کی کہ ہمیشہ اس کی طرف دیکھوں جو مجھ سے مالی طور پر کمزور ہو۔

۲- اس کی طرف نہ دیکھوں جو مالی طور پر مجھ سے بہتر ہو۔

۳- آپؐ نے مجھے نصیحت فرمائی کہ مساکین سے محبت رکھوں اور ان کی قربت اختیار کروں۔

۴- آپؐ نے مجھے نصیحت کی کہ میں ہمیشہ حق بات کہوں اگرچہ وہ کڑوی ہی کیوں نہ ہو۔

۵- آپؐ نے مجھے نصیحت کی کہ میں ہمیشہ صلہ رحمی کرتا رہوں اگرچہ رشتہ دار مجھ سے قطع رحمی بھی کیوں نہ کریں۔

۶- آپؐ نے مجھے نصیحت فرمائی خدا کے متعلق کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کروں۔

۷- آپؐ نے مجھے نصیحت کی کہ میں لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کے کلمات کو زیادہ سے زیادہ پڑھوں کیونکہ ان کلمات کا تعلق جنت کے خزانوں میں سے ہے۔

تین ولی

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ﴿۵۵﴾

''تمہارا سرپرست تو صرف اللہ اور اس کا رسول اور وہ مومن ہے جو پابندی سے نماز ادا کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں''۔

اصول کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت مجیدہ کے متعلق منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا ، اہلِ ایمان! تمھارا ولی تمھارا مختار اور تمھاری جانوں اور تمھارے امور پر تم سے زیادہ حق تصرف رکھنے والا اللہ ہے اور اس کا رسولؐ اور اہلِ ایمان ہیں یعنی علیؑ اور اس کی اولاد میں سے قیامت تک پیدا ہونے والے امام مراد ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا: الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ﴿۵۵﴾ (جو پابندی سے نماز ادا کرتے ہیں اور حالتِ رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں)

امیرالمومنین علیہ السلام نماز ظہر پڑھ رہے تھے اور آپؑ دو رکعات پڑھ چکے تھے اور آپؑ رکوع کی حالت میں تھے۔ آپؑ نے لباس کے اوپر ایک قیمتی حُلّہ پہن رکھا تھا جس کی قیمت ایک ہزار دینار تھی۔ یہ حُلّہ نجاشی بادشاہ نے آنحضرتؐ کی خدمت میں بطور تحفہ روانہ کیا تھا۔ آنحضرتؐ نے وہی حُلّہ حضرت علی علیہ السلام کے سپرد کر دیا تھا۔ آپؑ نماز میں حالتِ رکوع میں تھے کہ ایک سائل آیا اور اس نے کہا:

اللہ کے ولی اور اہلِ ایمان کی جانوں پر حق تصرف رکھنے والے! آپؑ پر سلام ہو، آپ مسکین پر صدقہ کریں۔ آپؑ نے اپنے جسم سے حُلّہ اُتار کر سائل کی جانب پھینک دیا اور آپؑ نے ہاتھ کے اشارہ سے کہا: یہ اٹھاؤ اور چلے جاؤ۔ جس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی اور حضرت علی علیہ السلام کے بعد جو بھی منصب امامت پر فائز ہوتا ہے تو وہ بھی حضرتؑ کی طرح سے حالتِ رکوع میں زکوٰۃ دیتا ہے۔

امیرالمومنین سے جس سائل نے سوال کیا تھا اس کا تعلق بزمِ ملائکہ سے تھا اور ائمۂ ہدیٰ سے بھی ملائکہ سوال کرتے ہیں۔

احتجاج طبرسی میں حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے ایک طویل حدیث مروی ہے۔ اس حدیث میں آپؑ نے یہ کلمات بھی ارشاد فرمائے: منافقین نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: ''کیا ان تمام الٰہی فرائض کے بعد بھی کوئی اور فریضہ باقی ہے؟ اگر رب کا کوئی اور فریضہ باقی ہے تو وہ بھی ہمیں سنادیں تاکہ ہم اسے بھی یاد کریں اور اس کے ساتھ ہمیں یہ بھی اطمینان ہوجائے کہ اب رب کا کوئی اور فریضہ باقی نہیں ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم پر یہ آیت نازل فرمائی:

قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ (السبا:۴۶) ''آپ کہہ دیں کہ میں تمھیں اب ایک ہی بات کی نصیحت کرتا ہوں''۔ اور وہ بات ولایت ہے۔ پھر اللہ نے اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ

الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ۝ کی آیت نازل فرمائی۔

اُمت اسلامیہ اس امر پر متفق ہے کہ حالتِ رکوع میں حضرت علی علیہ السلام کے علاوہ کسی نے زکوٰۃ نہیں دی تھی۔ اگر اللہ تعالیٰ اس آیت مجیدہ میں حضرت امیر المومنین کا نام بیان کر دیتا تو منافق اس آیت مجیدہ کو ہی قرآن مجید سے نکال دیتے۔

حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علیؑ نماز قائم کرنے والا ہے اور وہی حالتِ رکوع میں زکوٰۃ دینے والا ہے۔ اور وہ ہر حالت میں اللہ کی رضا کو چاہنے والا ہے۔ اسی کے متعلق اللہ نے اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ۝ کی آیت نازل فرمائی۔

اصولِ کافی میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے قرآن مجید کی اس آیت يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا (النحل:۸۳۔ وہ اللہ کی نعمت کو جانتے ہیں پھر وہ اس کا انکار کر رہے ہیں) کے متعلق فرمایا:

جب اللہ تعالیٰ نے اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ۝ کی آیت مجیدہ نازل فرمائی تو رسولؐ خدا کے کچھ صحابی مسجدِ نبوی میں جمع ہوئے اور انھوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ تم اس آیت کے متعلق کیا کہتے ہو؟

کچھ افراد نے کہا: اگر ہم اس آیت کا انکار کرتے ہیں تو ہمیں باقی قرآن مجید کی آیات کا بھی انکار کرنا پڑے گا اور اگر ہم اسے مانتے ہیں تو اس کی وجہ سے علیؑ ہم پر مسلط ہو جائے گا اور یہ ہماری تذلیل ہے۔ پھر انھوں نے کہا کہ محمدؐ اپنے تمام اقوال میں سچے ہیں۔ اب ہم علیؑ سے محبت تو کر لیں گے لیکن ہم علیؑ کے احکام کی اطاعت نہیں کریں گے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا (النحل:۸۳۔ وہ اللہ کی نعمت کو جانتے ہیں پھر وہ اس کا انکار کر رہے ہیں اور ان کی اکثریت (ولایتِ علیؑ کی) منکر ہے)۔

کتاب کمال الدین وتمام النعمۃ میں سلیم بن قیس الہلالی العامری کی زبانی منقول ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے خلیفہ ثالث کے عہدِ حکومت میں مسجد نبویؐ میں مہاجرین و انصار سے خطاب کیا اور آپؑ نے ان سے فرمایا:

میں تمھیں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تمھیں معلوم ہے کہ جب يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ کی آیت اور جب وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ۔ (التوبہ:۱۶) کی آیت نازل ہوئی تو لوگوں نے رسولؐ خدا سے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! یہ آیت کچھ اہلِ ایمان کے

لیے مخصوص ہے یا تمام اہلِ ایمان اس میں شامل ہیں؟

اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب رسولؐ خدا کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو وُلاۃِ امر کی تعلیم دیں اور ان کی اسی طرح سے وضاحت کریں جیسا کہ آپؐ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کی وضاحت کر چکے ہیں۔ اس کے بعد غدیرخم کے مقام پر آنحضرتؐ نے مجھے اپنا جانشین مقرر کیا اور آپؐ نے اپنے خطاب میں فرمایا:

لوگو! اللہ نے میرے ذمہ ایک پیغام لگایا ہے جس کی وجہ سے میرا سینہ تنگ ہوگیا ہے اور مجھے یہ گمان ہوا کہ اس حکم سے لوگوں کی آزمائش کی جائے گی لیکن اللہ نے مجھے دھمکی دی اور فرمایا کہ میں اس پیغام کو پہنچاؤں ورنہ مجھے عذاب دے گا۔

پھر آپؐ نے الصلاۃ الجامعۃ کی صدا دلوائی۔ اس کے بعد آنحضرتؐ نے خطبہ دیا اور فرمایا: لوگو! کیا تم جانتے ہو کہ اللہ میرا مولا ہے اور میں اہلِ ایمان کا مولا ہوں اور میں ان کی جانوں پر ان سے بھی زیادہ حق تصرف رکھتا ہوں؟

تمام حاضرینؓ نے کہا تھا: جی ہاں، یارسولؐ اللہ!

پھر آپؐ نے مجھ سے فرمایا تھا: علیؑ اُٹھو۔ میں اُٹھا تو آپؐ نے فرمایا:

من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ وانصر من نصرہ واخذل من خذلہ

''جس کا میںؐ مولا ہوں میرے بعد اس کا علیؑ مولا ہے۔ خدایا! جو اس سے دشمنی رکھے تو بھی اس سے دشمنی رکھ اور جو اس کی مدد کرے تو بھی اس کی مدد کر اور جو اسے بے یارومددگار چھوڑ دے تو بھی اسے بے یارومددگار چھوڑ دے''۔

پیغمبرؐ اسلام کا یہ اعلان سن کر حضرت سلمان فارسیؓ نے اُٹھ کر کہا تھا: یارسولؐ اللہ! علیؑ کی ولایت کس طرح اور کس نوعیت کی ہے؟

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کی ولایت میری ولایت کی مانند ہے، میں جس کا بھی اولیٰ بالتصرف ہوں تو علیؑ بھی اس کا اولیٰ بالتصرف ہے۔

اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۔ (میں نے آج تمھارے لیے تمھارا دین مکمل کیا ہے اور میں نے تم پر اپنی نعمت تمام کی ہے اور میں نے تمھارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کیا ہے)

اس آیت کے نزول کے بعد رسولؐ خدا نے تکبیر کہی اور فرمایا: اللہ اکبر بتمام النعمة تمام نبوتی و کمال دینی و ولایة علی بعدی (اللہ کی بزرگی بیان کرتا ہوں کہ اس نے نعمت تمام کی اور میری نبوت تمام کی اور میرے دین کو کامل کیا اور میرے بعد علیؑ کی ولایت فرض کی)

حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اُٹھے اور انھوں نے کہا: یارسولؐ اللہ! کیا یہ آیات علیؑ کے لیے مخصوص ہیں؟

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں، یہ اس کے لیے اور قیامت تک میرے اوصیاء کے لیے مخصوص ہیں۔

انھوں نے کہا: یارسولؐ اللہ! آپ اپنے اوصیاء کی وضاحت کریں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی میرا بھائی، میرا وزیر، میرا وارث، میرا وصی، میری اُمت میں میرا جانشین اور میرے بعد ہر مومن کا ولی ہے۔ اس کے بعد میرا بیٹا حسنؑ، پھر میرا بیٹا حسینؑ، پھر اولادِ حسینؑ کے نو ائمہ میرے وصی ہیں۔ وہ یکے بعد دیگرے اس منصب پر فائز ہوتے رہیں گے۔ قرآن ان کے ساتھ ہوگا اور وہ قرآن کے ساتھ ہوں گے، وہ قرآن سے جدا نہ ہوں گے اور قرآن ان سے جدا نہ ہوگا یہاں تک کہ وہ میرے پاس حوضِ کوثر پر وارد ہوں گے۔

اس وقت مسجد نبویؐ میں موجود صحابہ نے حضرت علی علیہ السلام سے کہا:

بے شک ہم نے آنحضرتؐ کا یہ فرمان سنا تھا اور جیسا آپ کہہ رہے ہیں ہم اس کی گواہی دیتے ہیں۔

بعض صحابہ نے کہا: جو کچھ آپ نے کہا ہے اس کی چیدہ باتیں تو ہمیں یاد ہیں لیکن آنحضرتؐ کا پورا خطبہ ہمیں یاد نہیں ہے البتہ ہمارے افاضل حضرات کو خطبہ کے پورے الفاظ یاد ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: تم سچ کہتے ہو، سب لوگوں کا حافظہ یکساں نہیں ہوتا۔

کتاب الخصال میں ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے حضرت ابوبکر کے سامنے اپنے حق کے اثبات کے لیے بہت سے دلائل دیئے تھے اور ان دلائل کے ضمن میں آپؑ نے یہ بھی فرمایا:

میں تجھے خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا جب میں نے انگوٹھی زکوٰۃ میں دی تھی تو اللہ اور رسول کی ولایت کے ساتھ تمھاری ولایت کی آیت نازل ہوئی تھی یا میری ولایت کی آیت نازل ہوئی تھی؟

حضرت ابوبکر نے جواب میں کہا: آپ کی ولایت کی ہی آیت نازل ہوئی تھی۔

کتاب الخصال میں ہی حضرت علی علیہ السلام کے مناقب میں درج ہے۔ اس میں یہ الفاظ مرقوم ہیں: حضرت علی علیہ السلام کی پینسٹھویں (۶۵) منقبت یہ ہے، آپؑ نے اپنی زبانی فرمایا:

میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا' ایک سائل آیا۔ اس نے سوال کیا اس وقت میں رکوع کی حالت میں تھا۔ میں نے اپنی انگوٹھی اُتار کر اسے دے دی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے میرے متعلق یہ آیت نازل فرمائی: اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ۝

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے۔ اس وقت کچھ یہودی آپؐ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں عبداللہ بن سلام بھی شامل تھا کہ آپؐ پر اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا...... کی آیت نازل ہوئی۔ رسولؐ خدا مسجد کی طرف گئے۔ راستے میں آپ کو ایک سائل ملا۔ آپؐ نے اس سے فرمایا: کیا کسی نے تجھے کچھ عطا کیا؟ اس نے اشارہ کر کے کہا: جی ہاں' وہ جو سامنے نمازی نماز پڑھ رہا ہے اس نے مجھے (انگوٹھی) عطا کی ہے۔

رسولؐ خدا آئے' آ کر دیکھا تو وہ حضرت علی علیہ السلام تھے۔

اصول کافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: اللہ نے اپنے رسول کو علیؑ کی ولایت کا حکم دیا اور اللہ نے اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ۝ کی آیت نازل فرمائی۔

اللہ نے اولی الامر کی ولایت فرض کی لیکن لوگوں کو پھر بھی پورا پتہ نہ چل سکا اسی لیے اللہ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ وہ نماز' زکوٰۃ' روزہ اور حج کی طرح سے لوگوں کے سامنے ولایت کو کھول کر بیان کریں۔ اس حکم کی وجہ سے رسولؐ خدا کو سینہ میں تنگی محسوس ہوئی اور آپ کو یہ اندیشہ لاحق ہوا کہ ولایت علیؑ کے اعلان کی وجہ سے لوگ کہیں دین سے ہی منحرف نہ ہو جائیں اور آپؐ کی تکذیب نہ کریں۔ آپؐ نے اللہ تعالیٰ سے رابطہ کیا تو اللہ نے آپؐ پر یہ آیت نازل فرمائی:

يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ (المائدہ:۶۷) (اے رسول! اس بات کی تبلیغ کریں جو آپؐ کے پروردگار کی طرف سے آپؐ پر نازل کی گئی اور اگر آپؐ نے ایسا نہ کیا تو خدا کی رسالت کی تبلیغ ہی نہیں کی۔ اللہ آپ کو لوگوں سے بچا لے گا۔)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم خداوندی کا اعلان کیا۔ آپؐ نے غدیر خم کے مقام پر ولایتِ علیؑ کا اعلان کیا اور "الصلاۃ الجامعۃ" کہہ کر لوگوں کو جمع کیا اور لوگوں سے فرمایا: جو یہاں موجود ہے وہ غائب تک اس حکم کو پہنچائے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: ایک فریضہ کے بعد دوسرا فریضہ اُترتا رہا یہاں تک کہ آخر میں ولایت کا

فریضہ نازل ہوا اور اللہ نے اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَ اَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَ رَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا کی آیت نازل فرمائی۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ ...... کی آیت کا گویا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ زبانِ حال سے یہ کہہ رہا ہے کہ اس فریضہ کے بعد میں اور کوئی فریضہ نازل نہیں کروں گا۔ اب میں نے تمھارے لیے فرائض مکمل کر دیے ہیں۔

زرارہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے وَمَا ظَلَمُوۡنَا وَلٰکِنۡ کَانُوۡۤا اَنۡفُسَہُمۡ یَظۡلِمُوۡنَ ﴿۵۷﴾ (البقرہ:۵۷) ''انھوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا لیکن وہ تو اپنے آپ پر ظلم کرتے رہتے تھے'' کی آیت مجیدہ کے متعلق سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا:

اللہ اس سے کہیں بلند و بالا ہے کہ کوئی اس پر ظلم کر سکے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی ذات کے ساتھ شامل کیا ہے اور ہم پر ہونے والے ظلم کو اپنی ذات پر ہونے والا ظلم قرار دیا ہے اور اس نے ہماری ولایت کو اپنی ولایت قرار دیا ہے اور فرمایا ہے: اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَ رَسُوۡلُہٗ وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا الَّذِیۡنَ یُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃَ وَ یُؤۡتُوۡنَ الزَّکٰوۃَ وَ ہُمۡ رٰکِعُوۡنَ ﴿۵۵﴾ اور دوسرے مقام پر فرمایا ہے: وَمَا ظَلَمُوۡنَا وَلٰکِنۡ کَانُوۡۤا اَنۡفُسَہُمۡ یَظۡلِمُوۡنَ ﴿۵۷﴾ (البقرہ:۵۷)

حسین بن ابی العلاء کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ کیا اوصیاء کی اطاعت فرض ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں! ان کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے: اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَ رَسُوۡلُہٗ وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا الَّذِیۡنَ یُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃَ وَ یُؤۡتُوۡنَ الزَّکٰوۃَ وَ ہُمۡ رٰکِعُوۡنَ ﴿۵۵﴾ اور ان کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے: یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَ اُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ ۚ (النساء:۵۹)

محمد بن قسم کی سند سے بھی یہ روایت انھی الفاظ سے منقول ہے۔

عیون الاخبار میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی ایک نشست کا احوال مرقوم ہے جس میں آپ نے دربار مامون میں بیٹھ کر اُمت اور عترت کے بارہ فرق واضح کیے تھے اور اس بحث میں آپؑ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

اللہ نے ''ذی القربیٰ'' کو کچھ مقامات پر اپنے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شامل فرمایا۔ اللہ نے غنیمت میں خمس فرض کیا تو ''ذی القربیٰ'' کو اپنے اور اپنے رسول کے ساتھ شامل کیا اور فرمایا: وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَا غَنِمۡتُمۡ مِّنۡ

شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ (انفال:۴۱) "جان لو تمھیں جو بھی غنیمت حاصل ہو اس میں پانچواں حصہ اللہ، رسول اور رسول کے قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کا ہے"۔

اس آیت میں اللہ نے اپنے اور اپنے رسولؐ کے بعد "ذی القربٰی" کا ذکر کیا ہے اور پھر اطاعت کا حکم دیتے ہوئے اللہ نے ہمیں اپنے اور اپنے رسولؐ کے ساتھ شامل کیا ہے اور فرمایا ہے: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ (النساء:۵۹) "اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول اور جو تم میں صاحبانِ امر ہیں ان کی اطاعت کرو"۔

اس آیت میں بھی اللہ نے ہماری اطاعت کو اپنی اور رسول کی اطاعت کے ساتھ شامل کیا۔ اللہ نے آیت ولایت نازل فرمائی تو ہماری ولایت کو اپنی اور اپنے رسول کی ولایت کے ساتھ شامل کیا اور فرمایا: اِنَّمَا وَلِیُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ۝ (تمھارا سرپرست تو صرف اللہ اور اس کا رسول اور وہ مومن ہیں جو پابندی سے نماز ادا کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں)۔ اس سے خود اندازہ کرو کہ اللہ نے اہلِ بیتؑ پر کتنی بڑی نعمت کی ہے۔

امالی صدوق میں حضرت امام باقر علیہ السلام سے منقول ہے، آپ نے اِنَّمَا وَلِیُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا ... کی آیت مجیدہ کے پس منظر پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ یہودیوں کے ایک گروہ نے اسلام قبول کیا جن میں عبداللہ بن سلام، اسد، ثعلبہ، ابن یامین اور ابن صوریا سرفہرست تھے۔ مذکورہ افراد رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے کہا:

یا نبی اللہ! موسیٰ علیہ السلام نے یوشع بن نون کو اپنا وصی مقرر کیا تھا۔ آپؐ کا وصی کون ہے اور آپ کے بعد ہمارا ولی کون ہے؟ اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پر یہ آیت نازل فرمائی:

اِنَّمَا وَلِیُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ۝ (تمھارا سرپرست تو صرف اللہ اور اس کا رسول اور وہ مومن ہیں جو پابندی سے نماز ادا کرتے ہیں اور حالتِ رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں)

رسولؐ خدا نے نومسلم یہودیوں سے کہا: اٹھو اور مسجد کی طرف چلیں۔ چنانچہ وہ اُٹھے اور آپ کے ساتھ مسجد کی طرف آئے۔ اس وقت مسجد سے ایک سائل باہر نکل رہا تھا۔ آنحضرتؐ نے اس سے فرمایا: کیا کسی نے تجھے کچھ دیا ہے؟ اس نے کہا:

جی ہاں! مجھے یہ انگوٹھی ملی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: کس نے تجھے یہ انگوٹھی دی ہے؟ اس نے کہا: وہ جو سامنے نماز پڑھ رہا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: جب اس نے تجھے انگشتری دی تھی تو اس وقت وہ کس حالت میں تھا؟ اس نے کہا: اس وقت وہ حالتِ رکوع میں تھا۔

یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تکبیر کہی اور تمام اہلِ مسجد نے تکبیر کہی، آپؐ نے فرمایا: علی بن ابی طالب میرے بعد تمھارا ولی ہے۔

یہ سن کر انھوں نے کہا: ہم اللہ کے رب ہونے اور اسلام کے دین ہونے اور محمد کے نبی ہونے اور علی بن ابی طالب کے ولی ہونے پر راضی ہیں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ''اور جس نے بھی خدا اور اس کے رسول اور ان اہلِ ایمان کو اپنا سرپرست بنایا تو اسے معلوم ہو کہ اللہ کی جماعت ہی غالب رہنے والی ہے''۔

حضرت عمر بن الخطاب سے مروی ہے کہ اس کے بعد میں نے چالیس انگوٹھیاں حالتِ رکوع میں خیرات کیں لیکن میرے متعلق کوئی آیت نازل نہ ہوئی۔

احتجاج طبرسی میں حضرت علی علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے جس میں آپؑ نے یہ کلمات بھی ارشاد فرمائے: ہدایت، ولایت ہے جیسا کہ اللہ نے کہا: وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ''اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول اور ان اہلِ ایمان کو اپنا سرپرست بنائے تو اسے معلوم ہو کہ اللہ کی جماعت ہی غالب رہنے والی ہے''۔

اس آیت میں وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے وہ ہستیاں مراد ہیں جو تمام خلائق کے امین ہیں اور وہ صرف حجج اور اوصیاء ہیں جو ہر دور میں آتے رہتے ہیں۔

کتاب التوحید میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

قیامت کے دن رسولؐ خدا آئیں گے، وہ خدا کے دامن سے متمسک ہوں گے اور ہم نبی اکرمؐ کے دامنِ شفقت سے متمسک ہوں گے اور ہمارے شیعہ ہمارے دامن سے متمسک ہوں گے۔ ہم اور ہمارے شیعہ اللہ کا گروہ ہیں اور اللہ کا گروہ ہی غالب رہنے والا ہے۔ خبردار دامن سے مراد ظاہری دامن نہیں ہے۔ رسولؐ خدا اللہ کے دین کو تھام کر آئیں گے اور ہم اپنے نبی کے دین کو تھام کر آئیں گے اور ہمارے شیعہ ہمارے دین کے دامن کو تھام کر عرصہ محشر میں وارد ہوں گے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا
وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ ۚ
وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۵۷﴾ وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ
اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ﴿۵۸﴾ قُلْ
يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّاۤ اِلَّاۤ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ
اِلَيْنَا وَمَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ۙ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۵۹﴾ قُلْ هَلْ
اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ۭ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ
وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ
ۭ اُولٰۤئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴿۶۰﴾ وَاِذَا جَآءُوْكُمْ
قَالُوْۤا اٰمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ ۭ وَاللّٰهُ
اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِي
الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا
يَعْمَلُوْنَ ﴿۶۲﴾ لَوْلَا يَنْهٰىهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ
وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۶۳﴾ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ
يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ۭ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ بَلْ يَدٰهُ

مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ ؕ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّ كُفْرًا ؕ وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؕ كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ ۙ وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿٦٤﴾ وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿٦٥﴾ وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ؕ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ؕ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ ﴿٦٦﴾ يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٦٧﴾

"ایمان والو! جن لوگوں نے تمھارے دین کو مذاق اور تفریح کا نشانہ بنایا ہے انھیں اپنا دوست نہ بناؤ خواہ ان کا تعلق ان لوگوں سے ہو جنھیں تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے یا وہ کفار ہوں اور اللہ سے ڈرتے رہو اگر تم اہلِ ایمان ہو۔

جب تم نماز کے لیے ندا کرتے ہو تو وہ اس کا مذاق اڑاتے ہیں اور اسے کھیل تماشا بنا لیتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ عقل نہیں رکھتے۔

آپ کہہ دیں، اے اہلِ کتاب! کیا تم ہم سے صرف اس بات پر ناراض ہو کہ ہم اللہ پر اور دین کی اس تعلیم پر ایمان لائے ہیں جو ہماری طرف نازل ہوئی ہے اور جو ہم سے پہلے نازل ہوئی ہے اور تمھارے اندر اکثریت فاسقین کی ہے۔

آپ کہہ دیں کہ کیا میں تمھیں ان لوگوں کی نشاندہی کراؤں جن کا انجام خدا کے ہاں بدتر ہے؟ وہ جن پر خدا نے لعنت کی ہے اور جن پر خدا کا غضب ہوا ہے اور جن میں سے بندر اور خنزیر بنائے گئے اور جنھوں نے طاغوت کی بندگی کی اور ان کا درجہ انتہائی بُرا ہے اور وہ سیدھی راہ سے بہت زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں۔

اور جب وہ تمھارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے حالانکہ کفر لے کر آئے تھے اور کفر لے کر ہی واپس ہوئے ہیں اور جو کچھ یہ دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں اللہ اسے اچھی طرح سے جانتا ہے۔

تم ان کی اکثریت کو دیکھو گے کہ وہ گناہ اور ظلم و زیادتی کے کاموں اور حرام خوری میں دوڑ دھوپ کرتے ہیں۔ یہ لوگ بہت ہی بُری حرکات سرانجام دے رہے ہیں۔ ان کے علماء و مشائخ انھیں گناہ پر زبان کھولنے اور حرام خوری سے کیوں نہیں روکتے۔ یقیناً وہ بہت بُرا کر رہے ہیں۔

یہودی کہتے ہیں کہ اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ باندھے گئے خود ان کے ہاتھ اور ان کی گفتگو کی وجہ سے ان پر لعنت کی گئی ہے۔ اللہ کے ہاتھ تو کشادہ ہیں وہ جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے۔ جو کلام تمھارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے وہ ان میں سے اکثر لوگوں کی سرکشی اور باطل پرستی میں اُلٹے اضافہ کا سبب ثابت ہوگا۔ اور (اس کی پاداش میں) ہم نے ان کے درمیان قیامت تک کے لیے عداوت اور دشمنی ڈال دی ہے۔ جب کبھی یہ جنگ کی آگ بھڑکاتے ہیں اللہ اسے بجھا دیتا ہے اور یہ زمین میں فساد پھیلانے کی

کوشش کر رہے ہیں اور اللہ کو فساد برپا کرنے والے افراد ناپسند ہیں۔
اگر یہ اہلِ کتاب ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان کی برائیاں ان سے دُور کر دیتے اور ان کو جنات النعیم میں داخل کر دیتے۔ اور اگر وہ تورات و انجیل اور جو کچھ رب کی طرف سے ان کی طرف اُتارا گیا ہے' وہ اسے قائم کرتے تو ان کے لیے اُوپر سے رزق برستا اور نیچے سے بھی رزق اُبلتا۔ اگرچہ ان میں کچھ اعتدال پسند ہیں لیکن ان کی اکثریت بدعمل ہے۔
اے رسولؐ! تمھارے رب کی طرف سے جو کچھ نازل کیا گیا ہے وہ لوگوں تک پہنچا دو۔ اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اس کی رسالت کی تبلیغ نہ کی اللہ تم کو لوگوں کے شر سے بچالے گا۔ یقیناً اللہ کافروں کو ہدایت نہیں کرتا''۔

منافق افراد

وَإِذَا جَآءُوكُمْ قَالُوٓا ءَامَنَّا وَقَد دَّخَلُوا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوا بِهِۦ ......

تفسیر علی بن ابراہیم میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ یہ آیت (رئیس المنافقین) عبداللہ بن ابی کے متعلق نازل ہوئی۔ وہ کفر لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا اور کہا کہ ہم ایمان لائے ہیں اور پھر آنحضرتؐ کے پاس سے کافر ہو کر ہی لوٹا۔

علماء و مشائخ کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرنا چاہیے

الکافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے خطبہ دیا جس میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد آپؑ نے فرمایا: تم سے پہلی اُمتیں اس لیے ہلاک ہوئیں کہ انھوں نے خدا کی نافرمانی کی مگر ان کے علماء و مشائخ نے انھیں نہ روکا۔ اس سے لوگوں کی جرأتیں بڑھ گئیں۔ پھر وہ سرعام گناہ کرنے لگے مگر ان کے علماء و مشائخ نے پھر بھی انھیں منع نہ کیا جس کی وجہ سے اللہ نے ان اُمتوں پر عذاب نازل کر دیا۔ لہٰذا تمھیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل کرتے رہنا چاہیے۔

عمرو بن رباح کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا: میں نے آپؑ کے متعلق یہ سنا ہے کہ آپؑ کہتے ہیں کہ جو شخص سنت سے ہٹ کر اپنی بیوی کو طلاق دے (یعنی تین طلاقیں اکٹھی دے) تو اس کی طلاق کی کوئی حیثیت نہیں ہے؟

یہ سن کر حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ صرف میرا فتویٰ نہیں ہے بلکہ حکم خداوندی بھی یہی ہے۔ اگر ہم تمھیں غلط فتاویٰ دینے لگ جائیں تو ہم تم سے زیادہ بُرے قرار پائیں گے' کیونکہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے: لَوْلَا يَنْهٰىهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۝ (ان کے علماء و مشائخ انھیں گناہ پر زبان کھولنے اور انھیں حرام خوری سے منع کیوں نہیں کرتے۔ یقیناً وہ بہت بُرا کر رہے ہیں)

نہج البلاغہ کے ایک خطبہ میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے یہ کلمات فرمائے: یہ غلط روشیں تمھیں کہاں لیے جا رہی ہیں اور یہ اندھیاریاں تمھیں کن پریشانیوں میں ڈال رہی ہیں اور یہ جھوٹی اُمیدیں تمھیں کاہے کا فریب دے رہی ہیں۔ کہاں سے لائے جاتے ہو اور کدھر پلٹائے جاتے ہو؟ ہر میعاد کا ایک نوشتہ ہوتا ہے اور ہر غائب کو پلٹ کر آنا ہے۔ اپنے عالم ربانی سے سنو' اپنے دلوں کو حاضر کرو' اگر تمھیں پکارے تو جاگ اُٹھو۔

اثباتِ بداء

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ۭ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ

''اور یہودیوں نے کہا کہ اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں' خود ان کے ہاتھ بندھیں اور جو کچھ انھوں نے کہا ہے اس کی وجہ سے ان پر لعنت کی گئی ہے''۔

عیون الاخبار میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کا ایک مباحثہ مرقوم ہے جو انھوں نے سلیمان مروزی کے ساتھ کیا تھا۔ سلیمان بداء کا منکر تھا۔ آپؑ نے اس سے فرمایا: تم بداء کا انکار کر کے یہودیوں کے نظریہ کی تائید کر رہے ہو۔

اس نے کہا: میں خدا کی پناہ چاہتا ہوں۔ یہودیوں کا کیا نظریہ ہے؟

آپؑ نے فرمایا کہ یہودیوں کے قول کو اللہ نے یوں نقل کیا ہے: وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ۔ ان الفاظ سے یہودیوں کی مراد یہ تھی کہ اللہ اب تمام امور کے فیصلوں سے فارغ ہو چکا ہے۔ اب وہ کوئی نیا فرمان اور نیا فیصلہ جاری نہیں کر سکتا۔ ان کے نظریہ کے ابطال میں اللہ نے فرمایا: غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا۔ ان کے اپنے ہاتھ بندھے ہیں اور

ان کی اس بات کی وجہ سے ان پر لعنت کی گئی ہے۔

کتاب التوحید میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللَّهِ مَغْلُولَةٌ کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ یہودی یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ اللہ کے ظاہری ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ ان کے اس قول کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تمام امور سے فارغ ہو چکا ہے اور اب نہ وہ معاملات و امور میں کمی کر سکتا ہے اور نہ بیشی کر سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے اس خیال باطل کی تردید کی اور فرمایا: غُلَّتْ اَيْدِيهِمْ وَلُعِنُوا بِمَا قَالُوا ۘ بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ ۙ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ (ان کے اپنے ہاتھ بندھیں' اور ان کے اس قول کی وجہ سے ان پر لعنت کی گئی ہے۔ اس کے ہاتھ کھلے ہیں وہ جیسے چاہے خرچ کرے)

اسی مفہوم کو اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ سے بیان کیا: يَمْحُوا اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ ۖ وَعِنْدَهُ أُمُّ الْكِتَابِ ﴿٣٩﴾ (الرعد:٣٩) ''وہ جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے اسے ثابت رکھتا ہے اور اصل کتاب اسی کے پاس ہے''۔

عقیدۂ تجسم کی نفی

عبداللہ بن قیس کا بیان ہے کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ (بلکہ اس کے ہاتھ کشادہ ہیں) کی آیت تلاوت کی تو میں نے عرض کیا: کیا اللہ کے بھی ہماری طرح سے دو ہاتھ ہیں۔ یہ کہہ کر میں نے اپنے ہاتھوں کی طرف اشارہ کیا۔

آپؑ نے فرمایا: اگر ایسا ہوتا تو وہ مخلوق ہوتا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے جس میں آپ نے یہ کلمات بھی ارشاد فرمائے: کچھ لوگ خدا کے لیے ٹانگوں اور قدموں کا عقیدہ رکھتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ بیت المقدس کی چٹان پر اللہ نے اپنا پاؤں رکھا تھا اور یہیں سے وہ آسمان کی طرف بلند ہوا تھا۔ اور کچھ لوگ خدا کے لیے ہاتھ اور انگلیوں کا عقیدہ رکھتے ہیں اور وہ یہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میں نے اپنے دل پر خدا کی انگلیوں کی ٹھنڈک محسوس کی تھی۔ جب کہ خدا کی شان اس سے کہیں بلند و بالا ہے جو وہ بیان کر رہے ہیں۔ اور خدا کی شان یہ ہے کہ وہ کسی کا مشابہ نہیں ہے اور اس کا وصف بیان نہیں کیا جا سکتا اور اسے خیال و وہم کے دائرہ میں نہیں لایا جا سکتا۔ اس کی شان بلند ہے۔

ید اللہ، عین اللہ اور لسان اللہ

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: میں خدا کا وہ ہاتھ ہوں جو بندوں پر مغفرت و رحمت کے لیے کھلا ہوا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا کیا اور اس نے ہمیں اچھی تخلیق سے نوازا اور اس نے ہماری تصویر کشی کی اور ہماری بہترین تصویر کشی کی۔ اس نے ہمیں اپنے بندوں میں اپنی آنکھ بنایا اور اپنی مخلوق میں اپنی ناطق زبان بنایا اور اپنے بندوں پر ہمیں رحمت و مغفرت کے لیے کشادہ ہاتھ بنایا۔

تفسیر عیاشی میں حماد سے مذکور ہے کہ ''یَدُ اللّٰہِ مَغْلُوْلَۃٌ'' سے یہودیوں کی مراد یہ تھی کہ اب اللہ تمام امور سے فارغ ہو چکا ہے۔ ان کے اس نظریہ کی وجہ سے ان پر لعنت کی گئی اور اللہ نے فرمایا کہ ان کا خیال غلط ہے۔ بَلْ یَدٰہُ مَبْسُوْطَتٰنِ اس کے ہاتھ کشادہ ہیں وہ جیسے چاہے خرچ کرے۔

جابر نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے کُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَھَا اللّٰہُ (جب کبھی وہ جنگ کی آگ بھڑکاتے ہیں تو اللہ اسے بجھا دیتا ہے) کی تاویل یوں نقل کی کہ آپؑ نے فرمایا: جب بھی کوئی جابر و ظالم آلِ محمدؐ کو ہلاک کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اللہ اس کی گردن توڑ دیتا ہے۔

محمد بن مسلم نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کیا: وَلَوْ اَنَّھُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىۃَ وَالْاِنْجِیْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْھِمْ مِّنْ رَّبِّھِمْ سے ولایت مراد ہے۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں ہے کہ اللہ نے فرمایا: وَلَوْ اَنَّ اَھْلَ الْکِتٰبِ ...... (اور اگر اہلِ کتاب تورات و انجیل اور جو کچھ ان کے رب کی طرف سے ان پر نازل ہوا ہے وہ اسے قائم رکھتے تو ان کے لیے اُوپر سے رزق برستا اور نیچے سے رزق اُبلتا) اُوپر کے رزق سے بارش مراد ہے اور نیچے کے رزق سے نباتات و فصلات مراد ہیں۔

اصول کافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ وَلَوْ اَنَّھُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىۃَ وَالْاِنْجِیْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْھِمْ مِّنْ رَّبِّھِمْ سے ولایت مراد ہے۔

تہتر فرقے

تفسیر عیاشی میں مرقوم ہے کہ انس بن مالک نے کہا کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے: موسیٰ کی اُمت کے اکہتر گروہ ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک گروہ جنت میں جائے گا اور ستر گروہ دوزخ میں جائیں

گے اور حضرت عیسیٰؑ کی اُمت کے بہتر گروہ ہوئے تھے جن میں ایک گروہ جنت میں جائے گا اور اکہتر گروہ دوزخ میں جائیں گے اور عنقریب میری اُمت کے تہتر گروہ بن جائیں گے جن میں سے ایک گروہ جنت اور بہتر (۷۲) گروہ دوزخ میں جائیں گے۔

رسولؐ خدا سے پوچھا گیا کہ دوزخ جانے والے کون ہوں گے؟

آپؐ نے فرمایا: وہ جماعتیں ہوں گی، وہ جماعتیں ہوں گی، وہ جماعتیں ہوں گی۔

یعقوب بن یزید کا بیان ہے کہ حضرت علی علیہ السلام بھی اس حدیث کو بیان کیا کرتے تھے۔ جب آپ اس حدیث کو بیان کرتے تو وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ...... سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ ۞ اور وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ۞ کی آیات تلاوت کیا کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ حق کی ہدایت دینے والی اُمت، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت ہے۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ سے یہودیوں کے وہ افراد مراد ہیں جنھوں نے اسلام قبول کیا تھا اللہ نے انھیں ''اُمت مقتصدہ'' (اعتدال پسند) اُمت کا لقب دیا تھا۔

اعلانِ غدیر

اصول کافی کی ایک طویل حدیث میں ابوالجارود بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: پھر ولایت نازل ہوئی اور وہ روزِ جمعہ مقامِ عرفہ میں نازل ہوئی اور خدا نے فرمایا: اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ جب کہ تکمیل دین ولایت علیؑ سے ہوئی تھی۔

حضرت رسولؐ خدا فرماتے تھے کہ اس وقت میں نے دل ہی دل میں اپنے خدا سے عرض کیا کہ بارِ الٰہا! میری اُمت تازہ مسلمان ہوئی ہے اور جب میں نے انھیں اپنے ابن عم کے متعلق یہ خبر دی تو لوگ مختلف قسم کی چہ میگوئیاں کریں گے۔ اس کے بعد اللہ کی طرف سے مجھ پر تاکیدی حکم نازل کیا کہ اگر میں نے اس مسئلہ کی تبلیغ نہ کی تو خدا مجھے عذاب دے گا اور یہ آیت نازل ہوئی:

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ۭ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۞ (اے رسول! تمھارے رب کی طرف سے جو کچھ تم پر نازل ہوا ہے وہ

لوگوں تک پہنچا دو اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے خدا کی رسالت کی تبلیغ نہ کی۔ اللہ تم کو لوگوں کے شر سے بچالے گا۔ اللہ کافروں کو ہدایت نہیں کرتا۔)

اس آیت کے نزول کے بعد حضرت رسولؐ خدا نے حضرت علیؑ کے ہاتھ سے پکڑ کر فرمایا: لوگو! مجھ سے پہلے جتنے بھی نبی گزرے ہیں ان سب کو خدا نے زندگی دی تھی۔ پھر جب خدا نے انھیں طلب کیا تو انھوں نے لبیک کہی اور دنیا سے روانہ ہو گئے۔ عنقریب مجھے بھی بلایا جائے گا۔ میں بھی لبیک کہوں گا۔ مجھ سے بھی پوچھا جائے گا اور تم سے بھی پوچھا جائے گا۔ بتاؤ اس وقت تم کیا کہو گے؟

صحابہ نے عرض کیا: ہم گواہی دیں گے کہ آپ نے ہم تک خدا کا پیغام پہنچایا اور خیر خواہی کی اور اپنے فریضہ کو ادا کیا۔ اللہ آپ کو بہترین جزا دے جو وہ رسولوں کو دیتا ہے۔

حضرت رسولؐ خدا نے کہا: خدایا! گواہ رہنا۔ آپؐ نے یہ جملہ تین مرتبہ دہرایا۔ پھر آپؐ نے فرمایا: اے گروہِ مسلمین! میرے بعد یہ تمھارا ولی ہے جو یہاں موجود ہے وہ غیر حاضر تک یہ پیغام پہنچا دے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم! حضرت علی علیہ السلام اللہ کی مخلوق، اس کے غیب اور خدا کے پسندیدہ دین کے خدا کی طرف سے امین تھے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ولایت علیؑ کے اعلان کا حکم دیا اور ان پر اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ۝ (تمھارا سرپرست بس اللہ اور اس کا رسولؐ اور وہ اہلِ ایمان ہیں جو پابندی سے نماز ادا کرتے ہیں اور حالتِ رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں) کی آیت نازل فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو ''اولی الامر'' کی اطاعت کا حکم دیا لیکن لوگوں کو پتہ نہ چل سکا کہ ''اولی الامر'' کون ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبرؐ کو حکم دیا کہ وہ ''اولی الامر'' کی اسی طرح سے وضاحت کریں جیسا کہ وہ نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج کی وضاحت کر چکے ہیں۔

جب آنحضرتؐ کو یہ حکم ملا تو آپ کو سینہ میں تنگی کا احساس ہوا اور آپ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں لوگ دین سے ہی منحرف نہ ہو جائیں اور آپؐ کی تکذیب نہ کریں۔ چنانچہ آپؐ نے خدا سے رابطہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ آیت نازل فرمائی: يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ۭ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ۝۔

اس آیت کے نزول کے بعد آپؐ نے مقام غدیر خم پر قیام کیا اور "الصلاۃ جامعة" کا اعلان کر دیا۔ جب تمام لوگ جمع ہو گئے تو آپؐ نے حضرت علیؑ کی ولایت کا اعلان کیا اور فرمایا کہ جو یہاں حاضر ہے وہ اس پیغام کو اس تک پہنچا دے جو یہاں پر موجود نہیں ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ پیغمبرؐ اسلام پر ایک فریضہ کے بعد دوسرا فریضہ نازل ہوتا رہا۔ ولایت آخری فریضہ تھا۔ اس کے بعد کوئی فریضہ نازل نہیں ہوا۔ جب آپؐ نے فریضہ ولایت کا اعلان کر دیا تو اللہ نے اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (آج کے دن میں نے تمھارے دین کو مکمل کر دیا ہے اور میں نے تم پر اپنی نعمت تمام کی ہے اور تمھارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کیا ہے) کی آیت نازل فرمائی۔ اور یہ آیت زبانِ حال سے یہ کہہ رہی تھی کہ اب میری طرف سے تم پر کوئی اور فریضہ نازل نہیں ہوگا۔ میں نے تمھارے لیے فرائض مکمل کر دیے ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنی ایک طویل حدیث کے ضمن میں فرمایا: جب رسولؐ خدا حجۃ الوداع سے واپس مدینہ کو روانہ ہوئے تو راستے میں جبریل امینؑ آپؐ پر نازل ہوئے اور انھوں نے آپ تک یہ آیت پہنچائی: یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ۝

آپؐ نے لوگوں کو جمع ہونے کا حکم دیا۔ اس جگہ ببول کے کانٹے تھے۔ آپؐ نے اس جگہ کو صاف کرایا اور لوگوں سے فرمایا: لوگو! یہ بتاؤ تمھارا سرپرست کون ہے اور تمھاری جانوں سے بھی زیادہ تم پر کس کو حق تصرف حاصل ہے؟

لوگوں نے کہا کہ اللہ و رسول کو ہم پر حق تصرف حاصل ہے۔

اس وقت آپؐ نے فرمایا: من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ (جس کا میںؐ مولا ہوں میرے بعد اس کا علیؑ مولا ہے۔ خدایا! جو بھی علیؑ سے دوستی رکھے تو بھی اس سے دوستی رکھ اور جو علیؑ سے دشمنی رکھے تو بھی اس سے دشمنی رکھ)۔

اس کے بعد لوگوں کے دلوں میں حسد و نفاق کی آگ بھڑک اُٹھی اور انھوں نے ایک دوسرے سے کہا: اللہ نے علیؑ کے متعلق کچھ بھی نازل نہیں کیا۔ محمدؐ خواہ مخواہ اسے ہم پر مسلط کرنا چاہتا ہے۔

عیون الاخبار میں مرقوم ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے عرض کیا کہ عروہ بن زبیر کہتا تھا کہ

رسول اکرمؐ اپنی وفات تک تقیہ میں رہے تھے تو کیا اس کی یہ بات صحیح ہے؟

حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا: جب اللہ نے وَاللّٰہُ یَعۡصِمُکَ مِنَ النَّاسِ (اللہ تجھے لوگوں سے بچا لے گا) کی آیت نازل فرمائی اور انھیں اپنی طرف سے حفاظت کی ضمانت دی تو ہر طرح کا تقیہ دُور ہوگیا اور جہاں تک اس آیت سے پہلے کے زمانہ کا تعلّق ہے تو ممکن ہے کہ عروہ کی بات درست ہو۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ جب اللہ نے وَاللّٰہُ یَعۡصِمُکَ مِنَ النَّاسِ کے الفاظ سے اپنے حبیب کو تحفظ کی ضمانت دی تو آنحضرتؐ نے اپنے پہریداروں سے فرمایا کہ تم لوگ اپنے گھروں کو چلے جاؤ' اللہ نے مجھے لوگوں سے محفوظ رہنے کی ضمانت دے دی ہے۔

تہذیب الاحکام میں حضرت امام صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: غدیر کے دن نماز شکرانہ پڑھو اور نماز شکرانے کے بعد دعا پڑھو۔ اس دعا میں حسب ذیل نکات بھی موجود ہیں:

پروردگار! ہم نے منادی کی ندا سنی اور ہم نے تیرے منادی رسول اللہؐ کی تصدیق کی اور ہم نے اس ندا کو تسلیم کیا جس کے متعلّق تو نے انھیں حکم دیا کہ وہ ولی امر کی ولایت کی تبلیغ کریں اور تو نے انھیں ہوشیار کیا تھا اور ڈرایا تھا کہ اگر تو نے پیغام نہ پہنچایا تو تو اس پر ناراض ہوگا اور تو نے انھیں لوگوں سے حفاظت کی ضمانت بھی دی تھی۔ اس کے بعد انھوں نے تیری وحی و پیغام کی تبلیغ کرتے ہوئے کہا تھا: الا من کنت مولاہ فعلی مولاہ ومن کنت ولیہ فعلی ولیہ ومن کنت نبیہ فعلی امیرہ۔ ''آگاہ رہنا جس کا میںؐ مولا ہوں اس کا علیؑ مولا ہے اور جس کا میں ولی ہوں اس کا علیؑ ولی ہے اور جس کا میں نبیؐ ہوں اس کا علیؑ امیر ہے''۔

امالی صدوق میں مرقوم ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے کہا: اللہ نے مجھے تیری ولایت کے اعلان کا حکم صادر کیا اور یہ بھی فرمایا کہ اگر میں نے تیری ولایت کا اعلان نہ کیا تو میرے عمل ضائع ہو جائیں گے۔

ابن عباس سے ایک طویل حدیث منقول ہے جس میں یہ کلمات بھی مذکور ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوۡلُ بَلِّغۡ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ مِنۡ رَّبِّکَ ؕ وَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلۡ فَمَا بَلَّغۡتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ یَعۡصِمُکَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهۡدِی الۡقَوۡمَ الۡکٰفِرِیۡنَ ۝

یہ خدا کی طرف سے تاکیدی حکم ہے' میں اللہ کے ہر حکم کی ہر حالت میں تعمیل کروں گا۔ اگرچہ لوگ مجھ پر تہمتیں کیوں

نہ عائد کریں اور میری تکذیب کیوں نہ کریں لیکن لوگوں کی تہمتیں برداشت کرنا میرے لیے آسان ہے لیکن خدا کے عذاب و ناراضگی کو برداشت کرنا میرے لیے مشکل ہے۔

ابن عباس نے کہا کہ اس وقت جبریلؑ نے حضرت علی علیہ السلام کو امیر المومنین کہہ کر سلام کیا۔

حضرت علی علیہ السلام نے کہا: یارسولؐ اللہ! میں کلام سن رہا ہوں لیکن مجھے کلام کرنے والا دکھائی نہیں دیتا۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: علیؑ! یہ جبریل ہیں جو میرے رب کی طرف سے آئے ہیں۔ اس کے بعد رسولؐ خدا نے ہر ایک شخص کو فرداً فرداً حکم دیا کہ وہ علیؑ کو امیر المومنین کہہ کر سلام کریں۔ پھر رسولؐ خدا نے فرمایا:

بلال! لوگوں سے کہہ دو کہ کل ہر شخص غدیرخم میں حاضر ہو۔ دوسرے دن رسولؐ خدا اپنے اصحاب کی جماعت کو ساتھ لے کر آئے۔ آپؐ نے خدا کی حمد و ثنا کی اور فرمایا:

لوگو! اللہ تبارک تعالیٰ نے مجھے ایک پیغام دیا ہے جس سے مجھے تنگی محسوس ہوئی کہ لوگ مجھ پر تہمتیں تراشیں گے اور مجھے جھٹلائیں گے۔ پھر اللہ نے مجھے دھمکی دی ہے۔ تمھاری تکذیب کو برداشت کرنا میرے لیے آسان ہے لیکن خدا کے عذاب کو برداشت کرنا میرے لیے مشکل ہے۔

احتجاج طبرسی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے جس میں آپؑ نے یہ کلمات بھی ارشاد فرمائے: جب رسولؐ خدا جحفہ سے تین میل قبل غدیرخم کے مقام پر پہنچے تو جبریل امینؑ آپؐ پر نازل ہوئے۔ اس وقت دن کے پانچ گھنٹے گزر چکے تھے اور انھوں نے یہ آیت پڑھی: يَاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ۚ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝

اس وقت آپؐ کے قافلہ کے افراد مقام جحفہ تک پہنچ چکے تھے۔ انھیں واپس بلایا گیا اور جو پیچھے تھے ان کا انتظار کیا گیا۔ اس کے بعد آپؐ نے "الصلاة جامعة" کی منادی کرائی اور آپؐ نے فرمایا کہ خدا نے مجھے ایک پیغام پہنچانے کا حکم دیا ہے اور اس کے ساتھ یہ تاکید کی ہے کہ اگر میں نے اس پیغام کو نہ پہنچایا تو میری تمام تبلیغ رسالتؐ بیکار ہو جائے گی اور اس کے ساتھ خدا نے مجھ سے یہ وعدہ بھی کیا ہے کہ وہ مجھے لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا اور میں تم کو علیؑ کی خلافت کا پیغام پہنچا رہا ہوں۔

خطبۂ منیٰ اور خطبۂ غدیر

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ يَاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ..... کی آیت حضرت علی علیہ السلام کے متعلق نازل ہوئی

اور یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب آپؐ حجۃ الوداع سے مدینہ واپس آ رہے تھے۔ رسولؐ خدا نے ہجرتِ مدینہ کے دس سال بعد حج کیا۔ آپؐ نے منیٰ میں خطبہ دیا جس میں حمد وثنا کے بعد آپؐ نے ارشاد فرمایا:

لوگو! میری باتیں اچھی طرح سے سنو اور انھیں خوب سمجھو کیونکہ میں نہیں سمجھتا کہ آئندہ سال میں تم لوگوں سے مل سکوں گا۔ پھر آپؐ نے فرمایا:

لوگو! کیا تم جانتے ہو کہ کون سا دن زیادہ حرمت والا ہے؟ لوگوں نے کہا: آج کا دن زیادہ حرمت والا ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ کون سا مہینہ زیادہ حرمت والا ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ مہینہ زیادہ حرمت والا ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ کون سا شہر زیادہ حرمت والا ہے؟ لوگوں نے کہا: ہمارا یہ شہر زیادہ حرمت والا ہے۔

آپؐ نے فرمایا: تمھارے خون' تمھارے مال اور تمھاری ناموس تم پر اسی طرح سے حرام ہے جیسا کہ یہ دن' یہ مہینہ اور یہ شہر حرام ہے۔ تم نے خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے۔ وہ تم سے تمھارے اعمال کے متعلق پوچھے گا۔ کیا میں نے تم تک خدا کا پیغام دیا ہے؟

لوگوں نے کہا: جی ہاں' آپؐ نے کہا: خدایا گواہ رہنا۔

پھر آپؐ نے فرمایا: زمانہ جاہلیت کے تمام احترام اور بدعات اور خون و مال وہ میرے قدموں کے نیچے ہے۔ کسی کو کسی پر کوئی برتری نہیں ہے سوائے تقویٰ کے۔ لوگو! کیا میں نے تم تک پیغام پہنچا دیا ہے؟

لوگوں نے کہا: جی ہاں! آپؐ نے کہا: خدایا! گواہ رہنا۔

پھر آپؐ نے فرمایا: زمانۂ جاہلیت کا ہر سود معاف ہے اور سب سے پہلے میں عباس بن عبدالمطلب کا سود معاف کرتا ہوں۔ زمانۂ جاہلیت کے تمام خون معاف ہیں۔ سب سے پہلے میں ربیعہ کا خون معاف کرتا ہوں۔ پھر آپؐ نے فرمایا: لوگو! کیا میں نے پیغام پہنچا دیا ہے؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں! آپؐ نے کہا: خدایا گواہ رہنا!

پھر آپؐ نے فرمایا: شیطان تمھاری سرزمین میں اپنی عبادت کیے جانے سے مایوس ہو چکا ہے۔ اب وہ ان اعمال پر بھی راضی ہے جنھیں تم معمولی نوعیت کے گناہ سمجھ کر سرانجام دیتے ہو۔ یاد رکھو! جب اس کی اطاعت کی جاتی ہے تو وہ دراصل اس کی عبادت شمار ہوتی ہے۔

لوگو! یاد رکھو! مسلمان مسلمان کا حقیقی بھائی ہے۔ کسی بھی مسلمان کے لیے دوسرے مسلمان کا خون بہانا حلال نہیں ہے اور کسی مسلمان کے لیے دوسرے مسلمان کا مال حلال نہیں ہے۔ ہاں اگر کوئی اپنی رضا وخواہش سے کسی کو کچھ مال دے دے تو

اور بات ہے۔ اور خدا کی طرف سے مجھے یہ حکم ملا ہے کہ میں لوگوں سے جنگ کروں یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کریں اور جب وہ لا الہ الا اللہ کہہ دیں تو میری طرف سے ان کا خون اور ان کا مال محفوظ ہے سوائے حق کے۔ ان کا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔

لوگو! کیا میں نے پیغام پہنچا دیا؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں۔ آپؐ نے کہا: خدایا گواہ رہنا!

پھر آپؐ نے فرمایا: لوگو! میری بات یاد رکھو میرے بعد تم اس سے نفع حاصل کرو گے اسے اچھی طرح سے سمجھو فائدہ میں رہو گے۔ خبردار! میرے بعد کافر نہ ہوجانا اور دنیا کے لیے تلوار سے ایک دوسرے کی گردنیں نہ مارنے لگ جانا۔ اگر تم نے ایسا کیا اور تم ضرور ایسا کرو گے تم مجھے جبریل و میکائیل کے درمیان ملائکہ کے ایک گروہ میں پاؤ گے۔ خدا نے چاہا تو میں تلوار لے کر تمھارے چہروں پر ماروں گا۔ پھر آپؐ کچھ دیر تک خاموش رہے اور پھر فرمایا: میں ماروں گا یا علی بن ابی طالبؑ مارے گا۔

اس کے بعد آپؐ نے فرمایا: لوگو! میں تم میں دو امر چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ اگر تم نے ان کا دامن تھام لیا تو تم ہرگز گمراہ نہیں ہوگے اور وہ ہیں اللہ کی کتاب اور میری عترت اہلِ بیتؑ۔ لطیف و خبیر خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ وہ میرے پاس حوضِ کوثر پر وارد ہوں گے۔ جس نے ان دونوں کا دامن تھاما تو اس نے نجات پائی اور جس نے ان کی مخالفت کی تو وہ ہلاک ہوا۔

لوگو! کیا میں نے پیغام پہنچا دیا ہے؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں۔ آپؐ نے کہا: خدایا! گواہ رہنا۔

پھر آپؐ نے فرمایا: حوض پر کچھ لوگ میرے پاس آئیں گے لیکن انھیں مجھ سے ہٹا دیا جائے گا۔ میں کہوں گا خدایا! میرے اصحاب ہیں۔ اس وقت مجھ سے کہا جائے گا انھوں نے آپؐ کے بعد تبدیلیاں کی تھیں اور آپؐ کی سنت کو بدل دیا تھا۔ اس وقت میں کہوں گا: خدایا! دُوری ہے دُوری ہے ان کے لیے۔

پھر جب ایام تشریق کا آخری دن ہوا تو اللہ نے آپ پر سورہ النصر اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۙ نازل فرمائی۔ تو آپؐ نے فرمایا: اس سورہ کے ذریعہ سے مجھے میری موت کی خبر سنائی گئی ہے۔ اس کے بعد آپؐ نے مسجد خیف میں "الصلاۃ جامعۃ" کی منادی کرائی۔ لوگ جمع ہوگئے۔ آپؐ نے حمد وثنا کے بعد فرمایا:

اللہ اس شخص کو تر و تازگی عطا کرے جو میری گفتگو سن کر اسے یاد رکھے اور جس نے نہیں سنی اس تک پہنچائے۔ کیونکہ بہت سے حامل فقہ غیر فقیہہ ہوتے ہیں اور بہت سے ایسے حامل فقہ بھی ہوتے ہیں جو اپنے سے بڑے فقیہہ تک فقہ کا پیغام

پہنچاتے ہیں۔ تین باتوں کے متعلق مسلمان شخص کا دل خیانت نہیں کر سکتا: ۱۔ اللہ کے لیے اخلاص عمل میں، ۲۔ ائمہ مسلمین کی خیر خواہی میں، ۳۔ جماعت سے وابستگی میں۔

اس کی دعوت ان سب پر محیط ہوتی ہے۔ تمام مومن بھائی ہیں ان کے خون کی قدر و قیمت یکساں ہے۔ ان کا ایک حقیر بھی ان کی طرف سے معاہدہ کرنے کا مجاز ہے اور وہ اپنے مخالفین کے لیے یک مشت ہیں۔

لوگو! میں تمھارے درمیان دو گراں قدر چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔

لوگوں نے کہا: یا رسولؐ اللہ! وہ دو گراں قدر چیزیں کیا ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: وہ ہیں اللہ کی کتاب اور میری عترت اہلِ بیتؑ۔ مجھے لطیف و خبیر خدا نے خبر دی ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ یہ حوض پر وارد نہ ہو جائیں۔

یہ کہہ کر آپ نے اپنی دونوں انگلیوں کو ملا کر فرمایا: وہ ان انگلیوں کی طرح سے ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ ہوں گے۔

آپؐ کے اصحاب میں سے کچھ افراد اکٹھے ہوئے اور انھوں نے کہا کہ محمدؐ اپنی اہلِ بیتؑ میں امامت رکھنا چاہتا ہے۔ ان میں سے چار اشخاص مکہ گئے اور کعبہ میں داخل ہوئے اور انھوں نے آپس میں معاہدہ کیا اور اسے کتابی شکل دی اور انھوں نے کہا: اگر اللہ نے محمد کو موت دے دی یا محمدؐ کو قتل کر دیا تو وہ اس کی اہلِ بیتؑ میں خلافت کو داخل نہ ہونے دیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق اپنے نبیؐ پر یہ آیات نازل فرمائیں:

اَمْ اَبْرَمُوْٓا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ ۞ اَمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ ؕ بَلٰى وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ ۞ (الزخرف: ۷۹-۸۰)

''کیا ان لوگوں نے کوئی اقدام کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے؟ اچھا تو ہم بھی پھر ایک فیصلہ کیے لیتے ہیں۔ کیا انھوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم ان کی راز کی باتیں اور ان کی سرگوشیاں سنتے نہیں ہیں؟ ہم سب کچھ سن رہے ہیں اور ہمارے فرشتے ان کے پاس ہی لکھ رہے ہیں''۔

اس کے بعد رسولؐ خدا مکہ سے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب آپ مقام غدیرِ خم پر پہنچے تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۞ (اے رسولؐ وہ پیغام پہنچا جو تیرے پروردگار کی طرف سے تجھ پر نازل کیا

گیا ہے اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو تو نے خدا کی رسالت کی تبلیغ ہی نہیں کی۔ اللہ تجھے لوگوں سے بچا لے گا۔ یقیناً اللہ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا) کی آیت نازل فرمائی۔

رسولؐ خدا نے جب آیت مجیدہ سنی تو فرمایا: اس میں دھمکی بھی ہے اور وعید بھی ہے۔ آپؐ نے اللہ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا: لوگو! جانتے ہو تمھارا ولی کون ہے؟

لوگوں نے کہا: جی ہاں ہم جانتے ہیں اللہ اور رسولؐ ہمارے ولی ہیں۔

پھر آپؐ نے فرمایا: کیا تمھیں معلوم نہیں ہے کہ میں تمھاری جانوں پر تم سے بھی زیادہ حق تصرف رکھتا ہوں؟

لوگوں نے کہا: جی ہاں یہ درست ہے۔ آپؐ نے کہا خدایا! گواہ رہنا۔

آپؐ نے یہی جملہ تین مرتبہ دُہرایا اور لوگوں نے ہر بار یہی جواب دیا اور آپؐ نے ہر بار یہی کہا: خدایا! گواہ رہنا۔ اس کے بعد آپؐ نے امیرالمومنینؑ کا ہاتھ پکڑ کر اتنا بلند کیا کہ آپؐ کی بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی۔ پھر آپؐ نے فرمایا:

الا من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ وانصر من نصرہ واخذل من خذلہ واحب من احبہ –

''آگاہ رہو! جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ علیؑ مولا ہے۔ خدایا جو بھی اس سے دوستی رکھے تو بھی اس سے دوستی رکھ اور جو اس سے دشمنی رکھے تو بھی اس سے دشمنی رکھ اور جو اس کی مدد کرے تو بھی اس کی مدد کر اور جو اسے بے یار ومددگار چھوڑ دے تو بھی اسے بے یار ومددگار چھوڑ دے اور جو اس سے محبت کرے تو بھی اس سے محبت کر''۔

اس کے بعد آپؐ نے سر اُٹھا کر آسمان کی جانب بلند کیا اور کہا: خدایا! گواہ رہنا اور میں بھی گواہوں میں سے ایک ہوں۔

بزمِ اصحاب میں سے حضرت عمر نے عرض کیا: کیا یہ حکم خدا اور اس کے رسولؐ کی طرف سے ہے؟

آنحضرت نے فرمایا: جی ہاں، خدا اور اس کے رسولؐ کی طرف سے یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ علیؑ اہلِ ایمان کے امیر اور پرہیزگاروں کے امام اور قیامت کے دن جن کے چہرے روشن ہوں گے، ان کا رہبر ہے۔ اللہ اسے قیامت کے روز صراط پر بٹھائے گا۔ وہ اپنے دوستوں کو جنت اور اپنے دشمنوں کو دوزخ میں داخل کرے گا۔ وہ لوگ جو بعد میں منحرف ہو گئے تھے انھوں نے ایک دوسرے سے کہا: محمدؐ نے مسجد خیف میں جو کچھ کہا تھا وہ تمھیں معلوم ہے اور آج جو کچھ اس نے کہا ہے وہ بھی

تمھارے سامنے ہے اور جب یہ مدینہ جائے گا تو ہم کو علیؑ کی بیعت امامت کا حکم دے گا۔

اس کے بعد ان میں چودہ افراد نے مشورہ کیا کہ رسولؐ خدا کو قتل کر دینا چاہیے۔ جحفہ اور ابواء کے درمیان ایک گھاٹی آتی ہے جسے ''عقبہ حرشی'' کہا جاتا ہے۔ آنحضرت کے وہاں پہنچنے سے پہلے یہ لوگ وہاں گھاٹی میں گئے اور سات افراد کی گھاٹی کی دائیں جانب اور سات افراد گھاٹی کی بائیں جانب چھپ کر بیٹھ گئے۔

ادھر رات چھا گئی۔ آنحضرتؐ عازمِ سفر ہوئے۔ آپ کو اپنی ناقہ پر اونگھ سی آنے لگی۔ جب آپ اس گھاٹی کے قریب پہنچے تو جبریل امینؑ نے آپ کو ندا دے کر کہا: محمدؐ! فلاں، فلاں فلاں آپ کی گھات میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ رسولؐ خدا نے آواز دے کر فرمایا: میرے پیچھے کون آ رہا ہے؟

حذیفہ بن یمان نے کہا: یا رسولؐ اللہ! میں حذیفہ بن یمان ہوں۔

آپؐ نے فرمایا: تو نے بھی یہ بات سنی ہے جو میں نے سنی ہے؟

حذیفہ نے اثبات میں جواب دیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: اسے چھپائے رکھنا پھر آنحضرتؐ ان مورچہ بند افراد کے قریب گئے اور انھیں ان کے اور ان کے والد کے نام سے صدا دی۔ جب انھوں نے آنحضرتؐ کی زبانی اپنے نام سنے تو وہ وہاں سے بھاگ کر لوگوں کے ہجوم میں شامل ہو گئے۔ وہ خود تو ہجوم میں شامل ہو گئے لیکن انھوں نے اپنی سواریوں کو گھاٹی کی ایک سمت میں باندھ رکھا تھا۔ وہ ویسی کی ویسی بندھی رہیں۔ حجاج کا قافلہ رسولؐ خدا کے ساتھ آ کر مل گیا۔ رسولؐ خدا اہل قافلہ کو لیے ہوئے وہاں آئے جہاں ان کی سواریاں بندھی ہوئی تھیں۔ تو آپؐ نے ان کی سواریوں کو پہچان لیا۔ جب آپؐ اگلی منزل پر تشریف فرما ہوئے تو آپؐ نے فرمایا:

ان لوگوں کا کیا کام تھا کہ انھوں نے کعبہ میں بیٹھ کر آپس میں معاہدہ کیا کہ اگر اللہ نے محمد کو موت دے دی یا کرئی اسے قتل کر دے تو وہ اس کی اہلِ بیتؑ میں حکومت جانے نہیں دیں گے''۔

اس کے بعد وہ لوگ آنحضرتؐ کی خدمت میں آئے اور انھوں نے قسمیں کھا کر کہا کہ انھوں نے ایسی کوئی بات نہیں کی اور انھوں نے آپ کو نقصان پہنچانے کا کوئی ارادہ نہیں کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق یہ آیت نازل کی:

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ؕ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ۚ وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِي

الْاَرْضِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ (التوبہ:۷۴)

''یہ لوگ خدا کی قسم کھا کھا کر کہتے ہیں کہ ہم نے وہ بات نہیں کہی حالانکہ انھوں نے ضرور وہ کافرانہ بات کہی ہے اور وہ اسلام لانے کے بعد کفر کے مرتکب ہوئے اور انھوں نے وہ کچھ کرنے کا ارادہ کیا جسے وہ کر نہ سکے۔ یہ ان کا سارا غصہ اسی وجہ سے ہے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ نے اپنے فضل سے ان کو غنی کر دیا ہے۔ اب اگر یہ توبہ کرلیں تو یہ ان کے لیے بہتر ہے۔ اور اگر یہ باز نہ آئے تو اللہ ان کو دردناک سزا دے گا۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی' اور زمین میں ان کا کوئی حمایتی و مددگار نہ ہوگا''۔

اس کے بعد آنحضرتؐ مدینہ تشریف لے آئے اور محرم اور صفر کا نصف مہینہ پوری خیریت سے بسر ہوا۔ ماہِ صفر نصف گزرنے کے بعد آپ کو تکلیف شروع ہوئی جس سے آپ کی وفات واقع ہوئی۔

۲۷۶- ابن مسعود بیان کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع سے واپسی کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ابن مسعود! میری موت قریب آ چکی ہے اور مجھے میری موت کی اطلاع دے دی گئی ہے۔ بتاؤ میرے بعد تمھارا حاکم کون ہو؟

ابن مسعود کہتے ہیں کہ میں نے بہت سے افراد کے نام گنوائے۔ رسولؐ خدا رو پڑے۔ پھر آپؐ نے فرمایا: رونے والیاں تجھے روئیں، تو نے علی بن ابی طالبؑ کا نام کیوں نہیں لیا اور تو نے اسے تمام لوگوں پر مقدم کیوں نہ رکھا؟

ابن مسعود! جب قیامت کا دن ہوگا تو اس اُمت کے لیے بہت سے پرچم لہرائے جائیں گے۔ پہلا پرچم میرا عظیم ترین پرچم ہوگا جس کے علم دار علیؑ ہوں گے۔ تمام لوگ میرے پرچم کے نیچے ہوں گے۔ اس وقت ایک منادی ندا دے کر کہے گا: فرزندِ ابوطالب! یہ ہے فضیلت۔

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَیْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ۚ فَلَا تَاْسَ عَلَى

C5

الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۶۸﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِئُوْنَ وَالنَّصٰرٰى مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۹﴾ لَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِیْۤ اِسْرَآءِيْلَ وَاَرْسَلْنَاۤ اِلَيْهِمْ رُسُلًا ؕ كُلَّمَا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰۤى اَنْفُسُهُمْ ۙ فَرِيْقًا كَذَّبُوْا وَفَرِيْقًا يَّقْتُلُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَحَسِبُوْۤا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَعَمُوْا وَصَمُّوْا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۷۱﴾ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۷۲﴾ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّاۤ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۳﴾ اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۷۴﴾ مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ

قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ؕ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ؕ اُنْظُرْ
كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۷۵﴾ قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ؕ وَاللّٰهُ هُوَ
السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۷۶﴾ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ
الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْۤا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا
كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴿۷۷﴾ لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْۤ
اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا
وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۷۸﴾ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ؕ لَبِئْسَ
مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۹﴾ تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ
لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ
هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِ
مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۱﴾ لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ
النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ
وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّا نَصٰرٰى ؕ
ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۸۲﴾

وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَى أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ ﴿٨٣﴾ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا جَاءَنَا مِنَ الْحَقِّ وَنَطْمَعُ أَنْ يُدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصَّالِحِينَ ﴿٨٤﴾ فَأَثَابَهُمُ اللَّهُ بِمَا قَالُوا جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ ﴿٨٥﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ﴿٨٦﴾

’’آپ کہہ دیں کہ اے اہلِ کتاب! تمھاری کچھ بھی حقیقت نہیں ہے جب تک تورات و انجیل اور ان دوسری کتابوں کو قائم نہ کرو جو تمھارے رب کی طرف سے تمھاری طرف نازل کی گئی ہیں اور جو فرمان آپ کی طرف سے اُتارا گیا ہے وہ یقیناً ان میں سے اکثر کی سرکشی اور انکار کو اور زیادہ بڑھادے گا۔ آپ کافر لوگوں کے حال پر کچھ ترس نہ کھائیں۔

بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے، اور وہ جنھوں نے یہودیت اختیار کی، صابی اور نصاریٰ ان میں سے جو بھی اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا تو ان پر نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ افسوس کریں گے۔

ہم نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا اور ہم نے ان کی طرف بہت سے رسول بھیجے مگر جب بھی کوئی رسول ان کے پاس ان کی خواہشات نفس کے خلاف کوئی تعلیمات لے کر آیا تو کسی کو ان لوگوں نے جھٹلایا اور کسی کو قتل کرنے لگ گئے۔ اور انھوں نے یہ سمجھا کہ کوئی فتنہ

رونما نہ ہوگا اسی لیے وہ اندھے اور بہرے بن گئے۔ پھر اللہ نے ان کی توبہ قبول کی تو ان میں سے اکثر افراد اندھے اور بہرے بن گئے اور جو کچھ وہ کرتے تھے اللہ اسے دیکھ رہا تھا۔

یقیناً ان لوگوں نے کفر کیا ہے جنھوں نے کہا کہ اللہ مسیح ابن مریم ہی ہے حالانکہ مسیح نے کہا تھا: اے بنی اسرائیل! اللہ کی بندگی کرو جو میرا رب بھی ہے اور تمھارا رب بھی ہے۔ جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا تو اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ظالموں کے لیے کوئی مددگار نہیں ہے۔

یقیناً کفر کیا ان لوگوں نے جنھوں نے کہا کہ اللہ تین میں کا ایک ہے۔ حالانکہ معبُود واحد کے علاوہ کوئی معبُود نہیں ہے۔ اگر یہ لوگ اپنی باتوں سے باز نہ آئے تو ان میں سے کفر کرنے والوں کو سخت عذاب اپنی گرفت میں لے لے گا۔

پھر کیا یہ لوگ اللہ سے توبہ و استغفار نہ کریں گے۔ اللہ بہت درگزر کرنے والا اور مہربان ہے۔

مسیحؑ بن مریم اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ وہ ایک رسول ہے۔ اس سے قبل اور بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں اور اس کی ماں صدیقہ تھی۔ وہ دونوں کھانا کھاتے تھے۔ دیکھو ہم کس طرح سے ان کے سامنے اپنی آیات کو واضح کرتے ہیں۔ پھر دیکھو کہ یہ کس طرف اُلٹے پھرے جاتے ہیں۔

آپ کہہ دیں کیا تم خدا کو چھوڑ کر اس کی عبادت کرتے ہو جو تمھارے لیے نہ تو نقصان کا اختیار رکھتا ہے اور نہ ہی فائدہ کا اختیار رکھتا ہے۔ جب کہ اللہ سننے والا اور علم رکھنے والا ہے۔آپ کہہ دیں اے اہلِ کتاب! اپنے دین میں ناحق غلو نہ کرو اور ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرو جو پہلے گمراہ ہوئے اور بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا اور سیدھی راہ سے بھٹک گئے۔

بنی اسرائیل میں سے جنھوں نے کفر کی روش اختیار کی ان پر داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبانی لعنت کی گئی۔ انھوں نے سرکشی اختیار کی تھی اور وہ زیادتیاں کرتے تھے۔ وہ برے کام کرنے پر کسی کو روکتے نہیں تھے۔ یہ بہت بُرا طرزِ عمل تھا جسے انھوں نے اپنا لیا تھا۔

آپ ان میں سے اکثر افراد کو دیکھیں گے کہ وہ کفار سے دوستی رکھتے ہیں۔ یقیناً ان کے نفسوں نے ان کے لیے بڑا زادِ راہ آگے روانہ کیا جس کی وجہ سے اللہ ان پر غضب ناک ہوگیا اور وہ عذاب میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور اگر ان لوگوں کا خدا، پیغمبر اور ان تعلیمات پر ایمان ہوتا جسے پیغمبر پر نازل کیا گیا ہے تو وہ کفار کو کبھی بھی اپنا رفیق نہ بناتے۔ لیکن بات یہ ہے کہ ان کی اکثریت فاسق افراد پر مشتمل ہے۔

تم اہلِ ایمان کی دشمنی میں یہود و مشرکین کو تمام لوگوں سے زیادہ سخت پاؤ گے۔ اور اہلِ ایمان کی دوستی میں آپ انھیں قریب پائیں گے جنھوں نے کہا تھا کہ ہم نصاریٰ ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں عبادت گزار عالم اور تارک الدنیا فقیر پائے جاتے ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے۔

اور جب وہ اس کلام کو سنتے ہیں جو رسولؐ پر اُترا ہے تو تم دیکھتے ہو کہ حق شناسی کی وجہ سے ان کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ پروردگار! ہم ایمان لائے ہمارا نام گواہوں میں شامل کر لے۔ اور ہم آخر خدا پر اور اس حق پر ایمان کیوں نہ لائیں جو ہمارے پاس آیا ہے جب کہ ہم یہ اُمید کرتے ہیں کہ خدا ہمیں صالح لوگوں میں داخل کردے؟

ان کی اس گفتگو کی وجہ سے خدا نے انھیں ایسے باغات عطا کیے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بھلائی کرنے والوں کی جزا ہے۔ اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کی تکذیب کی وہ لوگ دوزخی ہیں"۔

ابلیسی چیلوں کی پریشانی

تفسیر علی بن ابراہیم میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے یَاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ کی آیت نازل فرمائی اور رسولؐ خدا نے مقامِ غدیرخم پر حضرت علی علیہ السلام کی مولائیت کا اعلان کرتے ہوئے من کنت مولاہ فعلی مولاہ کا اعلان فرمایا تو شیطان کے چیلے اس کے پاس آئے۔ انھوں نے اپنے چہروں پر خاک ڈالی ہوئی تھی۔ شیطان نے ان سے پوچھا کیوں خیریت تو ہے اتنے پریشان کیوں ہو؟

شیطانی چیلوں نے کہا: آج اس شخص (حضرت رسول اکرمؐ) نے وہ گرہ قائم کی ہے جو قیامت کے دن تک نہیں کھل سکتی۔ ابلیس نے کہا: تمھیں پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس کے اردگرد بیٹھنے والوں نے مجھ سے بھی وعدہ کیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ وہ اپنے وعدہ پر قائم رہیں گے۔

اللہ نے فرمایا: وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ (سبا:۲۰) ''ابلیس نے ان کے متعلق اپنا گمان سچ کر دکھایا''۔

اہلِ کتاب کو کتاب پر قائم رہنے کی نصیحت

قُلْ يَآهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ

''آپ کہہ دیں کہ اے اہلِ کتاب! تمھاری کچھ بھی حقیقت نہیں ہے جب تک تم تورات، انجیل اور جو کتابیں تمھاری طرف اُتاری گئی ہیں انھیں قائم نہ کرو''۔

مجمع البیان میں ابن عباس سے منقول ہے کہ یہودیوں کی ایک جماعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور انھوں نے آپؐ سے کہا: کیا آپ تورات کا اقرار نہیں کرتے کہ وہ خدا کی بھیجی ہوئی کتاب ہے؟

آپؐ نے فرمایا: کیوں نہیں، میں اقرار کرتا ہوں۔

یہ سن کر یہودیوں نے کہا کہ ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کے علاوہ اور کسی کتاب کو تسلیم نہیں کرتے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

تفسیر عیاشی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپ نے قُلْ يَآهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ...... کی آیت مجیدہ پر بحث کرتے ہوئے کچھ کلمات ارشاد فرمائے جن کا ماحصل یہ ہے کہ جس طرح سے اہلِ کتاب کتبِ سماویہ کو قائم نہ کریں ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اسی طرح سے اہلِ اسلام اگر ولایت علیؑ کا عقیدہ نہ

رکھیں تو ان کی بھی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

روضہ کافی میں وَحَسِبُوٓا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ ..... کی آیت مجیدہ کے متعلق حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ تاویل منقول ہے کہ وَحَسِبُوٓا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ (انھوں نے یہ سمجھا کہ کوئی فتنہ رونما نہ ہوگا) اس کا تعلق وفاتِ رسول کے زمانہ سے ہے۔ ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ (پھر اللہ نے ان کی توبہ قبول کی) کا تعلق حضرت علی علیہ السلام کے زمانۂ خلافت سے ہے۔ ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا (پھر وہ اندھے اور بہرے بن گئے) اس کا تعلق روزِ قیامت تک ہے۔

تفسیر عیاشی میں زرارہ سے منقول ہے کہ میں نے اپنے ایک ساتھی کے ہاتھ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو ایک خط ارسال کیا جس میں مَیں نے ان سے دریافت کیا کہ آپؑ اس حدیث کے متعلق کیا کہتے ہیں جسے لوگ نبی اکرمؐ کی زبانی روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا تھا کہ جو خدا کے ساتھ شرک کرے تو اس کے لیے دوزخ واجب ہے۔ اور جو شرک نہ کرے اس کے لیے جنت واجب ہے؟

حضرت امام علیہ السلام نے جواب میں لکھا۔ جو خدا کے ساتھ شرک کرے تو وہ واضح شرک ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ "جو کوئی خدا کے ساتھ شرک کرے تو اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے"۔ اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ جو شرک نہ کرے تو وہ جنت میں جائے گا۔ اس کے متعلق غور وفکر کا مقام ہے اور یہ اس کے لیے ہے جو شرک سے بچے اور اس کے ساتھ ساتھ خدا کی نافرمانی سے بھی پرہیز کرے۔

تثلیث کے قائل کافر ہیں

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ

"یقیناً ان لوگوں نے کفر کیا جنھوں نے کہا کہ اللہ تین میں کا ایک ہے"۔

عیسائیوں نے ایک عجیب روش اختیار کی تھی۔ انھوں نے نہ صرف حضرت مسیحؑ کو ابن اللہ' بلکہ اللہ تک کہا اور اپنے علماء و مشائخ کو رب مان لیا تھا جیسا کہ سورہ توبہ میں اللہ نے فرمایا ہے: اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (۹:۳۱۔ انھوں نے اپنے علماء و مشائخ کو اللہ کے سوا اپنا رب بنالیا ہے)۔

حدیث میں آیا ہے کہ حضرت عدی بن حاتم جو پہلے عیسائی تھے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے تو انھوں نے آپؐ سے سوال کیا کہ ہم پر اپنے علماء اور درویشوں کو خدا بنا لینے کا جو الزام عائد کیا گیا

ہے اس کی اصلیت کیا ہے۔ جب کہ ہم نے تو انھیں کبھی اپنا رب نہیں کہا تھا؟

جواب میں آنحضرتؐ نے فرمایا: کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ جو کچھ یہ لوگ حرام قرار دیتے ہیں اسے تم حرام مان لیتے ہو اور جو کچھ یہ حلال قرار دیتے ہیں اسے حلال مان لیتے ہو؟ حضرت عدی نے عرض کیا یہ تو ہم ضرور کرتے ہیں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: بس یہی تو ان کو رب بنالینا ہے۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: نصاریٰ نے حضرت مسیحؑ کے متعلق غلو کر کے ان کی نافرمانی کی اور ان کا غلو اس حد تک بڑھا کہ انھوں نے حضرت مسیحؑ کو اللہ' ابن اللہ اور ''ثالث ثلاثہ' تک کہا اور بعض نے انھیں ''الٰہ'' کہا۔

غلاۃ ومفوضہ ملعون ہیں

قُلْ يَآَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ ......

''آپ کہہ دیں کہ اے اہلِ کتاب! اپنے دین میں غلو نہ کرو''۔

کسی کے حق میں غلو کرنا جرم ہے اور تقصیر کرنا بھی صحیح نہیں ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق عیسائیوں نے غلو کیا تو انھیں خدا اور ابن اللہ تک کہہ دیا۔ اسی طرح سے رسولؐ خدا اور ائمہ ہدیٰ علیہم السلام کے متعلق بھی غلو کرنا صحیح نہیں ہے اور امورتکوینی کے متعلق تفویض کا عقیدہ بھی صحیح نہیں ہے۔ جیسا کہ عیون الاخبار کی ان روایات میں غلاۃ ومفوضہ کی سختی سے تردید کی گئی ہے۔

حسین بن خالد صیرفی کا بیان ہے کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: تناسخ (آواگون) کا عقیدہ رکھنے والا کافر ہے۔ اللہ تعالیٰ غالیوں پر لعنت کرے۔ غالی' یہودی' نصرانی' قدریہ' مرجئہ اور حروریہ (خوارج) ہیں۔

پھر آپؑ نے فرمایا: ان کے ساتھ نشست و برخاست نہ رکھو اور ان سے کسی طرح کی دوستی نہ رکھو اور ان سے بیزاری اختیار کرو۔ خدا ان سے بیزار ہے۔

تفویض در امرِ شریعت اور تفویض در امور تکوینی

یاسر خادم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: مولا! آپ تفویض کے متعلق کیا

فرماتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: اللہ نے دینی امور اپنے نبی کو تفویض فرمائے اور اعلان کیا: وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۗ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ (الحشر: ۷) ''رسول تمھیں جو کچھ دے دیں وہ لے لو اور جس چیز سے منع کریں اس سے رک جاؤ''۔

لیکن خلق و رزق میں تفویض نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اللّٰہ خالق کل شیء ''اللہ ہر چیز کا خالق ہے''۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ۗ هَلْ مِنْ شُرَكَآىِٕكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ ۗ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ (الروم: ۴۰) ''اللہ ہی وہ ہے جس نے تمھیں پیدا کیا پھر تمھیں رزق دیا، پھر تمھیں موت دے گا، پھر تمھیں زندہ کرے گا۔ آپ کہہ دیں کہ کیا تمھارے شرکاء میں سے کوئی ایسا ہے جو ان میں سے کوئی کام انجام دے سکے؟ جو کچھ وہ شرک کرتے ہیں اللہ اس سے پاک و پاکیزہ اور بلند و برتر ہے''۔

غلاۃ و مفوضہ کے متعلّق ناطق فیصلہ

ابوہاشم جعفری بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے غالیوں اور مفوضہ کے متعلّق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا:

غالی کافر ہیں اور مفوضہ مشرک ہیں جو ان سے نشست و برخاست رکھے یا ان سے کسی طرح کا اختلاط رکھے یا ان کے ساتھ کھائے پیئے یا ان سے تعلقات قائم کرے یا ان کو رشتہ دے یا ان سے رشتہ لے یا انھیں امان دے یا ان کے پاس کوئی امانت رکھے یا ان کی کسی بات کی تصدیق کرے یا کسی جملہ کے ذریعے ان کی مدد کرے تو وہ اللہؐ رسولؐ خدا اور ہم اہلِ بیتؑ کی سرپرستی سے نکل جائے گا۔

شیخ صدوق نے کتاب التوحید میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے تشبیہ و جبر کے متعلّق ایک طویل حدیث نقل کی ہے۔ اس حدیث کے ضمن میں آپؑ نے فرمایا:

اے ابن خالد! تشبیہ و جبر کی روایات ان غالیوں نے ہماری طرف منسوب کی ہیں جنھوں نے اللہ کی عظمت کو کم سمجھا۔ جان لو جس نے غالیوں سے محبّت رکھی اس نے ہم سے بغض رکھا اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے ہم سے محبّت رکھی۔ جس نے ان سے دوستی رکھی اس نے ہم سے دشمنی رکھی اور جس نے ان سے دشمنی رکھی اس نے ہم سے دوستی رکھی۔ جس نے ان سے رشتہ جوڑا اس نے ہم سے رشتہ توڑا اور جس نے ان سے رشتہ توڑا اس نے ہم سے رشتہ جوڑا۔ جس نے ان پر جفا

کی اس نے ہم پر احسان کیا اور جس نے ان پر احسان کیا تو اس نے ہم پر جفا کی۔ جس نے ان کا احترام کیا اس نے ہماری توہین کی اور جس نے ان کی توہین کی اس نے ہمارا احترام کیا۔ جس نے ان کی بات قبول کی اس نے ہماری بات رد کی اور جس نے ان کی بات رد کی تو اس نے ہماری بات قبول کی۔ جس نے ان سے بھلائی کی تو اس نے ہم سے برائی کی اور جس نے ان سے برائی کی اس نے ہم سے بھلائی کی۔ جس نے ان کی تصدیق کی تو اس نے ہماری تکذیب کی اور جس نے ان کی تکذیب کی اس نے ہماری تصدیق کی۔ جس نے ان پر بخشش کی تو اس نے ہمیں محروم رکھا اور جس نے انھیں محروم رکھا تو اس نے ہم پر بخشش کی۔ اے ابن خالد! جو بھی ہمارا شیعہ ہو وہ انھیں دوست اور مددگار نہ بنائے۔

(وضاحت: کتاب ہذا میں عیون الاخبار کی طرف اشارہ موجود تھا جس کی تفصیل ہم نے خود نقل کی ہے۔ من المترجم)

مسیحؑ اور ان کی والدہ بھی کھانا کھاتے تھے

کتاب احتجاج طبرسی میں حضرت علی علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے جس میں آپؑ نے انبیاء کی لغزشوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

یہ خدا کی حکمتِ باہرہ، قدرتِ قاہرہ اور عزتِ ظاہرہ کی واضح ترین دلیل ہے کیونکہ خدا کو معلوم تھا کہ انبیاء کے کرامات ومعجزات اتنے زیادہ ہیں کہ انھیں بعض لوگ خدا مان لیں گے۔ نصاریٰ نے ابن مریم کے متعلق غلو کیا اسی لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ اور ان کی والدہ کے متعلق فرمایا: كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ "(عیسیٰؑ اور ان کی والدہ دونوں کھانا کھاتے تھے)۔ مقصد یہ ہے کہ جو بھی کھانا کھائے گا اسے رفعِ حاجت کی ضرورت ہوگی اور جسے رفعِ حاجت کی ضرورت ہو وہ خدا نہیں ہوسکتا۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مسعدہ بن صدقہ سے منقول ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ جو شیعہ حکومت کے اندر شمولیت اختیار کرتے ہیں اور حکومت کے لیے کام کرتے ہیں اور اربابِ اقتدار سے محبت کرتے ہیں اور ان سے دوستی رکھتے ہیں ان کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟

حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ شیعہ نہیں ہیں وہ انھی کا ہی حصہ ہیں۔ پھر آپؑ نے لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰي لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ... وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ کی آیت تلاوت فرمائی۔

جب امیر المومنین علیہ السلام کو اطلاع ملی کہ معاویہ ایک لاکھ کا لشکر لے کر جنگ کے لیے آرہا ہے۔ آپؑ نے فرمایا وہ کن لوگوں کو ساتھ لے کر آرہا ہے؟

لوگوں نے کہا: وہ اہلِ شام کو ساتھ لے کر آرہا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: انھیں اہلِ شام نہ کہو بلکہ اہلِ شوم (بدبخت) کہو۔ یہ لوگ نسلِ مسر ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر داؤد کی زبانی لعنت کی گئی اور ان میں سے اللہ نے بندر اور خنزیر بنائے۔

روضہ کافی میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ عَلٰي لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ (بنی اسرائیل میں سے جنھوں نے کفر کی روش اختیار کی ان پر داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبانی لعنت کی گئی) کے ضمن میں فرمایا: داؤد کی زبانی انھیں خنازیر کہا گیا اور عیسیٰ کی زبانی انھیں بندر کہا گیا۔

کتاب ثواب الاعمال میں حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: جب بنی اسرائیل نے غلطیاں شروع کیں تو ابتدا میں بھائی بھائی کو گناہ سے روکتا تھا مگر گناہ کرنے والا گناہ سے باز نہ آتا تھا۔ مگر اس کے باوجود وہ اس کے ساتھ نشست و برخاست اور خورد و نوش کا سلسلہ جاری رکھتا تھا۔ پھر اللہ نے ان کے دلوں کو ایک دوسرے کے مشابہ کر دیا اور اللہ نے ان کے متعلق قرآن میں یہ آیات نازل فرمائیں۔

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ عَلٰي لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝ (بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے کفر کی روش اختیار کی ان پر داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبانی لعنت کی گئی۔ انھوں نے سرکشی اختیار کی تھی اور وہ زیادتیاں کرتے تھے۔ وہ برے کام کرنے پر کسی کو روکتے نہ تھے۔ یہ بہت بُرا طرزِ عمل تھا جسے انھوں نے اپنا لیا تھا)

تفسیر عیاشی میں كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝ (وہ بُرے کام پر کسی کو روکتے نہ تھے' یہ بہت برا طرزِ عمل تھا جسے انھوں نے اپنا لیا تھا) کی آیت مجیدہ کے ضمن میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا یہ فرمان مرقوم ہے' آپؑ نے فرمایا: وہ لوگ ان کی مجالس و محافل میں تو شرکت نہیں کرتے تھے البتہ جب ان سے ملتے تھے تو ہنس ہنس کر ملتے تھے اور ان سے پیار و محبت کی باتیں کرتے تھے۔

بدکار افراد سے دوستی کی ممانعت

تفسیر علی بن ابراہیم میں كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝ کے ضمن میں لکھا ہے کہ بنی اسرائیل کے بدکار افراد خنزیر کا گوشت کھاتے تھے اور شراب پیتے تھے اور مخصوص ایام میں اپنی بیویوں سے مقاربت کرتے تھے۔ مگر دوسرے افراد انھیں ان کی بدکاریوں سے منع نہیں کرتے تھے اسی لیے اللہ نے ان کی مذمت فرمائی اور اہل

ایمان کی بھی سرزنش کی جو ایمان کے دعویٰ کے باوجود کافروں سے دوستی کا دم بھرتے تھے۔ چنانچہ اللہ نے ان کی اس غلط روش کو ان الفاظ سے بیان کیا:

تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَ فِي الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ۝ وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ (آپ ان میں سے اکثر افراد کو دیکھیں گے کہ وہ کفار سے دوستی رکھتے ہیں یقیناً ان کے نفوس نے ان کے لیے بُرا زادِ راہ آگے روانہ کیا جس کی وجہ سے اللہ ان پر غضب ناک ہوگیا اور وہ عذاب میں ہمیشہ رہیں گے۔ اگر ان لوگوں کا خدا' پیغمبر اور ان تعلیمات پر ایمان ہوتا جسے پیغمبر پر نازل کیا گیا ہے تو وہ کفار کو کبھی بھی اپنا رفیق نہ بناتے لیکن بات یہ ہے کہ ان کی اکثریت فاسق افراد پر مشتمل ہے۔) ان آیات کے ذریعہ سے اللہ نے اہلِ ایمان کو کفار کی دوستی سے منع کیا ہے البتہ تقیہ کے احکام جداگانہ ہیں۔

مجمع البیان میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: جب اہلِ ''ایلہ'' نے ہفتہ کے دن زیادتی کی تو حضرت داؤد علیہ السلام نے ان پر لعنت کی تھی اور انھوں نے کہا تھا کہ خدایا! جس طرح سے ایک چادر کسی کو لپیٹ میں لے لیتی ہے تو اہلِ ایلہ کو بھی لعنت کی لپیٹ میں دے دے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں مسخ کر کے بندر بنا دیا۔

حضرت عیسیٰؑ نے لوگوں کی فرمائش پر اللہ تعالیٰ سے دسترخوان اتارنے کی درخواست کی تھی۔ جن لوگوں نے دسترخوان کی نعمات استعمال کرنے کے بعد ان کی ناقدری کی تو حضرت عیسیٰؑ نے ان پر لعنت کی تھی۔ تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ سے وہ خوشامدی افراد مراد ہیں جو ظالم سلاطین سے محبت کرتے تھے اور دنیا کے حصول کے لیے سلاطین کی ناجائز خواہشات کو آراستہ کر کے ان کے سامنے پیش کرتے تھے۔

یہود و مشرکین اہلِ ایمان کے بدترین دشمن ہیں

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝

''تم اہلِ ایمان کی دشمنی میں یہود و مشرکین کو تمام لوگوں سے زیادہ سخت پاؤ گے اور اہلِ ایمان کی دوستی میں آپ انھیں قریب پائیں گے جنھوں نے کہا ہے کہ ہم نصاریٰ ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں عبادت گزار عالم اور تارک الدنیا فقیر پائے جاتے ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے''۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مذکور ہے کہ ان آیات کا سبب نزول یہ ہے کہ جب مکہ میں قریش کی اذیتیں حد سے بڑھ گئیں تو رسولؐ خدا نے اپنے اصحاب کو ہجرتِ حبشہ کا حکم دیا۔ آپؐ نے ان کے ساتھ حضرت جعفر بن ابی طالبؑ کو بھی روانہ کیا۔ حضرت جعفر ستر افراد کو ساتھ لے کر بحری جہاز کے ذریعہ حبشہ چلے گئے اور شاہِ حبشہ نجاشی کے پاس جا کر قیام پذیر ہوئے۔ جب قریش نے سنا کہ مسلمانوں کا ایک گروہ نجاشی کے پاس حبشہ پہنچ چکا ہے تو انھوں نے ان کی واپسی کے لیے ایک سفارت تشکیل دی جس میں عمرو بن العاص اور عمارہ بن ولید کو روانہ کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ جب کہ عمرو بن العاص اور عمارہ بن ولید کے درمیان پہلے سے عداوت تھی اور اجلاس میں یہ اعتراض اٹھایا گیا کہ ہم دو مخالف افراد کو اکٹھے کیسے روانہ کریں؟ چنانچہ اس کے بعد بنی مخزوم نے عمارہ کی غلطی معاف کی اور بنی سہم نے عمرو بن العاص کی غلطی معاف کر دی اور ان دونوں میں مصالحت کرا دی گئی۔ عمارہ ایک خوبصورت اور متکبر جوان تھا۔ اس سفر میں عمرو بن العاص اپنی بیوی کو بھی ساتھ لے کر روانہ ہوا۔ جدہ سے وہ ایک جہاز پر بیٹھے اور حبشہ کے لیے روانہ ہوئے۔ جہاز میں انھوں نے شراب نوشی کی اور جب شراب کا نشہ چڑھا تو عمارہ نے عمرو بن العاص سے کہا کہ تم اپنی بیوی سے کہو کہ وہ مجھے بوسہ دے۔

عمرو بن العاص نے کہا: سبحان اللہ! یہ بھلا کیسے ہو سکتا ہے؟

الغرض جب عمرو بن العاص پر نشہ کا غلبہ ہوا تو عمارہ نے اسے جہاز سے دھکا دیا اور وہ سمندر میں گر گیا۔ سمندر میں گرنے کے بعد اس نے جہاز کے مستول کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔ جہاز کے عملہ نے اسے بصد مشکل سمندر سے باہر نکالا اور یوں کچھ عرصہ بعد جہاز حبشہ پہنچا اور مشرکین کے یہ نمائندے نجاشی کے پاس گئے اور وہاں عمرو بن العاص نے نجاشی کی خدمت میں بہت سے تحفے تحائف پیش کیے جو نجاشی نے قبول کر لیے۔ اس وقت عمرو بن العاص نے کہا:

بادشاہ! ہمارے چند افراد نے دین میں ہماری مخالفت کی اور انھوں نے ہمارے خداؤں کو برا بھلا کہا اور پھر وہ وطن چھوڑ کر آپ کے پاس چلے آئے ہیں۔ ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ انھیں ہمارے سپرد کر دیں۔

نجاشی نے حضرت جعفر کو دربار میں طلب کیا اور کہا کہ جعفر! سنو یہ لوگ کیا کہتے ہیں؟

حضرت جعفر نے کہا: آپ ہی بتائیں یہ کیا چاہتے ہیں؟ بادشاہ نے کہا: یہ ہم سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ہم تمھیں ان

کے سپرد کردیں اور تمھیں تمھارے وطن واپس کریں۔

حضرت جعفر نے کہا: بادشاہ! آپ ان سے پوچھیں کیا ہم ان کے زرخرید غلام ہیں؟ عمرو بن العاص نے کہا: نہیں یہ محترم اور آزاد انسان ہیں۔ حضرت جعفر نے کہا: آپ ان سے پوچھیں کہ کیا ہم ان کے مقروض ہیں جس کی وجہ سے یہ ہماری واپسی کا مطالبہ کر رہے ہیں؟ عمرو بن العاص نے کہا: نہیں' ہم نے ان سے کوئی قرض نہیں لینا۔ حضرت جعفر نے کہا تو کیا ہم نے ان کے کسی شخص کو قتل کیا ہے اور یہ انتقام لینے کے لیے ہماری واپسی کے خواہش مند ہیں؟ عمرو بن العاص نے کہا: نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ حضرت جعفر نے کہا: آخر یہ ہم سے کیا چاہتے ہیں۔ انھوں نے ہمیں اذیتیں دی ہیں اور ہم اپنا وطن چھوڑنے پر مجبور ہوئے ہیں۔

عمرو بن العاص نے کہا: بادشاہ! یہ ہمارے چند پاگل جوان ہیں انھوں نے دین میں ہماری مخالفت کی ہے اور ہمارے خداؤں کو برا بھلا کہا ہے اور ہمارے جوانوں کو بگاڑا ہے اور ہماری جماعت میں تفریق پیدا کی ہے۔ آپ انھیں ہمارے حوالے کردیں تاکہ ہمارے معاملات صحیح ہوسکیں۔

حضرت جعفر نے کہا: بادشاہ! ہم ایک جاہل قوم تھے' بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ اللہ نے ہمارے اندر ایک ایسا نبی بھیجا جس نے ہمیں یہ تعلیم دی کہ ہم کسی کو خدا کا شریک نہ بنائیں اور جوابازی نہ کریں۔ اس نے ہمیں نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا اور اس نے ظلم و جور اور ناحق خون بہانے سے ہمیں منع کیا ہے۔ اور اس نے ہمیں عدل و انصاف اور رشتہ داروں سے بھلائی کرنے کا حکم دیا ہے اور اس نے ہر طرح کی برائی' غلط کاری اور سرکشی سے روکا ہے۔ ہم نے اس نبی کی باتوں کو مانا تو ہماری قوم ہماری دشمن بن گئی اور ہمیں اذیتیں دیں اور ہم ان کی اذیتوں سے بچنے کے لیے آپ کے پاس آگئے۔

جب نجاشی نے حضرت جعفر کی یہ تقریر سنی تو اس نے کہا کہ حضرت عیسٰی بن مریم کی بھی یہی تعلیم تھی۔ پھر اس نے حضرت جعفر سے کہا کیا تمھیں کوئی ایسا کلام یاد ہے جو اللہ نے تیرے نبی پر نازل کیا ہے؟

حضرت جعفر نے کہا: جی ہاں۔ اس کے بعد انھوں نے سورہ مریم کی ابتدائی آیات کی تلاوت کی اور جب وہ فکلی واشربی وقری عینا کی آیت تک پہنچے تو نجاشی نے سخت گریہ کیا اور اس نے کہا: خدا کی قسم! یہ حق ہے۔

عمرو بن العاص نے کہا: بادشاہ! یہ ہمارے دین کے مخالف ہیں۔ آپ انھیں ہمارے سپرد کریں۔ نجاشی نے عمرو بن العاص کے منہ پر ایک زوردار طمانچہ رسید کیا اور کہا: خبردار! اگر تو نے آگے کوئی بات کی تو میں تجھے گم کرادوں گا۔

عمرو بن العاص چہرے سے خون بہاتا ہوا نجاشی کے دربار سے باہر نکلا اور کہنے لگا: بادشاہ! اگر آپ یہ کہتے ہیں تو ہم

پھر ان کی واپسی کا کبھی مطالبہ نہیں کریں گے۔

نجاشی کی ایک کنیز تھی جو دربار میں اس کی خدمت کیا کرتی تھی۔ جب اس کنیز کی نگاہ عمارہ بن ولید پر پڑی تو وہ اس پر فریفتہ ہوگئی۔ عمرو بن العاص نے عمارہ سے کہا کہ تم اس پر ڈورے ڈالو اور اس سے کہو کہ بادشاہ کا مخصوص عطر تمھارے پاس روانہ کرے۔ عمارہ نے اس سے عطر کا مطالبہ کیا تو اس نے بادشاہ کے مخصوص عطر کی ایک شیشی اس کے حوالے کر دی۔ عمرو بن العاص جو کہ مدت سے موقع کی تلاش میں تھا وہ شیشی اُٹھا کر نجاشی کے پاس چلا گیا اور اس نے کہا:

بادشاہ! ہم آپ کے ملک میں آئے ہیں اور ہم نے یہاں کا پانی پیا ہے اور نمک کھایا ہے اسی لیے ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم اس ملک کے بادشاہ کی خیرخواہی کریں لیکن میرے ساتھ جو جوان آیا ہے اس نے آپ کی خادمہ سے تعلقات استوار کیے ہیں اور یہ آپ کی عطر کی شیشی اس کی خیانت کا بولتا ہوا ثبوت ہے۔ یہ کہہ کر اس نے عطر کی شیشی بادشاہ کے سامنے رکھ دی۔

عمارہ کی نمک حرامی دیکھ کر نجاشی نے پہلے تو اسے قتل کرنے کا ارادہ کیا پھر اس نے کہا کہ نہیں اسے قتل کرنا سفارت کاری کے آداب کے خلاف ہے۔ نجاشی نے طبیب بلائے اور ان سے کہا کہ اس کے ساتھ ایسا سلوک کریں کہ یہ مُردوں سے بھی بدتر ہوجائے۔ انھوں نے اسے کچھ ایسی دوائیاں کھلائیں کہ اس کی جبلت ہی بدل گئی۔ وہ انسان کو چھوڑ کر جانوروں کے ساتھ رہنے لگ گیا۔ قریش نے اس کو پکڑنے کی کوشش کی اور وہ اس کے لیے گھات لگا کر بیٹھے وہ جانوروں کے ساتھ ایک تالاب پر پانی پینے آیا تو قریش کے چند افراد نے اسے پکڑلیا اور وہ جیسے ہی ان کے ہاتھوں میں آیا تو وہ چیخنے چلانے لگ گیا اور آخرکار چیختے چیختے مرگیا۔

عمرو بن العاص ناکام و نامراد ہوکر سرزمین حبشہ سے مکہ واپس آیا اور اس نے قریش سے کہا کہ جعفر کو وہاں ہر طرح کی عزت وسکون حاصل ہے اور بادشاہ اس کا بے حد احترام کرتا ہے۔

حضرت جعفر حبشہ میں قیام پذیر رہے یہاں تک کہ رسولؐ خدا اور قریش کے درمیان جنگ بندی کا معاہدہ ہوگیا اور جنگِ خیبر کے موقع پر حضرت جعفر اپنی بیوی اسماء بنت عمیس اور اپنے فرزند عبداللہ کو لے کر واپس آئے۔ اسی دوران نجاشی کے ہاں بیٹا پیدا ہوا۔ اس نے اس کا نام ''محمد'' رکھا۔ ابوسفیان کی بیٹی اُم حبیبہ جو کہ اپنے شوہر عبداللہ کے ساتھ حبشہ ہجرت کرگئی تھی اور اس کا شوہر وہاں مرگیا تھا۔ رسولؐ خدا نے نجاشی کو لکھا تھا کہ وہ اُم حبیبہ کو ان کے نکاح کا پیغام دے۔ نجاشی نے اُم حبیبہ کے پاس آنحضرتؐ کے نکاح کا پیغام بھیجا جسے اس نے بخوشی قبول کیا۔ چنانچہ نجاشی نے اپنی طرف سے اسے چار سو دینار بطور

حق مہر دیئے اور اسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیج دیا۔ نجاشی نے ماریہ قبطیہ اُم ابراہیم کو بھی آنحضرتؐ کی خدمت میں روانہ کیا تھا۔ (مؤلف کو مغالطہ ہوا ہے کیونکہ حضرت ماریہ قبطیہ کو نجاشی کی بجائے شاہِ مصر مقوقس نے آنحضرتؐ کی خدمت میں بھیجا تھا۔ من المترجم)

اس کے علاوہ نجاشی نے عیسائی مذہب کے تیس عبادت گزار علماء کو بھی آنحضرتؐ کے پاس بھیجا تھا اور اس نے ان سے کہا تھا کہ تم مدینہ جا کر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گفتگو سنو اور ان کے طرزِ زندگی کا مشاہدہ کرو۔

جب وہ مدینہ آئے اور انھوں نے آنحضرتؐ کی تعلیمات سنیں اور آپ کا طرزِ زندگی دیکھا تو وہ بہت متاثر ہوئے۔ آنحضرتؐ نے انھیں اسلام کی دعوت دی اور آپؐ نے ان کے سامنے قرآن مجید کی آیات اِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ اذْکُرْ نِعْمَتِیْ ...... اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۱۰﴾ کی تلاوت کیں تو وہ آیاتِ الٰہی سے متاثر ہو کر رونے لگے اور وہ آنحضرتؐ پر ایمان لے آئے۔ پھر دولتِ اسلام سمیٹنے کے بعد وہ نجاشی کے پاس گئے اور اسے آنحضرتؐ کی تعلیمات سے مزید آگاہی فراہم کی اور انھوں نے قرآن مجید کی وہ آیات نجاشی کو سنائیں جو آنحضرتؐ نے ان کے سامنے پڑھی تھیں۔ نجاشی ان آیات کو سن کر رونے لگ گیا۔ نجاشی نے اسلام قبول کر لیا تھا لیکن وہ اپنی مصلحت حکومت کی وجہ سے اسے ظاہر نہیں کر سکا تھا۔ وہ نبی اکرم کا شوقِ دیدار لے کر حبشہ سے روانہ ہوا جب سمندر عبور کر چکا تو اس کی وفات ہوگئی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَۃً لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الْیَھُوْدَ ...... وَ ذٰلِکَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۸۵﴾ تک کی آیات ان کے حق میں نازل فرمائیں۔

تفسیر عیاشی میں مذکور ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس نصاریٰ کی اسلام دشمنی کا تذکرہ ہوا تو آپ نے فرمایا: ذٰلِکَ بِاَنَّ مِنْھُمْ قِسِّیْسِیْنَ وَ رُھْبَانًا وَّ اَنَّھُمْ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ ﴿۸۲﴾ کی آیت میں جن لوگوں کی مدح کی گئی ہے تو یہ وہ لوگ تھے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے تھے اور وہ آنحضرتؐ کی آمد کے منتظر تھے۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ﴿۸۷﴾ وَ کُلُوْا مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰہُ حَلٰلًا طَیِّبًا ۠ وَّ اتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْۤ اَنْتُمْ بِہٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾ لَا

يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ
الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا
تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۭ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ
فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ۭ
وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ
تَشْكُرُوْنَ ۝٨٩ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ
وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ
تُفْلِحُوْنَ ۝٩٠ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ
وَالْبَغْضَاۗءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ
الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ۝٩١ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا
الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰي رَسُوْلِنَا
الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝٩٢ لَيْسَ عَلَي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ
اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝٩٣
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهٗٓ

اَیْدِیْکُمْ وَرِمَاحُکُمْ لِیَعْلَمَ اللّٰہُ مَنْ یَّخَافُہٗ بِالْغَیْبِ ۚ فَمَنِ
اعْتَدٰی بَعْدَ ذٰلِکَ فَلَہٗ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿٩٤﴾ یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا
تَقْتُلُوا الصَّیْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ وَمَنْ قَتَلَہٗ مِنْکُمْ مُّتَعَمِّدًا
فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ یَحْکُمُ بِہٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْکُمْ
ہَدْیًۢا بٰلِغَ الْکَعْبَۃِ اَوْ کَفَّارَۃٌ طَعَامُ مَسٰکِیْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِکَ
صِیَامًا لِّیَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِہٖ ؕ عَفَا اللّٰہُ عَمَّا سَلَفَ ؕ وَمَنْ عَادَ
فَیَنْتَقِمُ اللّٰہُ مِنْہُ ؕ وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿٩٥﴾ اُحِلَّ لَکُمْ صَیْدُ
الْبَحْرِ وَطَعَامُہٗ مَتَاعًا لَّکُمْ وَلِلسَّیَّارَۃِ ۚ وَحُرِّمَ عَلَیْکُمْ صَیْدُ
الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ؕ وَاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْٓ اِلَیْہِ تُحْشَرُوْنَ ﴿٩٦﴾
جَعَلَ اللّٰہُ الْکَعْبَۃَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ قِیٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّہْرَ الْحَرَامَ
وَالْہَدْیَ وَالْقَلَآئِدَ ؕ ذٰلِکَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ
وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿٩٧﴾ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ
شَدِیْدُ الْعِقَابِ وَاَنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿٩٨﴾ؕ مَا عَلَی الرَّسُوْلِ اِلَّا
الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَکْتُمُوْنَ ﴿٩٩﴾ قُلْ لَّا یَسْتَوِی
الْخَبِیْثُ وَالطَّیِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَکَ کَثْرَۃُ الْخَبِیْثِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰہَ

C7

يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

''ایمان والو! جو پاکیزہ اشیاء اللہ نے تمھارے لیے حلال کی ہیں انھیں حرام نہ کرلو اور حد سے تجاوز نہ کرو۔ یقیناً اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا اور جو حلال و پاکیزہ رزق خدا نے تم کو دیا ہے اسے کھاؤ اور اس خدا کی نافرمانی سے بچتے رہو جس پر ایمان رکھتے ہو۔ اللہ تمھاری مہمل قسموں پر تمھارا مؤاخذہ نہیں کرے گا مگر جو قسمیں تم جان بوجھ کر کھاتے ہو ان پر وہ تم سے ضرور مؤاخذہ کرے گا۔ (ایسی قسم توڑنے کا) کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو اس اوسط درجہ کا کھانا کھلاؤ جو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو یا انھیں کپڑے پہناؤ یا ایک غلام آزاد کرو اور جسے اس کی سکت نہ ہو تو وہ تین دن کے روزے رکھے۔ یہ تمھاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھا کر توڑ دو۔ اور اپنی قسموں کی حفاظت کرتے رہو۔ اس طرح سے اللہ اپنی آیات تمھارے لیے واضح کرتا ہے تاکہ تم شکر ادا کرو۔

ایمان والو! شراب، جوا، بت اور پانسے ناپاک ہیں اور شیطانی عمل ہیں۔ ان سے پرہیز کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ شیطان تو بس یہ چاہتا ہے کہ وہ شراب اور جوئے کی وجہ سے تم میں بغض و عداوت پیدا کردے اور تمھیں اللہ کے ذکر اور نماز سے روک دے تو کیا تم رُک جاؤ گے؟ اور اللہ کی اطاعت کرو اور رسولؐ کی اطاعت کرو اور اُن کی نافرمانی سے بچ جاؤ اور اگر تم نے حکم عدولی کی تو تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارے رسول پر صرف صاف صاف حکم پہنچا دینے کی ذمہ داری تھی۔

جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے انھوں نے پہلے جو کھایا پیا ہوگا ان سے اس کی کوئی گرفت نہ ہوگی بشرطیکہ وہ حرام چیزوں سے بچتے رہیں اور ایمان پر قائم رہیں اور نیک اعمال کرتے رہیں پھر جس جس چیز سے روکا جائے اس سے رکیں اور جو فرمانِ الٰہی ہوا سے

مانیں۔ پھر خدا ترسی کے ساتھ نیک رویہ رکھیں۔ اللہ نیکی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔
ایمان والو! اللہ یقیناً تمھیں اس شکار کے ذریعے سے آزمائے گا جو تمھارے ہاتھوں اور نیزوں کی زد میں ہوگا تاکہ وہ یہ دیکھے کہ تم میں سے کون اس سے غائبانہ ڈرتا ہے۔ پھر جس نے اس تنبیہ کے بعد بھی زیادتی کی تو اس کے لیے دردناک عذاب ہے۔
ایمان والو! حالتِ احرام میں شکار نہ مارو اگر تم میں سے جان بوجھ کر کوئی ایسا کرے تو وہ جانور اُس نے مارا ہو اسی کے ہم پلہ ایک جانور اسے مویشیوں میں سے نذر دینا ہوگا جس کا فیصلہ تم میں سے دو عادل آدمی کریں گے اور یہ نذرانہ کعبہ پہنچایا جائے گا۔ یا پھر اس کے کفارہ میں چند مساکین کو کھانا کھلانا ہوگا یا اس کے مطابق روزے رکھنے ہوں گے تاکہ وہ اپنے کیے کا مزا چکھے۔ پہلے جو کچھ گزر چکا ہے اللہ نے اسے معاف کر دیا ہے لیکن اب اگر کسی نے اس کا اعادہ کیا تو اللہ اس سے انتقام لے گا' اللہ غالب اور بدلہ لینے والا ہے۔
تمھارے لیے سمندر کا شکار اور اس کا کھانا حلال کر دیا گیا ہے۔ تم خود بھی اس سے استفادہ کر سکتے ہو اور قافلہ کے لیے زادِ راہ بھی بنا سکتے ہو۔ البتہ جب تک تم احرام میں رہو اس وقت تک تم پر خشکی کا شکار حرام ہے۔ اس خدا کی نافرمانی سے بچتے رہو جس کے سامنے تمھیں پیش کیا جائے گا۔
اللہ نے مکان محترم کعبہ کو لوگوں کے لیے قیام کا ذریعہ بنایا اور وہ ماہِ حرام' قربانی کے جانوروں اور قلادوں کو بھی حرمت دی ہے تاکہ تمھیں یہ علم ہو سکے کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے اللہ کو اس کی سب خبر ہے اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ عذاب دینے میں بھی سخت ہے اور اس کے ساتھ وہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔
رسول پر صرف پیغام پہنچانے کی ذمہ داری ہے اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم ظاہر کر رہے ہو اور جو کچھ تم چھپا رہے ہو۔ آپ کہہ دیجیے کہ ناپاک اور پاک برابر نہیں ہیں خواہ ناپاک لوگوں کی

کثرت تمھیں کتنی ہی بھلی کیوں نہ لگتی ہو۔ اے عقل مند لوگو! اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم کامیاب ہوسکو"۔

حلال اور طیب اشیاء کو حرام نہ کرو

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ۝ وَ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَیِّبًا ۪ وَّ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْۤ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ۝

"ایمان والو! جو پاکیزہ اشیاء اللہ نے تمھارے لیے حلال کی ہیں انھیں حرام نہ کرلو اور حد سے تجاوز نہ کرو اور خدا نے تمھیں جو حلال و پاکیزہ رزق دیا ہے اسے کھاؤ اور اس خدا سے ڈرتے رہو جس پر تم ایمان رکھتے ہو"۔

اسلام دین فطرت ہے وہ ترکِ دنیا اور رُہبانیت پر ایمان نہیں رکھتا اور وہ اپنے پیروکاروں کو ترک لذات کی ہرگز تعلیم نہیں دیتا۔ البتہ اس میں صرف ایک شرط کا اضافہ کرتا ہے کہ چیز کا حلال وطیب ہونا ضروری ہے۔ جو چیز حلال وطیب ہے اس کا استعمال نہ صرف جائز بلکہ ممدوح ہے اور جو چیز حرام ہے اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ حضرت حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرغ اور فالودہ کھایا کرتے تھے اور آپ کو شیرینی اور شہد سے خصوصی اُنس تھا اور آپؐ نے فرمایا، "مومن خود شیرینی ہوتا ہے اسی لیے وہ شیرینی کو پسند کرتا ہے"۔ آپؐ نے فرمایا: "مومن کے شکم میں ایک زاویہ ایسا ہے جسے شیرینی کے علاوہ اور کوئی چیز پُر نہیں کرسکتی"۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ ...... کی آیت حضرت امیرالمومنینؑ، بلال اور عثمان بن مظعون کے متعلق نازل ہوئی۔ حضرت امیرالمومنینؑ نے قسم کھالی تھی کہ وہ رات کے وقت کبھی نہیں سوئیں گے۔ بلال نے قسم کھائی کہ وہ ہمیشہ دن کے وقت روزہ رکھے گا اور عثمان بن مظعون نے قسم کھائی کہ وہ بیوی سے مقاربت نہیں کرے گا۔

حضرت عثمان بن مظعون کی بیوی اُم المومنین حضرت عائشہ کے پاس گئی اور وہ انتہائی حسین عورت تھی۔ بی بی عائشہ نے اس کی حالت دیکھ کر اس سے کہا: کیا وجہ ہے تو نے زینت کیوں نہیں کی؟

اس نے کہا: میں زینت کروں تو آخر کس کے لیے کروں؟ خدا کی قسم! اتنے عرصہ سے میرے شوہر نے مجھ سے

مقاربت نہیں کی۔ اس نے رہبانیت اختیار کرلی ہے اور اس نے ٹاٹ کا لباس پہن لیا ہے اور وہ تارک الدنیا بن چکا ہے۔

جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں تشریف لائے تو بی بی عائشہ نے انھیں اس بات کی اطلاع دی۔ آپ فوراً باہر آئے اور "الصلاۃ الجامعۃ" کی منادی کرائی۔ آپ کا اعلان سن کر لوگ جمع ہو گئے۔ آپ منبر پر تشریف لے گئے اور خدا کی حمد وثنا کے بعد فرمایا:

لوگ اپنے اُوپر طیب اشیاء کو کیوں حرام کر رہے ہیں؟ آگاہ رہو! میں رات کو نیند بھی کرتا ہوں اور بیویوں سے مقاربت بھی کرتا ہوں اور دن کے وقت کھانا بھی کھاتا ہوں۔ جس نے میری سنت سے روگردانی کی وہ مجھ سے نہیں ہے۔

لوگوں نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! مگر ہم تو قسم کھا چکے ہیں۔ اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی:

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗۤ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۭ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ۭ

"اللہ تمھاری مہمل قسموں پر تمھارا مواخذہ نہیں کرے گا مگر جو قسمیں تم جان بوجھ کر کھاتے ہو اس پر وہ تمھارا مواخذہ کرے گا۔ ایسی قسم توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو اس اوسط درجے کا کھانا کھلاؤ جو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو یا انھیں کپڑے پہناؤ یا ایک غلام آزاد کرو اور جسے اس کی سکت نہ ہو تو وہ تین دن کے روزے رکھے یہ تمھاری قسموں کا کفارہ ہے جسے تم قسم کھا کر توڑ دو"۔

من لایحضرہ الفقیہ میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ وہ مہمل قسم کی قسمیں کون سی ہیں جن پر خدا مواخذہ نہیں کرے گا؟

آپؑ نے فرمایا: وہ لَا وَاللّٰهِ ، بَلٰى وَاللّٰهِ کی قسمیں ہیں۔

تفسیر عیاشی میں مذکور ہے کہ ابوبصیر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ وہ مہمل قسمیں کون سی ہیں جن پر خدا مواخذہ نہیں کرے گا؟

آپؑ نے فرمایا: جب کوئی شخص عام رواج کے تحت لَا وَاللّٰهِ ، بَلٰى وَاللّٰهِ کہتا ہے تو وہ مہمل قسم ہے۔ ہاں اگر اس قسم کے ساتھ دل کا ارادہ شامل ہو تو پھر اور بات ہے۔

الکافی میں بھی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہی مفہوم منقول ہے۔

سعید الحرج کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ ایک شخص کسی کام کرنے کے لیے حلف اُٹھاتا ہے۔ پھر اسے معلوم ہوتا ہے کہ اس کام کا نہ کرنا بہتر ہے اور اگر وہ ترک نہ کرے تو اسے اپنے گناہ گار ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے تو کیا وہ اسے ترک کرسکتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: کیا تو نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان نہیں سنا۔ آپؐ نے فرمایا: جب تجھے اپنی قسم سے کوئی بہتر کام نظر آئے تو قسم کو چھوڑ دے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص کسی کام کے لیے قسم کھائے پھر وہ دیکھے کہ اس کے علاوہ دوسرا کام زیادہ بہتر ہے تو وہ اس بہتر کام کو کرنے لگ جائے تو بہتر کام کا کرنا اس کی قسم کا کفارہ ہوگا اور اسے نیکی عطا ہوگی۔

کتاب الخصال میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: جو شخص اپنے آپ سے ظلم دور کرنے کے لیے تقیہ کے طور پر قسم کھائے تو اس پر کوئی کفارہ نہیں ہے اور قسم شکنی کا کوئی گناہ نہیں ہے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا فرمان ہے: والد کے ساتھ بیٹے کی کوئی قسم نہیں اور شوہر کے ساتھ بیوی کی کوئی قسم نہیں ہے۔

الکافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: قسمیں تین طرح کی ہیں۔ ایک قسم وہ ہے جس میں کفارہ نہیں ہے۔ دوسری قسم وہ ہے جس میں کفارہ ہے اور تیسری وہ جھوٹی قسم ہے جو ارادہ وقصد سے کسی کو نقصان پہنچانے کی نیت سے کھائی جائے اور ایسی قسم دوزخ کی موجب ہے۔

وہ قسم جس میں کفارہ نہیں ہے وہ ایسی قسم ہے کہ انسان کسی نیکی کے نہ کرنے کی قسم کھالے۔ اس کا کفارہ یہی ہے کہ وہ اپنی قسم کی پرواہ نہ کرے اور نیکی کرے۔ وہ قسم جس میں کفارہ واجب ہے وہ ایسی قسم ہے کہ کوئی شخص قسم کھائے کہ وہ فلاں برائی نہیں کرے گا مگر وہ قسم کے باوجود بھی برائی کرے تو اس پر کفارہ واجب ہوجاتا ہے اور دوزخ کا سبب بننے والی قسم وہ ہے کہ کوئی شخص کسی مسلمان کے مال کو روک لینے کی قسم کھائے۔

زرارہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: مولاؑ! وہ کون سی قسم ہے جس میں کفارہ واجب ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جب تم کسی نیکی کے متعلق قسم کھاؤ کہ تم فلاں نیکی کرو گے لیکن اپنی قسم پر عمل نہ کرو تو اس میں کفارہ ہے اور اگر تم کسی برائی کے متعلق قسم کھاؤ کہ میں فلاں برائی نہیں کروں گا مگر پھر بھی برائی کرو تو بھی کفارہ ہے۔ اور اگر تم نے

کسی برائی کرنے کی قسم کھالی کہ میں یہ برائی کرکے رہوں گا تو اس کا کفارہ یہی ہے کہ برائی مت کرو۔ اور ہر وہ قسم جس کا تعلق نہ تو برائی سے ہو اور نہ اچھائی سے ہو تو اس قسم کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: قسم کے چار کفارے ہیں: ۱- غلام آزاد کرنا' ۲- دس مساکین کو اوسط درجے کا کھانا کھلانا۔ اوسط درجہ سے مراد سرکہ اور زیتون سے کھانا کھلانا مراد ہے اور اعلیٰ درجہ سے مراد روٹی گوشت ہے اور صدقہ ہر مسکین کے لیے گندم کی ایک مُد ہے۔ اور اگر کوئی کپڑے پہننا چاہے تو ہر مسکین کو دو کپڑے پہنائے۔ اور جس کے پاس مذکورہ تینوں قسم کے کفارات کی استطاعت نہ ہو تو وہ قسم کے کفارہ میں تین دن کے روزے رکھے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: قسم کے تین کفارے قرآن میں بیان کیے گئے ہیں اور ان کے درمیان لفظ اَوْ استعمال کیا گیا ہے جہاں یہ لفظ آجائے تو مکلّف کو دو تین میں سے ایک کے چناؤ کا حق مل جاتا ہے۔

الکافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ کی تشریح میں منقول ہے' آپ نے فرمایا: بعض اوقات انسان گھر میں رہ کر ایک مُد طعام سے زیادہ کھاتا ہے اور کچھ لوگ مُد سے کم کھاتے ہیں اسی لیے اللہ نے فرمایا کہ اوسط درجہ کا کھانا کھلاؤ جیسا کہ تم اپنے اہلِ خاندان کو کھلاتے ہو۔

کفارہ قسم کے تحت جب دس مساکین کو کھانا کھلانا چاہو تو کھانے کے ساتھ سالن بھی دے سکتے ہو اور سب سے کم درجہ کا سالن نمک ہے اور درمیانی درجہ کا سالن سرکہ اور زیتون ہے اور اعلیٰ درجہ کا سالن گوشت ہے۔

ابوبصیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ (اوسط درجہ کی غذا جو تم اپنے بچوں کو کھلاتے ہو) کے متعلق پوچھا کہ آخر اوسط درجہ کی خوراک سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: وہ عام غذا جو تم عام طور پر اپنے بیوی بچوں کو کھلاتے ہو۔

میں نے عرض کیا: وہ اوسط خوراک کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: وہ سرکہ' زیتون' کھجور اور روٹی ہے۔ میں نے کہا کہ لباس سے کتنے کپڑے مراد ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: ایک کپڑا۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ اَوْ كِسْوَتُهُمْ کے متعلق ہمارے اصحاب نے روایت کی ہے کہ ہر مسکین کو ایک تہبند اور ایک قمیص دیا جائے اور احتیاج کی صورت میں ایک قمیص ہی کافی ہے۔

الکافی میں اسحاق بن عمار سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے پوچھا کہ غیر مستطیع کے متعلق اللہ نے حکم دیا ہے کہ وہ کفارہ قسم کے طور پر تین روزے رکھے۔ تو غیر مستطیع سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جس کے پاس بیوی بچوں کی خوراک سے زیادہ کچھ نہ ہو وہ غیر مستطیع ہے اسے کفارہ قسم کے لیے تین روزے رکھنے چاہئیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ باقی روزوں میں وقفہ جائز ہے لیکن کفارہ قسم کے روزوں میں وقفہ جائز نہیں ہے اور یہ روزے مسلسل رکھے جائیں۔ ان کے درمیان کوئی فاصلہ اور وقفہ نہیں ہونا چاہیے۔ اسی طرح سے جو شخص حج میں قربانی نہ کرسکتا ہو اسے اس کے عوض دس روزے رکھنے چاہئیں جن میں سے سات روزے مکہ میں رکھے اور تین روزے گھر واپس آ کر رکھے لیکن سات روزوں کے درمیان بھی وقفہ نہیں کرنا چاہیے اور بقیہ تین روزوں میں بھی وقفہ نہیں کرنا چاہیے۔

شراب، جوا کی ممانعت

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

''ایمان والو! شراب، جوا، بت اور پانسے ناپاک ہیں اور شیطانی عمل ہیں ان سے پرہیز کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ''۔

الکافی میں جابر سے منقول ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ ''میسر'' سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جس چیز سے بھی جوا کھیلا جائے وہ ''میسر'' ہے حتیٰ کہ اگر اخروٹ سے بھی جوا کھیلا جائے تو وہ بھی اس میں شامل ہے۔

آپؑ سے پوچھا گیا کہ ''انصاب'' سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: وہ قربانی جو مشرکین کے خداؤں کے لیے ذبح کی جائے وہ ''انصاب'' ہے۔

آپؑ سے پوچھا گیا کہ ''ازلام'' کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: ان کے پانسے کے وہ تیر جس سے وہ تقسیم کرتے تھے۔

شراب کی تدریجی حرمت

ہمارے اصحاب نے روایت کی ہے کہ شراب تدریجی طور پر حرام ہوئی۔ اس کی حرمت کا پہلا مرحلہ یہ تھا کہ لوگوں نے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شراب اور جوئے کے متعلق پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ ۭ قُلْ فِیْهِمَاۤ اِثْمٌ كَبِیْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۡ وَاِثْمُهُمَاۤ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ۭ (البقرہ:۲۱۹۔ وہ آپ سے شراب اور جوئے کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ کہہ دیں کہ ان دونوں میں بہت بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے فوائد بھی ہیں۔ ان کا گناہ ان کے فوائد سے زیادہ ہے)

اس آیت کے نزول کے بعد عقل مند افراد نے یہ فیصلہ کیا کہ جس چیز کا نقصان زیادہ اور فائدہ کم ہو وہ چھوڑ دینے کے لائق ہے۔ چنانچہ بہت سے لوگوں نے شراب و جوا کو خیر باد کہہ دیا۔

اس کی حُرمت کا دوسرا مرحلہ یہ تھا کہ اللہ نے اوقات نماز میں اسے حرام کر دیا اور فرمایا: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰی (النساء:۴۳۔ ایمان والو! نشہ کی حالت میں نماز کے قریب مت جاؤ یہاں تک کہ اپنی بات کو سمجھنے لگو)۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں نے اوقاتِ نماز میں شراب چھوڑ دی اور یوں اُن میں شراب نوشی چھوڑنے کی قوت پیدا ہوئی۔

اور اس کا تیسرا مرحلہ یہ ہے کہ اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (المائدہ:۹۰۔ ایمان والو! شراب، جوا، بت اور پانسے ناپاک ہیں شیطانی عمل ہیں ان سے پرہیز کرو تاکہ تم فلاح پاؤ)۔ یہ آیت پہلے دو مراحل سے زیادہ سخت تھی اور اس حکم کی تاکید کے لیے اللہ نے مزید یہ دو آیات نازل فرمائیں: اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ وَیَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ۝ وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ۝ (المائدہ:۹۱-۹۲۔ شیطان تو بس یہ چاہتا ہے کہ وہ شراب اور جوئے کی وجہ سے تم میں بغض و عداوت پیدا کرے اور تمھیں یادِ خدا اور نماز سے روک دے کیا تم رک جاؤ گے؟ اور اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور ان کی نافرمانی سے بچتے رہو اور اگر تم نے منہ موڑ لیا تو تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارے رسول کی ذمہ داری صرف احکام پہنچانے تک ہی محدود ہے)۔

ان آیات میں اللہ نے شراب و جوئے کو واضح طور پر حرام قرار دیا ہے اور اس کی حُرمت کی وجہ بھی بیان فرمائی ہے۔

تمام منشیات حرام ہیں

۳۱۶۔تفسیر علی بن ابراہیم میں ابوالجارود سے منقول ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ کی آیت پڑھ کر فرمایا:

''خمر'' سے صرف شراب ہی مراد نہیں ہے۔ ہر وہ نشہ جو انسان میں خمار پیدا کرتا ہو وہ ''خمر'' ہے اور حرام ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ جس چیز کی زیادہ مقدار نشہ پیدا کرتی ہو تو اس کی کم مقدار بھی حرام ہے۔

ایک شخص نے حُرمت خمر سے قبل شراب پی۔ اس پر شراب کا ایسا نشہ طاری ہوا کہ وہ جنگِ بدر کے مشرک مقتولین پر رونے لگ گیا اور ان کے حق میں شعر کہنے لگ گیا۔ جب رسول اکرمؐ نے اس کا یہ حال دیکھا تو آپؐ نے کہا: پروردگار! اس کی زبان روک دے۔ چنانچہ جب تک وہ ہوش میں نہ آیا اس وقت تک اس کی زبان بند رہی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے شراب کی حُرمت کا واضح حکم نازل کردیا۔

جب شراب کی حُرمت کی آیت مدینہ میں نازل ہوئی تو اس وقت اہلِ مدینہ کے گھروں میں کھجور کی شراب کے مٹکے بھرے ہوئے تھے۔ آنحضرتؐ نے صحابہ کو بلا کر اعلان کیا کہ اللہ نے شراب حرام کردی ہے۔ لہٰذا تمھارے لیے اس کا پینا ناجائز ہے۔ لوگوں نے مٹکے گھروں سے نکالے اور دروازوں پر مٹکے توڑ کر شراب بہادی۔ اس دن مدینہ کی گلیوں میں شراب کا سیلاب دکھائی دینے لگا تھا۔

ایک شخص کے گھر میں منقّی اور کھجور کی شراب کا ایک مٹکا تھا۔ اس نے بھی اپنا مٹکا توڑ دیا اور شراب ضائع کردی۔ اس دن کسی کے گھر میں انگور کے شیرے کی شراب موجود نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ نے شراب کو حرام کردیا خواہ وہ قلیل مقدار میں ہو یا کثیر مقدار میں ہو، اس کے ساتھ اللہ نے اس کی خرید وفروخت اور اس سے منفعت حاصل کرنے کو بھی حرام کردیا۔

حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص شراب پیئے، اسے کوڑے مارو۔ اگر وہ دوبارہ پیئے، پھر بھی کوڑے مارو۔ اگر وہ تیسری بار شراب نوشی کرے تو بھی اسے کوڑے مارو۔ اگر وہ چوتھی بار شراب پیئے تو اسے قتل کردو۔

آپؐ نے فرمایا: شراب پینے والے کو دوزخ میں وہ نجس پانی پلایا جائے گا جو زانیہ عورتوں کی شرم گاہوں سے برآمد ہوگا اور اس کے ساتھ اسے پیپ اور غلیظ خون پلایا جائے گا جس کی بدبو سے اہلِ دوزخ کو اذیت محسوس ہوتی ہوگی۔

حضرت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے شراب پی تو چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہیں کی جائے گی اور اگر دوبارہ شراب پیئے تو پھر مزید چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہیں کی جائے گی۔ اور اگر وہ چالیس دنوں کے

اندر توبہ کیے بغیر مرجائے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے مہلک زہر کا شربت پلائے گا۔

''میسر'' میں نرد اور شطرنج سرفہرست ہیں اور جوئے بازی کی ہر شکل ''میسر'' میں شامل ہے۔''انصاب'' سے وہ بت مراد ہیں جن کی مشرک عبادت کیا کرتے تھے اور ''ازلام'' سے پانسے اور لاٹری کے وہ تیر مراد ہیں جن سے اہل جاہلیت تقسیم کیا کرتے تھے۔

ان تمام اشیاء کی خرید و فروخت اور ان سے فائدہ حاصل کرنا حرام ہے اور یہ تمام چیزیں رجس ہیں اور شیطانی عمل ہیں۔شراب اور جوئے کے گناہ کا اس بات سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ نے شراب اور جوئے کو بتوں کے ساتھ شامل کیا ہے۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:''میسر'' میں شطرنج اور نرد شامل ہیں۔اس کے علاوہ قمار بازی کی جتنی بھی ممکنہ صورتیں ہیں وہ سب کی سب اسی میں شامل ہیں۔یہاں تک کہ بچے جس طرح اخروٹ سے کھیلتے ہیں وہ بھی ''میسر'' کے دائرہ کار میں شامل ہے۔

ابن عباس فرماتے ہیں کہ اسلام میں صرف شراب حرام نہیں ہے بلکہ ''خمر'' حرام ہے اور خمار پیدا کرنے والی تمام چیزیں ''خمر'' میں شامل ہیں۔رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ شراب نو چیزوں سے بنتی ہے: شہد، انگور، منقی، کھجور، گندم، باجرہ، جو اور بغیر چھلکے والا جو۔''میسر'' سے مطلق جوا بازی مراد ہے اور انھوں نے بہت سی چیزوں سے روکا تھا۔

من لا یحضرہ الفقیہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے جس میں آپ نے گناہان کبیرہ کا تفصیلی ذکر کیا اور اس ضمن میں آپ نے فرمایا: شراب نوشی اتنا بڑا جرم ہے کہ اللہ نے اسے بت پرستی کے ساتھ شامل کیا ہے۔

عیون الاخبار میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے، آپ نے فرمایا: اللہ نے جتنے بھی نبی بھیجے سب نے شراب کی حرمت کا اعلان کیا تھا۔

کتاب الخصال میں مرقوم ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شراب کی وجہ سے دس افراد پر لعنت کی: ۱-شراب کشید کرنے کی نیت سے انگور کاشت کرنے والا، ۲-انگوروں کے باغ کا نگہبان، ۳-اسے نچوڑنے والا ۴-اسے پینے والا، ۵-اس کا پلانے والا، ۶-اس کا اٹھانے والا، ۷-جس کی طرف اٹھائی جائے، ۸-اس کا بیچنے والا، ۹-اس کی خریداری کرنے والا، ۱۰-اس کی قیمت کھانے والا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: بتوں اور جوئے کے تیروں اور گمراہ کرنے والے رہبروں اور ظالم سربراہوں سے اظہار لاتعلقی واجب ہے۔

عیون الاخبار میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کا وہ رسالہ موجود ہے جو آپؑ نے مامون کے لیے لکھا تھا اور اس میں آپؑ نے یہ کلمات بھی تحریر فرمائے تھے: بتوں، پانسوں کے تیروں کی طرح سے گمراہی پھیلانے والے رہبروں سے بھی بیزاری کرنا ضروری ہے۔

تفسیر عیاشی میں ہے کہ کسی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا کہ آپؑ کے متعلق لوگ کہتے ہیں کہ آپؑ یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ ''خمر، میسر، انصاب اور ازلام'' سے کچھ مخصوص لوگ مراد ہیں کیا یہ سچ ہے؟

آپؑ نے فرمایا: (یہ غلط ہے) اللہ اپنی مخلوق سے اس زبان میں گفتگو ہی نہیں کرتا جسے وہ سمجھنے سے قاصر ہوں۔

اصول کافی میں حسین بن نعیم الصحاف سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰي رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝ (تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور ان کی نافرمانی سے بچ جاؤ اور اگر تم نے حکم عدولی کی تو تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارے رسول پر صرف احکام کا واضح بیان کرنا ہی فرض ہے) کی آیت پڑھی تو آپؑ نے فرمایا:

خدا کی قسم! جو لوگ تم سے پہلے ہلاک ہوئے اور جو قیامِ قائم تک ہلاک ہوں گے وہ ہماری ولایت کے چھوڑنے اور ہمارے حق کے انکار کی وجہ سے ہلاک ہوئے اور ہوتے رہیں گے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا چھوڑنے سے قبل اس اُمت کی گردنوں پر ہمارا حق واجب کر گئے تھے۔ خدا جسے چاہتا ہے صراطِ مستقیم کی ہدایت کرتا ہے۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

عنقریب ایسا وقت آئے گا جب ایک قوم لہو ولعب، شراب نوشی اور موسیقی کی محفل سجائے بیٹھی ہوگی کہ اس رات وہ مسخ کر دیے جائیں گے اور وہ بندر اور خنزیر بن جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو خبردار کیا ہے کہ ''اصحاب السبت'' کی طرح سے زیادتی کرنے والے نہ بنو۔ انھیں بھی خدا کی طرف سے مہلت ملی تھی اور انھوں نے یہ کہنا شروع کر دیا تھا کہ ہفتہ کا دن ہمارے لیے حلال ہے۔ وہ ہمارے بزرگوں پر حرام تھا۔ اگر ہمارے بزرگ ہفتہ کے دن کا احترام نہ کرتے تھے تو انھیں خدا کی طرف سے سزا ملتی تھی لیکن یہ حرمت صرف ان تک ہی محدود تھی اور جب سے ہم نے ہفتہ کے دن مچھلیاں پھانسنی شروع کی ہیں تو ہمیں اچھائی ملی ہے اور ہماری دولت میں اضافہ ہوا ہے اور ہمارے جسم صحت مند بن گئے ہیں۔ پھر اللہ نے انھیں ایک

رات پکڑلیا۔ اس وقت وہ غفلت میں پڑے ہوئے تھے۔ لہٰذا تم بھی اصحاب السبت کی طرح سے مت بننا ورنہ تم پر بھی ان کی طرح سے عذاب آ جائے گا۔

جب اللہ نے شراب کی حرمت کی آیات نازل کیں تو مہاجرین و انصار نے رسولؐ خدا سے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! ہمارے ان بھائیوں کا کیا بنے گا جو کہ شہید ہو گئے اور اس وقت ان کے شکم میں شراب موجود تھی۔ اللہ نے تو شراب کو رجس اور شیطانی عمل قرار دیا ہے؟

اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی: لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا ''وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے انھوں نے اس سے قبل جو کھایا پیا تھا ان سے اس کی کوئی گرفت نہ ہوگی''۔

شراب کی حُرمت کے اعلان سے قبل جن لوگوں نے شراب پی تھی ان سے کوئی مؤاخذہ نہیں کیا جائے گا۔ البتہ جو اعلان حُرمت کے بعد شراب پیئے گا اس سے مؤاخذہ کیا جائے گا۔

الکافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: شراب کوئی کم پیئے یا زیادہ' حد شرعی اس پر ایک ہی جاری کی جائے گی۔

پھر آپؑ نے فرمایا: حضرت عمر کے دور میں قدامہ بن مظعون نے شراب پی اور گواہوں نے اس کی شراب نوشی کی گواہی دی۔ حضرت عمر نے حضرت امیرالمومنینؑ سے کہا کہ اسے کیا سزا ملنی چاہیے؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: اسے اسّی (۸۰) کوڑے مارے جائیں کیونکہ جب کوئی شراب پیتا ہے تو وہ اپنے ہوش وحواس سے بیگانہ ہو جاتا ہے اور وہ ''قذف'' کا ارتکاب بھی کر سکتا ہے اسی لیے شرابی پر ''حدِ قذف'' جاری کی جائے گی جو کہ اسّی کوڑے ہیں۔

قدامہ بن مظعون نے کہا: مجھ پر کوئی حدِ شرعی جاری نہیں ہو سکتی کیونکہ اللہ نے فرمایا ہے: لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا (وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان سے ان کے کھانے پینے پر کوئی گرفت نہ کی جائے گی) اور میرا تعلق اس آیت سے ہے۔

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا: تو اس آیت کا مصداق نہیں ہے کیونکہ اعمالِ صالحہ بجا لانے والے اہلِ ایمان صرف وہی کچھ کھاتے پیتے ہیں جسے اللہ نے ان کے لیے حلال کیا ہوتا ہے۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ قدامہ بن مظعون نے حضرت عمر کے دورِ حکومت میں شراب نوشی کی جب اسے حدِ شرعی

کے لیے لایا گیا تو اس نے کہا: مجھے آج سے قبل یہ علم ہی نہیں تھا کہ شراب حرام ہے اور میں نے کبھی حُرمتِ شراب کی آیت ہی نہیں سنی تھی۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اسے صحابہ کے سامنے پھراؤ اور ان سے پوچھو کہ کیا کسی نے اس کے سامنے حُرمتِ شراب کی آیت پڑھی تھی۔ اگر صحابہ کہیں کہ ہم نے اس کے سامنے حُرمتِ شراب کی آیت نہیں پڑھی تھی تو اس پر حد جاری نہ کرو۔ اور اگر معلوم ہو کہ یہ شخص قرآن کا حکم سن چکا ہے تو اس سے توبہ کراؤ اور اس کے بعد اس پر حد جاری کرو۔

اِحرام میں شکار کی ممانعت

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهٗۤ اَيْدِيْكُمْ وَ رِمَاحُكُمْ

''ایمان والو! اللہ یقیناً تمھیں اس شکار کے ذریعہ سے آزمائے گا جو تمھارے ہاتھوں اور نیزوں کی پہنچ میں ہوگا''۔

الکافی میں حلبی سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کا مفہوم دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا:

اللہ نے مسلمانوں کی آزمائش کے لیے ہر جگہ کا شکار ان کے لیے جمع کر دیا تھا اور شکار اتنا قریب آ گیا تھا جسے وہ اپنے ہاتھوں سے پکڑ سکتے تھے اور وہ ان کے نیزوں کی زد میں تھا اور یہ شکار عمرۂ حدیبیہ میں مسلمانوں کے لیے جمع کیا گیا تھا۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ تَنَالُهٗۤ اَيْدِيْكُمْ وَ رِمَاحُكُمْ کے مفہوم کے متعلق مفسرین سے بہت سے اقوال منقول ہیں۔ ان میں سے ایک قول یہ ہے کہ مسلمانوں کے ہاتھ پرندوں کے چوزوں اور چھوٹے جانوروں اور ان کے انڈوں تک پہنچتے تھے اور بڑے شکار تک ان کے نیزوں کی رسائی تھی۔ یہ قول حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَ اَنْتُمْ حُرُمٌ ''ایمان والو! حالتِ احرام میں شکار نہ مارو''۔

الکافی میں معاویہ بن عمار سے منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

جب احرام باندھ لو تو تمام جانداروں کے مارنے سے پرہیز کرو البتہ سانپ، بچھو اور چوہے کو مارنے کی اجازت ہے۔ چوہا مشک میں سوراخ کرتا ہے اور دیئے کو الٹ کر گھر میں آگ لگنے کا سبب بنتا ہے۔ بچھو وہ موذی جانور ہے کہ ایک مرتبہ رسولؐ خدا نے ایک پتھر کی طرف ہاتھ بڑھایا تو بچھو نے آپ کو ڈنگ مارا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: تجھ پر خدا کی لعنت ہو تو نہ تو

کسی نیک آدمی کا حیا کرتا ہے اور نہ کسی برے کو چھوڑتا ہے۔ اور جہاں تک سانپ کا معاملہ ہے تو اگر وہ تم پر حملہ کرنا چاہے تو اسے مار دو اور اگر وہ تم پر حملہ آور نہ ہو تو اسے کچھ نہ کہو۔ اسی طرح سے باؤلا کتا اور درندہ تجھ پر حملہ کرنے لگیں تو انھیں مار دو اور اگر وہ تم پر حملہ نہ کریں تو انھیں کچھ نہ کہو۔ اور سیاہ رنگ کے سانپ کو ہر حالت میں مار دو۔ کوے اور ''حداٰۃ'' کو اونٹ کی پشت پر بیٹھ کر پتھر سے اُڑا دو۔

معاویہ بن عمار کہتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی حالتِ احرام میں پرندے کا شکار کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟

آپؑ نے فرمایا: وہ جتنے پرندے شکار کرے گا اسے اتنا ہی کفارہ دینا ہوگا۔

حلبی کہتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: حالتِ احرام میں اور حدودِ حرم میں سانپ اور سیاہ رنگ کے سانپ اور ہر طرح کے سانپ اور بچھو اور چوہے کو مارا جاسکتا ہے اور کوے اور ''حداٰۃ'' (چنڈول) کو پتھر مار کر اُڑایا جاسکتا ہے اور اگر چور ڈاکو لوٹنا چاہیں تو ان سے مقابلہ کرنا جائز ہے۔

غیاث بن ابراہیم نے اپنے والد سے روایت کی کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: احرام باندھنے والا بھڑ، گدھ، سیاہ سانپ، بھیڑیے اور ہر اس چیز کو مار سکتا ہے جس کے حملے کا اسے خوف ہو۔

پھر آپؑ نے فرمایا: باؤلا کتا بھیڑیے کی مانند ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: حالتِ احرام میں جب کسی کو درندوں یا سانپوں کا خوف ہو تو وہ انھیں مار سکتا ہے اگر وہ تیرا رخ نہ کریں تو تم انھیں خواہ مخواہ نہ مارو۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ خواہ کوئی بھول کر شکار کرے یا جان بوجھ کر شکار کرے اس کا کفارہ یکساں ہے۔ اور علمائے تفسیر میں سے اکثر مفسرین کی یہی رائے ہے اور ہمارے ائمہ اہلِ بیت سے بھی یہی مفہوم مروی ہے۔

مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ (جو جانور اس نے مارا ہے اسی کے ہم پلہ ایک جانور اسے کفارہ میں دینا چاہیے)

اس مماثلت میں اختلاف ہے کیا قیمت میں مماثلت ہونی چاہیے یا قد وقامت میں مماثلت ہونی چاہیے؟ اکثر اہلِ علم کا یہ نظریہ ہے کہ قد وقامت میں مماثلت کا خیال رکھنا چاہیے۔ للہٰذا شترمرغ کے عوض اُونٹ اور گورخر یا اس جیسے جانور کے لیے ایک گائے اور ہرن اور خرگوش کے لیے ایک بکری کفارہ میں دینی چاہیے۔ اہلِ بیت طاہرینؑ سے یہی مفہوم منقول ہے۔

تفسیر عیاشی میں بھی حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے یہی مفہوم منقول ہے۔

تہذیب الاحکام میں ابی الصباح سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کفارہ کے متعلق پوچھا تو آپؑ نے فرمایا: ہرن کے بدلے میں بکری اور گورخر کے بدلے میں گائے اور شتر مرغ کے بدلے میں دودھ دینے والی اُونٹنی کفارہ میں دی جائے گی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے بھی یہی مفہوم منقول ہے۔

امام محمد تقی علیہ السلام کی شادی اور مناظرہ

تفسیر علی بن ابراہیم میں محمد بن عون النصیبی سے منقول ہے کہ جب مامون الرشید نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے اپنی بیٹی ام الفضل کے نکاح کا ارادہ کیا تو اس کے قریبی رشتہ دار اس کے پاس آئے اور انھوں نے کہا:

امیر المومنین! ہم آپ کو خدا کا واسطہ دے کر درخواست کرتے ہیں کہ حکومت واقتدار کو ہمارے گھرانے سے نہ نکالیں اور عزت کی جو چادر خدا نے ہمیں پہنائی ہے وہ ہم سے مت اُتاریں۔ آپ کو معلوم ہے کہ ہمارے خاندان اور علیؑ کے خاندان میں کئی اختلافات چلے آرہے ہیں۔

مامون نے کہا: خاموش ہو جاؤ۔ میں اس سلسلہ میں تم میں سے کسی کی بات بھی قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہوں۔

بنی عباس کے بزرگوں نے کہا: امیر المومنین! کچھ تو انصاف کریں۔ آپ اپنی لاڈلی بیٹی کا نکاح اس نو آموز لڑکے سے کر رہے ہیں جسے ابھی خدا کے دین کی کوئی سمجھ بوجھ حاصل نہیں ہے اور اسے ابھی تک سنت وفرض کے باہمی فرق کا کوئی پتہ نہیں ہے۔ ہاں البتہ اگر آپ نے ہر قیمت پر نکاح کرنا ہی ہے تو پھر کچھ دیر انتظار کریں ابھی تو آپ کے ہونے والے داماد کی عمر دس یا گیارہ برس کی ہے۔ اسے کچھ پڑھ لکھ لینے دیں اور اسے فرض وسنت کا فرق سمجھ لینے دیں' اس کے بعد نکاح کا فیصلہ کریں۔

مامون نے کہا: خدا کی قسم! وہ تم سب سے زیادہ عالم ہے اور وہ خدا ورسول کے احکام کو تم سے کہیں زیادہ جانتا ہے۔ اسے فرائض وسنن اور احکام کا اچھی طرح سے علم ہے اور وہ کتاب اللہ کا عالم ہے اور تمھاری بہ نسبت قرآن کے محکم' متشابہ' خاص عام' ناسخ منسوخ اور تنزیل وتاویل کو کہیں بہتر جانتا ہے۔ میں تمھیں اجازت دیتا ہوں تم اس کا علمی امتحان لے لو۔ اگر وہ ناکام ہو گیا تو میں تمھارا مشورہ مان لوں گا اور اگر وہ کامیاب ہو گیا تو پھر تمھیں یہ بات تسلیم کرنا پڑے گی کہ وہ تم سے بہتر ہے۔

بنی عباس کے بزرگ مامون کے پاس سے اٹھ کر چلے گئے اور انھوں نے اس وقت کے قاضی یحییٰ بن اکثم کو اپنے ہاں بلایا اور اس سے کہا کہ اگر تم نے ابوجعفر (محمد تقی) کو علمی طور پر شکست دے دی تو ہم تمھیں منہ مانگا انعام دیں گے۔

قاضی یحییٰ بن اکثم نے بھی حامی بھرلی۔ پھر وہ لوگ مامون کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ آپ سوالات کی محفل کے لیے کوئی دن مقرر کریں۔ مامون نے ان کی خواہش پر ایک دن مقرر کیا۔

جب سارا انتظام ہوگیا تو امام محمد تقی علیہ السلام تشریف لائے۔ آپ مسند پر دو تکیوں کے درمیان آ کر بیٹھ گئے۔ یحییٰ بن اکثم آپ کے سامنے بیٹھ گیا اور مامون آپ کی مسند سے متصل دوسری مسند پر بیٹھ گیا۔ باقی تمام لوگ حسب مراتب اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔

قاضی یحییٰ بن اکثم نے آغاز گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ اگر امیرالمومنین کی اجازت ہو تو میں ابوجعفر سے کچھ پوچھوں۔

مامون نے کہا: تمھیں مجھ سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے اگر تمھیں کچھ پوچھنا ہے تو ابوجعفر سے اجازت طلب کرو۔

یہ سن کر اس نے حضرت امام علیہ السلام سے کہا اگر آپ کی اجازت ہو تو میں آپ سے ایک مسئلہ پوچھ لوں؟

آپؑ نے اجازت دی تو قاضی یحییٰ نے کہا: یہ فرمائیے کہ حالتِ احرام میں اگر کوئی شخص شکار کرے تو اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا: پہلے یہ تو وضاحت کرو کہ اس نے یہ شکار ''حِل'' میں کیا تھا یا حدودِ حرم میں کیا تھا؟ شکار کرنے والے کو مسئلہ معلوم تھا یا وہ اس مسئلہ سے جاہل تھا؟ اس نے جان بوجھ کر شکار کیا یا غلطی سے اس کا تیر کسی کو جالگا؟ شکار کرنے والا آزاد تھا یا غلام؟ کم سن تھا یا بالغ؟ پہلی مرتبہ ایسا ہوا یا اس سے پہلے بھی وہ ایسا کر چکا تھا؟ اس نے کسی پرندے کا شکار کیا یا کسی چھوٹے بڑے جانور کا شکار کیا؟ اور وہ اپنے فعل کے بعد نادم ہے یا نہیں؟ اس نے شکار رات کو چھپ کر کیا تھا یا دن کے وقت کیا تھا؟ احرام عمرہ کا تھا یا حج کا تھا؟

جب قاضی یحییٰ نے مسئلہ کی اتنی وجوہات سنیں تو وہ حیرت میں پڑ گیا اور اس کے چہرہ سے عاجزی و شرمندگی ٹپکنے لگی۔

اس کے بعد مامون نے حضرت امام علیہ السلام سے کہا: کیا آپ میری بیٹی ام الفضل سے نکاح منظور کرتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں، مجھے منظور ہے۔

مامون نے کہا: پھر آپ اپنی طرف سے خطبہ نکاح پڑھیں۔ مجھے اپنی قوم کی ناراضگی کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔

اس وقت آپؑ نے یہ خطبہ پڑھا

C8

الحمدللّٰه اقراراً بنعمته ولا اله الا اللّٰه اخلاصاً لوحدانيته وصلى اللّٰه على محمد سيد بريته وعلى الاصفياء من عترته - امابعد فقد كان من فضل اللّٰه على الانام ان اغناهم بالحلال عن الحرام فقال سبحانهٗ تعالىٰ وانكحوا الايامىٰ منكم والصالحين من عبادكم وامائكم ان يكونوا فقراء يغنهم اللّٰه من فضله واللّٰه واسع عليم -

واضح ہو کہ محمد بن علی بن موسیٰ مامون کی دختر اُم الفضل سے نکاح کرنا چاہتا ہے اور حق مہر میں پانچ سو درہم دینے کا اعلان کرتا ہے تو کیا آپ اپنی صاحبزادی کا نکاح مجھ سے اس مہر پر کرتے ہیں؟

مامون نے کہا: جی ہاں اے ابوجعفر! میں نے اپنی دختر اُم الفضل کا نکاح آپ سے مذکورہ مہر پر کیا ہے۔ کیا آپ نے یہ نکاح قبول کیا ہے؟

حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں میں نے اسے قبول کیا اور میں راضی ہوں۔

اس کے بعد مامون نے شاہانہ ولیمہ دیا اور خوشبو اور عطر کو لٹایا گیا اور سب کو ان کی حیثیت و مرتبہ کے مطابق انعام و اکرام سے نوازا گیا۔ جب عوام الناس چلے گئے اور صرف خواص ہی باقی رہے تو مامون نے آپ سے کہا: اگر آپ مناسب جانیں تو اس مسئلہ کی وضاحت کریں تا کہ ہمیں بھی استفادہ ہو سکے۔

آپ نے فرمایا: اچھا تو سنو! اگر اس نے احرام باندھنے کے بعد مقام ''حِل'' میں شکار کیا اور وہ شکار کسی بڑے پرندے کا ہے تو اس کا کفارہ ایک بکری ہے اور اگر اس نے ویسا ہی شکار حدود حرم میں کیا تو اسے کفارہ میں دو بکریاں ذبح کرنا پڑیں گی۔

اور اگر اس نے مقامِ ''حِل'' میں چھوٹے پرندے کا شکار کیا ہے تو کفارہ میں بکری کا ایک ایسا بچہ ذبح کرے گا جو اپنی ماں کا دودھ چھوڑ چکا ہو اور اگر اس نے شکار حرم میں کیا تو کفارہ میں پرندے کی قیمت اور ایک دنبہ دینا ہوگا۔

اگر اس نے کسی چوپائے کا شکار کیا تو اس کی کئی قسمیں ہیں۔ اگر اس نے گورخر شکار کیا تو ایک گائے، اگر شتر مرغ ہے تو ایک اُونٹ، اگر ہرن ہے تو ایک بکری بطور کفارہ دے گا لیکن کفارے کی یہ مقدار حِل کے شکار کے لیے مخصوص ہے۔ اگر شکار حرم کے حدود میں ہو تو دوگنا کفارہ دینا پڑے گا۔ اور اگر اس نے شکار عمرہ کے احرام میں کیا تو اسے اپنا کفارہ خانہ کعبہ کے سامنے تک لانا پڑے گا اور مکہ میں قربانی دے گا اور کفارہ میں عالم و جاہل برابر ہیں اور جان بوجھ کر شکار کرنے والے کو کفارہ

ادا کرنا ہوگا اور وہ گناہ گار بھی ہوگا البتہ بھولے سے شکار کرنے والا گناہ گار نہیں ہوگا۔ آزاد اپنا کفارہ خود ادا کرے گا اور غلام کا کفارہ اس کا مالک ادا کرے گا۔ چھوٹے بچے پر کفارہ نہیں ہے۔ بالغ پر کفارہ واجب ہے اور جو اپنے فعل پر نادم ہوگا وہ آخرت کے عذاب سے محفوظ رہے گا۔ اگر کوئی اس پر اصرار کرے گا تو اس پر آخرت کا عذاب بھی ہوگا۔

مامون نے جب یہ تفصیل سنی تو اس نے کہا: ابوجعفرؑ! خدا آپؑ کا بھلا کرے، آپؑ نے اس مسئلہ کی شاندار وضاحت پیش کی ہے۔ (واضح ہو کہ روایت طویل ہے ہم نے بقدر ضرورت اس کا ایک حصہ نقل کیا ہے۔)

احتجاج طبرسی میں مرقوم ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے خوارج سے فرمایا: تمھیں مجھ پر سب سے بڑا اعتراض یہی ہے کہ میں نے حَکَم کو کیوں قبول کیا جب کہ اللہ تعالیٰ نے میاں بیوی کی ناچاقی کی صورت میں حکم دیا ہے کہ اس کے فیصلہ کے لیے دو حَکَم مقرر کیے جائیں۔ اور اگر کوئی شخص حالتِ احرام میں شکار کرے تو اللہ نے فرمایا ہے: یَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًۢا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ ۔ کعبہ کے سامنے دو اہلِ عدل اس کا فیصلہ کریں۔ جب میاں بیوی کی ناچاقی کے لیے حکم مقرر کرنا درست ہے اور ایک پرندے کے لیے حکم مقرر صحیح ہے تو پوری اُمت کو خونریزی سے بچانے کے لیے اگر میں نے حکم مقرر کر لیے ہیں تو میں نے کون سی غلطی کی ہے؟

تہذیب الاحکام، الکافی، روضہ کافی اور تفسیر عیاشی میں مرقوم ہے کہ ''ذوا عدل'' میں الف کتابت کی غلطی سے آیا ہے اور اصل لفظ ''ذو عدل'' ہے۔ عدل سے مراد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ذو عدل سے مراد امام ہے۔

الکافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جس پر احرام میں قربانی واجب ہو تو وہ جہاں چاہے قربانی کر سکتا ہے مگر شکار کا فدیہ اس سے مستثنیٰ ہے۔ اس کے لیے خدا کا حکم ہے۔ هَدْيًۢا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ ، کعبہ کے سامنے قربان کرے۔

معاویہ بن عمار کہتے ہیں کہ مُحرم شکار کا فدیہ وہاں ذبح کرے جہاں اس نے شکار کیا ہو۔

حضرت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جس پر شکار کی وجہ سے فدیہ واجب ہو اگر وہ حج کے احرام میں ہو تو اپنی قربانی منیٰ میں ذبح کرے اور اگر احرام عمرہ کا ہو تو کعبہ کے سامنے قربانی ذبح کرے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے بھی یہی مفہوم منقول ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی شخص حالتِ احرام میں شتر مرغ کا شکار کرے تو اس کا کیا فدیہ ہے؟

آپؑ نے فرمایا: وہ اس کے بدلے اُونٹ فدیہ میں نحر کرے۔ اگر اُسے اُونٹ کی استطاعت نہ ہو تو ساٹھ مساکین کو کھانا کھلائے۔ اگر اُونٹ کی قیمت ساٹھ مساکین کے کھانے کی قیمت سے زیادہ ہو تو اسے اس کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے۔ اور اگر اُونٹ کی قیمت ساٹھ مساکین کے کھانا کھلانے سے کم ہو تو اسے صرف اُونٹ کی قیمت ادا کرنی ہوگی۔

اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا (یا اس کے برابر روزے رکھے)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کا طریقہ یہ ہے کہ قربانی کی قیمت سے اندازہ کیا جائے کہ اس قیمت سے کتنا غلہ خریدا جا سکتا ہے۔ پھر ہر مد طعام کے عوض ایک دن کا روزہ رکھا جائے۔ اگر مدوں کی تعداد دو ماہ سے بھی بڑھ جائے تو اسے اس سے زیادہ روزہ رکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

تفسیر عیاشی میں صادقین علیہما السلام میں سے ایک بزرگوار سے منقول ہے کہ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا (یا اس کے برابر روزے رکھے) کے تحت حکم شرعی یہ ہے کہ جس کے پاس فدیہ میں قربانی دینے کی جرأت نہ ہو تو وہ مساکین کو کھانا کھلائے اور جو مساکین کو کھانا نہ کھلا سکتا ہو تو وہ ہر مسکین کے کھانے کے عوض ایک روزہ رکھے۔

عبداللہ بن سنان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا کا کیا مفہوم ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس کا مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص حالتِ احرام میں شکار کرے تو اسے اس جانور کی جسامت کے قریب اور جانور کی قربانی کرنا ہوگی۔ یا پھر جانور کی قیمت لگائی جائے گی اور اس قیمت سے غلہ خرید کر مساکین کو کھلایا جائے گا۔ ہر مسکین کے لیے ایک مد طعام مقرر ہے اور جو یہ بھی نہ کر سکتا ہو تو وہ دیکھے کہ اس قیمت سے کتنے مساکین کا کھانا تیار ہوتا ہے۔ جتنے مساکین کا کھانا تیار ہوتا ہو وہ اتنے ہی روزے رکھے۔

من لا یحضرہ الفقیہ میں مرقوم ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے زُہری سے فرمایا تھا: زُہری! جانتے ہو قربانی کے برابر روزے کیسے رکھے جائیں گے؟

زُہری نے عرض کیا: مولاؑ! مجھے کچھ معلوم نہیں ہے۔

آپؑ نے فرمایا: قربانی کی قیمت لگائی جائے گی۔ پھر یہ اندازہ کیا جائے گا کہ اس قیمت سے کتنا غلہ خریدا جا سکتا ہے۔ پھر اس غلہ کے صاع (تین کلوگرام) بنائے جائیں گے اور ہر نصف صاع کے بدلے اسے ایک روزہ رکھنا ہوگا۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ مذکورہ تین کفاروں کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ یہ بالترتیب واجب ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ ان میں مکلّف کو اختیار ہے وہ جو چاہے ادا کرے۔ دونوں اقوال ہمارے ائمہ سے منقول ہیں۔

تفسیر عیاشی اور الکافی میں حضرت امام محمد باقر اور حضرت امام جعفر صادق علیہما السلام سے منقول ہے کہ قرآن مجید میں جہاں بھی لفظ اَوْ کا اطلاق ہوا ہے وہاں مکلّف کو آزادی ہے وہ جس حکم پر چاہے عمل کر سکتا ہے۔

حلبی کہتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی شخص حالتِ احرام میں شکار کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اسے کفارہ ادا کرنا ہوگا۔ سائل نے کہا: اگر وہ دوبارہ یہی حرکت کرے تو پھر اس کا کیا حکم ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اس پر کوئی کفارہ نہیں ہے کیونکہ اللہ کا فرمان ہے: وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ''اور جو اس حرکت کو دہرائے تو اللہ اس سے انتقام لے گا''۔

تہذیب الاحکام میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اگر کوئی شخص بھول کر شکار کرے تو اسے کفارہ دینا چاہیے اور اگر وہ دوبارہ غلطی سے شکار کرے تو اس پر کفارہ واجب ہے۔ اور اگر کوئی جان بوجھ کر شکار کرے تو اس پر کفارہ واجب ہے۔ اور اگر کوئی جان بوجھ کر دوسری بار شکار کرے تو اس پر کوئی کفارہ نہیں ہے۔ خدا اس سے انتقام لے گا۔

الکافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ (اور جو کوئی اس حرکت کا اعادہ کرے تو اللہ اس سے انتقام لے گا۔) ایک شخص نے حالتِ احرام میں ایک لومڑی کو پکڑا اور آگ اس کے چہرے کے قریب کی۔ لومڑی آگ کو دیکھ کر چیخنے چلانے لگی۔ اس کے ساتھیوں نے اسے اس حرکت سے منع کیا۔ کچھ دیر بعد اس نے لومڑی کو چھوڑ دیا۔ جب وہ شخص سویا تو اچانک ایک سانپ آیا اور وہ اس کے منہ میں داخل ہو گیا۔ اس نے بھی اُسی طرح سے چیخنا شروع کیا جس طرح سے لومڑی چیخی تھی۔ پھر کچھ دیر بعد سانپ اس کے منہ سے نکل کر چلا گیا۔

بحری شکار حالتِ احرام میں جائز ہے

أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۖ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ۗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۝

''تمہارے لیے سمندر کا شکار اور اس کا کھانا حلال کر دیا گیا ہے تم خود بھی اس سے استفادہ کر سکتے ہو اور قافلہ کے لیے زادِ راہ بھی بنا سکتے ہو البتہ جب تک تم حالتِ احرام میں رہو اس وقت تک تم پر

خشکی کا شکار حرام ہے اور تم اس خدا کی نافرمانی سے بچتے رہو جس کی طرف تمھیں محشور ہونا ہے''۔

الکافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ احرام کی حالت میں مچھلی شکار کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور مُحرم نمک لگی ہوئی خشک مچھلی اور تازہ مچھلی کھا سکتا ہے اور اسے زادراہ کے طور پر اپنے ساتھ لے جا سکتا ہے۔

پھر آپؑ نے فرمایا: وہ پرندہ جو خشکی پر رہتا ہو اور خشکی پر ہی انڈے دیتا ہو اور اس کے چوزے بھی خشکی پر ہی پیدا ہوتے ہوں تو وہ پرندہ خشکی کا پرندہ شمار کیا جائے گا اور جو پرندہ خشکی پر رہتا ہو اور سمندر میں انڈے دیتا ہو اور سمندر میں ہی اس کے چوزے نکلتے ہوں تو وہ پرندہ سمندری پرندہ شمار کیا جائے گا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ہر وہ چیز جس کی اصل سمندر میں ہو اور وہ خشکی اور تری دونوں پہ رہتا ہو تو حالت احرام میں اسے نہیں مارنا چاہیے اور اگر کوئی اسے مارے گا تو اسے اس کا کفارہ دینا ہوگا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت علی علیہ السلام کا گزر ایک ایسے گروہ سے ہوا جو ٹڈی دل کھا رہے تھے۔ آپؑ نے ان سے فرمایا: سبحان اللہ! کیا تم حالتِ احرام میں نہیں ہو؟

انھوں نے کہا کہ یہ ٹڈی دل ہے اس کا تعلق سمندر سے ہے۔

آپؑ نے فرمایا: اگر ایسا ہے تو پھر اسے سمندر میں پھینک کر تو دیکھو (کہ یہ ڈوبتی ہے یا پانی میں تیرتی ہے)

طیّار بیان کرتے ہیں کہ صادقین علیہما السلام میں سے ایک بزرگوار نے فرمایا: حالتِ احرام میں انسان کو پانی کا پرندہ نہیں کھانا چاہیے۔

تفسیر عیاشی میں زید الشحام سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ (تمھارے لیے سمندر کا شکار اور اس کا کھانا حلال کر دیا گیا ہے تم خود اس سے استفادہ کر سکتے ہو اور قافلہ کے لیے زادِراہ بھی بنا سکتے ہو) کی آیت مجیدہ کا مفہوم دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: اس سے نمک لگی ہوئی خشک مچھلیاں مراد ہیں اور جو تم نے زادِراہ کے لیے اٹھائی ہیں اور اگر وہ خشک نہیں ہیں تو وہ تمھارے لیے قابلِ استفادہ ہیں۔

کعبہ شریف لوگوں کے قیام کا ذریعہ ہے

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ

''اللہ نے مکان محترم کعبہ کو لوگوں کے لیے قیام کا ذریعہ بنایا''۔

تفسیر عیاشی میں ابان بن تغلب کی زبانی منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کا مطلب دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: اللہ نے کعبہ شریف کو لوگوں کے دین اور ان کی معاش کے قائم رہنے کا ذریعہ بنایا ہے۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حرم کی حرمت کے تذکرہ کے بعد بیت الحرام اور شہر الحرام کا ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے: جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ ''اللہ نے محترم مکان کعبہ کو لوگوں کے قیام کا ذریعہ بنایا ہے''۔ مقصد آیت یہ ہے کہ اللہ نے حج کعبہ یا کعبہ کی تنصیب کو لوگوں کی معیشت اور کاروبار کے قائم رہنے کا ذریعہ بنایا ہے کیونکہ کعبہ شریف میں ہر وقت لوگوں کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری رہتا ہے جس کی وجہ سے لوگوں کی معیشت قائم رہتی ہے کیونکہ لوگوں کی ہر وقت کی آمد و رفت سے تجارت کو فروغ ملتا ہے جس سے بہت سی برکات حاصل ہوتی ہیں۔ اسی لیے مشہور تابعی سعید بن جبیر نے کہا تھا کہ اس گھر کی زیارت کے لیے جو بھی آئے اگر وہ دنیا کا خواہش مند ہوگا تو اسے دنیا ملے گی اور اگر وہ آخرت کا خواہش مند ہوگا تو اسے آخرت کی نعمت ملے گی۔ یہی مفہوم حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے بھی منقول ہے۔

علاوہ ازیں قِيٰمًا لِّلنَّاسِ کا ایک مفہوم یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اگر انسان دنیا میں چل پھر رہے ہیں تو یہ کعبہ کی برکت ہے۔ اگر تمام لوگ ایک سال کے لیے بیت اللہ کا حج چھوڑ دیں تو انھیں خدا کی طرف سے کوئی مہلت نہیں دی جائے گی اور سب کے سب انسان ہلاک کر دیے جائیں گے۔ چنانچہ علی بن ابراہیم نے ائمہ ہدیٰ سے یہی مفہوم نقل کیا ہے۔

کتاب علل الشرائع میں عبدالرحمٰن بن ابی عبداللہ سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ آخر حج پر جانے کی اور وہاں دولت خرچ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اگر یہی دولت غرباء و مساکین میں تقسیم کر دی جائے تو یہ بہتر ہے۔

حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ لوگ جھوٹ کہتے ہیں۔ اگر لوگ ایسا کرنے لگ گئے تو بیت اللہ معطل ہو جائے گی جب کہ اللہ نے اس گھر کو لوگوں کے قیام کا ذریعہ بنایا ہے۔

حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام سے منقول ہے کہ یہودیوں کا ایک گروہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انھوں نے آپ سے بہت سے مسائل پوچھے جن کے آپؐ نے جواب دیئے۔ انھوں نے آنحضرتؐ سے ایک مسئلہ یہ بھی پوچھا کہ ''کعبہ'' کو کعبہ کیوں کہا جاتا ہے؟

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیونکہ یہ وسط دنیا میں واقع ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ ''کعبہ'' کا نام کعبہ کیوں رکھا گیا ہے؟

تفسیر عیاشی میں ابان بن تغلب کی زبانی منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کا مطلب دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: اللہ نے کعبہ شریف کو لوگوں کے دین اور ان کی معاش کے قائم رہنے کا ذریعہ بنایا ہے۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حرم کی حرمت کے تذکرہ کے بعد بیت الحرام اور شہر الحرام کا ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے: جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ ''اللہ نے محترم مکان کعبہ کو لوگوں کے قیام کا ذریعہ بنایا ہے''۔ مقصد آیت یہ ہے کہ اللہ نے حج کعبہ یا کعبہ کی تنصیب کو لوگوں کی معیشت اور کاروبار کے قائم رہنے کا ذریعہ بنایا ہے کیونکہ کعبہ شریف میں ہر وقت لوگوں کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری رہتا ہے جس کی وجہ سے لوگوں کی معیشت قائم رہتی ہے کیونکہ لوگوں کی ہر وقت کی آمد و رفت سے تجارت کو فروغ ملتا ہے جس سے بہت سی برکات حاصل ہوتی ہیں۔ اسی لیے مشہور تابعی سعید بن جبیر نے کہا تھا کہ اس گھر کی زیارت کے لیے جو بھی آئے اگر وہ دنیا کا خواہش مند ہوگا تو اسے دنیا ملے گی اور اگر وہ آخرت کا خواہش مند ہوگا تو اسے آخرت کی نعمت ملے گی۔ یہی مفہوم حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے بھی منقول ہے۔

علاوہ ازیں قِيٰمًا لِّلنَّاسِ کا ایک مفہوم یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اگر انسان دنیا میں چل پھر رہے ہیں تو یہ کعبہ کی برکت ہے۔ اگر تمام لوگ ایک سال کے لیے بیت اللہ کا حج چھوڑ دیں تو انھیں خدا کی طرف سے کوئی مہلت نہیں دی جائے گی اور سب کے سب انسان ہلاک کر دیے جائیں گے۔ چنانچہ علی بن ابراہیم نے ائمہ ہدیٰ سے یہی مفہوم نقل کیا ہے۔

کتاب علل الشرائع میں عبدالرحمٰن بن ابی عبداللہ سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ آخر حج پر جانے کی اور وہاں دولت خرچ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اگر یہی دولت غرباء و مساکین میں تقسیم کر دی جائے تو یہ بہتر ہے۔

حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ لوگ جھوٹ کہتے ہیں۔ اگر لوگ ایسا کرنے لگ گئے تو بیت اللہ معطل ہو جائے گی جب کہ اللہ نے اس گھر کو لوگوں کے قیام کا ذریعہ بنایا ہے۔

حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام سے منقول ہے کہ یہودیوں کا ایک گروہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انھوں نے آپ سے بہت سے مسائل پوچھے جن کے آپؐ نے جواب دیے۔ انھوں نے آنحضرتؐ سے ایک مسئلہ یہ بھی پوچھا کہ ''کعبہ'' کو کعبہ کیوں کہا جاتا ہے؟

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیونکہ یہ وسط دنیا میں واقع ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ ''کعبہ'' کا نام کعبہ کیوں رکھا گیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: کیونکہ وہ مربع شکل کا ہے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ کعبہ مربع شکل میں کیوں ہے؟ آپؑ نے فرمایا: کیونکہ وہ بیت المعمور کی سیدھ میں ہے اور بیت المعمور بھی مربع شکل کا ہے۔

پھر آپؑ سے پوچھا گیا کہ بیت المعمور مربع شکل میں کیوں ہے؟ آپؑ نے فرمایا: کیونکہ وہ عرش کی سیدھ میں ہے اور وہ مربع ہے۔ پھر آپؑ سے پوچھا گیا کہ عرش مربع شکل میں کیوں ہے؟ آپؑ نے فرمایا: وہ اس لیے مربع شکل میں ہے کہ وہ چار کلمات پر قائم ہے اور وہ کلمات یہ ہیں: سبحان اللہ والحمدللہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر۔

حنان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ ''بیت اللہ'' کو ''بیت اللہ الحرام'' کیوں کہا جاتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا کیونکہ اس میں مشرکین کا داخلہ حرام ہے۔

اللہ بیک وقت ''شدید العقاب'' اور غفور رحیم ہے

اِعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيۡدُ الۡعِقَابِ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۹۸﴾

''تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ عذاب دینے میں بھی سخت ہے اور وہ بخشنے والا مہربان بھی ہے''۔

کتاب التوحید میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے اپنے آبائے طاہرین کی سند سے رسولؐ خدا سے روایت کی۔ آنحضرتؐ نے جبریلؑ سے یہ بات سنی اور جبریلؑ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

جو شخص کوئی صغیرہ گناہ کرے یا کبیرہ گناہ کرے اور وہ یہ نہ جانتا ہو کہ مجھے یہ اختیار حاصل ہے چاہوں تو اسے عذاب دوں اور چاہوں تو معاف کر دوں' ایسے شخص کو میں کبھی بھی معاف نہیں کروں گا۔ اور جو شخص کوئی صغیرہ یا کبیرہ گناہ کرے اور وہ یہ جانتا ہو کہ مجھے یہ اختیار حاصل ہے چاہوں تو اسے عذاب دوں' چاہوں تو اسے معاف کر دوں' ایسے شخص کو میں معاف کر دوں گا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَسۡـئَلُوۡا عَنۡ اَشۡيَآءَ اِنۡ تُبۡدَ لَـكُمۡ تَسُؤۡكُمۡ‌ ۚ وَاِنۡ تَسۡـئَلُوۡا عَنۡهَا حِيۡنَ يُنَزَّلُ الۡقُرۡاٰنُ تُبۡدَ لَـكُمۡ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَنۡهَا ؕ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ حَلِيۡمٌ ﴿۱۰۱﴾ قَدۡ سَاَلَهَا قَوۡمٌ مِّنۡ قَبۡلِكُمۡ ثُمَّ اَصۡبَحُوۡا

بِهَا كٰفِرِيْنَ ﴿١٠٢﴾ مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ
وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۭ
وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿١٠٣﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ
اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ۭ اَوَلَوْ
كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴿١٠٤﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ۭ اِلَى
اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿١٠٥﴾ يٰٓاَيُّهَا
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ
الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ
ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ ۭ تَحْبِسُوْنَهُمَا
مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَنًا
وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۙ وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ ۙ اللّٰهِ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ
الْاٰثِمِيْنَ ﴿١٠٦﴾ فَاِنْ عُثِرَ عَلٰٓي اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّآ اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ
مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ
لَشَهَادَتُنَآ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَآ ڮ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ

الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَاۤ اَوْ يَخَافُوْۤا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ ع يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَاۤ اُجِبْتُمْ ؕ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۰۹﴾ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِىْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ ۘ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ قف تُكَلِّمُ النَّاسَ فِى الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۚ وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۚ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِىْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًۢا بِاِذْنِىْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِىْ ۚ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِىْ ۚ وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِىْۤ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۱۰﴾ وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِىْ وَبِرَسُوْلِىْ ۚ قَالُوْۤا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ؕ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوْا نُرِيْدُ

اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَىِٕنَّ قُلُوْبُنَا وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآىِٕدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ ۚ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ قَالَ اللّٰهُ اِنِّىْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّىْٓ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِىْ وَاُمِّىَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِىْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِىْ ۗ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِىْ نَفْسِىْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِىْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۱۶﴾ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِىْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّىْ وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِىْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ؕ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۱۱۷﴾ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۱۸﴾ قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ؕ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِىْ مِنْ

تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَاۤ اَبَدًا ؕ رَضِىَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡهُ ؕ ذٰلِكَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ ﴿۱۱۹﴾ لِلّٰهِ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا فِيۡهِنَّ ؕ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ﴿۱۲۰﴾

''ایمان والو! ایسی باتیں مت پوچھو جو تم پر ظاہر کردی جائیں تو تمھیں ناگوار لگیں لیکن اگر تم انھیں ایسے وقت پوچھو گے جب قرآن نازل ہو رہا ہو تو وہ تم سے بیان کر دی جائیں گی۔ اللہ نے پچھلی بات معاف کر دی ہے اور اللہ بخشنے والا بُردبار ہے۔

تم سے پہلے ایک گروہ نے اسی قسم کے سوال کیے تھے۔ پھر وہ ان باتوں کے منکر بن گئے تھے۔ اللہ نے نہ کوئی ''بحیرہ'' مقرر کیا ہے اور نہ ''سائبہ'' نہ وصیلہ اور نہ حام''۔ لیکن کافروں کا یہ وطیرہ ہے کہ وہ خدا پر جھوٹی باتیں تراشتے ہیں اور ان کی اکثریت بے عقل ہے۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس قانون کی طرف آؤ جسے اللہ نے نازل کیا ہے اور رسول کی طرف آؤ تو وہ جواب میں کہتے ہیں کہ ہمارے لیے بس وہی طریقہ کافی ہے جس پر ہم نے اپنے آباء واجداد کو پایا ہے۔ اگرچہ ان کے آباء واجداد کو کچھ بھی معلوم نہ ہو اور نہ انھیں صحیح راستہ کی خبر ہو۔

ایمان والو! تم بس اپنی فکر کرو۔ اگر تم خود صحیح راستہ پر ہوئے تو کسی کی گمراہی تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ تم سب کو اللہ کے حضور پلٹ کر جانا ہے۔ وہ تمھیں تمھارے اعمال کے متعلق بتلا دے گا۔

ایمان والو! جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آجائے اور وہ وصیّت کر رہا ہو تو اس کے لیے شہادت کا نصاب یہ ہے کہ تم میں سے دو صاحبِ عدل افراد گواہ بنائے جائیں یا اگر تم

سفر کی حالت میں ہو اور وہاں موت کی مصیبت پیش آ جائے تو غیر لوگوں میں سے ہی دو گواہ لے لیے جائیں۔ پھر اگر کوئی شک پڑ جائے تو نماز کے بعد دونوں گواہوں کو روک لیا جائے اور وہ خدا کی قسم کھا کر کہیں کہ ہم کسی ذاتی مفاد کے تحت گواہی نہیں بیچیں گے خواہ کوئی ہمارا رشتہ دار بھی کیوں نہ ہو۔ پھر بھی ہم سچّی گواہی دیں گے اور ہم خدا واسطے کی گواہی کو نہیں چھپائیں گے۔ اور اگر ہم نے ایسا کیا تو ہم گناہ گاروں میں شمار کیے جائیں گے۔

لیکن اگر پتہ چل جائے کہ ان دونوں نے اپنے آپ کو گناہ میں مبتلا کیا ہے تو پھر ان کی بجائے دو اور شخص جو ان کی بہ نسبت شہادت دینے کے زیادہ اہل ہوں ان لوگوں میں سے کھڑے ہوں جن کی حق تلفی ہوئی ہو اور وہ خدا کی قسم کھا کر کہیں کہ ہماری گواہی ان کی گواہی سے زیادہ سچّی ہے اور ہم نے کوئی زیادتی نہیں کی ہے۔ اگر ہم نے ایسا کیا تو پھر ہم ظالموں میں شمار کیے جائیں۔

اس طریقہ سے زیادہ امید کی جاسکتی ہے کہ لوگ صحیح گواہی دیں گے یا کم از کم اس بات ہی کا خوف کریں گے کہ ان کی قسموں کے بعد دوسری قسموں سے کہیں ان کی تردید نہ ہو جائے اور تم اللہ سے ڈرتے رہو اور حکمِ خداوندی کو سنتے رہو۔ اللہ نافرمان افراد کو ہدایت نہیں دیتا۔ جس دن اللہ سب رسولوں کو جمع کر کے ان سے پوچھے گا کہ تمھیں کیا جواب دیا گیا تھا؟ وہ کہیں گے ہمیں کوئی علم نہیں۔ تو ہی پوشیدہ باتوں کو جاننے والا ہے۔ اور جب اللہ نے کہا: اے عیسیٰ بن مریمؑ! میری اس نعمت کو یاد کر جو میں نے تجھ پر اور تیری والدہ پر کی ہے۔ جب میں نے روح القدس کے ذریعہ سے تجھے طاقت فراہم کی تھی تو گہوارے میں بھی لوگوں سے کلام کرتا تھا اور پختہ عمر میں بھی کلام کرتا تھا اور میں نے تجھ کو کتاب و حکمت اور تورات و انجیل کی تعلیم دی۔ اور تو میرے حکم سے مٹی کا پُتلا پرندے کی شکل کا بناتا اور اس میں پھونکتا تھا اور وہ میرے حکم سے پرندہ بن جاتا تھا اور تو پیدائشی اندھے اور مبروص کو میرے حکم سے

تندرستی دیتا تھا اور تو مُردوں کو میرے حکم سے نکالتا (زندہ کرتا) تھا۔ پھر جب تو بنی اسرائیل کے پاس واضح نشانیاں لے کر پہنچا تو ان میں سے جو حق کے انکاری تھے انھوں نے کہا تھا کہ یہ جادوگری کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ تو میں نے ہی تجھے بنی اسرائیل کے شہر سے بچایا تھا۔ اور جب میں نے حواریوں کو وحی کی کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ۔ انھوں نے کہا کہ ہم ایمان لائے اور گواہ رہنا کہ ہم فرمانبردار ہیں۔

جب حواریوں نے کہا: اے عیسیٰ بن مریمؑ! کیا آپ کا رب ہم پر آسمان سے کھانے کا ایک خوان اُتار سکتا ہے؟ عیسیٰؑ نے کہا تھا کہ اللہ سے ڈرتے رہو اگر تم مومن ہو۔ انھوں نے کہا: ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس سے کھانا کھائیں اور ہمارے دلوں کو اطمینان ہو جائے اور ہمیں معلوم ہو جائے کہ آپ نے ہم سے سچ کہا ہے اور ہم اس پر گواہ بنیں۔

عیسیٰ بن مریمؑ نے کہا: اے خدا، اے ہمارے رب! ہم پر آسمان سے ایک خوان نازل کر جو ہمارے لیے ہمارے اگلے پچھلوں کے لیے خوشی کا موقع قرار پائے اور تیری طرف سے ایک نشانی ہو، ہم کو رزق دے اور تو بہتر رزق دینے والا ہے۔

اللہ نے کہا: میں اس کو تم پر نازل کرنے والا ہوں مگر اس کے بعد جو تم میں سے ناقدری کرے گا اسے میں ایسی سزا دوں گا جو میں نے تمام جہانوں میں سے کسی کو نہ دی ہوگی۔

جب اللہ کہے گا اے عیسیٰ بن مریمؑ! کیا تو نے لوگوں سے یہ کہا تھا کہ خدا کو چھوڑ کر مجھے اور میری والدہ کو معبُود مان لو؟ وہ کہے گا تو پاک و پاکیزہ ہے۔ مجھے ناحق کہنی زیب ہی نہیں دیتی تھی۔ اگر میں نے ایسی بات کہی ہوتی تو آپ کو ضرور علم ہوتا۔ آپ جانتے ہیں جو کچھ میرے دل میں ہے اور میں نہیں جانتا جو کچھ آپ کے جی میں ہے۔ بے شک تو غیب کی باتوں کو اچھی طرح سے جاننے والا ہے۔

میں نے تو ان سے بس وہی کچھ کہا ہے جس کا تو نے مجھے حکم دیا ہے یہی کہ خدا کی عبادت

کرو جو کہ میرا اور تمھارا رب ہے۔ میں اس وقت تک ان کا نگران تھا جب تک میں ان میں رہا اور جب تو نے مجھے واپس بلا لیا تو تو خود ہی ان کا نگران تھا اور تو ہر چیز کا گواہ ہے۔ اگر تو انھیں عذاب دینا چاہے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انھیں معاف کر دے تو تو غالب اور صاحبِ حکمت ہے۔

اللہ فرمائے گا: یہ وہ دن ہے جس میں سچوں کو ان کی سچائی فائدہ دے گی۔ ان کے لیے ایسے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے' خدا ان سے راضی اور وہ خدا سے خوش۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں موجود ہے ان سب کی بادشاہی اللہ ہی کے لیے ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے''۔

زیادہ سوال نہ کرو

یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَلَكُمْ تَسُؤْكُمْ

''ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھو جو تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمھیں ناگوار لگیں''۔

تفسیر عیاشی میں احمد بن محمد سے منقول ہے کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے مجھے ایک خط لکھا اور اس کے آخر میں تحریر فرمایا:

کیا تمھیں زیادہ سوال پوچھنے سے روکا نہیں گیا مگر تم نے رکنے سے انکار کر دیا۔ خبردار! اس سے پرہیز کرو۔ تم سے پہلے لوگ بھی زیادہ سوال پوچھنے کی وجہ سے ہلاک ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ ''ایمان والو! ایسی باتیں مت پوچھو جو تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمھیں ناگوار لگیں''۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: صفیہ بنت عبدالمطلب کا ایک بیٹا مر گیا۔ وہ بیٹے کے جنازہ کی طرف آ رہی تھی۔ راستے میں ''ایک شخص'' نے اس سے کہا: اپنے کان کے بُندے کو چھپاؤ۔ رسولؐ خدا سے تیری رشتہ داری تجھے کچھ فائدہ نہ دے گی۔

صفیہ نے کہا: غیر مختون عورت کے بیٹے! کیا تو نے میرے بُندے کو دیکھا بھی ہے؟ پھر وہ رسولؐ خدا کے پاس روتی

اللہ نے فرمایا: وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ ......(اپنی دولت احمقوں کے ہاتھ میں مت دو) لہٰذا معلوم ہوا کہ

ضیاع مال اللہ کو ناپسند ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ "ایمان والو! ایسی باتوں کے متعلق سوال نہ کرو کہ اگر وہ تمھارے لیے ظاہر کر دی جائیں تو تمھیں ناگوار لگیں۔ (اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کو کثرت سوال ناپسند ہیں۔)

دورِ جاہلیّت کی غلط رسومات

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِيرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيلَةٍ وَّلَا حَامٍ

''اللہ نے نہ تو کوئی ''بحیرہ'' مقرر کیا ہے اور نہ سائبہ، نہ وصیلہ اور نہ حام''۔

کتاب معانی الاخبار میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا: زمانۂ جاہلیت میں جب کوئی اُونٹنی یکے بعد دیگرے دو نر پیدا کرتی تو وہ کہتے تھے کہ اس نے نروں کا وصال کیا ہے۔ اسے ذبح کرنا حلال نہیں سمجھتے تھے اور اسے کھانا جائز نہیں جانتے تھے اور جب کوئی اُونٹنی دس بچے جنتی تو اسے ''سائبہ'' کا نام دیتے تھے۔ اس پر سواری کرنے اور اس کے گوشت کھانے کو حرام سمجھتے تھے۔ اور ''حام'' اُونٹنیوں کے سانڈ کو کہتے تھے۔ وہ اس کا گوشت کھانا بھی جائز نہیں سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اعلان کیا کہ اس نے اس طرح کا کوئی حکم نازل نہیں کیا۔

روایات میں مذکور ہے کہ بحیرہ اس اُونٹنی کو کہا جاتا تھا جس نے پانچوں بچوں کو جنم دیا ہو۔ اگر اس کا پانچواں بچہ نر ہوتا تو وہ اسے نحر کرتے تھے اور اس کا گوشت مرد اور عورتیں مل کر کھاتے تھے۔ اور اگر پانچواں بچہ مادہ ہوتا تو اس کے کان میں سوراخ کر دیتے تھے۔ عورتوں کے لیے اس کا گوشت کھانا اور دودھ پینا حرام تصور کیا جاتا تھا۔ اور اگر وہ اُونٹنی مرجاتی تو پھر عورتیں اور مرد مل کر کھاتے تھے۔

''سائبہ'' وہ اُونٹ ہوتا تھا جس کے متعلق آدمی اس طرح کی منّت مانتا تھا کہ اگر اسے اللہ نے بیماری سے صحت یاب کر دیا یا وہ اپنی منزل مقصود پر پہنچ گیا تو وہ ایک اُونٹ کو راہِ خدا میں کھلا چھوڑ دے گا۔ اور دعا قبول ہونے کے بعد وہ اُونٹ کو کھلا چھوڑ دیتے تھے اور ایسے اُونٹ کو ''سائبہ'' کہا جاتا تھا۔ بکریوں کے ریوڑ میں ''وصیلہ'' اس بکری کو قرار دیا جاتا تھا جس کے ہاں سات بچے پیدا ہوئے ہوں۔ اگر ساتواں بچہ نر ہوتا تو اسے ذبح کر لیتے تھے۔ مرد اور عورتیں اس کا گوشت کھانے میں

اور اگر مادہ ہوتی تو اسے ذبح نہیں کیا جاتا تھا اور اگر کوئی بکری بیک وقت نر و مادہ جڑواں بچے جنتی تھی تو مادہ بچہ کے متعلق کہا جاتا تھا کہ یہ اپنے بھائی سے متصل ہے اسی لیے اسے ذبح نہیں کیا جاتا تھا۔ اور ان کے گوشت عورتوں کے لیے حرام تھے۔ البتہ اگر کوئی جانور مرجاتا تو اس مُردہ جانور کو عورتیں اور مرد مل کر کھاتے تھے۔ جب کہ ''حام'' اس سانڈ کو کہتے تھے جس کا پوتا بھی سانڈ بن چکا ہو۔

ایک اور روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ ''حام'' اس سانڈ کو کہا جاتا تھا جس سے دس بچے پیدا ہوئے ہوں۔ ایسے سانڈ پر کوئی سواری نہیں کرتا تھا اور اسے گھاس اور پانی سے منع نہیں کیا جاتا تھا۔

تفسیر عیاشی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب کسی اُونٹنی کی بچی ماں بن جاتی تھی تو اس اُونٹنی کو ''بحیرہ'' بنا دیا جاتا تھا۔

مجمع البیان میں ہے کہ ابن عباس نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا:

عمرو بن یحییٰ بن قمعہ بن خندف کی مکہ پر حکومت قائم ہوئی تھی۔ دین اسلام کو سب سے پہلے اسی نے تبدیل کیا تھا۔ اسی نے بت اور مورتیاں نصب کی تھیں اور اسی نے ''بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام'' کا تصور دیا تھا۔ میں نے دیکھا کہ وہ دوزخ میں جل رہا تھا اور اس کی بدبو سے اہلِ دوزخ کو اذیت محسوس ہو رہی تھی۔

دوسروں کی بجائے اپنی فکر کرنی چاہیے

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ۚ

''ایمان والو! تم بس اپنی فکر کرو اگر تم خود صحیح راستہ پر ہوئے تو کسی کی گمراہی تمھیں نقصان نہ پہنچائے گی''۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ ابوثعلبہ نے رسولؐ خدا سے اس آیت کے متعلق سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا:

تم ''معروف'' پر عمل کرو اور ''منکر'' سے پرہیز کرو جب دیکھو کہ لوگ دنیا کو ترجیح دے رہے ہیں اور بخل کے تقاضوں پر عمل کیا جا رہا ہے اور خواہشات کی پیروی کی جا رہی ہے اور ہر شخص اپنی اپنی رائے پر مرمٹا ہے تو تجھے اپنے نفس کی اصلاح کی طرف متوجہ رہنا چاہیے۔ لوگوں کی خواہشات کی پروا نہ کرو۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں اس آیت مجیدہ کے ضمن میں مرقوم ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا:

لوگو! اپنی اصلاح کرو اور لوگوں کے عیوب کی تلاش میں مت رہو اور لوگوں کے شکوے نہ کرو اگر تم خود نیک ہوئے تو کسی کی گمراہی تمھیں کوئی نقصان نہ پہنچائے گی۔

تمیم الداری کا واقعہ

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ ایک مرتبہ تین شخص سفر پر نکلے جن میں سے دو شخص یعنی ابن بندی اور ابن ابی ماریہ نصرانی تھے اور تیسرا شخص تمیم الداری مسلمان تھا۔ تمیم کے پاس کافی سامان تجارت تھا اور سامانِ تجارت کے علاوہ اس کے پاس ایک قیمتی برتن تھا جس پر سونے سے نقش و نگار بنے ہوئے تھے اور اس برتن کے علاوہ اس کے پاس ایک قیمتی ہار بھی تھا۔ وہ ان دونوں چیزوں کو فروخت کی غرض سے اپنے ساتھ لے کر گیا تھا۔ جب مدینہ کے قریب پہنچے تو تمیم بیمار ہوا اور اس پر نزع کا عالم طاری ہوا۔ اس نے اپنا تمام ساز و سامان ابن بندی اور ابن ابی ماریہ کے سپرد کیا اور انھیں وصیت کی کہ وہ اس کا سارا اثاثہ اس کے ورثاء کو پہنچائیں۔ چنانچہ تمیم الداری کی موت واقع ہوگئی۔ اس کے ساتھیوں نے اس کا ساز و سامان ورثاء تک پہنچایا مگر انھوں نے وہ قیمتی برتن اور نادر ہار اپنے پاس رکھ لیا۔

میت کے ورثاء کو جب دو قیمتی اشیاء دکھائی نہ دیں تو وہ پریشان ہوئے اور انھوں نے ان سے کہا: کیا ہمارا ساتھی طویل عرصہ تک بیمار رہا تھا کہ اس پر بہت سا خرچہ اُٹھا ہو؟

انھوں نے کہا: نہیں، وہ چند دن ہی بیمار پڑا تھا۔ وارثوں نے کہا: کیا راستے میں کوئی چور اس کا سامان چرا کر لے گئے تھے؟ انھوں نے کہا: نہیں۔ وارثوں نے کہا: کیا اسے تجارت میں سخت نقصان ہوا تھا؟ انھوں نے کہا: نہیں۔

اس وقت وارثوں نے کہا تو اس کی کیا وجہ ہے کہ اس کے سامان میں دو قیمتی چیزیں موجود کیوں نہیں ہیں؟ اس کے پاس تو قیمتی برتن تھا جس پر سونے کے نقش و نگار بنے ہوئے تھے اور اس کے علاوہ اس کے پاس ایک نادر قسم کا ہار تھا۔ آخر وہ چیزیں کہاں ہیں؟ انھوں نے کہا: مرنے والے نے جو کچھ ہمارے حوالے کیا تھا ہم نے کسی کمی بیشی کے بغیر تمھارے سپرد کر دیا ہے۔

میت کے ورثاء ان دونوں کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے۔ رسولؐ خدا نے ان سے حلف لیا اور انھیں چھوڑ دیا۔ چند دنوں کے بعد ان کے پاس سے دونوں چیزیں برآمد ہوئیں۔ میت کے ورثاء نے رسولؐ خدا کو ان کی خیانت سے مطلع کیا۔ آپؐ نے میت کے ورثاء سے جوابی حلف لیا اور انھوں نے اپنی قسم میں کہا کہ ہماری گواہی

پہلے افراد کی گواہی سے زیادہ سچی ہے۔ جب وہ گواہی دے چکے تو آپ نے ابن بندی اور ابن ابی ماریہ سے وہ برتن اور ہار لے کر میت کے ورثاء کے حوالے کیا۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ تین افراد نے تجارت کی غرض سے مدینہ سے شام کا سفر کیا۔ اس میں تمیم بن اوس الداری اور اس کا بھائی عدی اور عمرو بن العاص السہمی کا غلام ابن ابی ماریہ شامل تھے۔ دونوں بھائی عیسائی تھے جب کہ ابن ابی ماریہ مسلمان تھا۔ راستے میں ابن ابی ماریہ بیمار ہوا۔ اس نے اپنی ایک وصیت لکھی جس میں اس نے اپنے تمام اثاثہ کی تفصیل لکھی تھی اور اس نے اس وصیت کو اپنے سامان میں چھپا دیا۔ پھر اس نے اپنا سارا سامان اپنے عیسائی ساتھیوں کے سپرد کیا اور کہا کہ میرا یہ سامان میرے اہلِ خانہ تک پہنچا دینا۔

اس وصیت کے بعد اس کی وفات ہوگئی۔ اس کے مرنے کے بعد اس کے ساتھیوں نے اس کا سامان کھولا اور اس میں سے قیمتی اشیاء نکال لیں اور کچھ عرصہ بعد وہ اس کا باقی سامان لے آئے اور انھوں نے وہ سامان اس کے ورثاء کے سپرد کیا۔ ورثاء نے سامان کھولا تو اس میں مرنے والے کی لکھی ہوئی تحریر بھی موجود تھی۔ جب انھوں نے تحریر سے سامان کا موازنہ کیا تو انھیں اشیاء کم نظر آئیں۔ انھوں نے تمیم الداری اور اس کے بھائی سے کہا کہ ہمیں پورا سامان دو۔ لیکن انھوں نے کہا کہ مرنے والے نے بس یہی سامان ہمارے سپرد کیا تھا۔ اس کے علاوہ اس نے ہمارے حوالے کچھ بھی نہیں کیا تھا۔ میت کے ورثاء رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمیم الداری نے وہاں جھوٹی قسم کھائی۔ پھر میت کے ورثاء نے مرنے والے کی تحریر پیش کی۔ آنحضرتؐ نے ان سے جوابی قسم لی اور ان سے ان کا سامان واپس دلایا۔

اور اس واقعہ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ ...... لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ۠ تک کی تین آیات نازل فرمائیں۔

یہ روایت واقدی نے اسامہ بن زید سے نقل کی ہے اور مفسرین کی ایک بڑی جماعت کے علاوہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے بھی یہی مفہوم منقول ہے۔

عرض مترجم: مجمع البیان کی روایت زیادہ صحیح ہے کیونکہ تمیم الداری نہ تو پہلے سے مسلمان تھا اور نہ ہی رسولؐ خدا کی زندگی میں اس کی وفات ہوئی تھی۔ وہ مشہور عیسائی عالم تھا اور اپنی خیانت کے افشاء کے بعد اس نے اسلام قبول کرلیا تھا اور حضرت عمر کے دور میں وہ ہر جمعہ کے دن مسجد نبوی میں قصہ گوئی کیا کرتا تھا اور اس نے بہت سی غلط روایات کو مسلمانوں میں عام کیا تھا۔ مزید تحقیق کے لیے ہماری ترجمہ کردہ علامہ مرتضیٰ کی کتاب ''احیائے دین میں ائمہ اہلِ بیتؑ کا کردار'' کا مطالعہ فرمائیں۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ سے دو مسلمان گواہ مراد ہیں اور اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ سے غیر مسلم گواہ مراد ہیں۔ چنانچہ حضرت امام محمد باقر و حضرت امام جعفر صادق علیہما السلام سے یہی کچھ منقول ہے۔

عیون الاخبار میں مرقوم ہے کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے محمد بن سنان کے مسائل کے جواب لکھے تھے اور ان جوابات میں آپ نے اسلامی احکام کے علل و اسباب پر بحث کی تھی۔ اور اسی سلسلہ جوابات میں آپؑ نے یہ کلمات بھی تحریر فرمائے:

طلاق اور رؤیت ہلال کے لیے عورتوں کی گواہی کافی نہیں ہے کیونکہ وہ رؤیت سے ضعیف ہیں اور طلاق کے لیے، عورتوں کی ناجائز حمایت کرتی ہیں۔ البتہ جہاں صرف عورت ہی گواہ بن سکتی ہو تو اس کی گواہی قبول کی جائے گی جیسا کہ دائی کی گواہی بچہ کی پیدائش کے لیے قابلِ قبول ہے اور تمام وہ امور جسے مرد نہیں دیکھ سکتے اور عورتیں دیکھ سکتی ہیں ان میں عورتوں کی گواہی کو قبول کیا جائے گا۔ اسی طرح سے جہاں مسلمان موجود نہ ہو تو وہاں اہلِ کتاب کو بھی گواہ بنانا جائز ہے جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے: اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ (تم میں سے دو عادل گواہ) اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ سے کافر مراد ہیں۔

الکافی میں ابی الصباح الکنانی سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ سے کون مراد ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ سے دو مسلمان گواہ مراد ہیں۔ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ سے دو کافر گواہ مراد ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جس جگہ گواہی کے لیے مسلمان موجود نہ ہو تو وصیت کے لیے غیر مسلم کو بھی گواہ بنانا جائز ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ (یا تمھارے علاوہ دو گواہ ہوں)

یحییٰ بن محمد کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ سے دو عادل مسلمان گواہ مراد ہیں اور اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ سے دو اہلِ کتاب گواہ مراد ہیں۔ اگر اہلِ کتاب موجود نہ ہوں تو پھر دو مجوسی گواہ بنا لینے چاہئیں۔ کیونکہ رسولؐ خدا نے مجوسیوں سے بھی اہلِ کتاب جیسا جزیہ قبول کیا تھا۔ جب کوئی مسلمان مسافرت میں مرنے لگے اور اسے گواہی کے لیے دو مسلمان گواہ نہ ملیں تو دو اہلِ کتاب کو اپنی وصیت کا گواہ بنا لے اور ان سے یہ عہد لے کہ وہ اپنی گواہی میں کس قسم کا ہیر پھیر نہیں کریں گے۔ پھر اگر میت کے ورثاء کو شک ہو جائے کہ انھوں نے غلط گواہی دی ہے تو وہ اس کے متبادل دو گواہ پیش کریں اور وہ حلفی بیان دیں کہ ہماری گواہی ان

کی گواہی سے زیادہ صحیح ہے۔ اس طرح سے قاضی کو چاہیے کہ پہلی دو گواہیوں کو رڈ کر دے اور دوسری دو گواہیوں کے مطابق فیصلہ صادر کرے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَیْرِکُمْ کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا: جب انسان پر مسافرت میں موت وارد ہو اور وہاں مسلمان نہ ملیں تو غیر مسلموں کو وصیّت کا گواہ بنائے۔

حمزہ بن حمران کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ذَوَا عَدْلٍ مِّنْکُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَیْرِکُمْ کا مطلب دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: ذَوَا عَدْلٍ مِّنْکُمْ سے دو مسلمان گواہ مراد ہیں اور اٰخَرٰنِ مِنْ غَیْرِکُمْ سے دو غیر مسلم گواہ مراد ہیں جن کا تعلق اہلِ کتاب سے ہو۔ اگر کوئی شخص مسافرت میں مرے تو دو مسلمان گواہوں کو اپنی وصیّت کا گواہ بنائے اور اگر دو مسلمان موجود نہ ہوں تو دو ذمی اہلِ کتاب کو اپنی وصیّت کا گواہ بنائے اور وہ ایسے ذمیوں کا انتخاب کرے جو اہلِ کتاب کی نظر میں قابلِ اعتماد ہوں۔ من لایحضرہ الفقیہ میں بھی یہی مفہوم منقول ہے۔

انبیاء سے سوال

یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَیَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ؕ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ۝

''جس دن اللہ سب رسولوں کو جمع کر کے پوچھے گا کہ تمھیں کیا جواب دیا گیا تھا؟ وہ کہیں گے ہمیں کوئی علم نہیں تو ہی پوشیدہ باتوں کو جاننے والا ہے''۔

کتاب معانی الاخبار میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے اس آیت کے ضمن میں فرمایا کہ خدا کے سوال کے جواب میں انبیاء یہی کہیں گے کہ ہم تو تیرے مشاہدہ جلال و جمال میں اتنے مستغرق تھے کہ ہمیں تیرے علاوہ کسی کا علم نہیں ہے۔

حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: قرآن ظاہر میں ''تقریع'' اور باطن میں ''تقریب'' ہے۔ مصنف کتاب ہذا عرض کرتا ہے کہ امامؑ کے فرمان کا مقصد یہ ہے کہ توبیخ و وعید کی آیات کے بعد رحمت و مغفرت کی آیات ہیں۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: اللہ قیامت کے دن انبیاء سے پوچھے گا کہ تمھاری اُمتوں نے تمھارے مقرر کردہ اوصیاء سے کیا سلوک کیا تھا؟ وہ کہیں گے کہ خدایا ہمیں کوئی علم نہیں ہے کہ

ہمارے بعد ہماری اُمتوں نے ان سے کیا سلوک کیا تھا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اس سلسلہ میں یہ وضاحت کی کہ یہ آیت کی تاویل ہے۔

عیون الاخبار میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کا ایک مباحثہ مذکور ہے جو آپؑ نے مختلف اقوام وملل کے علماء سے کیا تھا۔ اس مباحثہ میں یہ کلمات بھی موجود ہیں۔ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے عیسائی عالم سے فرمایا: میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حکمِ خدا سے مُردے زندہ کرتے تھے۔

عیسائی عالم نے کہا: چونکہ حضرت مسیحؑ نے مُردے زندہ کیے تھے اور پیدائشی اندھوں اور مبروص افراد کو شفا عطا کی تھی اسی لیے وہ رب ہیں اور وہ اس لائق ہیں کہ ان کی عبادت کی جائے۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: اگر ان معجزات کی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مستحق عبادت ہیں تو یہ معجزات تو الیسع پیغمبر نے بھی دکھائے تھے۔ الیسع پیغمبر پانی کی سطح پر چلتے تھے۔ انھوں نے بھی مُردے زندہ کیے تھے اور نابینا اور مبروص افراد کو انھوں نے بھی تندرست کیا تھا مگر ان کی اُمت نے نہ تو انھیں رب مانا اور نہ ہی ان کی عبادت کی۔ حزقیل پیغمبر نے بھی عیسیٰؑ کی طرح مُردے زندہ کیے تھے انھوں نے پینتیس ہزار افراد کو مرنے کے ساٹھ برس بعد زندہ کیا تھا۔

اس کے بعد حضرت امام علیہ السلام نے یہودی عالم سے فرمایا: کیا یہ واقعہ تمھاری کتابوں میں مذکور نہیں ہے؟

یہودی عالم نے کہا: جی ہاں' یہ واقعہ صحیح ہے۔ پھر آپؑ نے تورات میں سے وہ واقعہ انھیں پڑھ کر سنایا۔ یہودی عالم نے آپؑ کی قرأت پر بڑا تعجب کیا۔ پھر آپؑ نے عیسائی عالم سے فرمایا:

اچھا یہ بتاؤ کہ الیسع اور حزقیل عیسیٰ سے پہلے گزرے یا بعد میں پیدا ہوئے تھے؟

عیسائی عالم نے کہا: وہ پہلے گزرے تھے۔ پھر آپؑ نے فرمایا: اس طرح کا واقعہ تو رسولؐ خدا کی زندگی میں بھی پیش آیا تھا۔ ایک مرتبہ قریش کے افراد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور انھوں نے کہا: اگر آپؐ نبی ہیں تو آپ ہمارے مُردوں کو زندہ کریں۔ نبی اکرمؐ نے حضرت علی علیہ السلام کو ان کے ساتھ روانہ کیا اور فرمایا: تم ان کے ساتھ قبرستان میں چلے جاؤ اور جن لوگوں کا یہ نام لیں تم انھیں پکارو اور ان کا نام لے کر یہ صدا دو کہ اللہ کا رسول محمد تم سے یہ کہتا ہے کہ اللہ کے حکم سے اُٹھو۔

حضرت علی علیہ السلام گئے اور آپؑ نے ان کے نام لے کر انھیں پکارا تو قبریں پھٹ گئیں اور وہ اپنے سروں سے مٹی

جھاڑتے ہوئے اُٹھے۔ قریش نے ان سے ان کے امور کے متعلق سوالات کیے اور انھیں بتایا کہ محمد مبعوث ہو چکے ہیں۔

زندہ ہونے والوں نے کہا: ہم چاہتے تھے کہ ہم کو اس کا زمانہ نصیب ہو تو ہم اس پر ایمان لائیں۔ ہمارے نبی نے اندھوں اور مبروص افراد کو تندرست کیا تھا اور آنحضرتؐ نے بہت سے فاتر العقل افراد کو تندرستی دی تھی۔ صحرائی جانوروں، پرندوں، جنات و شیاطین نے آپ سے گفتگو کی تھی مگر اس کے باوجود ہم نے انھیں رب نہیں مانا اور ہم نے انبیائے سابقین کی فضیلت کا انکار بھی نہیں کیا۔

آسمانی خوان

تفسیر عیاشی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ کی آیت میں لفظ ''وحی'' الہام کے معنی میں ہے۔

یحییٰ حلبی کہتے ہیں کہ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ کی ایک قرأت هل تستطيع ربك بھی ہے اور اس صورت میں معنی یہ ہے کہ حواریوں نے حضرت عیسٰی علیہ السلام سے کہا کہ کیا آپؑ اپنے رب سے ہم پر آسمانی خوان نازل کرا سکتے ہیں؟

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اللہ نے حضرت عیسٰیؑ کے عہد میں جو خوان نازل کیا تھا وہ سونے کی زنجیروں سے بندھا ہوا تھا اور اس میں نو مچھلیوں کے ساتھ نو روٹیاں تھیں۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: قومِ عیسٰیؑ کے جن افراد نے خوان کی ناقدری کی تو اللہ نے انھیں مسخ کر کے خنزیر بنا دیا۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: قومِ عیسٰیؑ میں سے کچھ دھوبیوں نے آسمانی خوان کی ناقدری کی تھی۔ اللہ نے انھیں مسخ کر کے خنزیر بنا دیا تھا۔

کتاب التوحید میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کا مختلف ادیان و ملل کے علماء سے ایک مباحثہ مذکور ہے۔ اس مباحثہ میں آپؑ نے یہ الفاظ بھی فرمائے: آپؑ نے جاثلیق سے فرمایا کہ تم نے جو پوچھنا ہو مجھ سے پوچھ لو۔

جاثلیق نے کہا: اچھا آپ یہ بتائیں کہ عیسٰیؑ کے حواریوں کی تعداد کیا تھی اور علمائے انجیل کی کیا تعداد تھی؟

آپؑ نے فرمایا: تو نے صاحبِ علم سے سوال کیا ہے۔ حضرت عیسٰیؑ کے حواری بارہ تھے۔ ان میں سے ''الوقا'' سب سے افضل اور سب سے بڑا عالم تھا۔ علمائے نصاریٰ تین تھے اور تینوں کا نام یوحنا تھا۔ پہلا یوحنا اکبر باج تھا اور دوسرا یوحنا

قرقسیا کا رہنے والا تھا اور تیسرا یوحنا دیلمی ''زجار'' کا رہنے والا تھا۔ اس کے پاس ہمارے نبی اور ان کی اہل بیت اور اُمت کا ذکر محفوظ تھا۔ اور اسی نے اُمت عیسیٰؑ کو رسول اکرمؐ کی آمد کی بشارت دی تھی۔

عیون الاخبار میں حسن بن فضال سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ ''حواریوں'' کو ''حواری'' کہنے کی وجہ کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: عوام الناس کی نظر میں اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ دھوبی تھے اور لوگوں کے کپڑوں کی میل اُتارا کرتے تھے اور صفائی کرنے والے کو ''حواری'' کہا جاتا ہے۔ جب کہ ہماری نظر میں ان کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ وہ اپنی ذات کے مخلص تھے اور اپنے علاوہ دوسروں کے بھی مخلص تھے اور وہ وعظ و نصیحت کی وجہ سے گناہوں کی میل کچیل اُتارا کرتے تھے۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ علماء میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ آیا عیسیٰ علیہ السلام کے عہد میں آسمانی خوان نازل ہوا تھا یا نہیں؟ اور صحیح موقف یہ ہے کہ آسمانی خوان نازل ہوا تھا کیونکہ اللہ کا فرمان ہے: اِنِّیْ مُنَزِّلُهَا عَلَیْكُمْ (میں وہ خوان تم پر نازل کروں گا) اللہ کے وعدہ میں کوئی تبدیلی نہیں آسکتی۔ نبی اکرمؐ، صحابہ و تابعین سے بالتواتر منقول ہے کہ آسمانی خوان نازل ہوا تھا۔

ابن عباس کا بیان ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے بنی اسرائیل سے کہا تھا کہ تم تیس روزے رکھو اس کے بعد تم خدا سے جو بھی سوال کرو گے اللہ تمھارا سوال پورا کرے گا۔ چنانچہ انھوں نے تیس روزے رکھے اور جب روزے مکمل ہوگئے تو انھوں نے کہا کہ اگر ہم نے کسی انسان کا کام کیا ہوتا تو وہ ہمیں کھانا ضرور کھلاتا۔ ہم نے تیس دن تک روزے رکھے ہیں اور بھوک برداشت کی ہے۔ اب آپ اللہ سے دعا مانگیں کہ وہ ہمارے لیے آسمان سے کھانا اُتارے۔ حضرت عیسیٰؑ نے دعا مانگی۔ ملائکہ آسمانی خوان لے کر نازل ہوئے۔ اس خوان میں سات روٹیاں تھیں اور سات مچھلیاں تھیں جسے سب نے مل کر کھایا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ایک روایت میں منقول ہے کہ آسمانی خوان میں گوشت اور روٹیاں تھیں۔ حواریوں نے حضرت عیسیٰؑ سے درخواست کی تھی کہ خدا انھیں ایسا طعام عطا کرے جو ختم ہونے میں نہ آئے۔ چنانچہ اللہ نے ان پر خوان نازل کیا اور ان سے کہا گیا جب تک تم خیانت نہ کرو گے اور اسے نہ چھپاؤ گے یہ یونہی تمھارے پاس موجود رہے گا۔ اور اگر تم نے کوئی خیانت کی تو تمھیں عذاب دیا جائے گا۔ ابھی پورا دن نہیں گزرا تھا کہ لوگوں نے اس میں خیانت کی اور خدائی عذاب کے مستحق قرار پائے اور وہ خنزیر بنا دیئے گئے۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: آسمانی خوان نازل ہوتا، سب مل کر اس خوان پر بیٹھ جاتے تھے اور

جی بھر کر کھانا کھاتے تھے۔اس کے بعد خوان اُوپر اُٹھ جاتا تھا۔اس قوم کے متکبرین اور سرداروں نے کہا کہ اس خوان پر غریب لوگ ہمارے برابر بیٹھ کر کھانا نہ کھائیں۔جس پر اللہ ناراض ہوگیا اور آسمانی خوان کے نزول کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔خدا نے انھیں بندر اور خنزیر بنا دیا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے ان لوگوں پر لعنت کی تھی جن پر آسمانی خوان نازل ہوا تھا اور انھوں نے بعد میں اس کی ناقدری کی تھی۔

تہذیب الاحکام میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ بنی اسرائیل میں سے بہت سے گروہ مسخ ہوئے تھے اور جس گروہ پر آسمانی خوان نازل ہوا تھا وہ بھی مسخ ہوا تھا۔بنی اسرائیل کے کچھ گروہوں کو مسخ کر کے سمندری جانوروں کی شکل دی گئی تھی اور کچھ گروہوں کو خشکی کے جانوروں کی شکل میں مسخ کیا گیا تھا۔

کتاب الخصال میں حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ میں نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مسخ شدہ جانوروں کے متعلّق پوچھا تو آپؐ نے فرمایا: تیرہ جاندار مسخ شدہ ہیں اور ان میں خنزیر بھی شامل ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جن پر آسمانی خوان اُتارا گیا تھا لیکن اس کے بعد ان کے کفر وانکار میں اضافہ ہوا تھا۔

حضرت عیسٰیؑ نے اپنی اور والدہ کی عبادت کی تعلیم نہیں دی تھی

عیون الاخبار میں غلاۃ ومفوضہ کی رد میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی زبانی کچھ روایات مرقوم ہیں۔ان میں ایک روایت یہ ہے کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی ہے۔انھوں نے فرمایا:

میرے متعلّق دو قسم کے لوگ ہلاک ہوجائیں گے' محبّت میں افراط کرنے والا اور مجھ سے بغض کرنے والا۔ہم خدا کے حضور ان لوگوں سے اپنی برأت کا اظہار کرتے ہیں جو ہمارے متعلّق غلو کرتے ہیں اور ہمیں حد سے بڑھاتے ہیں۔ہم غالیوں سے ایسے ہی بیزار ہیں جیسا کہ عیسٰی بن مریم نصاریٰ سے بیزار تھے۔اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلّق فرمایا ہے:

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۖ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ۚ بِحَقٍّ ۖ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ۖ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ۖ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۱۶﴾ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ

اَمَرْتَنِیْ بِہٖۤ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰہَ رَبِّیْ وَرَبَّکُمْ ۚ وَکُنْتُ عَلَیْہِمْ شَہِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْہِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْہِمْ ؕ وَاَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَہِیْدٌ ﴿۱۱۷﴾

''جب اللہ کہے گا کہ اے عیسیٰ بن مریمؑ! کیا تو نے یہ لوگوں سے کہا تھا کہ تم خدا کو چھوڑ کر مجھے اور میری والدہ کو معبود مان لو؟ وہ کہے گا تو پاک و پاکیزہ ہے۔ مجھے ناحق بات کہنی زیب ہی نہیں دیتی تھی۔ اگر میں نے ایسی بات کہی ہوتی تو آپ کو ضرور علم ہوتا۔ آپ جانتے ہیں جو کچھ میرے دل میں ہے اور میں نہیں جانتا جو کچھ تیرے جی میں ہے۔ بے شک تو غیب کی باتوں کا جاننے والا ہے۔ میں نے تو ان سے صرف وہی کہا تھا جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ خدا کی عبادت کرو، جو میرا اور تمھارا رب ہے۔ میں جب تک ان میں رہا تو ان کا نگران تھا اور جب تو نے مجھے واپس بلا لیا تو خود ہی ان کا نگران تھا اور تو ہر چیز کا گواہ ہے''۔

تفسیر عیاشی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اپنے مکالمہ کو فعل ماضی کی صورت میں بیان کیا ہے جب کہ اللہ ان سے یہ سوال قیامت کے دن کرے گا۔ اللہ تعالیٰ جب کسی یقینی امر کی خبر دیتا ہے تو اسے ماضی کے الفاظ سے بیان کرتا ہے۔

سلیمان بن خالد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا کہ کیا اللہ عیسیٰؑ سے یہ گفتگو کر چکا ہے؟
حضرتؑ نے کہا: نہیں، وہ یہ گفتگو کرے گا۔
میں نے کہا مگر آیت میں تو ماضی کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں؟
آپؑ نے فرمایا: اللہ جب کسی مستقبل کی یقینی بات کو بیان کرتا ہے تو اسے ماضی کے الفاظ سے ہی ادا کرتا ہے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ اس کا وقوع پذیر ہونا ضروری ہے۔

جابر جعفی کا بیان ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِکَ ؕ اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ﴿۱۱۶﴾ (جو کچھ میرے دل میں ہے تو اسے جانتا ہے لیکن جو کچھ تیرے جی میں ہے اسے میں نہیں جانتا۔ بے شک تو تمام غیبوں کو جاننے والا ہے) کے ضمن میں فرمایا:

اسم اعظم کے تہتر (۷۳) حروف ہیں۔ ان میں سے ایک حرف اللہ نے اپنے پاس رکھا ہے اسی لیے کسی کو علم نہیں ہے کہ خدا کے جی میں کیا ہے۔ اللہ نے حضرت آدمؑ کو بہتر (۷۲) حروف عطا کیے تھے جو حضرت عیسیٰؑ تک بطور میراث انبیاء میں

چلتے آئے۔ اسی لیے حضرت عیسیٰؑ نے کہا: تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ ''جو کچھ میرے دل میں ہے تو اسے جانتا ہے'' یعنی میرے پاس بہتر۷۲ حروف کا علم موجود ہے اور وہ بھی تیرا ہی تعلیم کردہ ہے۔ وَلَاۤ اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِكَ (اور جو کچھ تیرے جی میں ہے میں اسے نہیں جانتا) کیونکہ مخصوص حرف تیرے پاس ہے اسی لیے کسی کو بھی علم نہیں ہے کہ تیرے جی میں کیا ہے۔

حساب محشر کا مرحلہ

قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ؕ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ ؕ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

''اللہ فرمائے گا یہ وہ دن ہے جس میں سچوں کو ان کی سچائی فائدہ دے گی ان کے لیے ایسے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ خدا ان سے راضی اور وہ خدا سے خوش، یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں موجود ہے ان سب کی بادشاہی اللہ ہی کے لیے ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے''۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا: جب قیامت بپا ہوگی اور تمام وگ حساب کے لیے محشور ہوں گے تو روز قیامت کے شدائد سے ان کا گزر ہوگا اور میدانِ محشر میں بڑی جدوجہد کے بعد ہنچیں گے۔ انھیں میدان میں روک دیا جائے گا اور خداوند جبار اپنے عرش سے ان پر نگاہ کرے گا۔ تمام مخلوقات جس ندا کو ب سے پہلے سنے گی وہ حضرت محمد بن عبداللہ نبی قرشی عربی کا نام پکارا جائے گا۔

رسول مقبولؐ آگے بڑھیں گے اور عرش کی دائیں جانب جا کر کھڑے ہوں گے۔ اس کے بعد تمھارے ساتھی حضرت ں علیہ السلام کو پکارا جائے گا۔ وہ آگے بڑھیں گے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بائیں طرف جا کر کھڑے ہو جائیں ے۔ اس کے بعد ترتیب وار ہر نبی اور اس کی اُمت کو پکارا جائے گا اور تمام انبیاء اپنی اُمتوں سمیت عرش کی بائیں جانب کر کھڑے ہوں گے۔

سلسلہ سوال کا آغاز قلم سے کیا جائے گا اور قلم کو پکارا جائے گا۔ قلم انسانی صورت میں خدا کے سامنے جا کر کھڑا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے کہے گا کہ میںؐ نے تجھے جو وحی والہام کیا تھا کیا تو نے اسے لوح پر لکھا تھا؟ قلم کہے گا: مالک!

میں نے تیرے فرمان پر عمل کیا تھا اور میں نے تیری وحی کے مطابق لوح پر لکھا تھا۔ خدا کہے گا: تیری گواہی کون دے گا؟ قلم کہے گا: مالک! تیرے سربستہ راز کو تیرے علاوہ اور کون جانتا ہے؟ اللہ کہے گا: تو نے اپنی دلیل بیان کر دی ہے۔

اس کے بعد لوح کو بلایا جائے گا اور لوح انسانی صورت میں پیش ہوگی اور قلم کے ساتھ کھڑی ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ اس سے کہے گا: کیا قلم نے میرے الہام و وحی کو تجھ پر نقل کیا تھا؟ لوح کہے گی: جی ہاں، میں نے وہ پیغام اسرافیل کو پہنچا دیا تھا۔ پھر اسرافیل انسانی صورت میں آئیں گے اور لوح و قلم کے ساتھ کھڑے ہو جائیں گے۔

اللہ اسرافیلؑ سے فرمائے گا: کیا لوح نے تجھ تک میری وہ وحی پہنچائی تھی جو قلم نے لکھی تھی؟ اسرافیلؑ کہیں گے: جی ہاں پروردگار! میں نے وہ وحی جبریلؑ تک پہنچا دی تھی۔

پھر جبریلؑ کو پکارا جائے گا۔ وہ اسرافیل کے ساتھ آ کر کھڑے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ جبریلؑ سے کہے گا: کیا اسرافیلؑ نے تجھے پیغام پہنچایا تھا؟ جبریلؑ عرض کریں گے: جی ہاں پروردگار! میں نے تیرا پیغام تمام انبیاء کو پہنچا دیا تھا۔ میں نے تیرے احکام و اوامر ہر ہر نبی اور ہر ہر رسول تک پہنچائے تھے اور میں نے تیری وحی، حکمت اور کتابوں کو انبیاء تک پہنچا دیا تھا۔ اور سب سے آخر میں، میں نے تیری رسالت، تیری وحی، تیری حکمت، تیرا علم، تیری کتاب اور تیرا کلام محمد بن عبداللہ عربی قرشی ابطحی تیرے حبیب تک پہنچایا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: بنی آدم میں سے حساب کے لیے سب سے پہلے حضرت محمد بن عبداللہ کو بلایا جائے گا۔ اللہ انھیں اپنا قرب عطا کرے گا اور اس دن آنحضرتؐ سے زیادہ اور کوئی مقرب نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ آنحضرتؐ سے فرمائے گا: کیا جبریلؑ نے آپ تک میری وحی، کتاب، حکمت اور میرا علم تم تک پہنچایا تھا؟

رسولؐ خدا عرض کریں گے: جی ہاں پروردگار! جبریلؑ نے مجھ تک تیری تمام وحی اور تیری کتاب و حکمت اور تیرا نازل کردہ علم مجھ تک پہنچا دیا تھا۔

پھر اللہ فرمائے گا: کیا آپؐ نے میری کتاب و حکمت اور علم کو جسے جبریلؑ لایا تھا، اپنی اُمت کو پہنچا دیا تھا؟

رسولؐ خدا عرض کریں گے: جی ہاں پروردگار! تو نے جو کتاب و حکمت اور علم کی مجھے وحی کی تھی میں نے اسے اُمت تک پہنچا دیا تھا اور میں نے تیری راہ میں جہاد کیا تھا۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اس کی گواہی کون دے گا؟

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرض کریں گے: خدایا! میری تبلیغ و رسالت کا تو خود گواہ ہے۔ تیرے ملائکہ گواہ ہیں اور

میری اُمت کے نیک لوگ اس امر کے گواہ ہیں اور گواہ کے طور پر تو خود ہی کافی ہے۔ اس وقت ملائکہ کو بلایا جائے گا وہ محمد مصطفیٰؐ کی تبلیغ رسالت کی گواہی دیں گے۔ پھر اُمت محمدؐ کو بلایا جائے گا اور ان سے پوچھا جائے گا کہ کیا محمدؐ نے تمھیں میرے پیغام، کتاب، حکمت اور میرا علم تم تک پہنچایا تھا اور انھوں نے تمھیں اس کی تعلیم دی تھی؟

اُمت کے افراد گواہی دیں گے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان تک تبلیغِ رسالت کی تھی اور حکمت وعلم ان تک پہنچایا تھا۔

اللہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہے گا: کیا تو نے اپنی اُمت میں سے کسی کو اپنا جانشین بھی مقرر کیا تھا جو تیرے بعد انھیں میری حکمت وعلم کی تعلیم دیتا اور میری کتاب کی وضاحت کرتا جو میری طرف سے حجت ہوتا اور تیرا جانشین ہوتا؟

محمد مصطفیٰؐ عرض کریں گے: جی ہاں پروردگار! میں نے اپنے بھائی، وزیر، وصی اور خیر اُمت علی بن ابی طالبؑ کو اپنا جانشین مقرر کیا تھا اور میں نے اسے اپنی زندگی میں پرچم بنا کر نصب کیا تھا اور میں نے لوگوں کو اس کی اطاعت کی دعوت دی تھی۔ میں نے اسے اپنی اُمت کا امام مقرر کیا تھا۔ باقی ائمہ قیامت تک اس کی اقتدا کرتے رہے۔

اس وقت علی بن ابی طالبؑ کو بلایا جائے گا اور ان سے پوچھا جائے گا: کیا محمد مصطفیٰؐ نے تمھارے لیے وصیت کی تھی اور تمھیں اپنی اُمت میں اپنا جانشین مقرر کیا تھا اور کیا انھوں نے اپنی زندگی میں تمھیں اپنی اُمت کے لیے بطور پرچم نصب کیا تھا اور کیا تم ان کے بعد ان کے قائم مقام بنے تھے؟

اس وقت علی علیہ السلام عرض کریں گے: جی ہاں پروردگار! محمد مصطفیٰؐ نے مجھے اپنا وصی بنایا تھا اور اُمت میں اپنا جانشین مقرر کیا تھا اور انھوں نے اپنی زندگی میں مجھے اُمت کا پرچم قرار دیا تھا لیکن جب تو نے انھیں موت دی تو ان کی اُمت نے میرا انکار کر دیا تھا اور میرے خلاف سازشیں کی گئیں اور مجھے کمزور بنا دیا گیا اور قریب تھا کہ مجھے قتل کر دیتے اور تو نے جسے پیچھے کیا تھا انھوں نے اسے میرے آگے کیا اور جسے تو نے آگے کیا تھا انھوں نے اسے پیچھے کیا۔ انھوں نے میری بات نہیں سنی اور میرے حکم کی اطاعت نہیں کی۔ میں نے تیری راہ میں ان سے جہاد کیا یہاں تک کہ مجھے قتل کیا گیا۔

اس وقت علی علیہ السلام سے پوچھا جائے گا: کیا تو نے اپنے بعد اُمت محمدؐ میں کسی حجت کو چھوڑا جو زمین پر خلیفہ ہوتا اور میرے بندوں کو میرے دین اور میرے راستے کی دعوت دیتا؟

علی علیہ السلام کہیں گے: جی ہاں پروردگار! میں نے ان میں اپنے فرزند اور تیرے نبیؐ کے نواسے حسنؑ کو چھوڑا تھا۔ پھر حسنؑ بن علیؑ کو بلا کر اس سے وہی کچھ پوچھا جائے گا جو حضرت علی علیہ السلام سے پوچھا گیا تھا۔ اس کے بعد ایک ایک امام کو

بالترتیب بلایا جائے گا اور وہ خدا کے حضور اپنی دلیل و حجت پیش کریں گے۔ اللہ ان کا عذر قبول کرے گا اور ان کی حجت کو جائز قرار دے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ''اس دن سچوں کو ان کی سچائی فائدہ دے گی''۔

مصباح الشریعہ میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: صدق کی حقیقت خدا سے بندہ کی پاکیزگی کی متقاضی ہے جیسا کہ عیسیٰؑ کی سچائی کی وجہ سے روزِ قیامت انھیں برأت نصیب ہوگی اور اُمت محمد کے کچھ افراد کو بھی سچائی کی برکت سے نجات نصیب ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ''اس دن سچ بولنے والوں کو ان کی سچائی فائدہ دے گی''۔

OOO

سُورَۃُ الانعام

سُوْرَۃُ الْاَنْعَامِ مکیۃ ۵۵ ، آیاتھا ۱۶۵ ، رکوعاتھا ۲۰

''سورہ انعام مکہ میں نازل ہوئی' اس کی آیات ایک سو پینسٹھ اور بیس رکوع ہیں۔ یہ سورہ ترتیب اور تدوین کے لحاظ سے چھٹا اور ترتیب نزول کے مطابق ۵۵ واں سورہ ہے

فضائل سورہ اَنعام

کتاب ثواب الاعمال میں ابن عباس سے منقول ہے کہ انھوں نے کہا: ''جو شخص روزانہ رات کے وقت سورہ اَنعام پڑھے تو وہ قیامت کے دن ان لوگوں میں سے قرار پائے گا جنھیں امن واطمینان حاصل ہوگا اور وہ اپنی آنکھوں سے دوزخ کو نہیں دیکھے گا''۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ''پوری سورہ اَنعام ایک ہی مرتبہ نازل ہوئی تھی۔ نزول کے وقت ستر ہزار فرشتوں نے اس کی مشایعت کی تھی اور وہ اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے کر آئے تھے۔ لہٰذا تم اس سورہ کی تعظیم اور احترام کرو۔ اس میں مجموعی طور پر لفظ ''اللہ'' ستر بار مذکور ہوا ہے۔ اگر لوگوں کو اس سورہ کے فوائد کا علم ہوجائے تو وہ اسے کبھی نہ چھوڑیں''۔

اصول کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ''سورہ اَنعام ایک بار ہی نازل ہوئی تھی اور ستر ہزار فرشتوں نے اس کی مشایعت کی تھی۔ جب یہ سورہ نازل ہوئی تو اس کے ساتھ ملائکہ کی تسبیح وتہلیل اور تکبیر کی آوازیں بلند ہوئی تھیں۔ اگر لوگوں کو اس کی تلاوت کے ثواب کا علم ہوجائے تو وہ اسے کبھی نہ چھوڑیں''۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں اس روایت کے ساتھ ان الفاظ کا اضافہ ہے کہ جو اس سورہ کی تلاوت کرے گا تو ستر ہزار فرشتے قیامت تک اس کے لیے تسبیح واستغفار کریں گے۔

مجمع البیان میں ابی بن کعب سے منقول ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''سورہ اَنعام بیک وقت نازل ہوئی۔ ستر ہزار فرشتوں نے اس کی مشایعت کی تھی، جن کی تسبیح وتحمید کی آوازیں بلند

نہیں۔ جو اس سورہ کو پڑھے تو اس سورہ کی ہر آیت کے بدلے میں ستر ہزار فرشتے اس کے لیے دعائے خیر کریں گے"۔

جابر بن عبداللہ انصاری کہتے ہیں کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"جو سورہ اَنعام کی پہلی تین آیات وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُونَ۝ تک پڑھے تو اللہ تعالیٰ چالیس ہزار فرشتوں کو موکل کرے گا جو اپنی قیامت تک کی عبادت کا ثواب اس کے لیے تحریر کرتے رہیں گے اور ساتویں آسمان سے ایک فرشتہ کو نازل کرتا ہے جس کے ہاتھ میں لوہے کا گرز ہوتا ہے۔ جب شیطان اس کے دل میں وسوسہ یا کوئی خیال ڈالنا چاہے تو وہ اسے اس آہنی گرز سے مارتا ہے"۔

○○○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ۬ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱﴾ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ قَضٰى اَجَلًا ؕ وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ﴿۲﴾ وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ ؕ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ﴿۳﴾ وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿۴﴾ فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ؕ فَسَوْفَ يَاْتِيْهِمْ اَنْبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۵﴾ اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا ۠ وَّجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَنْشَاْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ﴿۶﴾ وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ

مُّبِيْنٌ ﴿۷﴾ وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ؕ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا
لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ﴿۸﴾ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ
رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ﴿۹﴾ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ
مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ
يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۰﴾ ع قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ
عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۱﴾ قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلْ
لِّلّٰهِ ؕ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ
لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲﴾
وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ؕ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۳﴾ قُلْ
اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا
يُطْعَمُ ؕ قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ
مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۴﴾ قُلْ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ
يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۵﴾ مَنْ يُّصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ ؕ وَذٰلِكَ
الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۶﴾ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ؕ
وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۷﴾ وَهُوَ الْقَاهِرُ

فَوْقَ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۸﴾ قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ شَهِيْدٌۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۚ وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ؕ اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى ؕ قُلْ لَّآ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹﴾ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۘ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَيْنَ شُرَكَآؤُكُمُ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۲۲﴾ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ﴿۲۳﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۴﴾

اللہ کے نام کا سہارا لے کر جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے

''تمام تعریفیں اللہ کے لیے مخصوص ہیں جس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا اور اس نے تاریکیوں اور روشنی کو پیدا کیا۔ پھر بھی کافر لوگ دوسروں کو اپنے رب کا ہمسر ٹھہرا رہے ہیں۔ وہی تو ہے جس نے تمھیں مٹی سے پیدا کیا، پھر تمھارے لیے زندگی کی ایک مدت مقرر

کر دی، پھر ایک طے شدہ مدت اس کے پاس ہے پھر بھی تم شک میں مبتلا ہو۔ وہی ایک خدا آسمانوں میں بھی ہے اور زمین میں بھی۔

وہ تمھارے پوشیدہ اور کھلے راز کو جانتا ہے اور جو کچھ تم کر رہے ہو وہ اسے بھی جانتا ہے۔

ان کے پاس ان کے رب کی جو بھی نشانی آتی ہے وہ اس سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ انھوں نے اس حق کو جھٹلا دیا جو ان کے پاس آیا ہے جس کا وہ مذاق اُڑا رہے ہیں، عنقریب اس کی خبریں انھیں پہنچیں گی۔

کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے قبل کتنی ایسی قوموں کو ہلاک کیا ہے جنھیں ہم نے زمین میں ایسا اقتدار دیا تھا کہ اس جیسا اقتدار تمھیں نہیں دیا۔ ہم نے ان پر آسمان سے خوب بارشیں برسائیں اور ہم نے ان کے نیچے نہریں بہا دی تھیں۔ آخر کار ہم نے انھیں گناہوں کی پاداش میں ہلاک کر دیا اور ان کی جگہ دوسری قوموں کو لے آئے۔ اور اگر ہم آپ پر کاغذ پر لکھی ہوئی کتاب نازل کرتے اور لوگ انھیں ہاتھوں سے چھو لیتے تو بھی کفر کرنے والے یہی کہتے کہ یہ تو کھلم کھلا جادو ہے۔

اور کافروں نے کہا کہ اس پر (نبی اکرمؐ) فرشتہ کیوں نہیں اُتارا گیا؟ اور اگر ہم نے فرشتہ اُتارا ہوتا تو اب تک فیصلہ بھی ہو چکا ہوتا۔ پھر انھیں کوئی مہلت ہی نہ دی جاتی۔ اگر ہم فرشتے کو بھی اتارتے تو اسے انسانی روپ دے کر ہی روانہ کرتے اور ان کو اسی شبہہ میں ہی مبتلا کرتے جس میں وہ اب مبتلا ہیں۔

اے رسولؐ! آپ سے پہلے بھی رسولوں کا مذاق اُڑایا جا چکا ہے مگر ان مذاق اُڑانے والوں پر آخر کار وہی حقیقت مسلط ہو کر رہی جس کا وہ مذاق اُڑاتے تھے۔ آپ کہہ دیں زمین میں چل پھر کر دیکھو اور تکذیب کرنے والوں کا کیا انجام ہوا ہے۔

آپ کہہ دیں کہ بھلا بتاؤ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ کس کا ہے؟ کہہ دیں کہ سب

کچھ اللہ ہی کا ہے۔ اس نے اپنی ذات پر رحمت کو لازم کرلیا ہے۔ وہ قیامت کے دن تم سب کو ضرور جمع کرے گا۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ وہ لوگ جنھوں نے اپنے خسارے کا ساز وسامان کیا ہے وہ اس پر ایمان نہیں رکھتے۔

اور رات کے اندھیرے اور دن کے اُجالے میں جو بھی سکونت پذیر ہے وہ اللہ کا ہی ہے اور وہ سننے والا جاننے والا ہے۔

آپ کہہ دیں کہ کیا خدا کو چھوڑ کر میں کسی اور کو اپنا سرپرست بنا لوں جو کہ زمین و آسمان کا خالق ہے۔ وہ طعام کھلاتا ہے جب کہ اسے طعام نہیں کھلایا جاتا؟ آپ کہہ دیں کہ مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلے اس کے سامنے گردن جھکاؤں اور مجھے یہ حکم ملا ہے کہ تم مشرکین میں ہرگز شامل نہ ہونا۔

آپ کہہ دیں کہ اگر میں نے اپنے رب کی نافرمانی کی تو مجھے بڑے دن (روزِ قیامت) کے عذاب کا ڈر ہے۔ اس دن جو عذاب سے بچ گیا تو اس پر خدا نے بڑا ہی رحم کیا اور یہی واضح کامیابی ہے۔ اگر اللہ تمھیں کوئی نقصان پہنچائے اور اس کے علاوہ اسے کوئی ہٹانے والا نہیں ہے اور اگر وہ تمھیں کسی بھلائی سے بہرہ مند کرے تو وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ اپنے بندوں پر کامل اختیارات رکھتا ہے اور وہ حکمت وخبر والا ہے۔

آپ کہہ دیں کہ سب سے بڑھ کر کس کی گواہی ہے؟ آپ کہہ دیں کہ میرے اور تمھارے درمیان اللہ گواہ ہے۔ اور میری طرف اس قرآن کی وحی کی گئی ہے تاکہ تمھیں اور جس جس تک اس کا پیغام پہنچے سب کو متنبہ کردوں۔

کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ اور معبود بھی ہیں؟ آپ کہہ دیں کہ میں اس کی گواہی نہیں دیتا۔ آپ کہہ دیں کہ بس وہ معبود واحد ہے اور جو کچھ تم شرک کر رہے ہو میں اس سے بیزار ہوں۔

جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اسے اتنی اچھی طرح سے جانتے ہیں جیسا کہ وہ اپنے بیٹوں کو جانتے ہیں۔ وہ لوگ جنھوں نے اپنے خسارے کا ساز و سامان کیا ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ اور اُس سے بڑھ کر بھلا کوئی ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹا بہتان لگائے یا اللہ کی نشانیوں کی تکذیب کرے۔ یقیناً ظالم نجات نہیں پائیں گے۔ جس دن ہم ان سب کو جمع کریں گے۔ پھر ہم شرک کرنے والوں سے کہیں گے تمھارے وہ شریک کہاں ہیں جن کی شراکت کا تم گمان کیا کرتے تھے؟

وہ اس کے علاوہ اور کوئی فتنہ نہ اُٹھا سکیں گے (یعنی وہ یہی کہیں گے) اے ہمارے پروردگار! تیری قسم ہم ہرگز مشرک نہ تھے۔ دیکھو وہ اس وقت اپنے آپ پر کیسا جھوٹ تراشیں گے اور وہاں ان کی سب بناوٹیں گم ہو جائیں گی"۔

حبیبؐ خدا کا ادیانِ خمسہ کے علماء سے مباحثہ

کتاب احتجاج طبرسی میں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے کسی نے یہ کہا کہ دین میں مباحثہ کرنا اچھا نہیں ہے کیونکہ رسولؐ خدا اور ائمہ طاہرین علیہم السلام نے اس سے منع کیا ہے۔

یہ سن کر آپؑ نے فرمایا: ایسا نہیں ہے۔ مباحثہ سے مطلق طور پر منع کیا گیا ہو البتہ اس میں یہ شرط رکھی گئی ہے کہ مجادلہ احسن انداز میں ہونا چاہیے اور غیر احسن مجادلہ سے پرہیز کرنا چاہیے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ [5] (العنکبوت:۴۶) (اہلِ کتاب سے صرف احسن انداز سے ہی مباحثہ کرو)

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبؐ کو دعوت کے اصول و ضوابط بتاتے ہوئے فرمایا: اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ [1] (النحل:۱۲۵) "آپ اپنے رب کے راستے کی حکمت اور موعظہ حسنہ سے دعوت دیں اور ان کے ساتھ احسن طریقہ سے مباحثہ کریں"۔

میرے والد علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام کی سند سے حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے روایت

کی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ ایک مرتبہ یہود' نصاریٰ' دہریہ' ثنویہ (مجوسی) اور مشرکین عرب کے نمائندے جمع ہو کر حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے آپ سے مباحثہ کی خواہش کا اظہار کیا۔ آپؐ نے مذکورہ پانچوں مذاہب کے نمائندوں کو اجازت دی۔ آنحضرتؐ نے مباحثہ کا آغاز دہریہ گروہ کے نمائندوں سے کرتے ہوئے فرمایا:

''تم جو یہ عقیدہ رکھتے ہو کہ اشیاء ازل سے قائم ہیں اور ابد تک قائم رہیں گی۔ ان کی کوئی آغاز و انتہا نہیں ہے۔ تمھارے پاس اس نظریہ کی دلیل کیا ہے؟

اس کے جواب میں انھوں نے کہا: ہمارے نظریہ کی بنیاد ہمارے مشاہدات پر ہے۔ ہمیں کائنات کی اشیاء کا خالق و صانع دکھائی نہیں دیا' اسی لیے ہم نے یہ نظریہ قائم کیا۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: کیا تم نے اشیاء کو قدیم پایا ہے یا تم نے ان میں ابدی بقا پائی ہے؟ اگر تمھارا جواب اثبات میں ہے تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ تم ازل سے اسی حالت پر موجود ہو اور ابد تک اس حالت میں موجود رہو گے۔ اب اگر تم یہ کہو تو مشاہدہ تمھاری تردید کرے گا اور دیکھنے والے تمام افراد تمھیں جھوٹا کہیں گے۔

یہ سن کر انھوں نے کہا: سچ یہ ہے کہ ہم نے انھیں بچشم خود نہ تو قدیم پایا ہے اور نہ ہی ان میں ابدی بقا پائی ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: تم نے نہ تو قدامت کا مشاہدہ کیا ہے اور نہ ہی ابدی بقا کا مشاہدہ کیا ہے' جب کہ تمھارے علاوہ باقی لوگوں نے بھی قدامت و ابدی بقا کو نہیں دیکھا۔ انھوں نے جہان میں تغیّر و تبدل اور حدوث کا مشاہدہ کیا ہے۔ پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ تم نے باقی لوگوں کی طرح سے زمانہ کے حدوث کا عقیدہ نہیں رکھا اور تم اسے قدیم اور ابدی کہنے لگ گئے ہو؟

کیا تمھیں شب و روز کی آمد و رفت کا سلسلہ دکھائی نہیں دیتا۔ رات ختم ہو جاتی ہے اس کی جگہ دن لے لیتا ہے۔ دن غروب ہو جاتا ہے اور رات طاری ہو جاتی ہے۔ کیا اس کے باوجود بھی تم رات اور دن کو ازلی اور ابدی کہہ سکتے ہو؟

انھوں نے کہا: جی ہاں' سلسلہ روز و شب ہماری نظر میں ابدی و ازلی ہے۔

آپؐ نے فرمایا: اچھا یہ بتاؤ کہ کیا دن اور رات بیک وقت جمع ہو سکتے ہیں؟ انھوں نے کہا: نہیں۔

آپؐ نے فرمایا: پھر اس کا مقصد یہ ہے کہ دن جائے گا تو اس کی جگہ رات آئے گی اور رات جائے گی تو اس کی جگہ دن لے لے گا؟ انھوں نے کہا: جی ہاں۔

آپؐ نے فرمایا: تم نے تو خود ہی روز و شب کے سلسلہ کو حادث تسلیم کرلیا ہے' لہٰذا خدا کی قدرت کا انکار مت کرو۔
پھر آپؐ نے فرمایا: تم سے پہلے جو روز و شب کا سلسلہ گزر چکا ہے تم اسے متناہی مانتے ہو یا غیر متناہی؟ اگر تم یہ کہو کہ وہ غیر متناہی ہے تو اس کا مقصد تو یہ ہوگا کہ تمھارے پاس وہ آخری چیز آئی ہے جس کی اولیت کی انتہا ہی نہیں ہے اور اگر تم کہو کہ یہ سلسلہ متناہی ہے تو یہ حقیقت کا اقرار ہوگا؟
پھر آپؐ نے فرمایا: کیا تم یہ نظریہ رکھتے ہو کہ جہان قدیم اور غیر حادث ہے تو کیا تم جس چیز کا انکار کر رہے ہو اور اس کے مطلب و مفہوم کو بھی جانتے ہو؟
انھوں نے کہا: جی ہاں۔ پھر آپؐ نے فرمایا: تم اشیاء کا مشاہدہ کرو۔ چیزیں اپنے قیام کے لیے ایک دوسرے کی محتاج ہیں۔ تم کسی بھی عمارت کو دیکھو تو تمھیں پتہ چل جائے گا کہ عمارت کا ایک حصہ دوسرے حصہ کا ضرورت مند ہے۔ اگر دوسرا حصہ نہ ہو تو پہلا حصہ مستحکم نہیں رہ سکتا۔ کائنات کی باقی اشیاء بھی اپنی بقا و استحکام کے لیے دوسری اشیاء کی محتاج ہیں۔ اچھا اب بتاؤ یہ تو قدیم ہوکر ایک دوسرے کی محتاج ہیں۔ اگر وہ حادث ہوتیں تو وہ کیسی ہوتیں؟
آنحضرتؐ کا یہ استدلال سن کر وہ لاجواب ہوگئے اور انھوں نے کہا: آپ ہمیں مزید سوچنے کا موقع دیں۔

مجوسیوں کی تردید

اس کے بعد حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجوسیوں کی طرف متوجہ ہوکر ان سے فرمایا: تم جو یہ عقیدہ رکھتے ہو کہ کائنات میں نور و ظلمت ہی مدبیر کنندہ ہیں۔ تمھارے پاس اس نظریہ کی کیا دلیل ہے؟
مجوسیوں نے کہا: ہم دنیا کو دو صفتوں میں تقسیم کرسکتے ہیں اور وہ دو صفتیں خیر و شر ہیں اور خیر و شر دونوں ایک دوسرے کے متضاد ہیں اسی لیے ہم نے یہ عقیدہ قائم کیا کہ ایک فاعل کبھی دو متضاد کام نہیں کرتا اور ہر ایک کا فاعل جدا جدا ہونا چاہیے۔ برف کبھی گرم نہیں ہوتی اور آگ کبھی ٹھنڈی نہیں ہوتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ کائنات کے دو مدبر ہیں۔ ایک مدبر خیر ہے اور دوسرا مدبر شر ہے۔ مدبر خیر نور ہے اور مدبر شر ظلمت ہے۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس نظریہ کے تحت صرف دو ہی کیوں بلکہ زیادہ مدبر ہونے چاہییں۔ مثلاً گرمی اور سردی ایک دوسرے کی متضاد ہیں اور تم نے دو خالق بنا لیے۔ اسی طرح سے رنگ بھی بہت زیادہ ہیں اور وہ ایک دوسرے سے مختلف ہیں مثلاً سیاہی' سفیدی' نیلا' پیلا' اودا' سرخ و سبز رنگ بھی ایک دوسرے سے جدا ہیں۔ ان بہت سے مختلف

رنگوں کے لیے صرف دو تدبیر کرنے والے ناکافی ہیں۔ حق تو یہ تھا کہ تم لوگ ہر رنگ کے لیے علیحدہ علیحدہ خالق قدیم تجویز کرتے۔ آخر تم نے صرف دو خداؤں پر ہی اکتفا کیوں کیا ہے؟

پھر آپؐ نے فرمایا: نور و ظلمت دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں' ایک کی طبیعت میں صعود ہے اور دوسرے کی طبیعت میں نزول شامل ہے۔ اب تم بتاؤ اگر دو آدمی ایک جگہ سے بیک وقت روانہ ہوں' ان میں سے ایک کا منہ مشرق کی طرف ہو اور دوسرے کا رخ مغرب کی طرف ہو۔ اب اگر دونوں اپنی اپنی سمت میں چلتے رہیں تو کیا وہ دونوں ایک دوسرے سے مل سکیں گے؟

مجوسیوں نے کہا: ہرگز نہیں' کیونکہ دونوں ایک دوسرے کی مخالف سمت میں چل رہے ہیں۔ یہ دونوں جتنا سفر کرتے جائیں گے ان میں اتنا ہی فاصلہ بڑھتا چلا جائے گا۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: پھر یہ بتاؤ کہ جب نور و ظلمت ایک دوسرے کی ضد ہیں تو پھر یہ دونوں طلوع و غروب کے وقت اکٹھے کیسے ہو جاتے ہیں' جب کہ ان کا اجتماع تو محال ہونا چاہیے تھا' اس کے باوجود ان کا امتزاج کیسے ہوتا ہے؟

یہ سن کر مجوسی خاموش ہو گئے اور ان سے کوئی جواب نہ بن سکا اور انھوں نے کہا کہ آپ ہمیں مزید غور و فکر کے لیے وقت دیں۔

مشرکین کی تردید

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشرکین عرب سے مخاطب ہو کر فرمایا: تم نے اللہ کو چھوڑ کر بتوں کی عبادت کیوں کی؟

مشرکین کے نمائندوں نے کہا کہ خدا کا تقرب حاصل کرنے کے لیے ان کی عبادت کرتے ہیں۔

آپؐ نے فرمایا: تو کیا یہ بت عقل و شعور رکھتے ہیں؟ کیا یہ اپنے پروردگار کے اطاعت گزار ہیں کہ تم ان کی تعظیم و عبادت سے قربِ خداوندی کے خواہش مند ہو؟ مشرکین نے کہا: نہیں' ایسا نہیں ہے۔

آپؐ نے فرمایا: کیا ان بتوں کو تم نے خود بنایا ہے؟ انھوں نے کہا: جی ہاں' ہم نے انھیں اپنے ہاتھوں سے تراشا ہے۔

آپؐ نے فرمایا: اس لحاظ سے تو تم ان کے صانع ہو اور وہ مصنوع ہیں۔ حق تو یہ ہے کہ مصنوع اپنے صانع کی عبادت کرے' مگر تم عقل سے اتنے کورے ہو کہ خود صانع ہو کر اپنے مصنوع کی عبادت کرتے ہو!!

علاوہ ازیں کسی عالم و عاقل اور تمھارے نفع و نقصان سے باخبر شخص نے بھی تمھیں ان کی عبادت کا حکم نہیں دیا۔ آخر تم ان کی عبادت کیوں کرتے ہو؟

آنحضرتؐ کی یہ گفتگو سن کر ان میں تین گروہ ہو گئے۔ ایک گروہ کہنے لگا کہ اللہ نے چند افراد میں حلول کیا تھا۔ ہم نے ان کی مورتیاں بنالی ہیں اور اس طرح سے ہماری یہ تعظیم و عبادت دراصل اللہ کی تعظیم و عبادت ہے۔

دوسرے گروہ نے کہا کہ یہ اللہ کے نیک بندے تھے۔ ان کی وفات کے بعد ہم نے ان کی مورتیاں تراشی ہیں اور ہماری یہ تعظیم و عبادت اللہ کے تقرب کے لیے ہی ہے۔

تیسرے گروہ نے کہا کہ اللہ نے ملائکہ کو آدمؑ کے سجدہ کا حکم دیا تھا لہٰذا ہمارا بھی حق ہے کہ ہم آدمؑ کو سجدہ کریں۔ ہم نے یہ مورتیاں آدمؑ کی تراشی ہیں اور ان کا سجدہ کر کے ہم ملائکہ کی طرح سے خدا کا تقرب حاصل کرتے ہیں، اور خود تمھارا بھی تو یہی گمان ہے کہ تمھیں اللہ نے سجدہ کے لیے قبلہ کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ تم مکہ میں رہ کر کعبہ کی طرف منہ کرتے ہو اور مکہ سے باہر تم لوگوں نے مساجد بنالی ہیں اور مساجد کا رخ کعبہ کی طرف ہوتا ہے اور کعبہ کا رخ کر کے تم اللہ کے تقرب کے حصول کا دعویٰ کرتے ہو۔ جب تم کعبہ کی طرف منہ کر کے عبادت کر سکتے ہو تو کیا ہم آدمؑ کی مورتی کو اپنا قبلہ بنا کر سجدہ نہیں کر سکتے؟

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے "حلول" کے دعوے داروں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: تم نے اپنے رب کو مخلوقات کی صفت سے متصف کیا ہے، بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ قدیم، حادث میں حلول کرے؟ اور پھر یہ بھی تو دیکھو کہ جس میں اللہ حلول کرے گا وہ حادث کیسے رہے گا، اسے بھی تو قدیم کہلانا چاہیے اور یہ بات عقلاً ناممکن ہے کہ کوئی حادث قدیم بن جائے اور اس کے ساتھ یہ بھی تو سوچو کہ حلول کرنے والا مقامِ حلول سے پہلے موجود تھا اور جب تم حلول کے نظریہ کو قبول کرو گے تو اس کے نتیجے میں تمھیں یہ بھی ماننا پڑے گا کہ جب اس نے حلول کیا تو اس نے اپنے اصلی مقام کو چھوڑا اور جس میں تغیر و زوال آجائے تو وہ حادث و فانی ہوتا ہے۔ اللہ صفت حلول سے پاک و منزہ ہے۔

آپؐ کی تقریر سن کر مشرکین کا وہ گروہ جو حلول کا قائل تھا وہ لاجواب ہو گیا اور کہا کہ ہم اپنے نظریہ پر دوبارہ غور و فکر کریں گے۔

اس کے بعد آپؐ نے مشرکین کے اس گروہ سے خطاب فرمایا: جنھوں نے کہا تھا کہ ہم نے اللہ کے نیک بندوں کی مورتیاں اس لیے تراشی ہیں کہ ان کی عبادت کر کے اللہ کی قربت حاصل کریں۔ آپؐ نے اس گروہ کے افراد سے فرمایا: تم نے

یہ تعظیم اللہ کے نیک بندوں کے لیے کی ہے اور تم نے اپنے اشرف ترین عضو یعنی پیشانی کو بھی ان کے سامنے خاک پر رگڑا ہے۔ اب بتاؤ جب تم اللہ کے بندوں کے سامنے اپنے سر خاک پر جھکا چکے ہو تو اللہ کی تعظیم و عبادت کس طرح سے بجا لاؤ گے اور اللہ کے سجدہ کے لیے تم نے کون سا عضو باقی بچایا ہے؟ حضرت کا یہ استدلال سن کر وہ بھی لا جواب ہو گئے اور عرض کیا: آپ ہمیں مہلت دیں کہ ہم نئے سرے سے غور وفکر کریں۔

بعدازاں آپؐ نے مشرکین کے تیسرے گروہ کو خطاب کر کے فرمایا: تم نے باتیں بنانے کی حد کر دی ہے لیکن ہمارا اور تمھارا معاملہ یکساں نہیں ہے۔ ہم لوگ اللہ کے فرمانبردار بندے ہیں' وہ اپنی بندگی کے لیے جو سمت بھی مقرر کرے ہم اس پر عمل کرنے والے ہیں اور اس کے فرمان سے کسی طور تجاوز کرنا ہمیں منظور نہیں ہے۔ اللہ نے ہمیں کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے' ہم نے اس کی اطاعت کی ہے۔ اللہ نے فرشتوں کو سجدۂ آدمؑ کا حکم دیا تھا لیکن یاد رکھو کہ اللہ نے آدمؑ کی مورتی پوجنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ تم نے اپنی طرف سے قیاس کر کے یہ مورتیاں تراش لی ہیں۔ تمھارے پاس اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ تمھارے اس خود ساختہ فعل پر اللہ راضی ہے؟

ایک شخص کسی کو ایک دن اپنے گھر آنے کی اجازت دے دے تو کیا اس اجازت کے بعد باقی لوگوں کا بھی اس گھر میں جانا صحیح ہے؟ یا اس جیسے دوسرے گھر میں داخل ہونا صحیح ہے؟ اور یہ بھی بتاؤ کہ ایک شخص کسی کو اپنا ایک کپڑا یا سواری کا جانور بطور ہدیہ دے تو کیا اس کا لینا صحیح ہے؟ انھوں نے کہا: جی ہاں' اس کا لینا صحیح ہے۔

آپؐ نے فرمایا: اگر تم اس کی ہدیہ کردہ چیز نہ لو تو اس کے بدلے میں اس کی اجازت کے بغیر اور چیز اُٹھا لو تو کیا ایسا کرنا بھی جائز ہے؟ سب نے کہا: نہیں' جائز نہیں ہے۔

پھر آپؐ نے فرمایا: مجھے بتاؤ اللہ نے تمھیں ان مورتیوں کے سجدے کا کب حکم دیا ہے؟ آپؐ کی دلیل سن کر وہ گروہ بھی لا جواب ہو گیا اور عرض کیا کہ آپؐ ہمیں مزید سوچنے کے لیے مہلت دیں۔ اس کے علاوہ آپؐ نے یہود و نصاریٰ سے بھی مباحثہ کیا اور انھیں بھی لا جواب کیا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس نے محمد مصطفیؐ کو نبی بنا کر مبعوث کیا۔ تین دن کے بعد یہ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سب نے اسلام قبول کیا' ان کی تعداد پچیس تھی۔ ان میں ہر فرقے کے پانچ پانچ افراد شامل تھے۔ انھوں نے آپؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ بے شک آپؐ کے دلائل بڑے محکم ہیں۔ لہٰذا ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ امیرالمومنین علیہ السلام کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ اَنعام کی پہلی آیت اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوۡرَ ۬ؕ ثُمَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِرَبِّهِمۡ یَعۡدِلُوۡنَ﴿۱﴾ کی آیت مجیدہ میں تین گروہوں کی تردید کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ کہہ کر دہریوں کی تردید کی ہے۔ جو کہتے ہیں کہ زمین و آسمان خود بخود پیدا ہو گئے اور ان کے بنانے والا کوئی نہیں ہے۔

پھر وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوۡرَ کہہ کر مجوسیوں کی تردید کی جو یہ کہتے ہیں کہ نور و ظلمت کائنات کے تدبیر کنندہ ہیں اور ثُمَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِرَبِّهِمۡ یَعۡدِلُوۡنَ﴿۱﴾ کہہ کر مشرکین کی تردید فرمائی جو اپنے بتوں کو معبود سمجھتے تھے۔

تفسیر عیاشی میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ہر نماز کے دو وقت ہیں (فضیلت کا وقت اور ادائیگی کا وقت) مگر نماز جمعہ کا ایک ہی وقت ہے اور وہ ہے زوالِ آفتاب۔ پھر آپؑ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوۡرَ ۬ؕ ثُمَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِرَبِّهِمۡ یَعۡدِلُوۡنَ﴿۱﴾ ''تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے مخصوص ہیں، جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور جس نے تاریکیوں اور روشنی کو مقرر کیا۔ پھر بھی کافر لوگ دوسروں کو اللہ کا ہمسر ٹھہرا رہے ہیں''۔

پھر آپؑ نے کہا: لوگوں کی بے انصافی کی حد یہ ہے کہ وہ تاریکی، نور اور ظلم و عدل کو ایک دوسرے کے برابر قرار دے رہے ہیں۔

کتاب التوحید میں حضرت علی علیہ السلام سے ایک خطبہ منقول ہے جس میں آپؑ نے فرمایا: جس نے ہمارے رب سے کسی چیز کو مساوی قرار دیا تو اس نے خدا کا ہمسر قرار دیا اور آیات محکمات اور حجج بینات کے بیان کے مطابق ہمسر ٹھہرانے والا کافر ہے۔ اللہ عقول میں سما نہیں سکتا، ورنہ وہ کیفیت کا حامل قرار پاتا اور نفوسِ انسانی اسے محدود تصور کرتے۔ وہ تمام اشیاء کی تمام اصناف کے پیدا کرنے والا ہے، جب کہ اسے ذاتی طور پر کسی کی احتیاج نہ تھی اور نہ ہی اس نے پہلے اپنے دل و دماغ میں ان کی تخلیق کا کوئی نقشہ بنایا تھا اور نہ ہی اس نے موجوداتِ زمانہ سے تجربہ حاصل کیا اور نہ ہی کسی شریک نے عجائب امور کی تخلیق میں اس کی مدد کی تھی۔

ان لوگوں نے جھوٹ بولا جنھوں نے اپنی اصناف کے ساتھ خدا کی تشبیہ دیتے ہوئے کسی کو اس کا ہمسر ٹھہرایا اور جنھوں نے اپنے اوہام کے تحت خالق کو مخلوق کی صفات سے آراستہ کیا اور جنھوں نے اپنے افکار کے نتیجے میں اس کے اجزا کا عقیدہ رکھا اور اپنی عقول کے تقاضوں کے تحت خدا کو مختلف قویٰ رکھنے والی مخلوقات کے برابر جانا۔

تہذیب الاحکام میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب کوئی شخص الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ۝ کے الفاظ پڑھے تو اسے کہنا چاہیے: كذب العادلون بالله۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے کہا اگر کوئی شخص یہ جملہ نہ کہے تو کیا وہ گناہ گار ہوگا؟ آپؑ نے فرمایا: اس پر کوئی مضائقہ نہیں ہوگا۔

طینِ خلقت

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ قَضٰٓى اَجَلًا ؕ وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ۝

''وہی تو ہے جس نے تمھیں مٹی سے پیدا کیا پھر تمھارے لیے زندگی کی ایک مدت مقرر کی اور طے شدہ مدت اس کے پاس ہے۔ پھر بھی تم شک میں مبتلا ہو''۔

اصول کافی میں حضرت امام علی زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام کے قلوب اور ابدان دونوں کو ''طینت علیین'' سے پیدا کیا اور مومنین کے دلوں کو اس طینت سے پیدا کیا اور مومنین کے ابدان کو اس سے کم درجہ کی طینت سے پیدا کیا۔ کفار کے قلوب و ابدان دونوں کو ''طینت سجین'' سے پیدا کیا۔ پھر دونوں طینتوں کو ایک دوسرے سے ملایا۔ اسی اختلاط کی وجہ سے مومن کے گھر کافر پیدا ہوتا ہے اور کافر کے گھر مومن پیدا ہوتا ہے اور اسی طینت کے امتزاج کی وجہ سے مومن غلط کاری کر لیتا ہے اور کافر نیک کام کر بیٹھتا ہے۔ مومنین کے دل اپنے مادہ تخلیق کی طرف مشتاق رہتے ہیں اور کافروں کے دل اپنے مادہ تخلیق کی طرف مائل رہتے ہیں۔

عبدالغفار الجازی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا' آپؑ فرمایا کرتے تھے: طینت تین طرح کی ہے: (۱) انبیاء کی طینت اور مومن کا تعلق بھی اسی طینت سے ہے' لیکن انبیاء کا تعلق اس طینت کے اعلیٰ ترین حصہ سے ہے اور انھیں فضیلت حاصل ہے۔ اہلِ ایمان ''طین لازب'' کی فرع ہیں۔ اللہ تعالیٰ انبیائے کرام اور ان کے شیعوں (پیروکاروں) میں جدائی نہیں ڈالے گا جب کہ ناصبی کا مادہ تخلیق ''حماً مسنون'' والی طینت ہے اور مستضعفین کا تعلق عام خاک سے ہے۔ مومن اپنے ایمان سے منحرف نہیں ہوگا اور ناصبی عداوت اہلِ بیتؑ سے باز نہیں آئے گا اور اللہ کی مشیت کے اپنے فیصلے ہیں۔

صالح بن سہل کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ اللہ نے مومن کی طینت کو

کس چیز سے پیدا کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: خدا نے اسے طینت انبیاء سے پیدا کیا جو کہ ہرگز نجس نہیں ہوگی۔

عبداللہ بن کیسان کا بیان ہے کہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے ان سے عرض کیا کہ مولاؑ! میں آپؑ کا چاہنے والا عبداللہ بن کیسان ہوں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: نسب کو تو میں پہچانتا ہوں' لیکن میں تجھے نہیں پہچانتا۔

میں نے عرض کیا: مولاؑ! میں علاقہ جبل میں پیدا ہوا تھا اور ارض فارس میں پرورش پائی اور میں تجارت کی وجہ سے مختلف قسم کے افراد سے ملتا جلتا رہتا ہوں۔ بعض اوقات میں کسی ایسے شخص سے ملتا ہوں جو کہ اہلِ خیر میں سے ہوتا ہے اور وہ باکردار اور صاحبِ امانت ہوتا ہے۔ پھر میں اس کے مذہب کا پتہ کرتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ تمھارا دشمن ثابت ہوتا ہے اور بعض اوقات مجھے ایسے افراد بھی ملتے ہیں جو کہ بدکردار ہوتے ہیں اور ان میں امانت و دیانت انتہائی کم ہوتی ہے اور جب میں ان کے مذہب کا پتہ چلاتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ آپ کی ولایت کے معتقد ہیں۔ آخر یہ سب کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ابن کیسان! تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ نے تخلیق کے وقت جنت سے طینت اُٹھائی اور دوزخ سے بھی طینت اُٹھائی۔ پھر ان دونوں کو ایک دوسرے سے مخلوط کر دیا' پھر اس کے علیحدہ علیحدہ حصے بنائے اور اس سے لوگوں کو خلق فرمایا۔ تمھیں ہمارے مخالفین میں جو امانت و دیانت دکھائی دیتی ہے تو وہ اس کا سبب وہ طینت ہے جو ان کی دوزخی طینت سے مخلوط ہوئی تھی' مگر وہ اس کے باوجود اپنی اسی طینت کی طرف پلٹائے جائیں گے جس سے ان کی تخلیق ہوئی تھی اور تمھیں ہمارے دوستوں میں امانت و دیانت کی جو کمی دکھائی دیتی ہے' اس کا سبب دوزخی طینت کا وہ امتزاج ہے جو ان کی جنتی طینت سے ہوا تھا' مگر اس کے باوجود ہمارے چاہنے والے آخرکار اسی طینت کی طرف پلٹائے جائیں گے جس سے ان کی تخلیق ہوئی تھی۔

اجل اور اجل مسمّٰی

ثُمَّ قَضٰۤى اَجَلًا ؕ وَ اَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ۝

''پھر خدا نے تمھارے لیے زندگی کی ایک مدت مقرر کر دی اور ایک طے شدہ مدت اس کے پاس ہے پھر بھی تم شک میں مبتلا ہو''۔

تہذیب الاحکام میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب کوئی شخص الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ۝ کے الفاظ پڑھے تو اسے کہنا چاہیے: كذب العادلون باللّٰه۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے کہا اگر کوئی شخص یہ جملہ نہ کہے تو کیا وہ گناہ گار ہوگا؟ آپؑ نے فرمایا: اس پر کوئی مضائقہ نہیں ہوگا۔

طینِ خلقت

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ قَضٰٓى اَجَلًا ۭ وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ۝

''وہی تو ہے جس نے تمھیں مٹی سے پیدا کیا پھر تمھارے لیے زندگی کی ایک مدت مقرر کی اور طے شدہ مدت اس کے پاس ہے۔ پھر بھی تم شک میں مبتلا ہو''۔

اصول کافی میں حضرت امام علی زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام کے قلوب اور ابدان دونوں کو ''طینت علیین'' سے پیدا کیا اور مومنین کے دلوں کو اس طینت سے پیدا کیا اور مومنین کے ابدان کو اس سے کم درجہ کی طینت سے پیدا کیا۔ کفار کے قلوب و ابدان دونوں کو ''طینت سجین'' سے پیدا کیا۔ پھر دونوں طینتوں کو ایک دوسرے سے ملایا۔ اسی اختلاط کی وجہ سے مومن کے گھر کافر پیدا ہوتا ہے اور کافر کے گھر مومن پیدا ہوتا ہے اور اسی طینت کے امتزاج کی وجہ سے مومن غلط کاری کرلیتا ہے اور کافر نیک کام کر بیٹھتا ہے۔ مومنین کے دل اپنے مادہ تخلیق کی طرف مشتاق رہتے ہیں اور کافروں کے دل اپنے مادہ تخلیق کی طرف مائل رہتے ہیں۔

عبدالغفار الجازی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا' آپؑ فرمایا کرتے تھے: طینت تین طرح کی ہے: (۱) انبیاء کی طینت اور مومن کا تعلق بھی اسی طینت سے ہے' لیکن انبیاء کا تعلق اس طینت کے اعلیٰ ترین حصہ سے ہے اور انھیں فضیلت حاصل ہے۔ اہلِ ایمان ''طین لازب'' کی فرع ہیں۔ اللہ تعالیٰ انبیائے کرام اور ان کے شیعوں (پیروکاروں) میں جدائی نہیں ڈالے گا جب کہ ناصبی کا مادہ تخلیق ''حماٍ مسنون'' والی طینت ہے اور مستضعفین کا تعلق عام خاک سے ہے۔ مومن اپنے ایمان سے منحرف نہیں ہوگا اور ناصبی عداوت اہلِ بیتؑ سے باز نہیں آئے گا اور اللہ کی مشیت کے اپنے فیصلے ہیں۔

صالح بن سہل کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ اللہ نے مومن کی طینت کو

کس چیز سے پیدا کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: خدا نے اسے طینت انبیاء سے پیدا کیا جو کہ ہرگز نجس نہیں ہوگی۔

عبداللہ بن کیسان کا بیان ہے کہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے ان سے عرض کیا کہ مولاؑ! میں آپؑ کا چاہنے والا عبداللہ بن کیسان ہوں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: نسب کو تو میں پہچانتا ہوں' لیکن میں تجھے نہیں پہچانتا۔

میں نے عرض کیا: مولاؑ! میں علاقہ جبل میں پیدا ہوا تھا اور ارض فارس میں پرورش پائی اور میں تجارت کی وجہ سے مختلف قسم کے افراد سے ملتا جلتا رہتا ہوں۔ بعض اوقات میں کسی ایسے شخص سے ملتا ہوں جو کہ اہلِ خیر میں سے ہوتا ہے اور وہ باکردار اور صاحبِ امانت ہوتا ہے۔ پھر میں اس کے مذہب کا پتہ کرتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ تمھارا دشمن ثابت ہوتا ہے اور بعض اوقات مجھے ایسے افراد بھی ملتے ہیں جو کہ بدکردار ہوتے ہیں اور ان میں امانت و دیانت انتہائی کم ہوتی ہے اور جب میں ان کے مذہب کا پتہ چلاتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ آپ کی ولایت کے معتقد ہیں۔ آخر یہ سب کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ابن کیسان! تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ نے تخلیق کے وقت جنت سے طینت اُٹھائی اور دوزخ سے بھی طینت اُٹھائی۔ پھر ان دونوں کو ایک دوسرے سے مخلوط کر دیا' پھر اس کے علیحدہ علیحدہ حصے بنائے اور اس سے لوگوں کو خلق فرمایا۔ تمھیں ہمارے مخالفین میں جو امانت و دیانت دکھائی دیتی ہے تو وہ اس کا سبب وہ طینت ہے جو ان کی دوزخی طینت سے مخلوط ہوئی تھی' مگر وہ اس کے باوجود اپنی اسی طینت کی طرف پلٹائے جائیں گے جس سے ان کی تخلیق ہوئی تھی اور تمھیں ہمارے دوستوں میں امانت و دیانت کی جو کمی دکھائی دیتی ہے' اس کا سبب دوزخی طینت کا وہ امتزاج ہے جو ان کی جنتی طینت سے ہوا تھا' مگر اس کے باوجود ہمارے چاہنے والے آخر کار اسی طینت کی طرف پلٹائے جائیں گے جس سے ان کی تخلیق ہوئی تھی۔

اجل اور اجل مسمّٰی

ثُمَّ قَضٰی اَجَلًا ؕ وَ اَجَلٌ مُّسَمًّی عِنۡدَهٗ ثُمَّ اَنۡتُمۡ تَمۡتَرُوۡنَ ۝

''پھر خدا نے تمھارے لیے زندگی کی ایک مدت مقرر کر دی اور ایک طے شدہ مدت اس کے پاس ہے پھر بھی تم شک میں مبتلا ہو''۔

تفسیر عیاشی میں مسعدہ بن صدقہ کی زبانی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اللہ نے جو مدت مقرر کی ہے اسے ''اجل'' کہتے ہیں اور ''اجل'' کی دو قسمیں ہیں:

(۱) ''اجل غیر مسمّٰی'' وہ خدا کی مرضی پر موقوف ہے وہ اسے آگے پیچھے کرتا رہتا ہے۔ (۲) ''اجل مسمّٰی'' (مقرر کردہ مدت) یہ وہ اجل ہے جس کا فیصلہ شبِ قدر میں کر دیا جاتا ہے اور وہ ایک سال میں نافذ العمل ہوتی ہے اور اسی ''اجل'' کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے:

فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ۝ (الاعراف:۳۴) ''پس جب ان کی میعاد پوری ہو جاتی ہے تو نہ وہ ایک ساعت پیچھے ہو سکتے ہیں اور نہ ہی آگے ہو سکتے ہیں''۔

حمران کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ثُمَّ قَضٰٓى اَجَلًا ۭ وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ کی آیت مجیدہ کا مفہوم دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: ''اجل مسمّٰی'' (مقرر کردہ مدت) سے مراد وہ وقت ہے جسے ملک الموت کے لیے شبِ قدر مقرر کر دیا گیا ہے۔ اور ''غیر مسمّٰی اجل'' کا تعلق مشیت خداوندی سے ہے' چاہے تو اسے آگے کرے اور چاہے تو پیچھے کرے''۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ثُمَّ قَضٰٓى اَجَلًا ۭ وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ کی آیت میں پہلی ''اجل'' سے مراد وہ میعاد اور مدت ہے جو خدا' ملائکہ' رسولوں اور انبیاء کو بتاتا ہے اور ''اجل مسمّٰی'' وہ مدت ہے جو صرف خدا کے پاس ہے اور مخلوق سے اسے پوشیدہ رکھا گیا ہے۔

اصول کافی میں حمران سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ثُمَّ قَضٰٓى اَجَلًا ۭ وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ کی آیت مجیدہ کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: ''اجل'' کی دو قسمیں ہیں: (۱) اجل محتوم (۲) اجل موقوف۔ اجل مقضی یعنی اجل محتوم وہ ہے جو حتمی ہو اور ''اجل موقوف'' وہ ہے جو خدا کی مشیت پر موقوف ہو۔

کتاب التوحید میں مرقوم ہے کہ راوی نے کہا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ ''وہی ایک خدا آسمانوں میں بھی ہے اور زمین میں بھی ہے'' کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: وہ ہر جگہ موجود ہے۔ میں نے کہا: کیا وہ ذاتی طور پر ہر جگہ موجود ہے؟

آپؑ نے فرمایا: تجھ پر افسوس! مکانات تو اقدار (مقرر کردہ مقام) ہیں اور جب تم یہ کہتے ہو کہ وہ مکان میں بذاتِ خود موجود ہے تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ تم یہ کہہ رہے ہو کہ وہ اقدار و غیر اقدار میں موجود ہے' لیکن وہ اپنی مخلوق سے جدا

ہے اس نے جو کچھ پیدا کیا ہے وہ اس کا علم وقدرت وسلطنت وحکومت کے اعتبار سے احاطہ کیے ہوئے ہے۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ ۖ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ۝

''وہی ایک خدا آسمانوں میں بھی ہے اور زمین میں بھی اور وہ تمھارے پوشیدہ اور کھلے رازوں کو جانتا ہے اور جو کچھ تم کر رہے ہو وہ اسے جانتا ہے'' کے ضمن میں مرقوم ہے کہ ''سر'' وہ ہے جسے بندہ اپنے دل میں چھپائے ہوئے ہو۔ ''جہر'' وہ ہے جسے وہ ظاہر کرے اور ''کتمان'' وہ ہے جسے دل میں چھپائے لیکن پھر اسے بھول جائے۔

قرن کیا ہے؟

اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ

''کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے قبل کتنے قرن ہلاک کیے ہیں''۔

تفسیر مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ ''زجاج'' نے کہا کہ میرے نزدیک ''قرن'' کا اطلاق اس مدت کے لوگوں پر ہوتا ہے جن میں کوئی نبی ہو یا اہلِ علم کا کوئی طبقہ ہو اور اس میں سال کم ہوں یا زیادہ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا' اور اس کی دلیل رسولؐ خدا کا یہ فرمان ہے: آپؐ نے فرمایا: خیر کم قرنی ثم الذین یلونهم ''میرا دَور سب سے بہتر ہے۔ پھر ان لوگوں کا دَور بہتر ہے جو اس کے بعد آئیں گے''۔

کسی فرشتہ کو رسول بنا کر کیوں نہ بھیجا گیا؟

وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ۖ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ۝ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ۝

''اور کافروں نے کہا کہ اس پر فرشتہ کیوں نہیں اُتارا گیا؟ اگر ہم نے فرشتہ اُتارا ہوتا تو اب تک فیصلہ بھی ہو چکا ہوتا' پھر انھیں کوئی مہلت ہی نہ دی جاتی' اور اگر ہم فرشتے کو بھی اتارتے تو اسے انسانی روپ دے کر ہی روانہ کرتے اور انھیں اسی شبہہ میں مبتلا کر دیتے جس میں وہ اب مبتلا ہیں''۔

احتجاج طبرسی میں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سے منقول ہے کہ میں نے اپنے والد علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہودیوں اور مشرکین سے بھی مباحثے کیے تھے؟

میرے والد ماجدؒ نے فرمایا: جانِ پدر! کئی مرتبہ آپؐ نے ان سے مباحثے کیے تھے۔ ایک مرتبہ رسولؐ خدا صحن کعبہ میں تشریف فرما تھے کہ بہت سے رؤسائے قریش جمع ہوکر آپؐ کے پاس آئے اور عبداللہ بن ابی اُمیہ مخزومی نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا:

محمدؐ! تو نے بہت بڑا دعویٰ کیا ہے اور تو نے ایسی بات کی ہے جس سے دل دہل جاتے ہیں۔ تو نے یہ گمان کیا ہے کہ تو رب العالمین کا رسول ہے۔ بھلا تمام جہانوں کے پروردگار اور تمام مخلوقات کے خالق کو کیا ضرورت پڑی تھی کہ وہ تجھے اپنا رسول بنا کر بھیجتا' جب کہ تو تو ہمارے جیسا انسان ہے۔ اگر تو نبی ہوتا تو تیرے ساتھ ایک فرشتہ ہوتا جسے ہم دیکھتے اور وہ ہمارے سامنے تیری تصدیق کرتا' جب کہ حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ کو نبی بھیجنا مقصود ہی ہوتا تو ہمارے پاس کسی فرشتے کو ہی رسول بنا کر روانہ کرتا۔ ہم جیسے انسان کو رسول ہرگز نہ بناتا۔ محمدؐ تو نبی نہیں ہے تجھ پر تو کسی نے جادو کر دیا ہے''۔

اس وقت رسولؐ خدا نے بارگاہ احدیت میں عرض کیا: پروردگار! تو ہر آواز کے سننے والا ہے اور ہر چیز کے شر سے بچانے والا ہے۔ تیرے بندوں نے جو کچھ کہا ہے اسے تو جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ آیات نازل فرمائیں:

وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ۭ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ۝ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ۝

''اور انھوں نے کہا کہ اس پر فرشتہ کیوں نہیں اتارا گیا' اگر ہم نے فرشتہ اتارا ہوتا تو اب تک فیصلہ بھی ہو چکا ہوتا' پھر انھیں کوئی مہلت نہ دی جاتی' اور اگر ہم فرشتے کو بھی اتارتے تو اسے انسانی روپ دے کر ہی روانہ کرتے اور انھیں اسی شبہہ میں مبتلا کر دیتے جس میں وہ اب مبتلا ہیں''۔

پھر آپؐ نے اس سے کہا کہ تیرا یہ کہنا کہ اگر تو نبی ہوتا تو تیرے ساتھ ایک فرشتہ ہوتا جو ہمیں دکھائی دیتا اور وہ تیری تصدیق کرتا' اور تیرا یہ کہنا کہ اگر اللہ نے ہماری طرف رسول بھیجنا ہی ہوتا تو وہ کسی فرشتے کو رسول بنا کر بھیجتا' وہ ہم جیسے انسان کو رسول نہ بناتا''۔

تیرے اس سوال کا جواب یہ ہے کہ فرشتے کو تمھارے حواس محسوس نہیں کر سکتے' کیونکہ وہ تو ہوا جیسی لطیف مخلوق ہے اور اگر بالفرض تمھاری قوتِ دید میں اضافہ کر دیا جاتا اور تم فرشتے کو دیکھنے لگ جاتے تو تم اسے فرشتہ ہی تسلیم نہ کرتے کیونکہ آنے والا فرشتہ انسانی شکل میں ہوتا اور تم اس کی ظاہری شکل دیکھ کر یہی کہتے کہ یہ تو انسان ہے۔ اسی لیے اللہ کی حکمت کا

تقاضا یہ ہوا کہ وہ کسی فرشتے کو بھیجنے کے بجائے کسی انسان کو ہی نبی و رسول بنا کر روانہ کرے اور اس کے ہاتھ پر ایسے معجزات ظاہر کرے جو عام انسانوں کی دسترس سے باہر ہوں، کیونکہ اگر پرندہ پرواز کرے تو اس میں حیرت کا کوئی پہلو نہیں ہے۔ اور اگر انسان کسی پرندے کی طرح سے پرواز کرے تو یہ معجزہ شمار کیا جائے گا۔ اللہ نے تو معاملہ کو تمھارے لیے آسان بنایا ہے لیکن خواہ مخواہ کی سختیوں کو اپنے لیے تجویز کر رہے ہو۔

خدا کی رحمت اس کے غضب پر سبقت رکھتی ہے

كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ؕ ''اللہ نے اپنے اوپر رحمت لازم کی ہے''۔

روضہ کافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا ایک خط منقول ہے جو آپؑ نے سعد الخیر کی جانب روانہ کیا تھا۔ اس خط میں آپؑ نے یہ جملے بھی تحریر فرمائے: ''اللہ نے اپنی ذات پر رحمت کو لازم کیا ہے، اس کی رحمت اس کے غضب پر سبقت رکھتی ہے۔ وہ صدق و عدل کی تکمیل کا باعث ہے۔ اللہ اپنے بندوں پر اپنی طرف سے غضب کی ابتدا نہیں کرتا۔ بندے غضب الٰہی کے اسباب خود فراہم کرتے ہیں اور یہی یقینی علم ہے اور تقویٰ کا علم ہے''۔

تفسیر عیاشی میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب تک سورہ الفتح کی آیات لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ نازل نہ ہوئی تھیں اس وقت تک آنحضرتؐ ہمیشہ یہی کہتے تھے کہ اگر میں نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی تو میں یومِ عظیم سے ڈرتا ہوں اور جب سورہ الفتح کی مذکورہ آیات نازل ہوئیں تو آپؑ نے اس جملہ کی تکرار چھوڑ دی۔

نجات کا انحصار رحمت الٰہی پر ہے

مَنْ يُّصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ ؕ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ⑯

''اس دن جو عذاب سے بچ گیا اس پر خدا نے بڑا ہی رحم کیا اور وہ واضح کامیابی ہے''۔

مجمع البیان میں اس آیت کے ضمن میں مرقوم ہے کہ ممکن ہے کہ آیت مجیدہ کا یہ معنی ہو کہ رحمت الٰہی جب تک کسی کے شامل حال نہ ہو اس وقت تک عذاب سے بچنا ناممکن ہے اور حضرت حبیبؐ خدا سے ایک روایت میں مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ اختیار میں میری جان ہے کوئی بھی شخص اپنے اعمال کی وجہ سے جنت میں داخل

نہیں ہوگا''۔

لوگوں نے کہا: یارسولؐ اللہ! کیا آپ بھی؟

آپؐ نے فرمایا: میں بھی اعمال کی وجہ سے جنت میں داخل نہیں ہوگا' سوائے اس کے کہ اللہ مجھ پر اپنی رحمت وفضل کا سایہ کرے۔ یہ کہہ کر آپؐ نے اپنے سر پر اپنا ہاتھ رکھا اور بلند آواز سے یہ جملے کہے۔ حسن نے اپنی تفسیر میں یہی لکھا ہے۔

خدا کو بندوں پر کامل اختیار حاصل ہے

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ ۚ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ﴿١﴾

''اور وہ اپنے بندوں پر کامل اختیارات رکھتا ہے وہ صاحب حکمت اور صاحب خبر ہے''۔

کتاب التوحید میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: خدا قاہر ہے یعنی خدا بندوں پر مکمل اختیارات رکھتا ہے اور بعض بندے بعض بندوں پر بھی اختیارات رکھتے ہیں' لیکن خدا اور بندوں کے اختیارات کے ذرائع اور ان کے انجام میں بھی فرق ہے۔ بندے جب بندوں پر اختیار حاصل کرتے ہیں تو وہ بڑی محنت ومشقت یا مکر و مدارات سے اختیار حاصل کرتے ہیں اور ان کے اختیار ہمیشہ کے لیے بھی نہیں ہوتے' چند روزہ اختیار حاصل کرتے ہیں اور پھر زیردست زبردست اور زبردست زیردست بن جاتے ہیں۔ جب کہ خدا کو اپنے اختیار کے لیے ان ذرائع کی کوئی ضرورت نہیں ہے' خدا کی ہر مخلوق فطری طور پر خدا کے سامنے عاجز ولاچار ہے اور خدا کے ارادہ کے سامنے کسی کو چشمِ زدن کے لیے بھی دم مارنے کی مجال نہیں ہے اور وہ ''کُن فَیَکُون'' کا مالک ہے۔ بندوں پر بھی اسم ''قاہر'' کا اطلاق ہوتا ہے اور خدا پر بھی اسم ''قاہر'' کا اطلاق ہوتا ہے لیکن دونوں کے مفہوم میں واضح فرق ہے۔

کیا خدا پر لفظ ''شئے'' کا اطلاق کیا جاسکتا ہے؟

محمد بن عیسیٰ بن عبید کا بیان ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: اگر تجھ سے پوچھا جائے کہ اللہ ''شَی'' ہے یا ''لَاشَی'' ہے تو تم کیا جواب دو گے؟

میں (راوی) نے عرض کیا: اللہ نے قرآن مجید میں اپنے لیے لفظ ''شَی'' کا اطلاق کیا ہے اور فرمایا ہے: قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَھَادَۃً ۗ قُلِ اللّٰہُ ۗ شَھِیْدٌۢ بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ ''آپ کہہ دیں کہ سب سے بڑھ کر کسی شَی کی گواہی ہے؟ آپ کہہ

دیں کہ اللہ میرے اور تمھارے درمیان گواہ ہے''۔

میں (راوی) یہ کہوں گا کہ اللہ ''شئ'' ہے لیکن وہ اور اشیاء کی مانند نہیں ہے کیونکہ ''مشیت'' کے انکار سے خدا کا ابطال اور نفی لازم آتی ہے۔

میری یہ گفتگو سن کر امام علیہ السلام نے فرمایا: تو نے سچ اور درست کہا ہے۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں ابو الجارود کی زبانی حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَهَادَةً ۚ قُلِ اللّٰهُ ۚ شَهِیْدٌ بَیْنِیْ وَ بَیْنَكُمْ (آپ کہہ دیں کہ کس چیز کی گواہی سب سے بڑھ کر ہے؟ آپ کہہ دیں کہ اللہ میرے اور تمھارے درمیان گواہ ہے) کی آیت مجیدہ کے ضمن میں فرمایا:

اعلانِ نبوت کے ابتدائی دنوں میں مشرکین مکہ نے آنحضرتؐ سے کہا: محمدؐ! کیا خدا کو رسالت کے لیے تیرے علاوہ اور کوئی بندہ نہیں ملا تھا؟ دنیا کا کوئی بھی شخص تیری رسالت کی تصدیق نہیں کرتا۔ حد یہ ہے کہ ہم نے یہود و نصاریٰ سے تمھارے متعلق پوچھا تو انھوں نے بھی یہی کہا کہ اس کی نبوت و رسالت کا ہماری کتابوں میں کہیں ذکر موجود نہیں ہے' لہٰذا اگر آپ نبی ہیں تو اپنی رسالت کا کوئی گواہ پیش کریں۔

اس کے جواب میں رسولؐ خدا نے فرمایا: میرے اور تمھارے درمیان بس اللہ گواہ ہے۔

پھر آپؐ نے فرمایا: اَىِٕنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰی ۔ ''کیا تم گواہی دیتے ہو کہ خدا کے ساتھ اور معبود بھی ہیں؟''

اللہ نے اپنے حبیب کو مخاطب کر کے فرمایا: قُلْ لَّاۤ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّ اِنَّنِیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۝ ''آپ کہہ دیں کہ میں گواہی نہیں دیتا۔ آپ کہہ دیں کہ بس وہ معبودِ واحد ہے اور جو کچھ تم شرک کر رہے ہو میں اس سے بیزار ہوں''۔

لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَ مَنْۢ بَلَغَ

اصول کافی میں مالک الجہنی سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے وَ اُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَ مَنْۢ بَلَغَ (اور میری طرف اس قرآن کی وحی کی گئی ہے تاکہ میں تمھیں اور جس جس تک یہ پیغام پہنچے اس کے ذریعے سے سب کو متنبہ کرسکوں) کا مفہوم دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: ''وَمَنْ بَلَغَ'' سے مراد آلِ محمدؐ ہیں۔ امام

بھی قرآن کے ذریعہ سے لوگوں کو اسی طرح سے متنبہ کرے گا جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متنبہ کیا تھا۔

مجمع البیان میں بھی حضرت امام محمد باقر اور حضرت امام جعفر صادق علیہما السلام کی زبانی یہ مفہوم منقول ہے۔

کتاب علل الشرائع میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔

وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ کا مقصد یہ ہے کہ میں اس قرآن کے ذریعہ سے صرف تم حاضرین کو ہی متنبہ نہیں کرتا' بلکہ میرا یہ پیغام ہر اس انسان کے لیے ہے جس تک میرا یہ پیغام پہنچے۔

صفات عینِ ذات ہیں

عیون الاخبار میں حسین بن خالد سے منقول ہے' اس نے کہا کہ میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کو یہ کہتے ہوئے سنا: ''اللہ ازل سے علیم' قادر' حی' قدیم' سمیع اور بصیر ہے''۔

میں نے کہا کہ کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ازل سے علم کی وجہ سے عالم اور قدرت کی وجہ سے قادر اور حیات کی وجہ سے حی اور قِدم کی وجہ سے قدیم اور سمع کی وجہ سے سمیع اور بصر کی وجہ سے بصیر ہے۔

یہ سن کر امام علیہ السلام نے فرمایا: جو یہ عقیدہ رکھے تو اس نے اللہ کے ساتھ اور بہت سے معبود بنا لیے ہیں اور اس کا ہماری ولایت سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ پھر آپؑ نے فرمایا: اللہ ازل سے علیم' قادر' حی' قدیم' سمیع اور بصیر ہے۔ اللہ اس سے کہیں بلند و بالا ہے جو مشرک اور تشبیہ دینے والے اس کے متعلق بیان کرتے ہیں۔

توحید کا عجیب استدلال

کتاب التوحید میں فضل بن شاذان سے منقول ہے' اس نے کہا کہ میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں موجود تھا کہ ایک مجوسی ان کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ میں کہتا ہوں کہ کائنات کے خالق دو ہیں۔ آپ کے پاس خالق کے ایک ہونے کی کیا دلیل ہے؟

آپؑ نے فرمایا: تیرا ''دو'' کہنا ہی اس کے واحد ہونے کی دلیل ہے' کیونکہ جب تو نے کہا کہ کائنات کے خالق دو ہیں تو اس سے ثابت ہوا کہ پہلے تو نے ایک خالق مانا' پھر اس کے ساتھ ایک کا اضافہ کیا' جب کہ ایک پر تو اجماع ہے اور دو پر اختلاف ہے (اور جب کبھی ایسی صورت حال پیش آ جائے کہ ایک چیز پر اجماع ہو اور دوسری پر اختلاف ہو تو اختلافی چیز کو

چھوڑ دینا چاہیے)۔

نہج البلاغہ میں حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے اپنے فرزند سے فرمایا:

پیارے فرزند! اگر تیرے رب کا کوئی شریک ہوتا تو اس کے رسول بھی تیرے پاس آتے اور اس کی مملکت وسلطنت کے آثار بھی تمھیں دکھائی دیتے اور اس کے افعال وصفات کو بھی تم پہچانتے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ تنہا معبود ہے اور وہ ذات وصفات میں ویسا ہی ہے جیسا کہ اس نے خود اپنا وصف بیان کیا ہے۔ اس کی حکومت میں کوئی اس کے مدمقابل نہیں ہے اور وہ ہمیشہ باقی رہے گا۔

اہلِ کتاب نبی اکرمؐ کو اچھی طرح سے جانتے تھے

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۘ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۟

''جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اسے اتنی اچھی طرح سے جانتے ہیں جیسا کہ وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں، وہ لوگ جنھوں نے اپنے خسارے کا سازوسامان کیا ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے''۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ ...... لَا يُؤْمِنُوْنَ ۟ کی آیت مجیدہ یہود ونصاریٰ کے متعلق نازل ہوئی اور "یعرفونہ" میں ضمیر کا اشارہ حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہے۔ یعنی اہلِ کتاب رسولؐ خدا کو اتنی اچھی طرح سے جانتے پہچانتے تھے جیسا کہ وہ اپنے بیٹوں کو جانتے پہچانتے تھے۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے تورات، زبور اور انجیل میں اپنے حبیبؐ اور ان کے صحابہ کے اوصاف بیان کیے تھے اور اللہ نے کتب سابقہ میں آنحضرتؐ کی جائے ولادت اور ان کی جائے ہجرت اور ان کی بعثت کا تذکرہ کر دیا تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس مفہوم کو سورہ الفتح میں ان الفاظ سے بیان کیا ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۡ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ

ذٰلِكَ مَثَلُهُمۡ فِي التَّوۡرٰىةِ ۚۖ وَمَثَلُهُمۡ فِي الۡاِنۡجِيۡلِ ۚ (الفتح:۲۹)

''محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت اور آپس میں مہربان ہیں۔ تو انھیں رکوع وسجدہ میں دیکھے گا وہ اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے ہیں۔ سجود کے آثار ان کے چہروں پر موجود ہیں جن سے وہ الگ پہچانے جاتے ہیں ان کی یہ صفت تورات وانجیل میں موجود ہے''۔

چنانچہ رسولؐ خدا اور ان کے اصحاب باصفا کی صفت تورات وانجیل میں موجود تھی جسے اہلِ کتاب اچھی طرح سے جانتے پہچانتے تھے جب اللہ نے آپ کو مبعوث کیا تو انھوں نے آپؐ کے اوصاف کی وجہ سے آپؐ کو پہچان لیا تھا لیکن جاننے کے باوجود آپ کا انکار کیا۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ ثُمَّ لَمۡ تَكُنۡ فِتۡنَتُهُمۡ کی آیت میں لفظ ''فتنہ'' کے مفہوم کے متعلق کئی اقوال مذکور ہیں۔ جن میں سے دوسرا قول حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ منقول ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اور کوئی معذرت پیش نہ کر سکیں گے۔

مشرکین قیامت کے دن اپنے شرک سے انکار کریں گے

ثُمَّ لَمۡ تَكُنۡ فِتۡنَتُهُمۡ اِلَّاۤ اَنۡ قَالُوۡا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشۡرِكِيۡنَ ۝

''وہ اس کے علاوہ اور کوئی فتنہ نہ اُٹھا سکیں گے اور وہ یہ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! تیری قسم ہم مشرک نہیں تھے''۔

کتاب التوحید میں امیر المومنین علیہ السلام سے ایک طویل حدیث مرقوم ہے اور اس میں یہ کلمات بھی مذکور ہیں: پھر اہلِ محشر کو دوسرے مقامات پر جمع کیا جائے گا۔ وہاں انھیں بولنے کی اجازت دی جائے گی تو وہ اپنی صفائی میں یہ کہیں گے: وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشۡرِكِيۡنَ ۝ (اے ہمارے پروردگار! تیری قسم ہم مشرک نہیں تھے) اس کے بعد اللہ تعالیٰ ان کے منہ پر مہر لگا دے گا اس وقت ان کے ہاتھ پاؤں اور ان کی کھالیں گفتگو کریں گی اور وہ اپنی ہر نافرمانی کی گواہی دیں گے۔ پھر ان کی زبانوں سے مہر اُٹھا لی جائے گی تو وہ اپنی کھالوں سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی؟ ان کی کھالیں کہیں گی ہم سے اس خدا نے باتیں کرائی ہیں جس نے ہر شے کو گویائی دی ہے۔

تفسیر عیاشی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اتنی معافی دے گا جس کا تصور بھی کسی کے دل میں نہ ہوگا اور اللہ کی رحمت کو دیکھ کر اہلِ شرک یہ کہنے لگ جائیں گے کہ خدا کی قسم! ہم مشرک نہیں تھے۔

کتاب احتجاج طبرسی میں حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے ایک طویل روایت منقول ہے جس میں آپ نے روزِ قیامت کے ہولناک واقعات بیان فرمائے۔ اس روایت میں یہ کلمات بھی منقول ہیں:

پھر انھیں دوسرے مقامات پر جمع کیا جائے گا اور انھیں بولنے کی قوت دی جائے گی تو وہ کہیں گے: وَاللّٰہِ رَبِّنَا مَا کُنَّا مُشْرِکِیْنَ ۝ ''اے ہمارے پروردگار! تیری قسم! ہم مشرک نہیں تھے''۔

یہ وہ لوگ ہوں گے جنھوں نے دنیا میں رہ کر توحید کا اقرار کیا ہوگا لیکن ان کا ایمان انھیں اس لیے فائدہ نہ دے گا کہ انھوں نے رسولوں کی مخالفت کی ہوگی اور انبیاء کی صداقت میں شک کیا ہوگا اور انھوں نے انبیاء کے اوصیاء سے عہد شکنی کی ہوگی اور اعلیٰ کے بدلے ادنیٰ کو پسند کیا ہوگا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ ان کے ایمانی دعویٰ کو قبول نہیں کرے گا اور اللہ نے ان کے متعلق فرمایا: اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ دیکھیں تو سہی انھوں نے اپنے آپ پر کیسا جھوٹ تراشا ہے۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ وہ کہیں گے: پروردگار! ہم ولایتِ علی میں شرک کرنے والے نہیں تھے۔

روضہ کافی میں بھی حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے یہی مفہوم منقول ہے۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے بارے میں منقول ہے کہ آپؑ نے وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ فِي الظُّلُمٰتِ ۭ مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يُضْلِلْهُ ۭ وَمَنْ يَّشَاْ يَجْعَلْهُ عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ (انعام:۳۹) کی آیت مجیدہ کے متعلق فرمایا:

جن لوگوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی وہ ہدایت کی آواز سننے سے بہرے ہیں اور کلمۂ حق کہنے سے گونگے ہیں۔ وہ کفر کی تاریکیوں میں رہائش پذیر ہیں اور مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يُضْلِلْهُ ۭ وَمَنْ يَّشَاْ يَجْعَلْهُ عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ (جسے چاہے، اس کی گمراہی کا حکم کردے اور جسے چاہے صراط مستقیم پر کھڑا کردے) کی آیت میں اس اُمت کے قدریہ افراد کی تردید کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز انھیں صائبین، نصاریٰ اور مجوسیوں کے ساتھ محشور کرے گا۔ وہ اس وقت کہیں گے: وَاللّٰہِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ۝ (اے ہمارے پروردگار! تیری قسم ہم مشرک نہیں تھے)۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا ہے: اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ
''دیکھیں کہ انھوں نے اپنے آپ پر کیسا جھوٹ تراشا ہے وہاں ان کی سب بناوٹیں گم ہو جائیں گی''۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۭ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ ھٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْــــَٔـوْنَ عَنْهُ ۚ وَاِنْ يُّهْلِكُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝ وَلَوْ تَرٰٓي اِذْ وُقِفُوْا عَلَي النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ وَقَالُوْٓا اِنْ هِىَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ۝ وَلَوْ تَرٰٓي اِذْ وُقِفُوْا عَلٰي رَبِّهِمْ ۭ قَالَ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ۭ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ۭ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَاۗءِ اللّٰهِ ۭ حَتّٰى اِذَا جَاۗءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰي مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا ۙ وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ

اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ۝۳۱ وَمَا الْحَيٰوةُ
الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ؕ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ
اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝۳۲ قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِىْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ
لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝۳۳ وَلَقَدْ
كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا
حَتّٰۤى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ
نَّبَاِى الْمُرْسَلِيْنَ ۝۳۴ وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ
اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِىَ نَفَقًا فِى الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِى السَّمَآءِ
فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ
مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝۳۵ اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ ؕ وَالْمَوْتٰى
يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ۝۳۶ وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ
مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰۤى اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً وَّلٰكِنَّ
اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۳۷ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِى الْاَرْضِ وَلَا طٰۤئِرٍ
يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّاۤ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ؕ مَا فَرَّطْنَا فِى الْكِتٰبِ مِنْ
شَىْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ ۝۳۸ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ

وَبُكْمٌ فِي الظُّلُمٰتِ ۗ مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يُضْلِلْهُ ۗ وَمَنْ يَّشَاْ يَجْعَلْهُ عَلٰى
صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۳۹﴾ قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ
اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ ۚ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۰﴾ بَلْ
اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَتَنْسَوْنَ مَا
تُشْرِكُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ
بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۴۲﴾ فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ
بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا
كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ
اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ۗ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً
فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۗ
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۵﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ
سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ
بِهٖ ۗ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ ﴿۴۶﴾ قُلْ
اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا
الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ

وَمُنْذِرِيْنَ ۚ فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۴۹﴾ قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۭ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۭ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۵۰﴾

''ان میں سے بعض لوگ ایسے ہیں جو کان لگا کر تمھاری باتوں کو توجہ سے سنتے ہیں مگر ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں جس کی وجہ سے وہ کچھ نہیں سمجھتے اور ان کے کانوں میں گرانی ڈال دی ہے اور اگر وہ ہماری تمام نشانیاں بھی دیکھ لیں پھر بھی وہ ان پر ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ وہ تمھارے پاس آ کر تم سے جھگڑا کرتے ہیں تو انکار کرنے والے یہ کہتے ہیں کہ یہ تو پرانے لوگوں کی داستانیں ہیں۔

وہ لوگوں کو حق قبول کرنے سے روکتے ہیں اور خود بھی اس سے دُور رہتے ہیں اور وہ اپنے آپ کو ہی ہلاکت میں ڈال رہے ہیں مگر انھیں شعور نہیں ہے۔ کاش آپ اس وقت ان کی حالت دیکھتے جب وہ دوزخ کے کنارے کھڑے کر دیئے جائیں گے تو وہ اس وقت کہیں گے اے کاش! ہمیں دنیا میں واپس بھیج دیا جائے تو ہم اپنے رب کی نشانیوں کو نہیں جھٹلائیں گے اور ہم ایمان لانے والوں میں شامل ہوں گے۔

بات یہ ہے جس حقیقت کو وہ چھپاتے تھے وہ ان کے سامنے عیاں ہو کر آ جائے گی۔ اور اگر بالفرض انھیں دنیا میں لوٹا بھی دیا جائے تو بھی وہ وہی کچھ کریں گے جس سے انھیں روکا گیا اور یقیناً وہ جھوٹے ہیں۔ اور وہ کہتے ہیں کہ زندگی صرف ہماری اس دنیا تک محدود ہے اور

ہم مرنے کے بعد اٹھائے نہیں جائیں گے۔
کاش آپ وہ منظر دیکھیں جب وہ اپنے رب کے سامنے کھڑے کر دیئے جائیں گے تو وہ کہے گا کیا یہ حق نہیں ہے؟ وہ کہیں گے ہاں اے ہمارے پروردگار! یہ حق ہی ہے۔ خدا کہے گا اب تم اپنے انکار کی وجہ سے عذاب کا مزہ چکھو۔
ان لوگوں نے خسارہ اُٹھایا جنھوں نے خدا کے سامنے حاضر ہونے کی تکذیب کی۔ یہاں تک کہ جب اچانک وہ گھڑی آجائے گی تو کہیں گے افسوس ہم سے یہ کیسی تقصیر ہوئی۔ اس وقت وہ اپنی پشتوں پر ہی اپنے گناہوں کا بوجھ لادے ہوئے ہوں گے کیسا بُرا بوجھ ہے جسے وہ اُٹھائے ہوئے ہوں گے۔
دنیاوی زندگی تو ایک کھیل تماشا سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی جب کہ آخرت کا گھر ان لوگوں کے لیے بہتر ہے جو تقویٰ رکھتے ہیں۔ کیا تمھیں عقل نہیں آتی؟ ہم جانتے ہیں کہ ان کی باتیں سن کر آپ کو دکھ پہنچتا ہے۔ یہ لوگ آپ کو ہی نہیں جھٹلا رہے بلکہ ظالم لوگ اللہ کی آیات کی تکذیب کر رہے ہیں۔
آپ سے پہلے بھی بہت سے رسولوں کو جھٹلایا جا چکا ہے مگر ان رسولوں نے اس تکذیب اور ان ایذاؤں پر جو انھیں پہنچائی گئی تھیں صبر کیا تھا یہاں تک کہ ہماری مدد ان کے شامل حال ہوئی۔ اللہ کی باتوں کو بدلنے کی کسی میں طاقت نہیں ہے اور رسولوں کے واقعات آپ تک تو پہنچ ہی چکے ہیں۔
اور اگر ان کی بے رخی آپ پر گراں ہے تو اگر تم میں اتنا زور ہے تو زمین میں کوئی سرنگ ڈھونڈھو یا آسمان میں سیڑھی لگا کر ان کے پاس کوئی نشانی لانے کی کوشش کرو۔ اور اللہ اگر چاہتا تو تو سب کو ہدایت پر جمع کر سکتا تھا لہٰذا نادان نہ بنو۔ حق کی آواز پر صرف وہی لوگ لبیک کہتے ہیں جو حق کی آواز سنتے ہیں اور مُردوں کو اللہ قبروں سے اٹھائے گا۔ پھر وہ اس

کی طرف پلٹائے جائیں گے۔

اور انھوں نے کہا کہ اس پر رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں اُتاری گئی؟ آپ کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ اُتارنے پر قدرت رکھتا ہے لیکن ان کی اکثریت نادانی میں مبتلا ہے۔

زمین پر چلنے والے تمام جان دار اور اپنے پروں سے پرواز کرنے والے تمام پرندے سب تمھاری طرح کی ہی اُمتیں ہیں۔ ہم نے ان کے نوشتہ تقدیر میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ پھر یہ سب اپنے رب کی طرف محشور کیے جائیں گے۔

وہ لوگ جنھوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی ہے وہ بہرے اور گونگے ہیں۔ وہ تاریکیوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ خدا جس کی گمراہی کا چاہتا ہے حکم کر دیتا ہے اور جسے چاہے صراطِ مستقیم پر کھڑا کر دیتا ہے۔

ذرا سوچ کر بتاؤ کہ اگر تم پر اللہ کا عذاب آ جائے یا قیامت آ پڑے تو اس وقت کیا تم کسی غیر اللہ کو پکارو گے اگر تم سچّے ہو؟ ایسے وقت میں تو تم صرف اللہ کو ہی پکارتے ہو۔ پھر اگر وہ چاہتا ہے تو اس مصیبت کو تم سے ٹال دیتا ہے اور اس وقت تم اپنے شریکوں کو بھول جاتے ہو۔ اور تم سے پہلے ہم نے بہت سی قوموں کے پاس اپنے رسول بھیجے ہیں۔ ہم نے ان اقوام کو مصائب و آلام میں مبتلا کیا تا کہ وہ عاجزی کرتے ہوئے جھک جائیں۔

جب ہماری طرف سے ان پر سختی آئی تو انھوں نے عاجزی کی روش کیوں نہ اپنائی؟ اس کا صرف یہی سبب تھا کہ ان کے دل سخت ہو چکے تھے اور شیطان نے ان کے اعمال ان کے لیے آراستہ کر دیئے تھے۔

پھر جب انھوں نے اس نصیحت کو فراموش کر دیا جو انھیں کی گئی تھی تو ہم نے ان پر خوش حالی کے تمام دروازے کھول دیئے یہاں تک کہ جو نعمات انھیں دی گئی تھیں وہ انھیں پا کر خوش ہو گئے تو ہم نے انھیں اچانک پکڑ لیا۔ پھر وہ مایوس ہو گئے۔ ظلم کرنے والوں کی جڑ کاٹ دی

گئی اور تمام تعریفیں اللہ کے لیے مخصوص ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

آپ کہہ دیں کبھی تم نے سوچا کہ اگر اللہ تم سے تمھاری سماعت اور بینائی چھین لے اور تمھارے دلوں پر مہر لگا دے تو اللہ کے علاوہ کوئی ایسا ہے جو تمھیں یہ قوتیں واپس کر سکتا ہو؟ دیکھو ہم کس طرح سے اپنی نشانیاں بار باران کے سامنے پیش کر رہے ہیں اور وہ کس طرح سے نظریں چرا رہے ہیں؟ آپ کہہ دیں کہ کبھی تم نے یہ بھی غور کیا کہ اگر اللہ کی طرف سے تم پر اچانک یا کھل کر عذاب آ جائے تو کیا ظالم لوگوں کے علاوہ کوئی اور ہلاک کیے جائیں گے؟

ہم تو رسولوں کو بشیر و نذیر بنا کر بھیجتے ہیں۔ پھر جو ایمان لائیں اور اپنی اصلاح کر لیں تو ان کے لیے نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ گھبرائیں گے۔ اور جو ہماری آیات کو جھٹلائیں گے تو وہ اپنی نافرمانیوں کی وجہ سے سزا بھگتیں گے۔

آپ کہہ دیں کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں اور میں تم سے یہ بھی نہیں کہتا کہ میں فرشتہ ہوں میں تو صرف اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف بھیجی جاتی ہے۔ کیا اندھا اور دیکھنے والا دونوں برابر ہو سکتے ہیں۔ کیا تم سوچتے نہیں ہو؟

بنی ہاشم اور قریش کی روش

تفسیر علی بن ابراہیم میں وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْئَوْنَ عَنْهُ کے متعلق لکھا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ لوگوں کو اذیت رسولؐ سے روکتے ہیں اور خود اس کی دعوتِ حق سے دُور رہتے ہیں۔ اور یہ آیت بنی ہاشم کے ان افراد کے متعلق نازل ہوئی جو رسولؐ خدا کو اپنا رشتہ دار سمجھ کر لوگوں کو ان کی ایذا رسانی سے روکتے تھے اور وہ خود آنحضرتؐ کی دعوتِ حق سے دُور رہتے تھے۔ اور وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ وُقِفُوا عَلَى النَّارِ (کاش آپ دیکھتے جب وہ آگ کے کنارے کھڑے کیے جائیں گے) کی آیت مجیدا بنی اُمیہ کے متعلق نازل ہوئی۔ بَلْ بَدَا لَهُم مَّا كَانُوا يُخْفُونَ مِن قَبْلُ (بلکہ ان کے لیے وہ حقیقت ظاہر ہو چکی ہوگی جے

وہ اس سے قبل چھپایا کرتے تھے) سے مراد امیر المومنین علیہ السلام کی عداوت ہے۔ وَلَوۡ رُدُّوۡا لَعَادُوۡا لِمَا نُهُوۡا عَنۡهُ (اور اگر انھیں دوبارہ لوٹا بھی دیا جائے تو بھی وہی عمل کریں گے جس سے انھیں منع کیا گیا تھا)۔ مقصد یہ ہے کہ اگر دشمنانِ علیؑ بالفرض دنیا میں واپس بھی لوٹ آئیں تو بھی وہ حضرت علی علیہ السلام کی دشمنی سے باز نہ آئیں گے۔

عیون الاخبار میں حسین بن بشار سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا: جو چیز ابھی تک وجود میں نہ آئی ہو کیا اس کے متعلق خدا کو علم ہوتا ہے کہ وہ کیسے وجود میں آئے گی؟

آپؑ نے فرمایا: اللہ اشیاء کی خلقت سے پہلے ان کی معلومات رکھتا ہے جیسا کہ اہلِ دوزخ کے لیے خدا نے فرمایا: وَلَوۡ رُدُّوۡا لَعَادُوۡا لِمَا نُهُوۡا عَنۡهُ (اور اگر انھیں بالفرض دنیا میں پلٹا بھی دیا جائے تو بھی وہ وہی کچھ کریں گے جس سے انھیں روکا گیا تھا) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کو علم ہے کہ اگر انھیں واپس بھیجا جائے تو وہ کیا کریں گے۔

کتاب التوحید میں فتح بن یزید جرجانی کا مسئلہ توحید کے متعلق حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے ایک مباحثہ مذکور ہے اور اس میں یہ کلمات بھی ہیں:

میں (راوی) نے کہا: اب بس ایک مسئلہ باقی رہ گیا ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: پوچھو خدا تمھارا بھلا کرے۔

میں (راوی) نے کہا: کیا "قدیم" (اللہ) اس چیز کو بھی جانتا ہے جو ابھی تک معرضِ وجود میں نہ آئی ہو کیا وہ اس کے حالات و واقعات سے بھی باخبر ہے؟

آپؑ نے فرمایا: تجھ پر افسوس! تو انتہائی مشکل مسائل پیش کرتا ہے۔ کیا تو نے اللہ کا یہ فرمان نہیں سنا: لَوۡ كَانَ فِيۡهِمَاۤ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا (انبیاء:۲۲۔ اگر زمین و آسمان میں زیادہ معبود ہوتے تو زمین و آسمان تباہ ہو جاتے)۔ اور اللہ نے مزید فرمایا: وَلَعَلَا بَعۡضُهُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ (المومنون:۹۱۔ اور ان میں سے کچھ دوسرے کچھ پر اپنی برتری قائم کر لیتے)۔

اللہ تعالیٰ نے اہلِ دوزخ کا مکالمہ نقل کرتے ہوئے کہا کہ وہ کہیں گے: اَخۡرِجۡنَا نَعۡمَلۡ صَالِحًا غَيۡرَ الَّذِىۡ كُنَّا نَعۡمَلُ (فاطر:۳۷۔ ہمیں واپس دنیا میں لوٹا دے ہم وہاں جا کر نیک عمل کریں گے اور وہ عمل نہ کریں گے جو اب تک کرتے رہتے تھے) اللہ نے ان کے متعلق فرمایا: وَلَوۡ رُدُّوۡا لَعَادُوۡا لِمَا نُهُوۡا عَنۡهُ (انعام:۲۸) "اور اگر انھیں بالفرض دنیا میں لوٹا بھی دیا جائے تو بھی وہ وہی کچھ کریں گے جس سے انھیں منع کیا گیا تھا"۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ ناممکن الوقوع چیز کے متعلق بھی خدا جانتا ہے کہ اگر وہ معرض وجود میں آ جائے تو اس کی کیفیت کیا ہوگی۔

عالم "ذر" کی آزمائش

تفسیر عیاشی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے پانی کے ایک حصّہ کو حکم دیا کہ تو نمکین پانی بن جا' میں تجھ سے اپنی دوزخ اور اہل معصیت کو پیدا کروں گا' اور پانی کے دوسرے حصّہ کو حکم دیا کہ تو میٹھا اور ٹھنڈا پانی بن جا' میں تجھ سے اپنی جنت اور اپنے اطاعت گزاروں کو پیدا کروں گا۔

چنانچہ دونوں طرح کے پانی وجود میں آئے اور اللہ نے انھیں زمین پر جاری کیا۔ پھر کڑوے پانی سے ایک مخلوق پیدا کی جو کہ چیونٹیوں کی طرح سے باریک تھی اور ان سے فرمایا کہ کیا میں تمھارا رب نہیں ہوں اور کیا تم پر میری اطاعت ضروری نہیں ہے؟ ان سب نے کہا: کیوں نہیں تو ہمارا رب ہے اور ہم پر تیری اطاعت واجب ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آگ کو بھڑکنے کا حکم صادر فرمایا: آگ بھڑک اُٹھی تو اللہ نے اس مخلوق سے کہا کہ تم سب اُٹھو اور اس آگ میں داخل ہو جاؤ۔

حکمِ خدا سننے کے بعد ان میں سے کچھ تیزی سے آگ کی طرف چلنے لگے اور کچھ آہستہ روی سے آگ کی طرف چلے اور کچھ ایسے بھی تھے جو اپنی جگہ پر بیٹھے رہے۔ جب وہ آگ کے قریب گئے اور انھیں اس کی تپش محسوس ہوئی تو سب رک گئے۔ ان میں سے ایک بھی آگ میں داخل نہ ہوا۔

پھر اللہ نے میٹھے پانی سے چیونٹیوں کی جسامت رکھنے والی دوسری مخلوق پیدا کی' پھر ان سے اپنی ربوبیت واطاعت کا اقرار کروایا۔ پھر ان کو حکم دیا کہ تم اس آگ میں داخل ہو جاؤ۔ خدا کا حکم سنتے ہی وہ اُٹھے' ان میں سے کوئی سست رفتاری سے چلا' کوئی تیزی سے چلا اور کوئی برق رفتاری سے روانہ ہوا اور وہ سب کے سب آگ میں چلے گئے۔ اللہ نے ان سے فرمایا: تم صحیح سلامت اس آگ سے نکل آؤ۔ چنانچہ آگ نے انھیں کوئی نقصان نہ پہنچایا اور وہ بالکل صحیح وسلامت حالت میں آگ سے باہر نکل آئے۔

پہلے گروہ نے جب یہ منظر دیکھا تو انھوں نے خدا سے التجا کی کہ اب ہمیں دوبارہ یہی حکم دے ہم تیرے حکم کی تعمیل کریں گے۔ اللہ نے انھیں ان کی سابقہ غلطی معاف فرمائی اور انھیں آگ میں جانے کا حکم دیا۔ اس مرتبہ بھی ان میں سے کوئی تیزی سے چلا' کوئی آہستہ روی سے چلا اور کوئی اپنی جگہ سے ہی نہ ہلا۔ اور جب وہ آگ کے قریب گئے اور انھیں اس

کی پیش محسوس ہوئی تو وہ سارے لوٹ آئے اور ان میں سے ایک فرد بھی آگ میں داخل نہ ہوا۔ چنانچہ انھی کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۲۸﴾ (اگر انھیں واپس لوٹا بھی دیا جائے تو وہ وہی کچھ کریں گے جس سے انھیں منع کیا گیا تھا اور وہ جھوٹے ہیں)۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جن کی اصلیت ملعون ہو تو اگر انھیں دنیا میں واپس لوٹا بھی دیا جائے تو بھی وہ وہی کچھ کریں گے جن سے خدا نے انھیں روکا ہے۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر دوزخی کو اس کا جنت کا مکان دکھایا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا کہ اگر تو نے ہماری نافرمانی نہ کی ہوتی تو یہ مکان آج تیرا ہوتا اور اس مکان کو تیرے لیے ہی پیدا کیا گیا تھا۔

جب دوزخی اپنا مکان دیکھیں گے تو ان کی حسرتوں میں اضافہ ہو جائے گا اور وہ کہیں گے: يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا "افسوس ہم سے یہ کتنی بڑی تقصیر ہوئی ہے"۔ یعنی جنت کی طلب میں ہم سے بڑی تقصیر واقع ہوئی ہے۔ چنانچہ "سدی" کہتے ہیں کہ "فیھا" میں "ھا" کی ضمیر کا اشارہ جنت کی طرف ہے۔ وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ "اس وقت وہ اپنی پشتوں پر گناہوں کا بوجھ اُٹھائے ہوئے ہوں گے"۔

"زجاج" کہتے ہیں کہ ممکن ہے کہ اہل نار کو اپنا عذاب کسی وزنی بوجھ کی طرح سے محسوس ہو کیونکہ بوجھ کا تعلق صرف وزن سے ہی نہیں ہوتا۔ بعض اوقات بوجھ کا تعلق حالت سے بھی ہوتا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ مجھے فلاں کی گفتگو بڑی گراں محسوس ہوئی۔

اس جملہ کا معنی یہ ہوتا ہے کہ مجھے فلاں کی گفتگو سخت ناپسند ہوگی۔ مقصد یہ ہے کہ اہلِ دوزخ کو اپنے گناہ بھی سخت بوجھل محسوس ہوں گے اور وہ اپنے گناہوں کو اپنے لیے کمرشکن بوجھ تصور کریں گے اور اسی حقیقت کی طرف امیر المومنین علیہ السلام نے اشارہ کرتے ہوئے یہ الفاظ فرمائے تھے: "سبک بار بنو تا کہ اگلوں سے مل سکو تمھارے پہلوں کو تمھارے پچھلوں کا انتظار ہے"۔

آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی کوئی حقیقت نہیں ہے

اصول کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے ہشام سے فرمایا: ہشام! اللہ نے اہلِ عقل کو نصیحت

کی ہے اور انھیں آخرت کی ترغیب دی ہے اور فرمایا ہے: وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ۭ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ (دنیاوی زندگی کی حیثیت کھیل تماشے سے زیادہ نہیں ہے، جب کہ آخرت کا گھر اہل تقویٰ کے لیے بہتر ہے کیا تمھیں عقل نہیں آتی؟)

صبر ضروری ہے

وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰي مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰٓي اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ

''آپ سے پہلے بھی بہت سے رسولوں کو جھٹلایا جا چکا ہے مگر انھوں نے اس تکذیب اور ان ایذاؤں پر صبر کیا تھا جو انھیں پہنچائی گئی تھیں یہاں تک کہ ان کے پاس ہماری مدد آ پہنچی''۔

اصول کافی میں حفص سے منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: حفص! جس نے صبر کیا تو اس نے تھوڑے ہی عرصہ کے لیے صبر کیا اور اس نے جزع فزع کا مظاہرہ کیا تو اس نے بھی تھوڑے ہی عرصہ کے لیے بے صبری کا اظہار کیا۔

پھر آپؑ نے فرمایا: تمھیں اپنے تمام امور میں صبر سے کام لینا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ کو مبعوث کیا تو انھیں صبر اور نرمی کا حکم دیا۔ آپؐ نے صبر کیا مگر لوگوں نے آپؐ پر تہمتیں تراشیں جس سے آپ کو اپنے سینہ میں تنگی محسوس ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ آیات نازل فرمائیں:

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۝ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ۝ (الحجر: ۹۷-۹۹)

''ہمیں معلوم ہے کہ جو باتیں یہ لوگ تم پر بناتے ہیں ان سے تمھارے سینہ میں تنگی پیدا ہوتی ہے (اور اس کا علاج یہ ہے کہ) اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرو اور سجدہ گزاروں میں سے ہو جاؤ اور اپنے رب کی عبادت کرو یہاں تک کہ تمھیں موت آ جائے''۔

اس کے بعد بھی لوگوں نے آپ کی تکذیب کی اور آپؐ پر بہتان تراشی کی جس کی وجہ سے آپ غمگین ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ

وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰۤى اَتٰىهُمْ يَجْحَدُوْنَ ﴿۳۳﴾ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳۴﴾ (انعام:۳۳-۳۴)

''ہم جانتے ہیں کہ ان کی باتیں سن کر آپؐ کو دکھ پہنچتا ہے۔ یہ لوگ آپ کو ہی نہیں جھٹلا رہے بلکہ ظالم لوگ اللہ کی آیات کی تکذیب کر رہے ہیں۔ آپ سے پہلے بھی بہت سے رسولوں کو جھٹلایا جا چکا ہے مگر ان رسولوں نے اس تکذیب اور ان ایذاؤں پر صبر کیا تھا جو انھیں پہنچائی گئی تھیں یہاں تک کہ ہماری مدد ان کے شاملِ حال ہوئی۔ اللہ کی باتوں کو بدلنے کی کسی میں طاقت نہیں ہے اور رسولوں کے حالات آپ تک تو پہنچ ہی چکے ہیں''۔

ان آیات کے بعد آنحضرتؐ نے صبر کو اپنا اُوڑھنا بچھونا بنالیا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے جس میں آپؑ نے یہ جملے بھی فرمائے: رسولؐ خدا نے اپنے وصی کے فضائل بیان کیے تو لوگوں کے دلوں میں نفاق پیدا ہونے لگا اور وہ آپؐ کے متعلق طرح طرح کی باتیں بنانے لگ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِىْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿۳۳﴾

''ہمیں معلوم ہے کہ ان کی باتیں سن کر آپ کو دکھ محسوس ہوتا ہے۔ یہ لوگ صرف آپ کو نہیں جھٹلا رہے بلکہ ظالم لوگ اللہ کی آیات کو جھٹلا رہے ہیں''۔

رسولؐ خدا اپنی حکمتِ نبوت سے پھر بھی منافقین کی تالیفِ قلب کرتے رہے اور مسلسل اپنے وصی کے فضائل بھی بیان کرتے رہے یہاں تک کہ یہ سورہ نازل ہوئی۔ جب آپ کو آپ کی موت کا بتا دیا گیا تو پھر آپؐ نے کسی کی پرواہ کیے بغیر اپنے وصی کا کھل کر اعلان کیا۔

روضہ کافی کی ایک روایت کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے سامنے کسی نے لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿۳۳﴾ کی آیت پڑھی تو آپؑ نے فرمایا: ظالموں نے بے تحاشا آنحضرتؐ کی تکذیب کی تھی لیکن انھیں یہ جرأت نہ ہوئی تھی کہ وہ اپنی طرف سے باطل پیش کر کے آپؐ کے حق کو جھٹلاتے۔

تفسیر عیاشی میں فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ کے ضمن میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کا

ایک معنی یہ ہے کہ کفار کو یہ جرأت نہیں ہے کہ وہ آپ کے قول کو باطل ثابت کر سکیں۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ کے بہت سے مفہوم بیان کیے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک مفہوم یہ ہے کہ یہ لوگ زبان سے تو آپؐ کی تکذیب کرتے ہیں لیکن وہ اپنے دلوں میں یہ یقین رکھتے ہیں کہ آپؐ کا ہر فرمان برحق ہے۔ اس مفہوم کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جس میں یہ بیان کیا گیا کہ ایک مرتبہ ابوجہل کی رسول اکرمؐ سے ملاقات ہوئی تو اس نے آپؐ سے مصافحہ کیا۔ کسی نے ابوجہل سے کہا کہ تو نے یہ کیا کیا؟

اس نے کہا: خدا کی قسم! میں جانتا ہوں کہ محمدؐ صادق ہے لیکن ہم ''عبد مناف'' کے پیروکار کب تھے؟ اللہ تعالیٰ نے اسی حقیقت کو قرآن مجید کی اس آیت میں یوں بیان کیا کہ یہ لوگ آپؐ کو نہیں جھٹلا رہے لیکن یہ ظالم لوگ اللہ کی آیات کی تکذیب کر رہے ہیں۔

روضہ کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے پیروکاروں کے نام ایک خط تحریر کیا جس میں آپؑ نے لکھا:

تمھارے ایمان کی اس وقت تک تکمیل نہ ہوگی جب تک تم پر وہ حالات نہ گزریں جو تم سے پہلے صالحین پر گزرے تھے۔ تم سے تمھاری جان و مال کا امتحان لیا جائے گا اور تمھیں دشمنانِ خدا سے بہت سی اذیت ناک باتیں سننا ہوں گی اور تمھیں ہر بات پر صبر کرنا ہوگا۔ لوگ تمھیں رُسوا کریں گے اور تم سے بغض رکھیں گے اور تمھیں خدا کی رضا اور آخرت کے گھر کے حصول کے لیے تمام تر مظالم برداشت کرنا پڑیں گے۔ تمھیں غصہ کے گھونٹ پینے ہوں گے۔ لوگ تمھاری سچی باتوں کو جھٹلائیں گے اور تم سے بُغض و عناد رکھیں گے، مگر تمھیں صبر کا دامن مضبوطی سے تھامنا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے جبریلِ امینؑ کی زبانی اپنے حبیب کو یہ پیغام بھیجا تھا:

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ [1] (الاحقاف: ۳۵)

آپ اسی طرح سے ''صبر کریں جیسا کہ اولوا العزم رسولوں نے صبر کیا تھا اور آپ ان کے لیے عذاب کی جلدی کا مطالبہ نہ کریں''۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کی دلجوئی کرتے ہوئے فرمایا: وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا...... ''آپؐ سے پہلے بہت سے رسولوں کو جھٹلایا گیا ہے مگر ان رسولوں نے تکذیب اور اذیت پر صبر کا مظاہرہ کیا تھا''۔ لہٰذا تمھیں بھی انبیائے کرامؑ کی سیرت پر چلتے ہوئے صبر کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔

امالی صدوق میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے علقمہ سے فرمایا:

علقمہ! لوگوں کی رضا حاصل کرنا دشوار ہے اور ان کی زبانوں سے محفوظ رہنا انتہائی مشکل ہے۔ لوگوں کی زبانوں سے تو خدا کے انبیاء و رسل اور حجج الٰہی محفوظ نہیں تھے۔ لوگوں نے حبیبؐ خدا کے دعوائے رسالت کی تکذیب کی تو اللہ نے اپنے حبیب کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰٓى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ”آپ سے قبل بہت سے رسولوں کو جھٹلایا گیا مگر انھوں نے تکذیب اور اذیتوں پر صبر کیا یہاں تک کہ ہماری مدد ان کے شامل حال ہوئی“۔

لوگوں کی بے توجہی سے مغموم نہ ہوں

تفسیر علی بن ابراہیم میں ابوالجارود کی زبانی حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے۔ آپؑ نے فرمایا: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شدید خواہش تھی کہ حرث بن عامر بن نوفل بن عبدمناف اسلام قبول کرلے مگر اس پر بدبختی غالب آئی اور اس نے اسلام قبول نہ کیا۔ اس کی بے توجہی آپ کو گراں گزری۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پر یہ آیت نازل فرمائی:

وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ ۭ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۳۵﴾

”اور اگر ان کی بے رخی آپؐ پر گراں ہے تو اگر آپؐ میں اتنا زور ہے تو زمین میں کوئی سرنگ ڈھونڈو یا آسمان میں سیڑھی لگا کر کوئی نشانی لانے کی کوشش کرو اور اگر خدا چاہتا تو سب کو ہدایت پر جمع کرسکتا تھا لہٰذا نادان مت بنو“۔

مناقب ابن شہرآشوب میں حضرت سلمان فارسیؓ سے منقول ہے کہ حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا: علیؑ! اللہ نے اس اُمت کے اختلاف و افتراق کا فیصلہ کردیا ہے اور اگر خدا چاہتا تو سب کو ہدایت پر جمع کرسکتا تھا اور ان میں کسی کا کسی سے اختلاف نہ ہوتا اور امر الٰہی میں کوئی تنازعہ پیدا نہ ہوتا اور کوئی مفضول کسی صاحب فضل کی فضیلت کا انکار نہ کرتا۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ اللہ فرماتا ہے: قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا

يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۷﴾ (آپ کہہ دیں کہ اللہ نشانی بھیجنے پر قادر ہے، لیکن لوگوں کی اکثریت کو علم نہیں ہے) یعنی لوگ اس بات سے ناواقف ہیں کہ جو لوگ نشانی آنے کے بعد اس کا انکار کرتے ہیں تو وہ ہلاک کر دیے جاتے ہیں۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اللہ کی نشانیاں آنحضرتؐ کے دور ہی میں وقوع پذیر نہیں ہوئی تھیں۔ آخری زمانہ میں بھی اللہ اپنی نشانیاں دکھائے گا۔ وہ دابۃ الارض کو ظاہر کرے گا، دجال کو ظاہر کرے گا اور ابن مریم کو نازل کرے گا اور مغرب سے سورج کو طلوع کرائے گا۔

زمین پر چلنے والے جان دار اور اُڑنے والے پرندے تم جیسی مخلوق ہیں

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ؕ

''زمین پر چلنے والے تمام جان دار اور اپنے پروں سے پرواز کرنے والے تمام پرندے تم جیسی مخلوق ہیں۔ اللہ کی تمام مخلوقات یکساں ہیں''۔

کتابِ خدا میں کوئی کمی نہیں ہے

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ ﴿۳۸﴾

''ہم نے کتاب میں کوئی کمی نہیں کی، پھر وہ سب اپنے رب کی طرف محشور کیے جائیں گے''۔

نہج البلاغہ میں حضرت علی علیہ السلام کا ایک خطبہ مرقوم ہے جس میں آپؑ نے علماء کے مختلف الآراء ہونے کی مذمت میں فرمایا: جب ان میں سے کسی ایک کے سامنے کوئی معاملہ فیصلہ کے لیے پیش ہوتا ہے تو وہ اپنی رائے سے اس کا حکم لگا دیتا ہے۔ پھر وہی مسئلہ بعینہٖ دوسرے کے سامنے پیش ہوتا ہے تو وہ اس پہلے کے حکم کے خلاف حکم دیتا ہے۔ پھر یہ تمام کے تمام قاضی اپنے اس خلیفہ کے پاس جمع ہوتے ہیں جس نے انھیں قاضی بنا رکھا ہے۔ تو وہ سب کی رائے کو صحیح قرار دیتا ہے، حالانکہ ان کا اللہ ایک، نبی ایک اور کتاب ایک ہے۔ (انھیں غور کرنا چاہیے) کیا اللہ نے انھیں اختلاف کا حکم دیا تھا اور یہ اختلاف کر کے اس کا حکم بجا لاتے ہیں یا اُس نے تو حقیقتاً اختلاف سے منع کیا ہے اور یہ اختلاف کر کے عمداً اس کی نافرمانی کرنا چاہتے ہیں یا یہ کہ اللہ نے دین کو ادھورا چھوڑا تھا اور ان سے تکمیل کے لیے ہاتھ بٹانے کا خواہش مند ہوا تھا یا یہ کہ یہ اللہ کے شریک تھے کہ انھیں اس کے احکام میں دخل دینے کا حق ہو اور اس پر لازم ہو کہ وہ اس پر رضا مند رہے یا یہ کہ اللہ نے تو دین

مکمل اُتارا تھا مگر اس کے رسولؐ نے اس کے پہنچانے اور ادا کرنے میں کوتاہی کی تھی؟

اللہ نے تو قرآن میں یہ فرمایا ہے: مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ''ہم نے کتاب میں کسی چیز کے بیان کرنے میں کوتاہی نہیں کی اور اس میں ہر چیز کا واضح بیان ہے'' اور یہ بھی کہا ہے کہ قرآن کے بعض حصے بعض حصوں کی تصدیق کرتے ہیں اور اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ چنانچہ اللہ کا یہ ارشاد ہے:

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ﴿۸۲﴾ (النساء:۸۲) ''اگر یہ قرآن اللہ کے علاوہ کسی اور کا بھیجا ہوا ہوتا تو لوگ اس میں بہت سا اختلاف پاتے''۔ قرآن کا ظاہر خوش نما اور باطن گہرا ہے۔ نہ اس کے عجائبات مٹنے والے ہیں اور نہ اس کے لطائف ختم ہونے والے ہیں۔ ظلمت (جہالت) کا پردہ اس سے چاک کیا جاتا ہے۔

عیون الاخبار میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے اوصافِ امام کی ایک طویل حدیث منقول ہے اور اس حدیث کے ضمن میں آپؑ نے یہ کلمات بھی ارشاد فرمائے:

عبدالعزیز! لوگ جہالت کا شکار ہیں اور دین کے متعلق دھوکے میں مبتلا ہیں۔ اللہ نے اس وقت تک اپنے نبی کو دنیا سے ہی نہیں اٹھایا جب تک دین کی تکمیل نہ کر دی اور ان پر قرآن اتارا جس میں ہر چیز کی تفصیل موجود ہے اور اللہ نے قرآن میں حلال و حرام حدود و احکام اور ان تمام چیزوں کی وضاحت کر دی ہے جس کی لوگوں کو احتیاج ہو سکتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ''ہم نے کتاب میں کوئی کمی نہیں چھوڑی''۔

کیا جانوروں کا بھی حساب ہوگا؟

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ۭ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ ﴿۳۸﴾

''زمین پر چلنے والے تمام جان دار اور اپنے پروں سے پرواز کرنے والے تمام پرندے سب تمھاری طرح کی ہی اُمتیں ہیں، ہم نے کتاب میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ پھر یہ سب اپنے رب کی طرف محشور کیے جائیں گے''۔

من لا یحضرہ الفقیہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جس اُونٹ پر تین بار حج کا سفر کیا جائے تو اللہ اسے بہشتی جانوروں میں سے قرار دیتا ہے۔ ایک اور روایت میں سات بار حج کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ناقہ دیکھی جس کا گھٹنا بندھا ہوا تھا اور اس پر سامان بھی لدا ہوا تھا۔ آپؐ نے فرمایا: اس کا مالک کہاں ہے؟ اس سے کہہ دو کہ وہ آخرت کے روز کے جھگڑے کے لیے آمادہ ہو جائے۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ حضرت ابوذرؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اکرمؐ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ دو مینڈھے ایک دوسرے کو ٹکریں مارنے لگے۔ رسولؐ خدا نے فرمایا: جانتے ہو کہ اس طرح کیوں ایک دوسرے کو ٹکریں مار رہے ہیں؟

ہم نے عرض کیا: ہمیں کوئی علم نہیں ہے۔

آپؐ نے فرمایا: ان کی لڑائی کا سبب خدا کو معلوم ہے اور وہ عنقریب ان دونوں کے درمیان فیصلہ کرے گا۔

کتاب ثواب الاعمال میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: حضرت امام علی زین العابدین علیہ السلام نے اپنی وفات کے وقت حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے فرمایا تھا:

جان پدر! میں نے اس ناقہ پر بیس بار حج کا سفر کیا ہے۔ میں نے آج تک اسے تازیانہ نہیں مارا۔ جب یہ ناقہ مرجائے تو اسے دفن کر دینا تاکہ اسے درندے نہ نوچیں۔ حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا تھا: جس اُونٹ پر سات مرتبہ حج کیا جائے تو اللہ تعالیٰ اس کو بہشت کے جانوروں میں سے قرار دیتا ہے اور اس کی نسل میں برکت عطا کرتا ہے۔ چنانچہ جب اُونٹنی مری تو میرے والد حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے گڑھا کھود کر اسے اس میں دفن کر دیا تھا۔

کتاب الخصال میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

قیامت کے روز صرف چار افراد سوار ہوں گے۔ ایک میں ہوں گا' دوسرے علیؑ ہوں گے۔ تیسری میری دختر فاطمہ زہراءؑ ہوں گی اور چوتھے حضرت صالحؑ ہوں گے۔ میں اس دن براق پر سوار ہوگا۔ میری بیٹی فاطمہؑ میری ناقہ عضباء پر سوار ہوگی۔ حضرت صالحؑ ناقۃ اللہ پر سوار ہوں گے' جس کی کونچیں کاٹی گئی تھیں۔ علیؑ نور کی ایک ناقہ پر سوار ہوں گے جس کی مہار یاقوت کی ہوگی اور علیؑ نے اس وقت سبز رنگ کے دو حُلّے پہن رکھے ہوں گے۔

اصول کافی میں کلبی نسابہ سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے موزوں پر مسح کرنے کے متعلق پوچھا تو آپؑ نے مسکرا کر فرمایا:

جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ ہر چیز کے اجزاء کو اس کے اصل کی طرف لوٹا دے گا۔ اس وقت کھال بکری کو لوٹا دی جائے گی۔ اب خود ہی بتاؤ جنھوں نے بکری کی کھال سے بنے ہوئے موزوں پر مسح کیا ہوگا تو ان کا وضو کہاں جائے گا؟

بلعم باعور کا واقعہ

تفسیر علی بن ابراہیم میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: بلعم بن باعور کے پاس اسم اعظم تھا۔ وہ جب بھی اسم اعظم پڑھ کر دعا مانگتا تو اس کی دعا قبول ہوتی تھی۔ وہ فرعون کی طرف مائل ہوا۔ جب فرعون حضرت موسیٰؑ اور ان کے حواریوں کے تعاقب میں روانہ ہونے لگا تو اس نے بلعم سے کہا: تم دعا کرو کہ موسیٰؑ اور اس کے ساتھی ہمارے جانے تک رُکے رہیں۔

بلعم اپنی گدھی پر سوار ہوا تا کہ مخصوص جگہ پر جا کر وہ موسیٰؑ کے خلاف بددعا کر سکے۔ گدھی نے چلنے سے انکار کر دیا۔ اس نے گدھی کو خوب مارا پیٹا۔ اللہ تعالیٰ نے گدھی کو انسانوں کی طرح سے بولنے کی طاقت عطا کر دی۔ اس نے بلعم بن باعور سے کہا: تو مجھے کیوں مار رہا ہے؟ کیا تو یہ چاہتا ہے کہ میں تجھے اُٹھا کر لے جاؤں اور تو اللہ کے نبی اور اہلِ ایمان کے خلاف بددعا کرے؟

بلعم بن باعور گدھی کو مسلسل مارتا رہا یہاں تک کہ وہ مرگئی، اس کی زبان سے اسم اعظم چھن گیا۔ خدا نے اس کے متعلق فرمایا: فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ؕ (الاعراف:۱۷۶) ''اس کی مثال کتے کی سی ہے کہ اگر تم اس پر حملہ کرو تب بھی زبان لٹکائے رہے اور اسے چھوڑ دو تب بھی زبان لٹکائے رہے''۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: تین جانور جنت میں جائیں گے: (۱) بلعم بن باعور کی گدھی جنت میں جائے گی۔ (۲) اصحاب کہف کا کتا جنت میں جائے گا۔ (۳) ان کے علاوہ ایک بھیڑیا بھی جنت میں جائے گا۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ ایک ظالم بادشاہ نے ایک سپاہی کو بھیجا کہ وہ جائے اور مومنین کو جمع کر کے انھیں ایذائیں دے۔

سپاہی کا ایک چھوٹا بیٹا تھا جس سے وہ بے تحاشا محبت کرتا تھا۔ سپاہی جب اہلِ ایمان کو اذیتیں دینے میں مصروف تھا تو اسی دوران ایک بھیڑیا اس کے گھر میں داخل ہوا اور اس نے سپاہی کے بیٹے کو کھا لیا۔ جس کی وجہ سے سپاہی کو سخت دکھ پہنچا۔ اللہ تعالیٰ نے بھیڑیئے کو جنت میں داخل کر دیا کیونکہ اس نے ظالم سپاہی کو غمگین کیا تھا۔

ابوالجارود بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ فِي الظُّلُمٰتِ ؕ مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يُضْلِلْهُ ؕ وَمَنْ يَّشَاْ يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ کی آیت مجیدہ کے متعلق فرمایا:

''جن لوگوں نے خدا کی آیات کو جھٹلایا تو وہ بہرے ہیں جو ہدایت کی بات سننے پر آمادہ نہیں ہیں اور وہ گونگے ہیں جو حق بات کہنے پر آمادہ نہیں ہیں۔ وہ کفر کی تاریکیوں میں رہائش پذیر ہیں جسے خدا چاہے اس کی گمراہی کا فیصلہ کر دیتا ہے اور

جسے چاہے اسے صراطِ مستقیم پر ڈال دے''۔

یہ آیت اس اُمت کے قدریہ کی تردید کرتی ہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انھیں صائبین، نصاریٰ اور مجوسیوں کے ساتھ محشور کرے گا۔ اس وقت وہ کہیں گے: وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ''خدا کی قسم! ہم مشرک نہیں تھے''۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ''دیکھو انھوں نے اپنے آپ پر کیسا جھوٹ تراشا ہے، وہاں ان کی سب بناوٹیں گم ہو جائیں گی''۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر اُمت میں مجوسی ہوتے ہیں اور اس اُمت کے مجوسی وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ خدا کی کوئی تقدیر نہیں ہے اور وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ کوئی مشیت وقدرت نہیں ہے۔

ابوحمزہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا...... عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ کی آیت مجیدہ کا مفہوم دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا:

یہ ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی جنھوں نے اوصیاء کی تکذیب کی۔ وہ لوگ بہرے اور گونگے ہیں اور وہ تاریکیوں میں رہائش پذیر ہیں۔ اولادِ ابلیس کا کوئی بھی فرد اوصیاء پر ایمان نہیں لائے گا۔ انھیں خدا نے گمراہی میں چھوڑ دیا ہے جس کا تعلق نسلِ آدمؑ سے ہوگا اور جو صراطِ مستقیم پر ہوگا تو وہ اوصیاء پر ایمان لائے گا۔ آپؑ فرماتے تھے کہ و کذبوا بایاتنا کلھا سے باطنی طور پر وہ لوگ مراد ہیں جنھوں نے اوصیاء کی تکذیب کی تھی۔

لفظ ''اللہ'' کی تشریح

کتاب التوحید میں مرقوم ہے کہ ایک شخص نے حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے پوچھا کہ لفظ ''اللہ'' کی تشریح کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: حاجات کے وقت جس کی طرف رجوع کیا جائے جب تمام ظاہری امیدیں ٹوٹ جائیں اور اسباب منقطع ہو جائیں تو اس وقت جس کی طرف رجوع کیا جاتا ہے وہ ''اللہ'' ہے۔

اس دنیا میں اگر کوئی بڑے سے بڑا بادشاہ بھی کیوں نہ ہو اور لوگوں کی حاجات پوری کرتا ہو، اس پر بھی ایسا وقت ضرور آتا ہے جب وہ خود سخت حاجت مند ہوتا ہے اور اس سخت حاجت کے وقت وہ بھی خدا کی طرف رجوع کرتا ہے۔ البتہ یہ علیحدہ بات ہے کہ حاجت پوری ہونے کے بعد وہ خدا کو بھلا دے۔ کیا تو نے اللہ کا یہ فرمان نہیں سنا:

قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ ۚ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ ۝

''ذرا سوچ کر بتاؤ اگر تم پر اللہ کا عذاب آ جائے یا قیامت آ پڑے تو اس وقت کیا تم کسی غیر اللہ کو پکارو گے اگر تم سچے ہو۔ ایسے وقت میں تو تم صرف اللہ کو ہی پکارتے ہو۔ پھر اگر وہ چاہتا ہے تو اس مصیبت کو تم سے ٹال دیتا ہے اس وقت تم اپنے شریکوں کو بھول جاتے ہو''۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں ہے کہ بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ ...... کی آیت کا مقصد یہ ہے کہ اللہ نے مشرکین سے فرمایا ہے کہ جب تم پر کوئی مشکل گھڑی آتی ہے تو اس وقت تم خالص اللہ کو ہی پکارتے ہو اور جب مشکل دُور ہو جاتی ہے تو تم خدا کو فراموش کر دیتے ہو جب کہ مصیبت میں تم اپنے بتوں کو فراموش کر دیتے ہو۔

مشکلات وشدائد میں خدا کی طرف رجوع کریں

فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ۝

''ہم نے ان اقوام کو مصائب و آلام میں مبتلا کیا تا کہ وہ عاجزی کرتے ہوئے جھک جائیں''۔

نہج البلاغہ میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا یہ فرمان مرقوم ہے: خدا کی قسم! جن لوگوں کے پاس زندگی کی تر و تازہ وشاداب نعمتیں تھیں اور پھر ان کے ہاتھوں سے نکل گئیں یہ ان کے گناہوں کے مرتکب ہونے کی پاداش ہے کیونکہ اللہ تو کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ اگر لوگ اس وقت جب کہ ان پر مصیبتیں ٹوٹ رہی ہوں اور نعمتیں ان سے زائل ہو رہی ہوں' صدق نیت اور رجوع قلب سے اپنے اللہ کی طرف متوجہ ہوں تو وہ برگشتہ ہونے والی نعمتوں کو پھر ان کی طرف پلٹا دے گا اور ہر خرابی کی اصلاح کر دے گا۔

اصول کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: تضرع کے لیے ہاتھ دعا کے لیے بلند کیے جائیں اور دائیں بائیں کی انگلیوں کو حرکت دینی چاہیے۔ آپؑ نے مزید فرمایا: دعائے تضرع میں اپنی انگشت سبابہ کو چہرے کے سامنے حرکت دینی چاہیے؟

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: تضرع کے لیے دونوں ہاتھوں کو بلند کرنا چاہیے اور انھیں حرکت دے کر اپنی عاجزی کا اظہار کرنا چاہیے۔

C12

استدراج

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ؕ حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْۤا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ﴿۴۴﴾

''پھر جب انھوں نے اس نصیحت کو فراموش کر دیا جو انھیں کی گئی تھی تو ہم نے ان کے لیے خوش حالی کے تمام دروازے کھول دیئے یہاں تک کہ وہ نعمات پا کر خوش ہو گئے تو ہم نے انھیں اچانک پکڑ لیا پھر وہ مایوس ہو گئے''۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں ابوحمزہ سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے اس آیت مجیدہ کا مفہوم دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: (اس کا ایک مورد یہ بھی ہے) کہ لوگوں کو حضرت علی علیہ السلام کی ولایت کا حکم دیا گیا تھا۔ جب انھوں نے اس حکم کو فراموش کر دیا تو انھیں خوش حالی اور حکومت دے دی گئی اور جب وہ اپنی خوش حالی پر ناز کر رہے ہوں گے تو اچانک قائم آلِ محمدؑ کی حکومت قائم کر دی جائے گی تو یوں محسوس ہوگا کہ منکرین علیؑ کی حکومت دنیا میں کبھی قائم ہی نہیں ہوئی تھی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: اے موسیٰؑ! جب فقر کو اپنی طرف بڑھتا ہوا پاؤ تو اس سے کہو کہ اے صالحین کی علامت! تجھے خوش آمدید ہو اور جب دولت کو اپنی طرف آتا ہوا پاؤ تو کہو مجھے کسی گناہ کی جلد سزا ملی ہے۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب دیکھو کہ نافرمانیوں کے باوجود بھی اللہ کی طرف سے کثرت سے نعمات نازل ہو رہی ہوں تو اسے خدا کی طرف سے ''استدراج'' سمجھو۔ پھر آنحضرتؐ نے فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ......کی آیت تلاوت فرمائی۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا فرمان ہے: ''ابن آدم! جب تو یہ دیکھے کہ اللہ تجھ پر مسلسل نعمتیں نازل کر رہا ہے تو اس وقت خدا کے عذاب سے ہوشیار رہنا''۔

کتاب تلخیص الاقوال میں مرقوم ہے کہ حجاج بن یوسف نے حضرت علی علیہ السلام کے غلام قنبرؓ کو گرفتار کروایا اور جب قنبر گرفتار ہو کر اس کے سامنے لائے گئے تو حجاج نے ان سے کہا: تو علی بن ابی طالبؑ کی کیا خدمت سر انجام دیا کرتا تھا؟

حضرت قنبرؓ نے کہا: میں حضرتؑ کو وضو کروایا کرتا تھا۔

حجاج نے کہا: جب ابوتراب وضو سے فارغ ہوتے تو وہ کیا پڑھتے تھے؟ حضرت قنبرؓ نے کہا: میرے مولاؑ کا دستور تھا کہ وضو سے فارغ ہونے کے بعد آپؑ یہ آیات پڑھا کرتے تھے:

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ۭ حَتّٰٓي اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ۝ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۭ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

(پھر جب انھوں نے اس نصیحت کو فراموش کر دیا جو انھیں کی گئی تھی تو ہم نے ان پر ہر طرح کی خوش حالی کے دروازے کھول دیئے۔ یہاں تک کہ وہ نعمات پا کر خوش ہوگئے تو ہم نے انھیں اچانک پکڑ لیا۔ پھر وہ مایوس ہوگئے۔ اس کے بعد ظلم کرنے والوں کی جڑ کاٹ دی گئی اور تمام تعریفیں اللہ کے لیے مخصوص ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔)

حجاج نے کہا: میرا خیال ہے کہ علی بن ابی طالبؑ یہ آیات ہمارے متعلق پڑھتے تھے۔

حضرت قنبرؓ نے کہا: جی ہاں! تیرا خیال صحیح ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ ولایتِ علیؑ کے منکروں کو خدا کی طرف سے ڈھیل دی جاتی ہے اور ان پر دنیاوی نعمات کی بارش کی جاتی ہے۔ اس کے بعد خدا کی طرف سے ان کی گرفت ہوتی ہے۔ آپؑ نے یہ بھی فرمایا کہ بنی عباس کی حکومت بھی اسی ''استدراج'' کا کرشمہ ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بنی اُمیہ کی اچانک گرفت کرے گا اور اس کے بعد حکومت بنی عباس میں چلی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ان کی کھل کر گرفت کرے گا۔

کتاب معانی الاخبار اور الکافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

جو ظالموں کی بقا کو پسند کرے تو اس نے درحقیقت یہ چاہا ہے کہ اللہ کی نافرمانی ہوتی رہے جب کہ اللہ نے ظالم قوم کی جڑ کٹ جانے پر اپنی حمد کی ہے اور فرمایا ہے: فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۭ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (پھر ظلم کرنے والوں کی جڑ کاٹ دی گئی اور تمام تعریفیں اللہ کے لیے مخصوص ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے)۔

خدائی اختیارات میں کوئی شریک نہیں ہے

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰي قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ

بِهٖ ۭ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ۝

''آپ کہہ دیں کہ کبھی تم نے سوچا کہ اگر اللہ تم سے تمہاری سماعت اور بینائی چھین لے اور تمہارے دلوں پر مہر لگا دے تو اللہ کے علاوہ کوئی ایسا ہے جو تمہیں یہ نعمتیں واپس کر سکتا ہو؟ دیکھو ہم کس طرح سے اپنی نشانیاں بار بار ان کے سامنے پیش کر رہے ہیں اور وہ کس طرح سے نظریں چرا رہے ہیں''۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ کے معنی یہ ہیں کہ پھر وہ تکذیب کرتے ہیں۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: جس طرح سے اللہ سماعت و بینائی چھین لے تو اس کے علاوہ کوئی یہ نعمتیں واپس نہیں لوٹا سکتا۔ اسی طرح سے اگر خدا کسی سے ہدایت کی توفیق کو سلب کر لے تو اسے بھی کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔

پھر آپؐ نے قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ۝ (آپ کہہ دیں کہ کبھی تم نے یہ بھی سوچا کہ اگر اللہ کا عذاب تم پر اچانک یا کھل کر آ جائے تو کیا ظالم لوگوں کے علاوہ کوئی اور ہلاک کیے جائیں گے؟) کی آیت مجیدہ کے متعلق فرمایا کہ جب رسولؐ خدا ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو آپؐ کے اصحاب کو بیماری اور تکالیف نے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ لوگوں نے رسولؐ خدا کے پاس اپنی تنگی کی شکایت کی تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی اور اس آیت کے ذریعہ سے اللہ نے لوگوں کو یہ بات سمجھائی کہ تمہیں دنیا کی چند روزہ تکالیف و زحمات تو ضرور پہنچیں گی لیکن تم پر وہ عذاب الیم نازل نہیں کیا جائے گا جس سے اُمتیں ہلاک کی جاتی ہیں۔ ہلاکت کرنے والا عذاب الیم ظالم اقوام پر ہی نازل کیا جاتا ہے۔

پیغمبر اکرمؐ وحی الٰہی کے تابع تھے

اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۭ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۭ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ۝

''میں تو اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف بھیجی جاتی ہے۔ آپ کہہ دیں کہ کیا اندھا اور دیکھنے والا برابر ہو سکتے ہیں۔ کیا تم سوچتے نہیں ہو؟''

کتاب التوحید میں مرقوم ہے کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے پاس آپ کے کچھ پیروکار جمع تھے اور انھوں نے آنحضرتؑ کی ان احادیث کا تذکرہ کیا جن میں ایک ہی شے کے متعلق اختلاف پایا جاتا ہے تو حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے کچھ چیزیں حرام کی ہیں اور کچھ چیزیں حلال کی ہیں اور کچھ فرائض کی ادائیگی کو واجب قرار دیا ہے۔ اب اگر تمھارے پاس کوئی ایسی حدیث پہنچے جس میں حلالِ خدا کو حرام یا حرامِ خدا کو حلال کہا گیا ہو یا کسی فرض کی اہمیت کو ختم کیا گیا ہو تو اس حدیث پر عمل کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے' کیونکہ رسول اکرمؐ حلالِ خدا کو حرام نہیں کرتے تھے اور حرامِ خدا کو حلال نہیں کرتے تھے اور نہ ہی خدا کے فرائض و احکام کو تبدیل کرتے تھے۔ ان تمام امور میں آپ خدائی احکام کی اتباع کرتے تھے اور یہی بات قرآن مجید میں ان الفاظ سے بیان کی گئی ہے۔ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ (میں تو اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف بھیجی جاتی ہے)۔ آنحضرتؐ تبلیغِ رسالت میں ہمیشہ وحی الٰہی کی پیروی کرتے تھے اور خدائی احکام پہنچانے پر مامور تھے۔

وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ؕ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۲﴾ وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْ بَيْنِنَا ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ ﴿۵۳﴾ وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۵۴﴾ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۵۵﴾

قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّاۤ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ ۙ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِیْنَ ﴿۵۶﴾ قُلْ اِنِّیْ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ ؕ مَا عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ یَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَیْرُ الْفٰصِلِیْنَ ﴿۵۷﴾ قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِیَ الْاَمْرُ بَیْنِیْ وَبَیْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِیْنَ ﴿۵۸﴾ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَیَعْلَمُ مَا فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا یَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ﴿۵۹﴾ وَهُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّیْلِ وَیَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ یَبْعَثُكُمْ فِیْهِ لِیُقْضٰۤی اَجَلٌ مُّسَمًّی ۚ ثُمَّ اِلَیْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ یُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَیُرْسِلُ عَلَیْكُمْ حَفَظَةً ؕ حَتّٰۤی اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا یُفَرِّطُوْنَ ﴿۶۱﴾ ثُمَّ رُدُّوْۤا اِلَی اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ؕ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ ۟ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِیْنَ ﴿۶۲﴾ قُلْ مَنْ یُّنَجِّیْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ

تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ لَئِنْ اَنْجٰىنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۶۳﴾ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿۶۴﴾ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ﴿۶۵﴾ وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ؕ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ﴿ؕ۶۶﴾ لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ ؗ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ؕ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۶۸﴾ وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّلٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۶۹﴾ وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَذَكِّرْ بِهٖٓ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ ۖ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ ۚ وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا ۚ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا

يَكْفُرُوْنَ ﴿٦٠﴾ قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِى اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِى الْاَرْضِ حَيْرَانَ ۠ لَهٗٓ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗٓ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٧١﴾ وَاَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّقُوْهُ ؕ وَهُوَ الَّذِىٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿٧٢﴾ وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ وَيَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ ۚ قَوْلُهُ الْحَقُّ ؕ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِى الصُّوْرِ ؕ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿٧٣﴾

''آپ اس وحی کے ذریعہ ان کو نصیحت کریں جو اس کا خوف رکھتے ہیں کہ اپنے رب کے سامنے اس حال میں پیش کیے جائیں گے کہ اس کے علاوہ ان کے لیے کوئی مددگار اور شفاعت کرنے والا نہ ہوگا تاکہ (وہ نصیحت سے متاثر ہوکر) تقویٰ کی روش اختیار کریں۔
آپ ان لوگوں کو اپنے سے دُور نہ کریں جو اپنے رب کو صبح شام پکارتے ہیں اور وہ اس کی خوشنودی کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ان کے حساب کا آپ سے کوئی تعلق نہیں ہے اور تمھارے حساب کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اگر آپ نے ایسے افراد کو اپنے سے دُور کیا تو آپ ظالموں میں سے ہو جائیں گے۔

اس طرح سے ہم نے بعض کی بعض کے ذریعہ سے آزمائش کی ہے تاکہ وہ انھیں دیکھ کر کہیں کہ کیا یہی وہ لوگ ہیں کہ ہمارے درمیان جن پر خدا نے احسان کیا ہے۔ کیا اللہ شکرگزاروں کو زیادہ بہتر نہیں جانتا؟

جب تمھارے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہیں تو ان سے کہو کہ تم پر سلامتی ہے۔ تمھارے رب نے اپنی ذات پر رحمت کو لازم کردیا ہے۔ اگر تم سے کسی نے نادانی سے برائی کا ارتکاب کیا ہو اور پھر اس کے بعد اس نے توبہ کرلی ہو اور اپنی اصلاح کرلی ہو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اس طرح ہم اپنی نشانیاں کھول کر بیان کرتے ہیں تاکہ مجرموں کی راہ بالکل کھل کر سامنے آجائے۔ آپ کہہ دیں کہ خدا کے علاوہ جن کی تم عبادت کرتے ہو، مجھے ان کی عبادت سے منع کیا گیا ہے۔ آپ کہہ دیں کہ میں تمھاری خواہشات کی پیروی نہیں کروں گا۔ اگر میں نے ایسا کیا تو پھر میں بھٹک جاؤں گا اور ہدایت پانے والوں میں نہیں رہوں گا۔

آپ کہہ دیں کہ میں اپنے پروردگار کی طرف سے واضح دلیل پر قائم ہوں اور تم نے اسے جھٹلا دیا ہے۔ میرے پاس وہ چیز نہیں ہے جس کے لیے تم جلدبازی کا مظاہرہ کر رہے ہو۔ فیصلہ کا اختیار سارے کا سارا اللہ کو حاصل ہے۔ وہ حق بیان کرتا ہے اور وہی بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

آپ کہہ دیں کہ اگر وہ چیز میرے پاس ہوتی جس کی تمھیں جلدی ہے تو میرے اور تمھارے درمیان اب تک فیصلہ ہو چکا ہوتا۔ اللہ ظالموں کو اچھی طرح سے جانتا ہے۔ اور اس کے پاس غیب کی چابیاں ہیں جنھیں اس کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اور جو کچھ خشکی اور تری میں ہے وہ اسے جانتا ہے اور درخت سے جو بھی پتہ گرتا ہے خدا اسے جانتا ہے۔ زمین کے تاریک پردوں میں کوئی دانہ ایسا نہیں ہے جس سے وہ باخبر نہ ہو۔ خشک و تر سب کچھ ایک کھلی کتاب

میں لکھا ہوا ہے۔

وہی ہے جو رات کو تمھاری روحیں قبض کرتا ہے اور دن میں جو کچھ کرتے ہو، وہ اسے جانتا ہے۔ پھر وہ تمھیں کاروبار کی دنیا میں بھیج دیتا ہے تاکہ مقرر مدت پوری کی جائے۔ اس کی طرف تم نے لوٹنا ہے اور پھر وہ (قیامت کے دن) تمھیں تمھارے اعمال کی تم کو خبر دے گا۔

وہ اپنے بندوں پر مکمل اختیار رکھتا ہے اور وہ تم پر نگرانی کرنے والے (فرشتے) بھیجتا ہے یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آ جاتا ہے تو ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اس کی جان نکال لیتے ہیں اور وہ ذرہ برابر بھی کوتاہی نہیں کرتے۔ پھر سب کے سب اپنے حقیقی آقا کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔ فیصلے کا تمام اختیار اسے ہی حاصل ہے اور وہ حساب لینے میں بہت تیز ہے۔

آپ کہہ دیں کہ تمھیں خشکی اور تری کی تاریکیوں سے کون نجات دیتا ہے؟ اور وہ کون ہے جس سے تم گڑگڑا کر اور چپکے چپکے دعائیں مانگتے ہو؟ اور کس سے کہتے ہو کہ اگر اس نے ہمیں اس سے نجات دے دی تو ہم ضرور شکر ادا کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے؟

آپ کہہ دیں کہ وہ اس پر قدرت رکھتا ہے کہ تم پر اُوپر سے عذاب نازل کرے یا تمھارے قدموں کے نیچے سے عذاب بھیجے یا تمھیں گروہوں میں تقسیم کر دے اور ایک گروہ کو دوسرے گروہ کی طاقت کا مزہ چکھوا دے۔ دیکھو ہم کس طرح اُلٹ پلٹ کر کے اپنی نشانیاں بیان کر رہے ہیں تاکہ وہ حقیقت کو سمجھ لیں۔ اور آپ کی قوم نے اس حقیقت کا انکار کر دیا ہے حالانکہ وہ حق ہے۔ آپ کہہ دیں کہ میں تمھارا نگہبان نہیں ہوں۔ ہر خبر کے ظہور پذیر ہونے کا ایک وقت مقرر ہے، عنقریب تم کو معلوم ہو جائے گا۔

اور جب ان لوگوں کو دیکھو جو ہماری آیات پر نکتہ چینیاں کر رہے ہیں تو ان سے دُوری اختیار کر لو یہاں تک کہ وہ اس گفتگو کو چھوڑ کر دوسری باتوں میں لگ جائیں اور اگر شیطان

تمھیں یہ بات فراموش کرا دے تو پھر یاد آنے کے بعد ظالم لوگوں کے ساتھ مت بیٹھیں۔
نکتہ چینی کرنے والوں کا حساب اہلِ تقویٰ کے ذمہ بالکل نہیں ہے لیکن انھیں نصیحت کرتے رہنا چاہیے تاکہ وہ غلط روش سے باز آ جائیں۔
اور جن لوگوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنا لیا ہے آپ انھیں چھوڑ دیں۔ ان لوگوں کو دنیاوی زندگی نے دھوکے میں ڈال دیا ہے۔ ہاں یہ قرآن پڑھ کر نصیحت وتنبیہہ کرتے رہو کہ کہیں کوئی شخص اپنے اعمال کی شامت میں مبتلا نہ ہو جائے جب کہ اللہ کے علاوہ کوئی مددگار اور شفاعت کرنے والا نہ ہوگا اور اگر وہاں کوئی مکمل فدیہ دے کر بھی چھوٹنا چاہے گا تو بھی وہ فدیہ قبول نہ کیا جائے گا۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی کمائی کی وجہ سے گرفتار مصیبت ہوں گے اور ان کے کفر کی وجہ سے انھیں پینے کے لیے کھولتا ہوا پانی ملے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔
آپ کہہ دیں کیا ہم اللہ کو چھوڑ کر ان کو پکاریں جو ہمیں نہ تو نفع دے سکتے ہیں اور نہ ہمیں نقصان دے سکتے ہیں؟ اور جب اللہ نے ہمیں ہدایت کردی ہے تو کیا اس کے بعد ہم اُلٹے پاؤں پھر جائیں اور کیا ہم اس شخص کی طرح سے بن جائیں جسے شیاطین نے صحراؤں میں بھٹکا دیا ہو اور وہ حیران و سرگردان پھر رہا ہو۔ جب کہ اس کے ساتھی اسے پکار رہے ہوں کہ ادھر آ' یہ سیدھی راہ موجود ہے؟ آپ کہہ دیں کہ اللہ کی ہدایت ہی حقیقی ہدایت ہے اور ہمیں یہ حکم ملا ہے کہ ہم تمام جہانوں کے پروردگار کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیں۔
اور یہ کہ نماز قائم کرو اور اس کا تقویٰ اختیار کرو اور وہی تو ہے جس کی طرف تم محشور کیے جاؤ گے۔ اور اسی نے ہی آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا اور جس دن وہ کہے گا کہ قیامت بپا ہو جا تو وہ بپا ہو جائے گی۔ اس کا فرمان حق ہے اور جس دن صور پھونکا جائے گا اسی دن اسی کی بادشاہی ہوگی وہ غیب و حاضر ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ وہ صاحبِ حکمت اور باخبر ہے''۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو لوگ خدا کا خوف رکھنے والے ہوں تو انھیں قرآن مجید کے ذریعہ سے نصیحت کرو، کیونکہ قرآن شفاعت کرنے والا ہے اور اس کی شفاعت قبول بھی کی جائے گی۔

اہلِ ایمان کو اپنے سے دُور نہ کریں

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ۭ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝

"آپ ان لوگوں کو اپنے سے دُور نہ کریں، جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور اس کی خوشنودی کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ان کے حساب کا آپ سے کوئی تعلق نہیں ہے اور آپ کا حساب بھی ان کے ذمہ نہیں ہے۔ اگر آپ نے انھیں اپنے سے دھتکار دیا تو آپ ظالموں میں سے ہو جائیں گے"۔

مجمع البیان میں تفسیر ثعلبی کے حوالہ سے عبداللہ بن مسعود سے منقول ہے کہ انھوں نے کہا: ایک مرتبہ قریشی سردار رسولؐ خدا کے پاس سے گزرے تو اس وقت آپ کے پاس صہیب، خباب، بلالؓ، عمارؓ اور دوسرے غریب اور کمزور مسلمان بیٹھے تھے۔ انھوں نے آنحضرتؐ سے کہا:

محمدؐ! آپؐ نے اپنی قوم کو چھوڑ کر انھیں اپنا ساتھی بنالیا ہے کیا اب ہم ان کے پیروکار بن جائیں؟ اللہ کو اگر احسان ہی کرنا تھا تو اسے یہی افراد ہی دکھائی دیئے تھے؟ آپ انھیں اپنے پاس سے دھتکار دیں۔ اگر آپ نے ایسا کیا تو پھر شاید ہم آپ کی اتباع کرلیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے اس مطالبہ کے جواب میں یہ آیت نازل فرمائی: وَلَا تَطْرُدِ ...... فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝
"آپ ان لوگوں کو اپنے سے دُور نہ کریں جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور اس کی خوشنودی چاہتے ہیں۔ ان کے حساب کا آپ سے کوئی تعلق نہیں ہے اور آپ کا حساب بھی ان کے ذمہ نہیں ہے۔ اگر آپ نے انھیں اپنے سے دھتکار دیا تو آپ ظالموں میں سے ہو جائیں گے"۔ چنانچہ سلمان اور خباب بڑے فخر سے کہتے تھے کہ یہ آیت ہمارے متعلق نازل ہوئی ہے۔

ایک اور روایت کے مطابق اقرع بن حابس تمیمی اور عینیہ بن حصین الفرازی اور کچھ دوسرے "مؤلفۃ القلوب" قسم کے افراد رسولؐ خدا کے پاس حاضر ہوئے۔ انھوں نے دیکھا کہ رسولؐ خدا کے پاس بلالؓ، صہیب، عمارؓ، خباب اور دوسرے مفلس مسلمان بیٹھے ہوئے تھے۔ انھوں نے انھیں نگاہِ حقارت سے دیکھ کر رسولؐ خدا سے کہا:

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو لوگ خدا کا خوف رکھنے والے ہوں تو انھیں قرآن مجید کے ذریعہ سے نصیحت کرو' کیونکہ قرآن شفاعت کرنے والا ہے اور اس کی شفاعت قبول بھی کی جائے گی۔

اہلِ ایمان کو اپنے سے دُور نہ کریں

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ ۖ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِم مِّن شَيْءٍ وَمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِم مِّن شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُونَ مِنَ الظَّالِمِينَ ۝

''آپ ان لوگوں کو اپنے سے دُور نہ کریں' جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور اس کی خوشنودی کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ان کے حساب کا آپ سے کوئی تعلق نہیں ہے اور آپ کا حساب بھی ان کے ذمہ نہیں ہے۔ اگر آپ نے انھیں اپنے سے دھتکار دیا تو آپ ظالموں میں سے ہو جائیں گے''۔

مجمع البیان میں تفسیر ثعلبی کے حوالہ سے عبداللہ بن مسعود سے منقول ہے کہ انھوں نے کہا: ایک مرتبہ قریشی سردار رسولؐ خدا کے پاس سے گزرے تو اس وقت آپ کے پاس صہیب' خباب' بلالؓ عمارؓ اور دوسرے غریب اور کمزور مسلمان بیٹھے تھے۔ انھوں نے آنحضرتؐ سے کہا:

محمدؐ! آپؐ نے اپنی قوم کو چھوڑ کر انھیں اپنا ساتھی بنالیا ہے کیا اب ہم ان کے پیروکار بن جائیں؟ اللہ کو اگر احسان ہی کرنا تھا تو اسے یہی افراد ہی دکھائی دیئے تھے؟ آپ انھیں اپنے پاس سے دھتکار دیں۔ اگر آپ نے ایسا کیا تو پھر شاید ہم آپ کی اتباع کرلیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے اس مطالبہ کے جواب میں یہ آیت نازل فرمائی: وَلَا تَطْرُدِ ...... فَتَكُونَ مِنَ الظَّالِمِينَ ۝ ''آپ ان لوگوں کو اپنے سے دُور نہ کریں جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور اس کی خوشنودی چاہتے ہیں۔ ان کے حساب کا آپ سے کوئی تعلق نہیں ہے اور آپ کا حساب بھی ان کے ذمہ نہیں ہے۔ اگر آپ نے انھیں اپنے سے دھتکار دیا تو آپ ظالموں میں سے ہو جائیں گے''۔ چنانچہ سلمان اور خباب بڑے فخر سے کہتے تھے کہ یہ آیت ہمارے متعلق نازل ہوئی ہے۔

ایک اور روایت کے مطابق اقرع بن حابس تمیمی اور عینیہ بن حصین الفرازی اور کچھ دوسرے ''مؤلفۃ القلوب'' قسم کے افراد رسولؐ خدا کے پاس حاضر ہوئے۔ انھوں نے دیکھا کہ رسولؐ خدا کے پاس بلالؓ' صہیب' عمارؓ خباب اور دوسرے مفلس مسلمان بیٹھے ہوئے تھے۔ انھوں نے انھیں نگاہِ حقارت سے دیکھ کر رسولؐ خدا سے کہا:

یارسولؑ اللہ! ہم آپؐ کے ساتھ بیٹھنا چاہتے ہیں، لیکن آپؐ پہلے ان لوگوں کو اپنے پاس سے دھتکار دیں۔ آپؐ کے پاس پورے عرب سے وفود آتے ہیں اگر کسی نے ہمیں ان کے ساتھ بیٹھا ہوا دیکھ لیا تو ہماری توہین ہو جائے گی۔ پھر جب ہم آپؐ کے پاس سے اُٹھ کر چلے جائیں تو انھیں دوبارہ اپنے پاس بٹھا لیں۔ اس پر ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔

نبی اکرمؐ نے ان کا مطالبہ مان لیا۔ انھوں نے کہا کہ آپ ہمیں اس معاملہ کی تحریر لکھ کر دیں۔ رسولؐ خدا نے کاغذ اور قلم دوات منگوائی اور حضرت علی علیہ السلام کو لکھنے کے لیے طلب کیا۔ ابھی آپؐ نے کچھ لکھوایا نہ تھا کہ جبریل امینؑ خدا کی طرف سے وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ ...... اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ ﴿۵۳﴾ کی آیات لے کر نازل ہوئے۔ جن میں اللہ نے آپ کو حکم دیا کہ آپؐ اپنے مخلص غریب صحابہ کو اپنے سے دُور نہ کریں۔

رسولؐ خدا نے وہ کاغذ دُور کر دیا اور ہماری طرف متوجہ ہوئے اور ہم آپ کے قریب ہوئے۔ آپؐ نے فرمایا: كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ''تمھارے رب نے اپنی ذات پر رحمت لازم کر لی ہے''۔

یہ آیات اس امر کی دلیل ہیں کہ غریب اور کمزور مومنین دولت مند افراد کی نسبت زیادہ قابلِ احترام ہیں۔ اس لیے امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص کسی دولت مند کی دولت کی وجہ سے اس کے لیے تواضع کرے تو اس کے دین کا دو تہائی حصہ چلا جاتا ہے۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ؕ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۲﴾ (آپ ان لوگوں کو اپنے سے دُور نہ کریں جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور رب کی رضا کے خواہش مند ہیں، ان کا حساب آپ کے ذمہ نہیں ہے اور آپ کا حساب ان کے ذمہ نہیں ہے۔ اگر آپ نے انھیں اپنے سے دھتکار دیا تو آپ ظالموں میں سے ہو جائیں گے) کے متعلق مرقوم ہے کہ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ مدینہ میں غریب اہلِ ایمان رہتے تھے جنھیں ''اصحابِ صُفّہ'' کہا جاتا تھا۔ رسولؐ خدا ان کی دیکھ بھال کرتے تھے اور ان کے لیے کھانا بھی بھجواتے تھے۔ وہ لوگ آپ کے پاس آتے جاتے تھے۔ آپ انھیں اپنے قریب کرتے تھے اور ان کے ساتھ بیٹھ کر پیار محبت کی باتیں کرتے تھے۔ دولت مند افراد کو آپ کا یہ طرزِ عمل پسند نہیں تھا۔ انھوں نے آپؐ سے کہا کہ آپؐ انھیں اپنے سے دُور کر دیں۔ ایک انصاری آنحضرتؐ کے پاس آیا تو اس وقت اصحاب صفہ کا ایک فرد آنحضرتؐ کے قریب بیٹھ کر آپؐ سے محوِ گفتگو تھا۔ انصاری آپؐ سے دُور بیٹھ گیا۔ رسولؐ خدا نے اس سے فرمایا: شاید تو اس لیے دُور بیٹھا ہے کہ تجھے یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں اس کی غربت تجھے نہ چمٹ جائے؟

انصاری نے کہا: آپؑ ان لوگوں کو اپنے سے دُور کر دیں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی

تفسیر عیاشی میں مذکور ہے کہ ایک دن حضرت علی علیہ السلام مسجد کوفہ میں خطبہ دے رہے تھے۔ فارس و ایران سے تعلق رکھنے والے غلام آپؑ کے گرد جمع تھے۔ اس وقت اشعث بن قیس آیا اور لوگوں کی گردنوں کو پھلانگنے لگا اور اس نے کہا: امیرالمومنینؑ! آپؑ کے گرد سرخ چمڑی والے افراد جمع ہیں جس کی وجہ سے معزز افراد آپؑ کے پاس آنے سے قاصر ہیں۔ بہتر ہے کہ آپؑ انھیں اپنے سے دُور کر دیں۔

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا: میرا متکبر دولت مند لوگوں سے بھلا کیا واسطہ ہے؟ کیا میں ان لوگوں کو اپنے سے دُور کر دوں جو صبح و شام خدا کا ذکر کرتے ہیں اور رزقِ حلال تلاش کرتے ہیں۔ اگر میں نے انھیں اپنے آپ سے دھتکار دیا تو میں ظالمین میں سے قرار پاؤں گا۔

توبہ سے گناہ دُھل جاتے ہیں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: خدا اس شخص پر رحم کرے جو موت سے پہلے توبہ کر لے۔ توبہ گناہوں کی آلائش کو دھو دیتی ہے اور ہلاکت کے کنوئیں میں گرنے سے بچالیتی ہے۔ اللہ نے اپنے نیک بندوں کی توبہ قبول کرنے کا اعلان کیا ہے اور فرمایا ہے:

كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (انعام: ۵۴)

"تمھارے رب نے اپنے اوپر رحمت کو لازم کر لیا ہے۔ اگر تم میں سے کسی نے نادانی سے برائی کا ارتکاب کیا اور پھر اس کے بعد توبہ کر لی اور اپنی اصلاح کر لی تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے"۔

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (النساء: ۱۱۰)

"اور جو کوئی برائی کرے یا اپنے آپ پر ظلم کرے پھر خدا سے استغفار کرے تو وہ خدا کو بخشنے والا مہربان پائے گا"۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ (جب آپ کے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہوں تو آپ انھیں "سلام علیکم" کہیں) کی آیت مجیدہ ان غریب اہل ایمان کے

متعلق نازل ہوئی جن کے متعلق متکبرین نے کہا تھا کہ آپؐ انھیں اپنے سے دُور رکھیں۔ اس آیت کے نزول کے بعد جب بھی غریب و مفلس مسلمان آپؐ کے پاس آتے تو آپؐ انھیں سلام کرتے تھے اور کہتے تھے کہ خدا کا شکر ہے جس نے میری اُمت میں ایسے افراد پیدا کیے ہیں جن پر سلام کرنے کا مجھے حکم دیا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ ابتدائے سلام کا حکم تائبین کے لیے ہے اور یہی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔

تمھاری جلد بازی کا میرے پاس علاج نہیں ہے

قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِیَ الْاَمْرُ بَیْنِیْ وَ بَیْنَكُمْ ؕ

''آپ کہہ دیں کہ اگر میرے پاس وہ چیز ہوتی جس کی تم جلد بازی کر رہے ہو تو میرے اور تمھارے درمیان کب کا فیصلہ ہو چکا ہوتا''۔

اس آیت مجیدہ کا ایک مفہوم یہ ہے کہ کفار سے کہا گیا ہے کہ تم جس عذاب کا مجھ سے مطالبہ کر رہے ہو اور جس کے لیے تم جلد بازی کر رہے ہو اس عذاب کا نازل کرنا میرے بس میں نہیں ہے۔ اگر میرے بس میں ہوتا تو کب کا فیصلہ ہو چکا ہوتا۔ (اضافہ مترجم)

اس کے علاوہ روضہ کافی کی ایک روایت میں مرقوم ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منافقین اُمت سے کہا تھا کہ تم میری جلد موت کے خواہش مند ہو لیکن یہ چیز ہمارے اختیار میں نہیں ہے۔ تم چاہتے ہو کہ میں دنیا سے جلد چلا جاؤں تاکہ تم میرے بعد میری اہل بیتؑ پر ظلم کرسکو۔

ہر خشک وتر کا ذکر کتابِ مبین میں موجود ہے

وَ عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَ یَعْلَمُ مَا فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ ؕ وَ مَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا یَعْلَمُهَا وَ لَا حَبَّةٍ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَ لَا رَطْبٍ وَّ لَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ۝

''اور اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں جنھیں ان کے سوا کوئی نہیں جانتا اور جو کچھ خشکی اور تری میں ہے وہ اسے جانتا ہے اور وہ درخت سے ہر گرنے والے پتہ کو جانتا ہے اور زمین کے تاریک پردوں میں کوئی دانہ ایسا نہیں جس کی اسے خبر نہ ہو اور ہر خشک وتر کتاب مبین میں لکھا ہوا ہے''۔

معانی الاخبار میں ابوبصیر کی زبانی منقول ہے' اس نے کہا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے یہ آیت پڑھی تو آپؑ نے فرمایا:

گرنے والے پتہ سے اسقاط ہونے والا بچہ مراد ہے اور دانہ سے بچہ مراد ہے اور زمین کے تاریک پردوں سے ارحام اُمہات مراد ہیں اور تر سے زندہ رہنے والا بچہ مراد ہے اور خشک سے جلد مر جانے والا بچہ مراد ہے۔ ان تمام باتوں کا علم کتاب مبین میں موجود ہے۔

اصول کافی' تفسیر عیاشی اور من لایحضرہ الفقیہ میں بھی یہ روایت اختلاف الفاظ کے ساتھ مرقوم ہے۔

احتجاج طبرسی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۵۹﴾ یعنی ہر خشک و تر چیز کا علم کتابِ مبین میں موجود ہے اور اللہ تعالیٰ نے سورہ الرعد میں فرمایا: قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ﴿۴۳﴾ (الرعد: ۴۳) ''آپ کہہ دیں کہ میرے اور تمھارے درمیان بطور گواہ اللہ کافی ہے اور وہ میرا گواہ ہے جس کے پاس تمام کتاب کا علم موجود ہے'' اور اس سے امیر المومنین علی علیہ السلام مراد ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ ہر خشک و تر کا علم کتاب میں ہے اور کتاب کا علم حضرت علی علیہ السلام کے پاس ہے۔ لہٰذا ہر خشک و تر کا علم بھی ان کے پاس موجود ہے۔

انسانوں پر خدا کی طرف سے محافظ فرشتے مقرر ہیں

وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰٓى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ﴿۶۱﴾ ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ۭ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ ۣ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ﴿۶۲﴾

''وہی ہے جو رات کو تمھاری روحیں قبض کرتا ہے اور دن میں جو کچھ کرتے ہو وہ اسے جانتا ہے' پھر وہ تمھیں کاروبار کی دنیا میں بھیج دیتا ہے تاکہ مقرر مدت حیات پوری کی جائے پھر اسی کی طرف تمھیں لوٹنا ہے۔ پھر وہ تمھارے اعمال کی تم کو خبر دے گا اور وہ اپنے بندوں پر مکمل اختیار رکھتا ہے اور وہ تم پر نگرانی کرنے والے (فرشتے) بھیجتا ہے' یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کی موت کا

وقت آ جاتا ہے تو ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اس کی جان نکال لیتے ہیں اور وہ ذرہ برابر بھی کوتاہی نہیں کرتے۔ پھر سب کے سب اپنے حقیقی آقا کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔ فیصلے کا تمام اختیار اسے ہی حاصل ہے اور وہ حساب لینے میں بہت تیز ہے''۔

اللہ تعالیٰ یہ خبر دے رہا کہ وہ اپنے بندوں کو رات کے وقت سوتے میں وفات دیتا ہے اور یہ ''چھوٹی وفات'' ہے جیسا کہ اللہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے فرمایا تھا: یاعیسیٰ انی متوفیك ورافعك الی ''عیسیٰ! میں تجھے وفات دینے والا ہوں اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں''۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الۡاَنۡفُسَ حِیۡنَ مَوۡتِہَا وَ الَّتِیۡ لَمۡ تَمُتۡ فِیۡ مَنَامِہَا ۚ فَیُمۡسِکُ الَّتِیۡ قَضٰی عَلَیۡہَا الۡمَوۡتَ وَ یُرۡسِلُ الۡاُخۡرٰۤی اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ (الزمر:۴۲) ''اللہ وہ ہے جو موت کے وقت روحیں قبض کرتا ہے اور جو ابھی نہیں مرا ہے اس کی روح نیند میں قبض کر لیتا ہے پھر جس پر وہ موت کا فیصلہ نافذ کرتا ہے اسے روک لیتا ہے اور دوسروں کی روحیں ایک وقت مقرر کے لیے بھیج دیتا ہے''۔

اس آیت مجیدہ میں دونوں طرح کی وفاتیں شامل ہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ وہ بندوں کی روز و شب کی مصروفیات و حالات سے آگاہ ہے اور وہ ان کے سکون و حرکت سے بخوبی واقف ہے۔

روایات میں منقول ہے کہ ہر انسان کے ساتھ ایک فرشتہ موکل ہے جب انسان سوتا ہے تو وہ فرشتہ اس کی روح کو اپنے ہاتھ میں لے لیتا ہے' اگر اللہ اسے قبضِ روح کا حکم دیتا ہے تو وہ روح قبض کر لیتا ہے' ورنہ اس کے جسم میں واپس لوٹا دیتا ہے۔ لِیُقۡضٰۤی اَجَلٌ مُّسَمًّی سے ہر شخص کی موت مراد ہے۔ پھر قیامت کے دن سب کو خدا کے حضور پیش کیا جائے گا جہاں اللہ ہر ایک کو اس کے اعمال کی خبر دے گا اور انھیں ان کے اعمال کا بدلہ دے گا۔ اگر کسی نے بھلائی کی ہوگی تو اسے جزا ملے گی اور اگر کسی نے برائی کی ہوگی تو اسے سزا ملے گی۔

اللہ ہر چیز پر غالب ہے اور کائنات کی ہر چیز اس کے جلال و عظمت اور کبریائی کے سامنے گردن جھکائے ہوئے ہے۔ اللہ نگہبان فرشتے بھیجتا ہے۔ کچھ فرشتے وہ ہیں جو انسان کے جسم کی حفاظت کرتے ہیں جیسا کہ فرمانِ قدرت ہے: لَہٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنۡۢ بَیۡنِ یَدَیۡہِ وَ مِنۡ خَلۡفِہٖ یَحۡفَظُوۡنَہٗ مِنۡ اَمۡرِ اللّٰہِ (الرعد:۱۱) ''ہر شخص کے آگے اور پیچھے اس کے مقرر کیے ہوئے نگران لگے ہوئے ہیں جو اللہ کے حکم سے اس کی دیکھ بھال کرتے ہیں''۔

کچھ فرشتے وہ ہیں جو انسان کے عمل کو محفوظ کرتے ہیں جیسا کہ فرمان قدرت ہے: وَ اِنَّ عَلَیۡکُمۡ لَحٰفِظِیۡنَ ۙ﴿۱۰﴾

كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۙ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝ (انفطار: ۱۰-۱۲) ''اور یقیناً تم پر نگران مقرر ہیں۔ معزز کاتب' جو تمہارے افعال کو لکھتے ہیں''۔

اور جب کسی کی موت کا وقت آتا ہے: توفته رسلنا ہمارے فرشتے اس کی جان نکال لیتے ہیں۔ ائمہ ہدیٰ علیہم السلام سے منقول ہے کہ ملک الموت کے بہت سے مددگار فرشتے ہیں جو جان قبض کرتے ہیں۔ وھم لا یفرطون ،اور وہ کسی طرح کی کوتاہی نہیں کرتے یعنی وہ مرنے والوں کی ارواح کی مکمل حفاظت کرتے ہیں اور جہاں خدا کا حکم ہوتا ہے وہ ارواح کو وہاں پہنچاتے ہیں۔ (اضافہ من المترجم)

تفسیر عیاشی میں مذکور ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے ایک غلام نے آپؑ سے کہا کہ جب مروان چارپائی پر لیٹتا ہے تو وہ یہ آیت پڑھتا ہے: ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ۭ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ ۣ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ۝

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں! میں اور میرے ساتھی خدا کے حضور پیش ہوں گے تو وہ ہمیں جنت روانہ کرے گا اور مروان اور اس کے ساتھیوں کو دوزخ روانہ کرے گا۔

اللہ ''اسرع الحاسبین'' ہے

وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ۝ ''وہ حساب لینے میں بہت تیز ہے''۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ اللہ مخلوق کا حساب کیسے لے گا جب کہ وہ مخلوق کی نگاہوں سے اوجھل ہوگا؟ آپؑ نے فرمایا: جس طرح سے وہ نگاہوں سے اوجھل رہ کر انھیں رزق دیتا ہے اسی طرح سے اوجھل رہ کر حساب بھی کرے گا۔

روایات میں ہے کہ اللہ تمام مخلوق کا حساب اتنی ہی دیر میں لے لے گا جتنی دیر میں ایک بکری دوہی جاتی ہے۔

خدا کو گڑگڑا کر اور چپکے چپکے پکارنا چاہیے

تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ''تم اسے گڑگڑا کر اور چپکے سے پکارتے رہو''۔

حبیبؐ خدا نے فرمایا: بہترین دعا وہ ہے جو چپکے سے کی جائے اور بہترین رزق وہ ہے جو کفایت کرے۔

ایک مرتبہ رسول اکرم کا گزر ایسے لوگوں کے پاس سے ہوا جو بلند آواز سے دعا مانگنے میں مصروف تھے۔ آپؐ نے ان

سے فرمایا: تم کسی بہرے اور غائب کو تو نہیں پکار رہے۔ تم سننے والے اور قریب کو پکار رہے ہو۔

اصول کافی کی ایک طویل حدیث میں یہ کلمات بھی مذکور ہیں: دعائے تضرع میں اپنے چہرے کے سامنے انگشت سبابہ کو حرکت دو اور یہی دعائے خفیہ ہے۔

عذاب کے مختلف طریقے

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰٓ اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ؕ

"آپ کہہ دیں کہ وہ اس بات پر قادر ہے کہ وہ تمھارے اُوپر سے تم پر عذاب نازل کرے یا تمھارے قدموں کے نیچے سے تم پر عذاب بھیجے یا تمھیں گروہوں میں تقسیم کردے اور ایک گروہ کو دوسرے گروہ کی طاقت کا مزہ چکھائے"۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں ابوالجارود کی زبانی منقول ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اُوپر کے عذاب سے دھوئیں اور چنگھاڑ کا عذاب مراد ہے اور قدموں کے نیچے کے عذاب سے زمین کا دھنس جانا مراد ہے اور گروہوں میں تقسیم کرنے سے یہ مراد ہے کہ لوگوں کے درمیان اختلافات اتنی شدت پیدا کرلیں کہ مسلح گروہ تشکیل پا جائیں اور وہ ایک دوسرے کو قتل کرنے لگ جائیں، اور یہ تینوں قسم کے عذاب اہل قبلہ پر نازل ہو چکے ہیں۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ کے متعلق مفسرین سے بہت سے اقوال مذکور ہیں اور ان میں سے تیسرا قول یہ ہے کہ اُوپر کے عذاب سے ظالم سلاطین کا عذاب مراد ہے اور قدموں کے نیچے کے عذاب سے بُرے غلام مراد ہیں جن میں کوئی بھلائی نہ ہو۔ چنانچہ ابن عباس اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہی تاویل منقول ہے۔

اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا کے متعلق حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اس سے گروہی جنگ مراد ہے کہ لوگوں میں عداوت و عصبیت اتنی بڑھ جائے کہ وہ ایک دوسرے سے جنگ کرنے لگ جائیں۔

حسن بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنی اُمت کے لیے رب سے سوال کیا کہ وہ ان پر غیر مسلموں کو مسلط نہ کرے۔ اللہ نے میری یہ دعا قبول کی۔ میں نے اللہ سے درخواست کی کہ وہ انھیں بھوک

سے نہ مرنے دے۔ اللہ نے میری یہ درخواست قبول کی۔ میں نے اللہ سے درخواست کی کہ وہ انھیں گمراہی پر جمع نہ کرے۔ اللہ نے میری یہ درخواست قبول کی۔ میں نے اللہ سے درخواست کی کہ وہ ان میں گروہ بندی نہ ہونے دے مگر اللہ نے میری یہ درخواست قبول نہیں کی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ بُری ہمسائیگی بھی انسان کو انسان کے ہاتھوں عذاب دینے کی ایک شکل ہے۔

تفسیر کلبی میں مذکور ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُٹھے اور وضو کیا۔ پھر آپؐ نے اچھے انداز سے نماز ادا کی' پھر آپؐ نے اللہ سے درخواست کی کہ وہ آپ کی اُمت پر اُوپر یا نیچے سے عذاب نازل نہ کرے اور انھیں گروہوں میں تقسیم نہ ہونے دے کہ وہ ایک دوسرے کو اپنی طاقت کا مزہ چکھاتے پھریں۔

جبریل امینؑ نازل ہوئے اور انھوں نے آپؐ سے عرض کیا:

محمد! اللہ نے تیری درخواست سن لی۔ وہ آپ کی اُمت کو اُوپر نیچے کے دونوں عذابوں سے محفوظ رکھے گا لیکن جہاں تک گروہ بندی کا تعلق ہے تو اللہ انھیں اس سے محفوظ نہیں رکھے گا اور وہ ایک دوسرے کو قتل کریں گے۔

رسولؐ خدا پھر اُٹھے اور آپؐ نے نماز پڑھی اور اللہ سے دوبارہ درخواست کی کہ پروردگار! میری اُمت کو گروہ بندی کے عذاب سے محفوظ رکھنا۔

اس وقت جبریل امینؑ یہ آیت لے کر نازل ہوئے:

الٓمّٓ ۝ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ۝ (العنکبوت:۱-۲)

''الف لام میم۔ کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ انھیں صرف ''امنا'' کہنے پر چھوڑ دیا جائے گا اور ان کی آزمائش نہ ہوگی؟''

اس اُمت میں نبی کے بعد فتنہ کا برپا ہونا ضروری ہے' تاکہ صادق و کاذب کو جدا جدا کیا جا سکے' کیونکہ وحی منقطع ہو چکی ہے اور تلوار باقی ہے اور روزِ قیامت تک نظریات کا اختلاف قائم رہے گا۔

حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جب میری اُمت میں تلوار شروع ہوگی تو وہ قیامت تک چلتی ہی رہے گی''۔

خدا کی ناپسندیدہ محافل

وَاِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِهٖ

''اور جب ان لوگوں کو دیکھو جو ہماری آیات پر نکتہ چینیاں کر رہے ہیں تو ان سے دوری اختیار کرلو یہاں تک کہ وہ اس گفتگو کو چھوڑ کر دوسری باتوں میں لگ جائیں''۔

اصول کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ''تین طرح کی محافل اللہ کو ناپسند ہیں اور خدا ان پر اپنا عذاب بھیجتا ہے۔ تم ان مجالس میں شرکت نہ کرو اور ان کے ساتھ نشست و برخاست نہ رکھو۔

(۱) وہ مجلس جس میں جھوٹے فتاویٰ جاری ہوتے ہیں (۲) وہ مجلس جس میں ہمارا ذکر بوسیدہ اور ہمارے دشمنوں کا ذکر تروتازہ ہو۔ (۳) وہ مجلس جہاں ہماری اتباع سے روکا جاتا ہو اور تمہیں معلوم ہو۔

پھر آپؑ نے قرآن مجید کی یہ تین آیات پڑھیں:

۱- وَلَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَیَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًۢا بِغَیْرِ عِلْمٍ (انعام:۱۰۸) ''جو لوگ خدا کے علاوہ دوسروں کو پکارتے ہیں انھیں سَب نہ کرو ورنہ وہ دشمنی اور جہالت میں آ کر اللہ کو سَب کرنے لگیں گے''۔

۲- وَاِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِهٖ (انعام:۶۸) ''جب ان لوگوں کو دیکھو جو ہماری آیات پر نکتہ چینیاں کر رہے ہوں تو ان سے دُوری اختیار کرلو یہاں تک کہ وہ اس گفتگو کو چھوڑ کر دوسری باتوں میں لگ جائیں''۔

۳- وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَی اللّٰهِ الْكَذِبَ اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ (النحل:۱۱۶) ''اور یہ جو تمہاری زبانیں جھوٹے احکام لگایا کرتی ہیں کہ یہ چیز حلال ہے اور یہ حرام ہے اس طرح کے احکام لگا کر اللہ پر جھوٹ باندھتے ہو؟ یقیناً جو لوگ اللہ پر افتراء پردازی کرتے ہیں وہ ہرگز نجات نہیں پائیں گے''۔

تفسیر عیاشی میں مذکور ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی ذات اور قرآن مجید کے اندر جھگڑنا یہ ایسے مباحث ہیں جہاں یہ دو موضوعات زیر بحث ہوں تو اس مجلس سے کنارہ کشی اختیار کرلو۔

ایک اور روایت میں ہے کہ جس محفل میں قصاص پر نکتہ چینی ہو رہی ہو تو اس محفل سے اُٹھ کر چلے جاؤ۔

کتاب علل الشرائع میں مذکور ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: انسان کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ

جس کے ساتھ چاہے بیٹھ جائے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَ اِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِهٖ ؕ وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝ (اور جب ان لوگوں کو دیکھو جو ہماری آیات پر نکتہ چینیاں کر رہے ہوں تو ان سے دُوری اختیار کرلو یہاں تک کہ وہ اس گفتگو کو چھوڑ کر اور باتوں میں مصروف ہو جائیں اور اگر شیطان تمھیں یہ بات فراموش کرا دے تو پھر یاد آنے کے بعد ظالم لوگوں کے ساتھ مت بیٹھو)۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو بھی خدا اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو تو وہ اس مجلس میں نہ بیٹھے جس میں امام کو سَب کیا جا رہا ہو یا کسی مسلمان کی غیبت کی جا رہی ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَ اِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ ...... مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝

اصول کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا: جہاں تین منکرِ حق جمع ہوتے ہیں تو وہاں تیس شیاطین ان کی محفل میں شریک ہو جاتے ہیں۔ جب وہ گفتگو کرتے ہیں تو شیاطین بھی ان جیسی گفتگو کرتے ہیں اور جب وہ ہنستے ہیں تو شیاطین بھی ان کے ساتھ ہنستے ہیں اور جب وہ خدا کے دوستوں کا شکوہ کرتے ہیں تو شیاطین بھی ان کے ساتھ مل کر دوستانِ خدا کا شکوہ کرتے ہیں۔ جو کوئی مومن اس محفل میں بیٹھا ہو تو اسے اس وقت وہ محفل چھوڑ دینی چاہیے اور اسے شیاطین کا ہم نشین نہیں بننا چاہیے، کیونکہ جب اللہ کا غضب یا اس کی لعنت نازل ہوئی تو انھیں کوئی بھی نہیں بچا سکے گا؟

پھر آپؑ نے فرمایا: جو ایسا نہ کر سکتا ہو تو اپنے دل میں ان سے نفرت کرے اور اس محفل سے کھڑا ہو جائے، اگرچہ بکری دوہنے کے وقت کے برابر یا اُونٹنی کے دوہنے کے وقت کے برابر ہی کیوں نہ کھڑا ہونا پڑے۔

من لایحضرہ الفقیہ میں مرقوم ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے محمد بن حنفیہ کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا: اللہ نے کانوں پر فرض کیا ہے کہ وہ نافرمانی کی باتوں کو توجہ سے نہ سنیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَ اِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ ...... مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝

اصول کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے جس میں آپؑ نے اعضاء و جوارح کے علیحدہ علیحدہ ایمانی تقاضوں کا تذکرہ کیا ہے۔ اس حدیث میں یہ جملے بھی موجود ہیں:

اللہ تعالیٰ نے کانوں پر واجب کیا ہے کہ جن باتوں کو سننا حرام ہے وہ ان کے سننے سے پرہیز کریں اور ایسی باتوں کو توجہ سے نہ سنیں جن کے سننے پر اللہ ناراض ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے: وَ اِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ ...... الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: مومن کو ایسی مجلس میں شریک ہی نہیں ہونا چاہیے جس میں اللہ کی نافرمانی ہو رہی ہو اور وہ اسے تبدیل نہ کرسکتا ہو۔

جعفری بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: کیا بات ہے میں نے تجھے عبدالرحمٰن بن یعقوب کے پاس بیٹھا ہوا دیکھا تھا؟ میں نے کہا: وہ تو میرا ماموں ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ خدا کے متعلق غلط باتیں کرتا ہے اور وہ اسے ان صفات سے متصف کرتا ہے جن سے وہ منزہ ہے لہٰذا اگر تم اس سے نشست و برخاست رکھو تو پھر ہم کو چھوڑ دو یا پھر ہماری مجلس میں بیٹھنا چاہو تو اس کی مجلس کو چھوڑ دو۔

میں نے کہا: وہ اگر غلط نظریات کا پرچار کرتا ہے تو اس سے میرا کیا بگڑتا ہے۔ میں تو اس کے عقائد کو تسلیم نہیں کرتا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: کیا تجھے یہ خوف نہیں ہے کہ اس پر خدا کا عذاب نازل ہو تو تم بھی اس کی لپیٹ میں آ جاؤ؟

من لا یحضرہ الفقیہ میں محمد بن مسلم کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں قاضی مدینہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا وہاں سے گزر ہوا اور انھوں نے مجھے اس کے پاس بیٹھے ہوئے دیکھ لیا۔ میں دوسرے دن حضرتؑ کی خدمت میں گیا تو آپؑ نے فرمایا: کل تم کس مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے؟

میں نے کہا: یہ قاضی میرا احترام کرتا ہے، اس لیے کبھی کبھی میں اس کے پاس جا کر بیٹھتا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: تمھارے پاس اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ اس پر لعنت نازل ہو اور تم بھی اس کی لپیٹ میں نہ آ جاؤ۔

عیون الاخبار میں سید عبدالعظیم حسنی سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپؑ اپنے آبائے طاہرینؑ میں سے کسی کی کوئی حدیث بیان فرمائیں۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا: امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: ''برے لوگوں کی صحبت نیک لوگوں کے متعلق بدگمانیاں پیدا کرتی ہے''۔

نہج البلاغہ میں حضرت علی علیہ السلام کا یہ فرمان مرقوم ہے: ''فاسقوں کی صحبت سے پرہیز کرو، کیونکہ برائی برائی کے ساتھ وابستہ ہوتی ہے''۔

کتاب کمال الدین وتمام النعمۃ میں مرقوم ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امیرالمومنین حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام اور سلمان فارسیؓ کے ہمراہ مسجد حرام میں تشریف لائے اور آ کر بیٹھ گئے' اتنے میں ایک خوبصورت اور خوش لباس شخص آپؑ کے پاس آیا اور اس نے آپؑ پر سلام کیا۔ حضرتؑ نے اس کے سلام کا جواب دیا۔ اس نے کہا: امیرالمومنین! مجھے آپؑ سے تین مسائل پوچھنے ہیں' اگر آپؑ نے ان کے جواب دے دیئے تو میں سمجھوں گا کہ آپؑ حق پر تھے اور لوگوں نے آپؑ سے انحراف کر کے دنیا و دین کے خسارہ کا سودا کیا ہے اور اگر آپؑ جواب نہ دے سکے تو میں سمجھوں گا کہ آپؑ اور آپؑ کے سیاسی حریف دونوں یکساں ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: جو تمھارے جی میں ہو' پوچھ لو۔ اس نے کہا: آپ یہ بتائیں کہ انسان بھولتا کیوں ہے اور یاد کیسے کرتا ہے؟ اور نیند کے عالم میں اس کی روح کہاں چلی جاتی ہے؟ انسان اپنے چچاؤں اور ماموؤں کا ہم شکل کیسے ہوتا ہے؟

آپؑ نے امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام سے فرمایا: بیٹا' تم اس کے سوالوں کا جواب دو۔

حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے فرمایا: دل پر ایک ڈھکنا سا آ جاتا ہے۔ اگر اس وقت انسان محمدؐ و آلِ محمدؐ پر کامل درود پڑھے تو وہ ڈھکنا ہٹ جاتا ہے اور بھولی ہوئی چیز یاد آ جاتی ہے اور اگر انسان محمدؐ و آلِ محمدؐ پر کامل درود نہ پڑھے تو دل پر تاریکی چھائی رہتی ہے اور یاد چیزیں بھی انسان کو بھول جاتی ہیں۔

حدیث طویل ہے ہم نے بقدر ضرورت اس کا ایک حصہ نقل کیا ہے۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ جب وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ...... کی آیت نازل ہوئی اور اللہ نے مسلمانوں کو منع کیا کہ جس محفل میں آیاتِ الٰہی پر نکتہ چینی ہو رہی ہو تو وہ اس مجلس میں شریک نہ ہوں' اس وقت مسلمانوں نے کہا کہ اب تو ہمارے لیے بڑی مشکل پیدا ہو گئی ہے کیونکہ ہم مسجد الحرام میں جاتے ہیں اور وہاں مشرکین بھی موجود ہوتے ہیں اور وہ آیات الٰہی کا انکار کرتے ہیں۔ اب اگر ہم اس نئے حکم پر عمل کریں تو پھر ہم مسجد الحرام میں ہی داخل نہیں ہو سکیں گے اور نہ ہی بیت اللہ کا طواف کر سکیں گے!!

اس کے جواب میں اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّلٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۶۹﴾ (نکتہ چینی کرنے والوں کا حساب اہلِ تقویٰ پر بالکل نہیں ہے لیکن انھیں نصیحت کرتے رہنا چاہیے' تاکہ وہ اپنی غلط روش سے باز آ جائیں)۔

نفخِ صور

وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ ۭ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۭ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝

''جس دن صور پھونکا جائے گا اس دن اس کی بادشاہی ہوگی اور وہ غیب و حاضر کے جاننے والا ہے وہ صاحب حکمت اور باخبر ہے''۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ لفظ ''صور'' کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ وہ ایک نفیل قسم کی چیز ہوگی جسے اسرافیل پہلی بار پھونکیں گے تو تمام دنیا کا خاتمہ ہو جائے گا اور جب وہ دوسری بار صور پھونکیں گے تو پوری دنیا دوبارہ زندہ ہو جائے گی۔

حسن کا قول ہے کہ لفظ ''صور'' جمع ہے اور اس کی واحد ''صورۃ'' ہے۔ پہلے قول کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جسے ابوسعید خدری نے رسولؐ خدا سے نقل کیا کہ آپؐ نے فرمایا:

صاحب صور نے اس وقت صور کو اپنے منہ میں لے لیا ہے اور اس کا وقت قریب آ چکا ہے اور اس نے حکم خداوندی کو سننے کے لیے اپنا کان جھکا لیا ہے کہ حکم ہو تو وہ صور پھونکے۔

صحابہ نے کہا: یارسولؐ اللہ! ہمیں کیا کہنا چاہیے؟

آپؐ نے فرمایا: ''تم حسبنا اللہ ونعم الوکیل کہو''۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّيْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ۝ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ۝ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَىِٕنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّاۗلِّيْنَ ۝ فَلَمَّا رَاَ

الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۷۸﴾ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۷۹﴾ وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ۭ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّيْ فِي اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ ۭ وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ رَبِّيْ شَيْـًٔا ۭ وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۭ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَكَيْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا ۭ فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۱﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۸۲﴾ وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰي قَوْمِهٖ ۭ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۸۳﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰي وَهٰرُوْنَ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۴﴾ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ۭ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ

وَلُوۡطًا ؕ وَكُلًّا فَضَّلۡنَا عَلَى الۡعٰلَمِيۡنَۙ‏ ﴿۸۶﴾ وَمِنۡ اٰبَآٮِٕهِمۡ وَذُرِّيّٰتِهِمۡ وَاِخۡوَانِهِمۡ ۚ وَاجۡتَبَيۡنٰهُمۡ وَهَدَيۡنٰهُمۡ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ‏ ﴿۸۷﴾ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهۡدِىۡ بِهٖ مَنۡ يَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖ ؕ وَلَوۡ اَشۡرَكُوۡا لَحَبِطَ عَنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ‏ ﴿۸۸﴾ اُولٰٓٮِٕكَ الَّذِيۡنَ اٰتَيۡنٰهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحُكۡمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَاِنۡ يَّكۡفُرۡ بِهَا هٰٓؤُلَۤاءِ فَقَدۡ وَكَّلۡنَا بِهَا قَوۡمًا لَّيۡسُوۡا بِهَا بِكٰفِرِيۡنَ‏ ﴿۸۹﴾ اُولٰٓٮِٕكَ الَّذِيۡنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰٮهُمُ اقۡتَدِهۡ ؕ قُلْ لَّاۤ اَسۡـَٔـلُكُمۡ عَلَيۡهِ اَجۡرًا ؕ اِنۡ هُوَ اِلَّا ذِكۡرٰى لِلۡعٰلَمِيۡنَ‏ ﴿۹۰﴾

''اور جب ابراہیمؑ نے اپنے اب (چچا) آزر سے کہا کیا تو بتوں کو خدا بناتا ہے؟ میں تجھے اور تیری قوم کو کھلی گمراہی میں دیکھ رہا ہوں۔ اور اس طرح سے ہم ابراہیمؑ کو آسمانوں اور زمین کا نظامِ سلطنت دکھاتے تھے تاکہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہو جائے۔ چنانچہ جب اس پر رات چھائی تو اس نے ایک تارا دیکھا۔ کہا: یہ میرا رب ہے؟ جب وہ ڈوب گیا تو کہا: میں ڈوب جانے والوں سے محبت نہیں رکھتا۔ پھر جب اس نے چاند کو چمکتے ہوئے دیکھا تو کہا: یہ میرا رب ہے؟ جب چاند ڈوب گیا تو کہا: اگر میرے رب نے مجھے ہدایت نہ کی ہوتی تو میں گمراہ لوگوں میں شامل ہو جاتا۔

پھر اس نے سورج کو چمکتے ہوئے دیکھا تو کہا: یہ میرا رب ہے یہ بڑا ہے۔ جب سورج ڈوب گیا تو کہا کہ میری قوم میں ان سب سے بیزار ہوں جنھیں تم خدا کا شریک ٹھہراتے ہو۔ میں نے تو یکسو ہو کر اپنا رخ اس ہستی کی طرف کر دیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو

پیدا کیا اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

اور اس کی قوم نے اس سے جھگڑا کیا تو اس نے کہا: کیا تم اللہ کے متعلق مجھ سے جھگڑتے ہو؟ حالانکہ اس نے مجھے راہِ راست دکھا دی ہے اور میں تمہارے ٹھیرائے ہوئے شریکوں سے نہیں ڈرتا۔ ہاں میرا رب جو چاہے وہ تو ہوسکتا ہے۔ میرے رب کا علم ہر چیز پر چھایا ہوا ہے تو کیا تم نصیحت حاصل نہ کرو گے؟

میں تمہارے ٹھیرائے ہوئے شریکوں سے کیسے ڈروں جب کہ تم اللہ کے ساتھ انہیں شریک کرتے ہوئے نہیں ڈرتے جن کے لیے اس نے کوئی سند نازل نہیں کی۔ ہم دونوں فریقوں میں سے امن واطمینان کا زیادہ حق دار کون ہے؟ اگر علم رکھتے ہو تو جواب دو۔

وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان کو ظلم سے آلودہ نہیں کیا انھی کے لیے امن ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔

یہ ہماری وہ دلیل تھی جو ہم نے ابراہیم کو ان کی قوم کے مقابلہ میں عطا کی تھی، ہم جسے چاہتے ہیں بلند مرتبے عطا کرتے ہیں بے شک تیرا رب صاحبِ حکمت اور صاحبِ علم ہے۔ اور ہم نے اسے اسحاقؑ و یعقوبؑ جیسی اولاد عطا کی، ہم نے سب کو ہدایت دی اور نوحؑ کو اس سے قبل ہدایت کی تھی اور اس کی اولاد میں سے داؤدؑ، سلیمانؑ، ایوبؑ، یوسفؑ، موسیٰؑ اور ہارونؑ کو ہدایت دی اور نیکوکاروں کو ہم اسی طرح کا بدلہ دیتے ہیں۔

اور (اسی کی اولاد میں سے) زکریا، یحییٰ، عیسیٰ اور الیاس علیہم السلام کو ہدایت دی۔ وہ سب نیک لوگوں میں سے تھے اور اسماعیل، الیسع اور لوط علیہم السلام کو ہدایت دی، ان میں سے ہر ایک کو ہم نے تمام جہانوں پر فضیلت دی۔ اور ان کے آباء اور ان کی نسل اور ان کے بھائیوں میں سے ہم نے انھیں چنا اور انھیں صراطِ مستقیم کی ہدایت کی۔

یہ اللہ کی ہدایت ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس کی چاہتا ہے رہنمائی کرتا ہے اور اگر

انھوں نے شرک کیا ہوتا تو ان کے تمام اعمال ضائع ہو جاتے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھیں ہم نے کتاب، حکم اور نبوت عطا کی تھی اور اگر یہ لوگ اس کا انکار کرتے ہیں تو ہم نے اس کے لیے ایک قوم مقرر کر دی ہے جو اس کے منکر نہیں ہیں۔

یہ وہ لوگ ہیں جنھیں خدا نے ہدایت دی تھی۔ تم ان کی ہدایت کی پیروی کرو۔ کہہ دیں کہ میں اس تبلیغ رسالت پر تم سے کوئی اجرت طلب نہیں کرتا یہ تو تمام جہانوں کے لیے نصیحت ہے"۔

آزر کون تھا؟

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ اٰزَرَ ......

"اور جب ابراہیمؑ نے اپنے اب آزر سے کہا"۔

آزر کے متعلق اختلاف ہے کہ اس کا حضرت ابراہیمؑ سے کیا رشتہ تھا۔ سوادِ اعظم میں مشہور ہے کہ آزر حضرت ابراہیمؑ کا والد تھا۔ جب کہ ائمہ آلِ محمدؐ کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرت ابراہیمؑ کے مربی تھے اور رشتے میں ان کے چچا تھے۔

سوادِ اعظم اپنی دلیل میں لفظ "اب" کو پیش کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم نے انھیں "یاابت" کہہ کر مخاطب کیا اور اللہ تعالٰی نے بھی "لابیہ" کہہ کر ان کا واقعہ بیان کیا۔ اسی لیے وہ نصِ قرآن سے حضرت ابراہیمؑ کے والد ہیں۔

اس کے جواب میں علمائے شیعہ یہ کہتے ہیں کہ لفظ "اب" کثیر المعنی ہے اور یہ لفظ باپ، چچا اور دادا کے معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں فرمانِ خداوندی ہے:

اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ یَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ لِبَنِیْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِیْ ؕ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَ اِلٰهَ اٰبَآىِٕكَ اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚۖ وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ۝

(البقرہ:۱۳۳)

"کیا تم اس وقت موجود تھے جب یعقوبؑ پر موت وارد ہوئی تھی جب اس نے اپنے بیٹوں سے کہا

تھا کہ میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟ انھوں نے کہا کہ ہم آپؑ کے معبود اور آپؑ کے آباء ابراہیمؑ، اسماعیلؑ اور اسحاقؑ کے معبودِ واحد کی عبادت کریں گے اور ہم اس کے فرمانبردار ہیں۔

اس آیت مجیدہ میں حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے حضرت ابراہیمؑ حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق علیہم السلام کو اپنے والد یعقوبؑ کا ''اب'' کہا۔ جب کہ ابراہیم علیہ السلام حضرت یعقوبؑ کے دادا تھے اور حضرت اسماعیلؑ چچا تھے اور حضرت اسحاقؑ سگے والد تھے۔

رشتوں کے اختلاف کے باوجود لفظ ''آباء'' کا اطلاق سب پر یکساں کیا گیا۔ اصلی والد کو عربی زبان میں بھی ''والد'' ہی کہتے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کے تعلق رکھنے والے دو افراد کا تعارف قرآن مجید میں لفظ ''اب'' اور لفظ ''والد'' سے کرایا گیا ہے۔ اب اس فرق کو سمجھنے کے لیے حسب ذیل دو آیات کا غور سے مطالعہ کریں۔

۱- وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗۤ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ؕ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ۝ (ابراہیم:۱۱۴) ''ابراہیمؑ نے اپنے ''اب'' کے لیے جو دعائے مغفرت کی تھی وہ اس وعدہ کی وجہ سے تھی جو اس نے اس سے کیا تھا اور جب اس کے سامنے یہ بات کھل گئی کہ وہ خدا کا دشمن ہے تو وہ اس سے بیزار ہو گیا''۔

اس آیت مجیدہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان کیا کہ آزر حضرت ابراہیمؑ کا ''اب'' تھا۔ آپؑ نے اس سے دعائے مغفرت کا وعدہ کیا تھا اور وعدہ کے تحت اس کے لیے دعائے خیر بھی کی تھی، لیکن جب انھیں محسوس ہوا کہ یہ تو دشمنِ خدا ہے تو انھوں نے بیزاری اختیار کر لی اور دعائے مغفرت چھوڑ دی۔

۲- حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کو غور سے پڑھیں: رَبَّنَا اغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ۝ (ابراہیم:۴۱) ''پروردگار! مجھے اور میرے والدین اور تمام اہلِ ایمان کو اس دن صاف کر جب حساب قائم ہوگا''۔

چنانچہ سورہ توبہ اور سورہ ابراہیم کی ان دو آیات سے معلوم ہے کہ جسے ''اب'' کہا گیا ہے اس کے لیے حضرتؑ نے وعدہ کے تحت دعا کی لیکن جب دیکھا کہ وہ دشمنِ خدا ہے تو دعا چھوڑ دی۔ اور جو آپ کا حقیقی والد تھا اس کے لیے آپؑ نے ہمیشہ دعا مانگی اور اس کی دعائے مغفرت کو اپنے اور جملہ اہلِ ایمان کی مغفرت کے ساتھ مربوط کیا اور کہا: رَبَّنَا اغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ۝

قرآن مجید کی دونوں آیات کے گہرے مطالعہ سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ ایک شخص وہ تھا جس کے لیے چند دن دعا

مانگی گئی لیکن پھر اس سے بیزاری اختیار کر لی گئی چنانچہ اس کا نام آزر تھا۔ اور دوسرا بزرگ وہ تھا جو کہ آپؑ کا حقیقی والد تھا اور آپؑ نے اس کے لیے ہمیشہ دعا کی تھی اور وہ بزرگ ''تارخ'' تھا۔ (اضافہ من المترجم)

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ ''زجاج'' کہتے ہیں کہ اہل نسب اس بات پر متفق ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام ''تارخ'' تھا۔ ''زجاج'' کی بات کو ہمارے اصحاب کے ان اقوال سے بھی تقویت ملتی ہے جو وہ کہتے ہیں کہ آزر، حضرت ابراہیمؑ کے نانا تھا یا ان کے چچا تھے، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے احادیث صحیحہ سے یہ بات مستفاد ہوتی ہے کہ آبائے نبی حضرت آدمؑ تک سب کے سب موحد تھے اور ان میں کوئی بھی مشرک نہیں تھا۔ اور اس بات پر ہمارے مذہب کے علماء کا اجماع ہے اور نبی اکرمؐ کی اس سلسلے میں یہ مشہور حدیث ہے، آپؐ نے فرمایا:

لم یزل ینقلنی اللہ من اصلاب الطاھرین الی ارحام المطھرات حتی اخرجنی فی عالمکم ھذا

''اللہ تعالیٰ مجھے پاکیزہ اصلاب سے پاکیزہ ارحام میں منتقل کرتا رہا یہاں تک کہ مجھے تمہارے اس جہان میں منتقل کیا''۔

روضہ کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد آزر نمرود بادشاہ کا منجم تھا۔ نمرود ہمیشہ اس کے مشوروں پر عمل کرتا تھا۔ ایک رات اس نے ستاروں پر نظر ڈالی تو اس نے نمرود سے کہا: میں نے ایک عجیب چیز مشاہدہ کی ہے۔

نمرود نے کہا: تم نے کیا چیز محسوس کی ہے؟ اس نے کہا: میں نے ستاروں پر نظر کی تو مجھے معلوم ہوا کہ ہماری سرزمین میں ایک بچہ پیدا ہونے والا ہے جس کے ہاتھوں ہم تباہ ہو جائیں گے اور عنقریب اس کی ماں کے رحم میں اس کا نطفہ قرار پکڑنے والا ہے۔

بادشاہ نے اس کی بات سن کر تعجب کیا اور کہا: کیا ابھی تک وہ شکمِ مادر میں نہیں آیا؟

آزر نے کہا: نہیں ابھی تک وہ شکمِ مادر میں نہیں آیا۔ اس کے بعد نمرود نے حکم دیا کہ مردوں کو عورتوں سے جدا کر دیا جائے۔ اس نے تمام عورتوں کو شہر میں منتقل کر دیا اور مردوں کے لیے اس جگہ کا داخلہ ممنوع قرار دیا جب کہ خود آزر نے اپنی بیوی سے جنسی تعلق قائم کیا تو اس کے نتیجے میں ابراہیم نے نطفہ سے رحمِ مادر میں قرار پکڑا۔ نمرود نے دائیاں بھیجیں تا کہ وہ یہ معلوم کریں کہ کوئی عورت حاملہ تو نہیں ہے۔ دائیوں نے والدۂ ابراہیم کا بھی طبی معائنہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کے حمل کو مخفی

کر دیا۔ انھوں نے کہا کہ اس عورت کے پیٹ میں کچھ نہیں ہے۔

آزر کو علم نجوم سے یہ پتہ چل گیا تھا کہ جو بچہ پیدا ہوگا اسے آگ میں ڈالا جائے گا' لیکن اسے یہ علم نہیں تھا کہ آگ اس کے لیے ٹھنڈک اور سلامتی بن جائے گی۔ چنانچہ جب ابراہیمؑ کی والدہ نے انھیں جنم دیا تو آزر نے چاہا کہ اپنے بیٹے کو نمرود کے پاس لے جائے تاکہ اگر اس نے قتل کرنا ہے تو وہ کر دے۔

آزر کی بیوی نے کہا: اپنے بیٹے کو قتل کرانے کی غرض سے نمرود کے پاس مت لے جا' اس کی بجائے مجھے اجازت دے' میں اسے کسی غار میں چھپا آتی ہوں جہاں وہ خود بخود مر جائے گا' لیکن اپنے ہاتھوں سے اپنے بیٹے کو قتل نہ کرا۔

آزر نے کہا: ٹھیک ہے تم اسے لے جاؤ۔

بی بی نے اپنے بچے کو اُٹھایا اور غار میں لے آئی۔ بچے کو دودھ دیا اور غار میں لٹایا اور غار کے دروازے پر بھاری پتھر دے کر اس کا راستہ بند کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کا رزق اس کے انگوٹھے میں رکھ دیا۔ انھوں نے اپنا انگوٹھا چوسنا شروع کر دیا۔ انگوٹھے سے دودھ برآمد ہونے لگا۔ آپ ایک ہفتہ میں اتنے بڑے ہوگئے جتنا کہ دوسرے بچے ایک ماہ میں بڑے ہوتے تھے۔ ایک ماہ میں اتنے بڑے ہوگئے جتنا کہ دوسرے بچے ایک سال میں بڑھتے تھے۔ چنانچہ جتنا خدا کو منظور تھا آپؑ اس غار میں رہے۔ پھر آپؑ کی والدہ نے اپنے شوہر سے کہا کہ اگر تیری اجازت ہو تو میں غار میں جاؤں اور اپنے بچے کو دیکھ آؤں؟ شوہر نے اجازت دی تو بی بی غار میں آئی' انھوں نے دیکھا کہ ابراہیمؑ کی آنکھیں چراغ کی طرح سے روشن تھیں۔ بی بی نے اپنے لخت جگر کو سینے سے لگایا اور اسے دودھ پلایا اور پھر واپس آ گئیں۔

آزر نے پوچھا کہ بچے کا کیا بنا؟ بی بی نے کہا: میں اسے مٹی میں دفنا آئی ہوں۔ اس کے بعد بی بی وقتاً فوقتاً وہاں جاتی تھیں اور بچے کو دودھ پلا کر واپس آ جاتی تھی۔ جب ابراہیمؑ چلنے کے قابل ہوئے اور ان کی والدہ انھیں ملنے آئیں تو وہ ماں کے دامن سے چمٹ گئے اور کہنے لگے کہ آپ مجھے یہاں سے نکال کر اپنے ساتھ لے چلیں۔

بی بی نے کہا: نورِ نظر! ذرا صبر کرو' میں تمھارے والد سے مشورہ کرلوں۔ اس کے بعد میں تمھیں اپنے ساتھ لے جاؤں گی۔ بی بی آئیں اور انھوں نے آزر کو ساری بات کہہ سنائی۔ آزر نے کہا: تم اسے غار سے نکال کر راستہ پر بٹھا دو جب اس کے بھائی آئیں تو وہ بھی اپنے بھائیوں کے ساتھ شامل ہوکر گھر آ جائے۔ یوں کسی کو اس کی آمد کا پتہ نہیں چلے گا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھائی بت تراش کر بازار میں بیچا کرتے تھے۔ بی بی آئیں اور ابراہیمؑ کو غار سے نکال کر راستہ پر بٹھا دیا۔ جب ان کے بھائیوں کا وہاں سے گزر ہوا تو ابراہیمؑ ان کے ساتھ شامل ہوکر اپنے گھر آ گئے۔ جب باپ

کی اس پر نظر پڑی تو اللہ نے ان کے دل میں ان کی محبت ڈال دی۔ آپؑ کچھ عرصہ گھر میں رہے۔ ایک دن آپؑ نے شیشہ اٹھایا اور لکڑی کی ایک مورتی بنائی۔ وہ مورتی بڑی خوب صورت تھی۔ آزر نے اپنی بیوی سے کہا کہ ہمارا یہ بیٹا فطری طور پر سنگ تراش ہے اور یہ ہمارے لیے باعث برکت ثابت ہوگا۔

حضرت ابراہیمؑ نے پھر شیشہ اٹھایا اور اپنے ہاتھ کی تراشی ہوئی مورتی کو توڑ ڈالا۔ یہ منظر دیکھ کر آزر پریشان ہوگیا اور اس نے کہا کہ تو نے یہ کیا کیا ہے؟

حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا: اتعبدون ما تنحتون ''کیا تم اپنی تراش کردہ مورتیوں کی پوجا کرتے ہو؟''

جب آزر نے ان کی زبانی یہ جملہ سنا تو اسے یقین ہوگیا کہ اسی کے ہاتھ سے ہی ان کے ملک کی تباہی واقع ہوگی۔

ابراہیمؑ کو زمین و آسمان کی سلطنت دکھائی گئی

وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ۝

''(اور اس طرح سے ہم ابراہیمؑ کو آسمانوں اور زمین کی سلطنت دکھاتے رہے' تاکہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہوجائے)''۔

مناقب ابن شہرآشوب میں جابر بن یزید سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے سامنے وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کی آیت تلاوت کی تو آپؑ نے اپنے ہاتھ سے اُوپر کی طرف اشارہ کیا اور مجھ سے فرمایا: اپنا سر اُوپر اٹھاؤ۔ میں نے اپنا سر اُوپر اُٹھایا تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے چھت پھٹ گئی ہو اور میں نے اُوپر ایک سوراخ دیکھا جس سے نور کی کرنیں نکل رہی ہیں اور تجلی نور اتنی زیادہ تھی کہ میری نگاہ خیرہ ہوگئی۔ آپؑ نے فرمایا: ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمین کی اسی طرح سے سلطنت دکھائی گئی تھی۔

پھر آپؑ نے فرمایا: زمین کی طرف نظر کرو۔ میں نے نیچے دیکھا۔ پھر آپؑ نے کہا: ذرا اُوپر دیکھو۔ میں نے اُوپر نگاہ کی تو چھت ویسی کی ویسی ہی تھی۔ پھر آپؑ نے میرے ہاتھ سے پکڑا اور گھر سے باہر لے آئے اور مجھے ایک مخصوص لباس پہنایا۔ پھر آپؑ نے فرمایا: آنکھیں بند کرو۔ میں نے کچھ دیر آنکھیں بند کیں تو فرمایا: اب تم بحر ظلمات میں پہنچ چکے ہو' جہاں ذوالقرنین پہنچے تھے۔

میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا اور اندھیرا اتنا سخت تھا کہ مجھے وہاں اپنا ہاتھ تک

C14

بجھائی نہ دیتا تھا۔ پھر آپؑ چند قدم مزید چلے اور فرمایا: اب تم خضرؑ کے چشمہ حیات پر پہنچ چکے ہو۔ پھر ہم وہاں سے نکلے اور پانچ جہانوں سے گزرے۔ آپؑ نے فرمایا: یہ زمین کی سلطنت ہے۔ پھر آپؑ نے فرمایا: آنکھیں بند کرو۔ میں نے آنکھیں بند کیں۔ آپؑ نے میرا ہاتھ پکڑا اور چند قدم چلے تو ہم اسی گھر میں کھڑے تھے جہاں پہلے ہم موجود تھے اور آپؑ نے وہ مخصوص لباس مجھ سے اُتروالیا۔

میں نے کہا: مولاؑ! دن کتنا گزرا ہوگا؟ آپؑ نے فرمایا: دن کے تین گھنٹے گزرے ہیں۔

بصائر الدرجات میں جابر بن عبداللہ سے منقول ہے کہ میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں سر جھکا کر بیٹھ گیا۔ پھر میں نے آپؑ کے سامنے وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ۝ کی آیت پڑھی۔

آپؑ نے اپنا ہاتھ اُوپر اٹھایا اور پھر مجھ سے فرمایا کہ اپنا سر اُوپر کرو۔ میں نے سر اٹھا کر چھت کی طرف دیکھا تو چھت شگافتہ ہوگئی اور میری نظر اُوپر چلی گئی جہاں تجلی نور اتنی زیادہ تھی کہ میری نگاہیں چندھیا گئیں۔ آپؑ نے فرمایا: ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں کی بادشاہت اسی طرح سے دکھائی گئی تھی۔

پھر آپؑ نے فرمایا: سر جھکا لو۔ میں نے سر نیچے کیا۔ کچھ دیر بعد آپؑ نے فرمایا: اب سر بلند کرو۔ جب میں نے سر اُٹھا کر اُوپر دیکھا تو چھت اپنی پرانی حالت پر ہی کھڑی تھی۔ پھر آپؑ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے مکان کے دوسرے کمرے میں لے گئے۔ آپؑ نے اپنا لباس تبدیل کیا اور مجھ سے فرمایا کہ آنکھیں بند کرو۔ میں نے آنکھیں بند کیں۔ پھر کچھ دیر بعد آپؑ نے فرمایا کہ جانتے ہو کہ تم اس وقت کہاں ہو؟

میں نے کہا: مجھے کوئی علم نہیں ہے۔ اگر آپؑ اجازت دیں تو آنکھیں کھول لوں؟ آپؑ نے فرمایا کہ تم اس وقت اس بحرِ ظلمات میں پہنچ چکے ہو جہاں ذوالقرنین گئے تھے۔ پھر آپؑ نے فرمایا: آنکھیں کھول لو مگر اس وقت تمھیں کچھ دکھائی نہیں دے گا۔ میں نے آنکھیں کھولیں تو وہاں اتنی تاریکی تھی کہ مجھے اپنے ہاتھ پاؤں تک دکھائی نہیں دیتے تھے۔ پھر آپؑ مجھے ساتھ لے کر تھوڑا سا چلے اور رُک گئے اور فرمایا: جانتے ہو کہ اس وقت تم کہاں کھڑے ہو؟ میں نے کہا: مجھے کچھ علم نہیں ہے۔ آپؑ نے فرمایا: تم اس وقت اس چشمہِ حیات پر کھڑے ہو جس کا پانی خضر علیہ السلام نے پیا تھا۔

پھر ہم اس عالَم سے دوسرے عالَم کی طرف منتقل ہوئے تو وہ عالَم ہمیں اپنے ہی جہان جیسا دکھائی دیا۔ اس میں ہمارے جہان کی طرح کی عمارات تھیں اور ہماری طرح کے ہی لوگ تھے۔ پھر ہم تیسرے عالَم میں منتقل ہوئے اور یوں ہم

کے بعد دیگرے پانچ جہانوں میں منتقل ہوئے۔

پھر آپؑ نے فرمایا: یہ زمین کی وہ بادشاہت ہے جو ابراہیمؑ کو نہیں دکھائی گئی تھی۔ ابراہیمؑ کو آسمان کے بارہ عالم دکھائے گئے تھے جیسا کہ تم نے دیکھے ہیں اور جب ہم میں سے کوئی امام اس جہان دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو وہ ان جہانوں میں آ کر ہی منتقل ہوتا ہے۔ ہم سب کے آخر میں قائم آلِ محمدؐ جہان دنیا میں آ کر آباد ہوں گے۔

پھر آپؑ نے فرمایا: آنکھیں بند کرو۔ میں نے آنکھیں بند کیں تو ہم اس گھر میں موجود تھے جہاں سے ہم نکلے تھے۔ آپؑ نے وہ مخصوص لباس اُتار دیا اور وہ پہلا لباس زیب تن کیا اور اپنی مجلس میں واپس آ گئے۔

میں نے پوچھا کہ مولاؑ! اس وقت کتنا وقت گزرا ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا: دن کے تین گھنٹے گزرے ہیں۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں وَكَذٰلِكَ نُرِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ۝ کی آیت مجیدہ کے ضمن میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامنے سے زمین و آسمان کے حجاب اُٹھا دیئے گئے تھے۔ آپؑ نے عرش اور حاملین عرش تک کا مشاہدہ کیا اور اس طرح کا مشاہدہ رسولؐ خدا اور امیرالمومنینؑ کو بھی کرایا گیا تھا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے زمین کے حجاب اٹھائے گئے تو آپؑ نے دیکھا کہ زن و مرد زنا میں مصروف تھے۔ آپؑ نے بددعا کی تو وہ دونوں مر گئے۔ پھر آپؑ نے ایک اور جوڑے کو ناشروع فعل میں ملوث پایا تو آپؑ نے ان کے لیے بھی بددعا کی۔ آپ کی بددعا سے وہ جوڑا بھی مر گیا۔ پھر آپؑ نے تیسرے جوڑے کو بدکاری میں مصروف دیکھا۔ آپؑ نے انھیں بددعا کی وہ جوڑا بھی مر گیا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو وحی کی کہ ابراہیمؑ! تیری بددعا قبول ہے لیکن میرے بندوں پر بددعا نہ کرنا۔ اگر میں چاہتا تو سرے سے انھیں پیدا ہی نہ کرتا، میں نے مخلوق کی تین قسمیں پیدا کی ہیں: ایک قسم وہ ہے جو میری عبادت کرتی ہے اور میرے ساتھ کسی کو شریک قرار نہیں دیتی، میں انھیں ثواب عطا کروں گا۔ دوسری قسم وہ ہے جو میرے علاوہ دوسروں کی پوجا کرتی ہے وہ میرے ہاتھ سے نکلنے والے نہیں ہیں۔ تیسری قسم وہ ہے جو میرے غیر کی عبادت کرتی ہے۔ میں ان کی صُلب سے ایسے لوگ پیدا کروں گا جو میری عبادت کرنے والے ہوں گے۔ روضہ کافی میں بھی یہ روایت موجود ہے۔

اصول کافی میں مرقوم ہے کہ جاثلیق (عیسائی پادری) نے امیرالمومنین علیہ السلام سے کہا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ

نے فرمایا ہے: وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ﴿۱۷﴾ (الحاقہ: ۱۷۔ اور اس دن ان کے اُوپر تیرے رب کے عرش کو آٹھ اٹھائے ہوئے ہوں گے) آخر اس کا کیا مطلب ہے جب کہ عرش اور آسمانوں کو تو اللہ نے اُٹھا رکھا ہے؟

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: اللہ نے عرش کو چار انوار سے پیدا کیا۔ سرخ نور کو اس کا جز و بنایا اور سرخ چیزوں کو اسی سرخ نور کی وجہ سے سرخی نصیب ہوئی۔ سبز نور کو اس کا جز و بنایا۔ سبز چیزوں کو سبزی اس سبز نور کی وجہ سے ملی۔ زرد نور کو اس کا جز و بنایا' زرد چیزوں کو زردی اسی نور سے ملی۔ سفید نور کو اس کا جز و بنایا اور سفید چیزوں کو اسی سفید نور سے سفیدی ملی۔ اور وہ علم ہے جو اللہ نے حاملین عرش کو تعلیم فرمایا اور اس کا تعلق اس کے نورِ عظمت سے تھا۔ چنانچہ اس کی عظمت و نور کی وجہ سے اہل ایمان کے دلوں کو بصیرت عطا ہوئی اور اس کی عظمت و نور کی وجہ سے جاہلوں نے اس سے دشمنی کی اور اس کے عظمت و نور کی وجہ سے زمین و آسمان کی تمام مخلوق نے مختلف اعمال کو وسیلہ بنا کر اس کی رضا کو ڈھونڈنے کی کوشش کی۔ کائنات کی تمام اشیاء کو اللہ نے اپنے نور و عظمت سے اُٹھا رکھا ہے اور وہ اپنے لیے کسی نفع و نقصان' موت و حیات اور دوبارہ اٹھنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ ہر چیز قدرتِ خدا سے اُٹھی ہوئی ہے اور خدا ہر چیز کو اس کے مرکزی نکتہ سے ہٹنے نہیں دیتا اور ہر چیز سے ان کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ وہ ہر چیز کی حیات ہے اور ہر چیز کا نور ہے۔ اللہ ان اوصاف سے کہیں بلند و برتر ہے جو لوگ اس کے متعلق بیان کرتے ہیں۔ عرش کے حامل وہ علماء ہیں جنھیں خدا نے اپنا علم عطا کیا ہے اور اللہ نے اپنی سلطنت میں جو کچھ بھی پیدا کیا ہے وہ چار سے باہر نہیں ہے اور اسی بادشاہت کا مشاہدہ اللہ نے اپنے اصفیاء کو کرایا اور اپنے خلیل کو بھی اس کا مشاہدہ کرایا اور وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ﴿۷۵﴾ کا یہی مفہوم ہے۔ حاملین عرش اللہ کو بھلا کیسے اٹھا سکتے ہیں جب کہ اسی کی عطا کردہ حیات سے ان کے دلوں کو زندگی ملی ہے اور اس کے نور کے فیضان سے انھیں اس کی معرفت کی ہدایت نصیب ہوئی ہے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص تین مسلمانوں کو کھانا کھلائے تو اللہ تعالیٰ آسمانوں کی بادشاہت میں قائم تین جنتوں کا طعام کھلائے گا۔ خدا اسے فردوس' طوبیٰ اور جنت عدن کے اس درخت کے میوے کھلائے گا جسے ہمارے رب نے اپنے ہاتھ (قدرت) سے جنت عدن میں کاشت کیا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: صبر کرنے والے مساکین کے لیے خوش خبری ہو۔ یہی لوگ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت کا مشاہدہ کریں گے۔

احتجاج طبرسی میں مرقوم ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوجہل سے فرمایا تھا: ابوجہل! کیا تجھے

قصہ ابراہیمؑ معلوم نہیں ہے، جب اسے آسمانی بادشاہت میں اٹھایا گیا تھا اور میرے رب نے اس کے متعلق فرمایا ہے: وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ۝ ''اللہ نے ان کی نگاہ کو قوت عطا کر دی تھی۔ انھوں نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو انھیں پوری زمین اور زمین پر رہائش پذیر تمام اشیاء دکھائی دیں خواہ وہ ظاہر تھیں یا چھپی ہوئی تھیں''۔

تفسیر عیاشی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ کی آیت مجیدہ کے متعلق فرمایا: اللہ نے ان کی نگاہ میں اتنی قوت عطا کر دی کہ انھیں آسمان اور اہلِ آسمان دکھائی دینے لگے اور زمین اور اہلِ زمین دکھائی دیئے اور انھوں نے عرش اور اس کے اُوپر کے مناظر دیکھے اور زمین اور زمین کے نیچے کے مظاہر دیکھے۔

بصائر الدرجات میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ۝ کی آیت مجیدہ کے ضمن میں فرمایا:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے زمین کے حجابات اٹھا دیئے گئے۔ انھوں نے زمین اور اہلِ زمین کا مشاہدہ کیا اور انھوں نے اس فرشتہ کو دیکھا جو زمین کو اٹھائے ہوئے تھا۔ انھوں نے عرش اور عرش والے کو دیکھا۔ اسی طرح سے تمھارے ساتھی کو بھی مشاہدہ کرایا گیا ہے۔

الخرائج والجرائح میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ۝ کی آیت مجیدہ کے ضمن میں فرمایا:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے آسمانوں کے حجابات ہٹا دیئے گئے تھے اور ان کے لیے زمین کے حجابات بھی اٹھا دیئے گئے تھے۔ انھوں نے پوری زمین کا مشاہدہ کیا اور جو کچھ زمین کے نیچے اور ہوا کے اُوپر ہے انھوں نے ان سب چیزوں کا مشاہدہ کیا۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی اسی طرح کا مشاہدہ کرایا گیا تھا اور تمھارے ساتھی (یعنی مجھے) اور اس کے بعد کے ائمہ کو بھی اس طرح کا مشاہدہ کرایا گیا۔

ابوبصیر نے کہا: کیا حضرت رسولِ خدا کو بھی آسمانوں اور زمین کی بادشاہت کا مشاہدہ کرایا گیا تھا جس طرح سے ابراہیمؑ کو مشاہدہ کرایا گیا؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں، انھیں اور تمھارے ساتھی اور اس کے بعد والے آئمہ کو بھی اس طرح کا مشاہدہ کرایا گیا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے بھی اسی مفہوم کی ایک روایت منقول ہے: بریدۃ الاسلمی بیان کرتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا:

علیؑ ! اللہ نے تجھے سات مقامات پر میرے ساتھ پہنچایا۔ ان میں سے دوسرا مقام وہ تھا جب جبریلؑ مجھے آسمان پر لے گئے تھے تو انھوں نے کہا: تیرا بھائی کہاں ہے؟ میں نے کہا کہ میں اسے اپنے پیچھے چھوڑ آیا ہوں۔ انھوں نے کہا کہ اللہ سے دعا کریں کہ وہ اسے آپؐ کے پاس پہنچا دے۔

میں نے اللہ سے دعا مانگی تو تو میرے ساتھ تھا۔ میرے لیے سات آسمانوں اور سات زمینوں کے حجابات اٹھا دیئے گئے یہاں تک کہ میں نے وہاں رہائش پذیر مخلوق کو دیکھا اور میں نے ہر فرشتے کی جگہ کا مشاہدہ کیا۔ جو کچھ میں نے دیکھا وہی کچھ تو نے دیکھا۔

کتاب الخصال میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا:

خدا کی قسم! اللہ نے نو چیزیں مجھے ایسی عطا کی ہیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ مجھ سے پہلے کسی کو عطا نہیں ہوئی تھیں: ۱- میرے لیے راستے کھول دیئے گئے۔ ۲- مجھے ''اسباب'' کی تعلیم دی گئی۔ ۳- میرے لیے بادلوں کو چلایا گیا۔ ۴'۵'۶- مجھے علم بنایا' علم بلایا اور فصل الخطاب کا علم دیا گیا۔ ۷- میں نے اللہ کے اذن سے بادشاہت خداوندی پر نظر ڈالی تو مجھ سے پہلے کی اشیاء اور بعد میں آنے والی اشیاء میں سے کوئی چیز بھی مجھ سے چھپی نہ رہی۔

عوالی اللئالی میں مرقوم ہے کہ امام علیہ السلام نے فرمایا: اگر ابن آدم کے دل کے گرد شیاطین چکر نہ لگاتے تو وہ آسمانی بادشاہت کو دیکھ لیتے۔

کتاب علل الشرائع میں مذکور ہے کہ حضرت امام علی زین العابدین علیہ السلام سے پوچھا گیا کیا اللہ کے لیے مکان مقرر کیا جاسکتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اللہ اس سے بلند و بالا ہے۔ سائل نے کہا: تو پھر اللہ نے اپنے حبیبؐ کو معراج کیوں کرائی تھی؟

آپؑ نے فرمایا: اللہ نے اس لیے معراج کرائی کہ وہ چاہتا تھا کہ ان کا بندہ آسمانوں کی بادشاہت اور خدا کی صنعت کے عجائب اور اس کی تخلیق کی رفعتوں کو دیکھ سکے۔

سائل نے کہا: پھر ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ﴿۸﴾ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ﴿۹﴾ (النجم:۸-۹) کا کیا مطلب ہے؟

آپؑ نے فرمایا: رسولؐ خدا نور کے حجابات کے قریب گئے پھر جھک کر زمین کی بادشاہت کی طرف دیکھا تو آپ کو یوں لگا جیسے دو کمانوں یا اس سے بھی کچھ کم فاصلہ ہو۔

کیا حضرت ابراہیمؑ اجرامِ فلکی کو رب مانتے تھے؟

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ ......

''جب اس پر رات چھائی تو اس نے تارا دیکھا اور کہا یہ میرا رب ہے......''

عیون الاخبار میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کا ایک مباحثہ مرقوم ہے جس میں آپؑ نے عصمت انبیاء کے دلائل دیئے تھے۔ اس مباحثہ میں یہ کلمات بھی مرقوم ہیں کہ مامون نے کہا:

کیا آپؑ کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ انبیاء معصوم ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں (ہم انبیاءؑ کو معصوم مانتے ہیں)

مامون نے کہا: پھر اس آیت کا کیا مقصد ہے: فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ (جب اس پر رات چھائی تو اس نے تارا دیکھا اور کہا کہ یہ میرا رب ہے)؟

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: حضرت ابراہیمؑ نے جس دور میں آنکھ کھولی تھی تو اس وقت تین قسم کے لوگ وہاں موجود تھے۔ ایک گروہ زہرہ ستارہ کی عبادت کرتا تھا' دوسرا گروہ چاند کی پوجا کرتا تھا اور تیسرا گروہ سورج کی پوجا کرتا تھا۔ جب آپؑ غار سے باہر آئے اور لوگوں کے تین گروہ دیکھے اور جب رات چھائی تو آپؑ نے ستارہ پرستوں سے کہا کہ یہ میرا رب ہے؟

آپؑ کا یہ فرمان ان کی تائید کے بجائے انکار اور استخبار پر مبنی تھا۔ پھر جب تارا ڈوب گیا تو آپؑ نے لَاۤ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ۝ فرمایا۔ یعنی میں ڈوب جانے والوں سے محبت نہیں کرتا کیونکہ ڈوب جانا حادث کی صفت ہے قدیم کی صفت نہیں ہے۔ پھر آپؑ نے چاند دیکھا تو آپؑ نے چاند پرستوں کو خطاب کر کے فرمایا کہ یہ میرا رب ہے۔ آپؑ کا یہ جملہ بھی انکار و استفہام پر مبنی تھا۔ جب چاند ڈوب گیا تو آپؑ نے فرمایا: اگر میرے رب نے میری رہنمائی نہ کی تو میں گمراہ لوگوں میں سے ہو جاؤں گا۔

پھر جب صبح ہوئی اور سورج نکلا تو آپؑ نے فرمایا کہ یہ میرا رب ہے یہ زہرہ اور چاند سے بڑا ہے؟ آپؑ کا یہ فرمان بھی انکار و استفہام پر مبنی تھا اور آپؑ کے تینوں فرامین اقرار پر مبنی نہیں تھے۔

پھر جب سورج غروب ہوا تو آپؑ نے زہرہ' چاند اور سورج پرستوں کے تینوں گروہوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: میری قوم! میں ان سے بیزار ہوں جنھیں تم شریک ٹھہراتے ہو۔ میں نے یکسو ہو کر اپنا چہرہ اس ذات کی طرف کر لیا ہے جس

نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے مذکورہ تینوں جملوں سے تارا، چاند اور سورج پرستوں کا ابطال کیا تھا اور آپؑ نے یہ کہا تھا کہ یہ اجرامِ فلکی معبود ہونے کے لائق نہیں ہیں۔ معبودِ حقیقی بس وہ ذات ہے جس نے ان سب کو پیدا کیا ہے اور جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے۔ یہ دلیل و حجت ان کی ذاتی پیدا کردہ نہیں تھی بلکہ خدا کی طرف سے الہام کردہ تھی۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ''یہ ہماری طرف سے دلیل تھی جو ہم نے ابراہیمؑ کو ان کی قوم کے خلاف دی تھی''۔

مامون نے کہا: ابوالحسن! خدا آپؑ کا بھلا کرے آپؑ نے سچ فرمایا۔

تفسیر عیاشی میں مرقوم ہے کہ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ۝ کے متعلق حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: ''ضالین'' وہ ہیں جنھوں نے میثاق کو بھلا دیا۔

سعدہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کان الناس امۃ واحدۃ کی آیت کے تحت ایک طویل روایت نقل کی ہے اور اس روایت کے آخر میں یہ الفاظ ہیں کہ میں نے امام علیہ السلام سے پوچھا کہ نبی سے پہلے لوگ گمراہ تھے یا ہدایت یافتہ تھے؟

آپؑ نے فرمایا: وہ ہدایت پر نہیں تھے۔ وہ اس کی اس فطرت پر تھے جس پر خدا نے انھیں پیدا کیا۔ اللہ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی ہو سکتی۔ وہ اس وقت تک ہدایت نہیں پا سکتے تھے جب تک خدا کی طرف سے انھیں ہدایت نہ ملتی۔ کیا تو نے ابراہیم علیہ السلام کا یہ قول نہیں سنا۔ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ۝ (اگر میرے رب نے میری رہنمائی نہ کی تو میں گمراہ لوگوں میں سے ہو جاؤں گا) یعنی میں میثاق کو فراموش کرنے والا بن جاؤں گا۔

ولادتِ ابراہیمؑ اور ان کی تبلیغ

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: حضرت ابراہیمؑ کا باپ آزر بادشاہ نمرود بن کنعان کا منجم تھا۔ ایک دن اس نے بادشاہ سے کہا کہ ستاروں کی چال سے مجھے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں ایک شخص پیدا ہوگا جو اس دین کو منسوخ کر کے نئے دین کی دعوت دے گا۔

نمرود نے کہا: وہ کس شہر میں پیدا ہوگا؟

اس نے کہا: ہمارے اپنے ہی شہر میں پیدا ہوگا۔

نمرود کا گھر ''کوئی ربا'' میں تھا۔ اس نے آزر سے کہا: کیا وہ پیدا ہو چکا ہے؟

آزر نے کہا: نہیں، وہ ابھی پیدا نہیں ہوا۔

نمرود نے کہا: اس کا حل یہ ہے کہ مردوں اور عورتوں میں جدائی کر دی جائے۔ چنانچہ نمرود کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ اس دوران ابراہیمؑ شکمِ مادر میں منتقل ہوئے البتہ اللہ نے اس حمل کو مخفی رکھا۔ اور جب ولادت کا وقت قریب آیا تو بی بی نے اپنے شوہر آزر سے کہا:

میری طبیعت ناساز ہے میں کچھ تم سے دُور رہ کر اپنے رشتہ داروں میں رہنا چاہتی ہوں۔ بی بی کو اجازت ملی تو وہ گھر سے نکل کر غار میں چلی گئیں جہاں انھوں نے حضرت ابراہیمؑ کو جنم دیا۔ انھوں نے غار کا دروازہ ایک پتھر سے بند کیا اور گھر آ گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کے لیے ان کے انگوٹھے سے دودھ جاری کر دیا۔ انھیں جب بھی غذا کی ضرورت ہوتی تو وہ اپنا انگوٹھا چوستے تھے جس سے ان کی بھوک پیاس مٹ جاتی تھی۔

ابراہیمؑ کی والدہ بھی گاہے گاہے غار جا کر اپنے بیٹے کو دودھ پلا آتی تھی۔ ابراہیم کو ان کی والدہ نے ذبح ہونے سے بچانے کے لیے پورے تیرہ سال تک غار میں چھپائے رکھا۔ ایک دن جب کہ ماں اپنے بیٹے کو ملنے گئی ہوئی تھی تو بیٹے نے کہا: امی جان! آپ مجھے اپنے ساتھ غار سے باہر لے جائیں۔

ماں نے کہا: بیٹا! میں ڈرتی ہوں اگر نمرود کو پتہ چل گیا کہ تم اس کے ممنوع شدہ وقت میں پیدا ہوئے ہو تو وہ تمھیں قتل کرا دے گا۔ آخرکار بی بی نے اپنے بچے کو غار سے نکالا۔ اس وقت رات ہو رہی تھی، جب ابراہیمؑ باہر کی دنیا میں آئے تو انھوں نے آسمان کو دیکھا جہاں زہرہ چمک رہا تھا۔ انھوں نے اسے دیکھ کر فرمایا: هٰذا رَبِّی، ''یہ میرا رب ہے''۔ جب زہرہ ستارہ غروب ہوا تو انھوں نے کہا کہ مجھے غروب ہونے والوں سے کوئی محبت نہیں ہے۔ اور اگر یہ میرا رب ہوتا تو یوں طلوع و غروب نہ کرتا۔

پھر آپؑ نے مشرق کی طرف دیکھا تو چاند طلوع کرتا ہوا دکھائی دیا۔ آپؑ نے فرمایا کہ یہ میرا رب ہے۔ یہ ستارے سے بڑا اور خوب صورت ہے۔ پھر جب چاند ڈوبا تو ابراہیم علیہ السلام نے کہا: اگر رب کی طرف سے میری رہنمائی نہ ہوئی تو میں گمراہ لوگوں میں سے ہو جاؤں گا۔

پھر دن ہُوا اور سورج چڑھا تو ابراہیمؑ نے کہا کہ یہ میرا رب ہے۔ یہ بڑا اور خوبصورت ہے۔ جب سورج ڈھلا اور

غروب ہوا تو اللہ نے ان کے لیے زمین و آسمان کے حجابات اُٹھا دیئے۔ انھیں عرش اور صاحب عرش دکھائی دینے لگا۔ اس وقت انھوں نے یہ کہا: میری قوم میں تمھارے شرک سے بیزار ہوں۔ میں نے اپنا چہرہ یکسو ہو کر اللہ کے سامنے کرلیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں۔ بعدازاں آپ اپنی والدہ اور خاندن کے ساتھ گھر میں رہنے لگے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ حضرت ابراہیمؑ نے ستارے، چاند اور سورج کو اپنا رب کہا تھا تو کیا انھوں نے شرک کا ارتکاب کیا تھا؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں، البتہ اگر کوئی آج یہ جملہ کہے تو وہ مشرک قرار پائے گا۔ لیکن ابراہیمؑ نے شرک نہیں کیا تھا۔ انھوں نے مذکورہ جملے اس وقت کہے تھے جب وہ رب کی تلاش میں تھے۔ انھوں نے یہ جملے شرک کی نیت سے نہیں کہے تھے۔ جب ابراہیمؑ کی والدہ انھیں اپنے ساتھ گھر لے گئیں تو آزر نے انھیں دیکھ کر کہا: تم یہ کس جوان کو اپنے گھر لے آئی ہو؟

بی بی نے کہا: یہ تمھارا اپنا بیٹا ہے جب ایک مرتبہ میں تجھ سے جدا ہوئی تھی تو اس وقت میں نے اسے جنم دیا تھا؟ آزر نے یہ سنا تو پریشان ہو کر کہا کہ اگر بادشاہ کو علم ہوگیا تو اس سے ہماری قدر و منزلت ختم ہو جائے گی۔

آزر بادشاہ کا منجم اور اس کی طرف سے بت کدوں کا انچارج تھا۔ وہ بت تراش کر اپنے بیٹوں کو دیتا تھا جو انھیں بازار میں جا کر فروخت کیا کرتے تھے۔ ابراہیمؑ کی والدہ نے کہا کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ بادشاہ کو ہمارے بیٹے کا علم ہی نہیں ہوگا اس لیے وہ تجھ سے کوئی باز پرس نہیں کرے گا اور اگر بالفرض اسے پتہ چل گیا تو میں خود اسے جواب دوں گی۔

آزر جتنا ابراہیم کو دیکھتا گیا اس کے دل میں ابراہیم کی محبت گھر کرتی گئی۔ آزر نے کچھ بت بنا کر ابراہیمؑ کے حوالے کیے اور ان سے کہا کہ تم انھیں بازار لے جا کر فروخت کرو۔ ابراہیمؑ نے ان کے گلے میں رسّی ڈالی اور انھیں زمین پر گھسیٹنا شروع کردیا اور پھر انھوں نے کہا: کوئی ہے جو انھیں خریدے جو سراسر نقصان دیں اور ذرہ برابر بھی فائدہ نہ دیں؟

پھر آپ انھیں پانی اور کیچڑ میں ڈال کر کہتے تھے: لو پانی پی لو، کچھ باتیں بھی کرو۔ بھائیوں نے جا کر آزر سے ابراہیمؑ کے رویہ کی شکایت کی۔ آزر نے انھیں منع کیا لیکن وہ باز نہ آئے۔ پھر تنگ آ کر آزر نے انھیں گھر میں قید کردیا اور باہر آنے پر پابندی عائد کردی۔

آپؑ نے اپنی قوم سے کہا: کیا تم اللہ کے متعلق مجھ سے جھگڑتے ہو جب کہ اس نے مجھے سیدھی راہ دکھا دی ہے۔ میں تمھارے ٹھیرائے ہوئے شریکوں سے نہیں ڈرتا، ہاں میرا رب جو کچھ چاہے وہی کچھ ہوسکتا ہے۔ میرے رب کا علم ہر چیز پر

چھایا ہوا ہے۔ کیا تم نصیحت حاصل نہ کرو گے؟

میں تمھارے ٹھیرائے ہوئے شریکوں سے کیسے ڈروں جب کہ تم انھیں اللہ کے ساتھ شریک کرتے ہوئے نہیں ڈرتے جن کے لیے اس نے کوئی سند نازل نہیں کی۔ ہم دو فریقوں میں سے امن و اطمینان کا زیادہ حق دار کون ہے؟ اگر علم رکھتے ہو تو جواب دو۔

تفسیر عیاشی میں محمد بن مسلم سے منقول ہے کہ صادقین علیہما السلام میں سے ایک بزرگوار نے فرمایا: ابراہیم علیہ السلام نے اگر اجرامِ فلکی کو رب کہا تھا تو اس سے کفر لازم نہیں آتا کیونکہ وہ اس وقت خدا کی جستجو میں تھے۔ اور اگر آج بھی کوئی خدا کی جستجو میں ہو اور وہ ایسے کلمات کہے تو وہ بھی مشرک نہیں ہوگا۔

علا بن سیابہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا کہ ابراہیم علیہ السلام نے اجرامِ فلکی کو دیکھ کر ھذا ربی کہا تھا اور اگر کوئی آج ایسے جملے کہے تو وہ ہمارے ہاں مشرک قرار پائے گا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ابراہیم نے شرک نہیں کیا تھا۔ وہ اس وقت اپنے رب کی جستجو میں مصروف تھے۔ ہاں اگر کوئی اور ایسی بات کہے تو وہ شرک متصور ہوگی۔

من لایحضرہ الفقیہ میں مرقوم ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ نماز مغرب کا وقت کون سا ہے؟

آپؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے: فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ''جب اس پر رات چھا گئی اور اس نے تارا دیکھا یہ مغرب کا اوّل وقت ہے اور شفق کا غائب ہونا اس کا آخری وقت ہے''۔

ایک خواب اور اس کی تعبیر

روضہ کافی میں مرقوم ہے کہ ایک شخص حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ سورج میرے سر پر چمک رہا ہے جب کہ میرے جسم پر اس کی کوئی چمک نہیں ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: تجھے عزت و شہرت ملے گی اور مکمل دین نصیب ہوگا۔ اور اگر سورج تیرے وجود پر چمکتا تو تو اس میں ڈوب جاتا لیکن سورج صرف تیرے سر پر چمکا ہے اسی لیے تجھے عزت و شہرت اور کامل دین نصیب ہوگا۔ حضرت ابراہیمؑ نے جب سورج کو چمکتے ہوئے دیکھا تھا تو کہا تھا کہ یہ میرا رب ہے، یہ بڑا ہے اور جب وہ غروب ہوا تھا تو انھوں نے

اس سے بیزاری کا اعلان کیا تھا۔ خواب دیکھنے والے نے آپ سے کہا:

"میں آپ پر قربان جاؤں' لوگ تو کہتے ہیں جو سورج کو دیکھے تو وہ خلیفہ یا بادشاہ بنتا ہے؟"

آپؑ نے فرمایا: تجھے خلافت نصیب نہ ہوگی اور نہ ہی تیرے آباء و اجداد میں کوئی بادشاہ تھا۔ دین اور خدائی نور سے بڑھ کر بھلا اور نعمت کیا ہوسکتی ہے جس سے تم جنت جانے کی اُمید رکھ سکتے ہو۔ اس شخص نے کہا: فرزندِ رسولؐ! آپؑ نے سچ فرمایا۔

جنھوں نے ایمان کو ظلم سے آلودہ نہیں کیا وہی ہدایت یافتہ ہیں

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ یَلْبِسُوْۤا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓىٕكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَ هُمْ مُّهْتَدُوْنَ۠

"وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان کو ظلم سے آلودہ نہ کیا ان کے لیے امن ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں"۔

تفسیر عیاشی میں مرقوم ہے کہ ابوبصیر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ یَلْبِسُوْۤا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ کی آیت پڑھ کر دریافت کیا۔ کیا اس ظلم میں زنا بھی شامل ہے؟

آپؑ نے فرمایا: میں ان سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں۔ زنا اس میں شامل نہیں ہے۔ وہ ایک گناہ ہے جب کوئی خدا کی بارگاہ میں اس سے توبہ کرتا ہے تو خدا قبول کر لیتا ہے۔ پھر آپؑ نے فرمایا: زنا' چوری اور شراب کا رسیا شخص بت پرست کی مانند ہے۔ حضرت یعقوب بن شعیبؒ کہتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے وَ لَمْ یَلْبِسُوْۤا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ کے متعلق کہا کہ اس میں گمراہی اور اس سے اوپر کے ظلم شامل ہیں۔

مجمع البیان میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی زبانی منقول ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو تمام لوگ پریشان ہوگئے۔ انھوں نے رسولؐ خدا سے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! ہم میں سے کون ایسا ہے جس نے اپنے نفس پر ظلم نہ کیا ہو؟

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس سے وہ چیز مراد نہیں ہے جو تم سمجھ رہے ہو۔ کیا تم نے عبدِ صالح (حضرت لقمانؑ) کا وہ قول نہیں پڑھا جو انھوں نے اپنے فرزند کو نصیحت کرتے ہوئے کہا تھا: یابنی لاتشرک باللہ ان الشرک لظلم عظیم، "اے فرزند! خدا کے ساتھ شرک نہ کرنا' شرک ظلم عظیم ہے"۔

اس آیت کے متعلق حضرت علی علیہ السلام سے یہ قول منقول ہے کہ یہ آیت حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول ہے۔

اصول کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے وَلَمْ يَلْبِسُوٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ کی آیت پڑھ کر فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس ولایت کا اعلان کیا تھا اس میں ظلم نہ کریں اور فلاں فلاں کی ولایت کے ساتھ اسے مخلوط نہ کریں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ "ظلم" سے شک مراد ہے۔

احتجاج طبرسی میں خطبہ غدیر منقول ہے اس میں مذکور ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علیؑ اور اولادِ علیؑ کی امامت بیان کی تو اس کے بعد آپؐ نے فرمایا:

آگاہ رہو! ان کے دوستوں کے متعلق اللہ نے یہ اعلان کیا ہے: اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ "وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان کو ظلم سے آلودہ نہ کیا تو ان کے لیے امن ہے اور وہ ہدایت یافتہ ہیں"۔

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے اپنے ایک طویل خطبہ میں یہ کلمات فرمائے جن کا ماحصل یہ ہے کہ صرف ایمانی دعویٰ ہی کافی نہیں ہے بلکہ ہدایت یافتہ ہونا بھی ضروری ہے جیسا کہ فرمان خداوندی ہے:

وَاِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى (طٰہٰ:۸۲)

"اور یقیناً میں بخشنے والا ہوں اسے جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیے پھر ہدایت یافتہ بنا"۔

لفظ ایمان صادق آنے کی وجہ سے نجات نصیب نہیں ہوتی۔ اگر ایسا ہوتا تو یہود و نصاریٰ اور توحید کا اقرار کرنے والے تمام افراد بشمول ابلیس کے سب کے سب نجات پا جاتے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ (وہ لوگ جو ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم سے آلودہ نہ کیا تو ان کے لیے امن ہے اور وہ ہدایت یافتہ ہیں)۔

نجات کا دارومدار ایمان پر ہے لیکن زبانی ایمان کافی نہیں ہے۔ نجات کے لیے ایسے ایمان کی ضرورت ہے جو دل کی گہرائیوں میں موجود ہو۔ اسی لیے کچھ لوگوں کی مذمت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ (المائدہ:۴۱) "وہ جنھوں نے زبان سے کہا کہ ہم ایمان لائے لیکن ان کے دل ایمان نہیں لائے"۔

الخرائج والجرائح میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ایک مرتبہ رسولؐ خدا صحابہ کے ساتھ

محو سفر تھے کہ آپؐ نے فرمایا: ان گھاٹیوں میں سے ایک شخص کچھ دیر بعد تمھارے پاس آئے گا جس نے تین دن سے کسی ساتھی کی شکل نہیں دیکھی۔

کچھ دیر بعد ایک اعرابی نمودار ہوا جس کی جلد اس کی ہڈیوں پر خشک ہو چکی تھی یعنی وہ ہڈیوں کا ڈھانچہ دکھائی دیتا تھا۔ اس کی آنکھیں سر میں دھنسی ہوئی تھیں اور جنگلی جڑی بوٹیاں کھانے کی وجہ سے اس کے ہونٹ سبز ہو چکے تھے۔ اس نے آتے ہی لوگوں سے پوچھا کہ نبی اکرم کہاں ہیں؟ اسے آنحضرتؐ کی خدمت میں لایا گیا۔ اس نے کہا: آپؐ مجھے کلمہ پڑھائیں میں اسلام قبول کرتا ہوں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اشھد ان لا الہ الا اللہ پڑھو اور میری رسالت کی گواہی دو۔ اس نے کہا کہ میں نے اقرار کیا۔ پھر آپؐ نے فرمایا: تمھیں نماز پنج گانہ پڑھنی ہوگی اور ماہِ رمضان کے روزے رکھنے ہوں گے۔

اس نے کہا میں اس کا بھی اقرار کرتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: تجھے بیت اللہ کا حج کرنا ہوگا اور زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی اور غسلِ جنابت کرنا ہوگا۔ اس نے کہا میں اس کا بھی اقرار کرتا ہوں۔

پھر اعرابی کا اونٹ پیچھے رہ گیا تھا۔ وہ اونٹ کی تلاش میں نکلا جب وہ کافی دیر تک واپس نہ آیا تو صحابہ نے اسے تلاش کیا۔ انھوں نے دیکھا کہ اس کا اُونٹ اور وہ ایک کھائی میں گرے پڑے ہیں اور دونوں کی گردنیں ٹوٹ چکی ہیں اور وہ مر چکے ہیں۔ نبی اکرمؐ کے حکم سے ایک خیمہ نصب کیا گیا جہاں اسے غسل میت دیا گیا۔ اسے کفن پہنایا گیا۔ نبی اکرمؐ اس خیمہ میں داخل ہوئے اور جب باہر آئے تو آپ کی جبین اطہر سے پسینہ کے قطرے ٹپک رہے تھے اور آپؐ نے فرمایا: یہ اعرابی مرتے وقت بھوکا تھا' یہ ان لوگوں میں سے ہے جو ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم سے آلودہ نہیں کیا۔ جنت کی حوریں اس کے پاس جنت کے میوے لے کر آئی ہوئی ہیں اور وہ مجھ سے کہتی ہیں کہ یارسولؐ اللہ! ہمارا اس سے نکاح کرا دو۔

نسلِ خلیل

وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ ......

''اور ہم نے اسے اسحاقؑ و یعقوبؑ جیسی اولاد بخشی۔ ہم نے سب کو ہدایت دی اور نوحؑ کو اس سے قبل ہدایت دی''......

کتاب کمال الدین وتمام النعمۃ میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے جس میں آپ

نے وصایت کے اتصال و تسلسل کے متعلق ارشاد فرمایا اور آپؑ نے فرمایا:

وصایت کا سلسلہ حضرت آدمؑ سے جاری ہوا اور یہ سلسلہ وہاں سے چلتا ہوا ابراہیم و یعقوب تک پہنچا: وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ۭ (البقرہ: ۱۳۲) ''ابراہیم نے اس کی وصیت اپنی اولاد کو کی تھی اور یعقوبؑ نے بھی اپنی اولاد کو اپنا وصی بنایا تھا''۔ اللہ تعالیٰ نے اسی ہدایت کے تسلسل کو یوں بیان فرمایا: وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ''اور ہم نے اسحاق و یعقوب جیسی اولاد عطا فرمائی''۔ یعنی ہم نے ابراہیم کی زحمات کا صلہ ان کی نسل میں نبوت دے کر عطا کیا۔ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ ''اور ہم نے اس سے پہلے نوح کو ہدایت کی تھی'' یعنی ہم نے انھیں یہ حکم دیا تھا کہ وہ سلسلہ وصایت اپنی نسل میں جاری کریں۔ چنانچہ یہ سلسلہ وصایت چلتا ہوا ابراہیم تک آیا اور حضرت ابراہیمؑ اور حضرت ہودؑ کے درمیان دس انبیاء کا فاصلہ تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے انعام کے سلسلہ کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ۭ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ۭ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَي الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَمِنْ اٰبَاۗىِٕهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَاۗءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ۝

''اور اس کی اولاد میں سے داؤد' سلیمان' ایوب' یوسف' موسیٰ اور ہارون کو ہدایت کی اور اس طرح سے ہم نیکوکاروں کو بدلہ دیتے ہیں اور زکریا' یحییٰ' عیسیٰ اور الیاس کو ہدایت دی وہ سب نیک لوگوں میں سے تھے۔ اور اسماعیل' الیسع' یونس اور لوط کو ہدایت دی' ان میں سے ہر ایک کو تمام جہانوں پر فضیلت دی۔ اور ان کے آباء اور ان کی نسل اور ان کے بھائیوں میں سے ہم نے انھیں چنا اور انھیں صراطِ مستقیم کی ہدایت کی۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھیں ہم نے کتاب' حکم اور نبوت عطا کی تھی۔ اگر یہ لوگ اس کا انکار کرتے ہیں تو کرتے رہیں۔ ہم نے اس کے لیے ایک قوم مقرر کر دی ہے جو اس کے منکر نہیں ہیں''۔

اللہ نے ہمیشہ تعلیمات انبیاءؑ کی حفاظت کے لیے ان کے افرادِ خانہ کو مقرر کیا ہے۔ اسی طرح سے اللہ نے اپنے حبیبؐ

کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ آپؐ کسی کے انکار کی پرواہ نہ کریں۔ اگر آپؐ کی اُمت آپ کی تعلیمات کا انکار کرتی ہے تو کرتی رہے، ہم نے آپؐ کے اہلِ بیت کو آپؐ کی تعلیمات کا نگہبان مقرر کر دیا ہے۔ وہ آپؐ کی تعلیمات کا کبھی انکار نہیں کریں گے اور میں اس ایمان کو ضائع نہیں ہونے دوں گا، جس کی آپؐ نے تبلیغ کی ہے اور تیرے بعد میں نے تیری اہل بیت کو لوگوں کے لیے ہدایت کا پرچم اور آپ کا جانشین بنایا ہے اور میں نے انھیں اپنے اس علم کا اہلِ استنباط بنایا ہے، جس میں نہ تو کوئی کذب ہے نہ کوئی گناہ ہے اور نہ کوئی بہتان ہے اور نہ کوئی تکبر و ریاء شامل ہے۔

اصول کافی میں بھی یہ روایت موجود ہے۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مذکور ہے کہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت داؤدؑ کے درمیان پانچ صدیوں کا فاصلہ تھا۔

حسنینؑ فرزندانِ رسولؐ ہیں

ابوالجارود بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: لوگ حسن و حسین علیہما السلام کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

میں نے کہا کہ لوگ انھیں فرزندانِ رسولؐ تسلیم نہیں کرتے۔

آپؑ نے فرمایا: اچھا یہ بتاؤ تم ان کے مقابلہ پر کون سی دلیل پیش کرتے ہو؟

میں نے کہا کہ ہم ان کے سامنے **وزکریا ویحییٰ وعیسٰی والیاس و کذٰلِکَ نجزی المحسنین** کی آیت پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو ماں کی وجہ سے نسلِ ابراہیم میں سے قرار دیا ہے، جب کہ حضرت مریمؑ اور حضرت ابراہیمؑ کے درمیان صدیوں کا فاصلہ ہے اور حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اور رسولؐ خدا کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں ہے۔ جب مریمؑ کا بیٹا ابراہیمؑ کا فرزند کہلا سکتا ہے تو حضرت فاطمہ زہراءؑ کے بیٹے رسولؐ خدا کے فرزند کیوں نہیں کہلا سکتے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: تمھاری اس دلیل کے جواب میں وہ کیا کہتے ہیں؟ میں نے کہا کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ نواسہ بیٹا تو کہلاتا ہے لیکن وہ صلبی بیٹا نہیں ہوتا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس کے علاوہ تم اور کون سی دلیل پیش کرتے ہو؟ میں نے کہا کہ ہم ان کے مقابلہ پر آیت مباہلہ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَکُمْ ...... کی آیت پڑھتے ہیں۔ رسولؐ خدا کو اللہ نے حکم دیا تھا کہ میدانِ مباہلہ میں

اپنے بیٹے ساتھ لے کر جائیں۔ رسولؐ خدا امام حسن اور حسین علیہما السلام کو ساتھ لے کر گئے تھے۔ لہٰذا قرآنی نص کے تحت حسنین علیہما السلام فرزندِ رسولؐ ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس دلیل کے جواب میں وہ کیا کہتے ہیں؟ میں نے کہا کہ وہ کہتے ہیں کہ نواسے کو اعزازی طور پر بیٹا کہا جاتا ہے ورنہ وہ صلبی بیٹا تھوڑا ہوتا ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تجھے قرآن مجید سے ایسی نص قطعی تسلیم کرانا چاہتا ہوں جس کا انکار کوئی کافر ہی کرسکتا ہے۔ میں نے کہا کہ مولا! وہ آیت پیش کریں جس سے حسنین علیہما السلام کو صلبی بیٹا ثابت کیا جا سکتا ہو۔

امام علیہ السلام نے اس کے جواب میں قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی: وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ ''تم پر تمھارے صلبی بیٹوں کی بیویاں حرام ہیں''۔

ابوالجارود! اب ہمارے مخالفین سے پوچھو کہ کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے حسنین علیہما السلام کی بیویوں سے نکاح کرنا حلال ہے؟ اگر وہ جواب میں ''ہاں'' کہیں تو انھوں نے جھوٹ بولا اور فسق و فجور کا مظاہرہ کیا اور وہ جواب میں ''نہیں'' کہیں تو اس حرمت کی وجہ یہی ہوگی کہ حسنین رسولؐ خدا کے صلبی بیٹے تھے۔ اسی لیے ان کی بیویاں رسولؐ خدا پر حرام کی گئی تھیں۔

اصول کافی میں بھی یہ روایت مذکور ہے۔ تفسیر عیاشی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

اللہ نے ماں کی وجہ سے عیسٰیؑ کو حضرت ابراہیمؑ کی اولاد قرار دیا اور فرمایا: وزکریا ویحییٰ وعیسٰی والیاس وکذلك نجزی المحسنین۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا استدلال

عیون الاخبار میں مرقوم ہے کہ ایک مرتبہ ہارون الرشید مدینہ منورہ آیا اور اس نے قبر رسولؐ پر کھڑے ہو کر السلام علیك یا بن عم (چچازاد بھائی! آپؐ پر ہمارا سلام) کہہ کر سلام کیا۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اٹھے اور آپؑ نے سلام کرتے ہوئے کہا: السلام علیك یا جداہ (نانا جان! آپؐ پر ہمارا سلام)

C15

ہارون الرشید نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے کہا کہ تم اولادِ فاطمہؑ اپنے آپ کو اولادِ رسول کہلاتے ہو حالانکہ رسولؐ خدا کی کوئی اولادِ نرینہ تھی ہی نہیں۔ سیدھی سی بات ہے تم ابوطالب کی اولاد ہو اور ہم عباس کی اولاد ہیں اور وہ دونوں بھائی تھے اور رسولؐ خدا کے چچا تھے۔ تم کس طرح سے اپنے آپ کو اولادِ رسول کہلاتے ہو؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: مجھے اس سوال کے جواب سے معاف ہی رکھو تو بہتر ہے۔

ہارون نے کہا: ایسا نہیں ہوسکتا میں آپ سے اس کا جواب ضرور پوچھوں گا کیونکہ تم لوگ یہ دعویٰ بھی کرتے ہو کہ تم قرآن کے حقیقی مفسر ہو اور تمھیں علمائے اسلام کی رائے اور ان کے قیاس کی بھی کوئی ضرورت نہیں ہے اور اپنے دعوئی کے اثبات کے لیے ﴿مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ﴾ (انعام:۳۸) (ہم نے کتاب میں کسی چیز کی کمی نہیں کی) کی آیت بھی پڑھتے ہو۔ تم اولادِ فاطمہؑ کے بزرگ ہو لہٰذا مجھے میرے اس سوال کا قران مجید سے تسلی بخش جواب دو۔

اس کے جواب میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے قرآن کی یہ آیت تلاوت فرمائیں: اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم. بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - ﴿وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ۭ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝﴾

آپؑ نے فرمایا: مجھے بتاؤ حضرت عیسیٰؑ کا باپ کون تھا؟

ہارون الرشید نے کہا: حضرت عیسیٰؑ باپ کے بغیر پیدا ہوئے تھے وہ ماں کی وجہ سے اولادِ ابراہیمؑ شمار کیے جاتے ہیں۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: جب عیسیٰؑ ماں کی وجہ سے اور وہ بھی صدیاں بعد اولادِ ابراہیم کہلا سکتے ہیں تو کیا ہم اپنی ماں زہرا سلام اللہ علیہا کی وجہ سے اولادِ رسولؐ نہیں کہلا سکتے؟

ایک اور روایت میں مذکور ہے کہ ہارون الرشید نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے فرمایا: تم اولادِ علیؑ رسولؐ خدا کے چچا ابوطالب کی اولاد ہو اور ہم بھی رسولؐ خدا کے چچا عباس کی اولاد ہیں تو ہم میں اور تم میں کیا فرق ہے؟

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: فرض کرو کہ اللہ تعالیٰ رسولؐ خدا کو دنیا میں دوبارہ بھیج دے اور وہ تجھ سے کہیں کہ میں شادی کرنا چاہتا ہوں، اپنی بیٹی سے میرا نکاح کردو۔ تو کیا تم اپنی بیٹی کا انھیں رشتہ دو گے؟

ہارون الرشید نے کہا: ضرور رشتہ دوں گا اور اس رشتہ کی وجہ سے پورے عرب پر فخر کروں گا۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: اب سنو ہمارا اور تمھارا یہی فرق ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم سے رشتہ طلب کرسکتے ہیں اور تم ان کو رشتہ دے سکتے ہو مگر حبیبؐ خدا نہ تو مجھ سے رشتہ طلب کرسکتے ہیں اور نہ ہی میں انھیں

رشتہ دے سکتا ہوں کیونکہ میری بیٹیاں شرعی طور پر ان کی بیٹیاں ہیں اور وہ ان پر حرام ہیں۔ (اضافۃ من المترجم)

خدائی نعمات کی ناقدری نہ کریں

محاسن برقی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپ نے فرمایا: ایک قوم کو خدا نے وسیع رزق عطا کیا جس کی وجہ سے انھوں نے سرکشی کی راہ اپنالی اور انھوں نے روٹی کی بے قدری شروع کر دی۔ سفید میدے کی روٹیوں کے ٹکڑے کر کے اپنی راہوں میں ڈالنے لگے۔ کچھ دنوں بعد اللہ نے خشک سالی شروع کی تو انھوں نے کہا کہ ہمارے گوداموں میں کئی سال کا غلہ موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے غلہ میں گھن پیدا کر دیا جس کی وجہ سے ان کا غلہ ناکارہ ہو گیا۔ آخر کار ان کی یہ حالت ہو گئی کہ روٹی کے پھینکے ہوئے ٹکڑے اٹھاتے تھے اور اسے دھو کر کھاتے تھے۔

اور ایک دفعہ مجھے (حضرت امام جعفر صادقؑ) بھی ابوالعباس (عباسی خلیفہ) کے دستر خوان پر جانے کا اتفاق ہوا تو میں نے وہاں بھی روٹی کی بے قدری ملاحظہ کی۔ ایسے ہی لوگوں کے متعلق اللہ نے فرمایا: وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ...... (النحل: ۱۱۲) ''اللہ ایک پرامن اور فارغ البال بستی کا واقعہ بیان کرتا ہے جس کا ہر طرف سے رزق آتا تھا مگر انھوں نے اللہ کی نعمات کا انکار کیا جس کی وجہ سے اللہ نے انھیں بھوک کا لباس پہنا دیا''۔

صالحین کی اقتدا میں سلامتی ہے

مصباح الشریعہ میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: عقل مند مومنین کے لیے اقتدا سے بڑھ کر کوئی اچھا راستہ نہیں ہے کیونکہ وہ صحیح اور واضح راستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پوری کائنات میں اپنے سب سے محترم بندے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا: اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ (ان لوگوں کو خدا نے ہدایت کی تھی آپ بھی ان کی ہدایت کی پیروی کریں)۔ اور اگر اقتدا سے کوئی اور راستہ بہتر ہوتا تو اللہ اپنے اولیاء و انبیاء کو اس پر چلنے کی دعوت دیتا۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سب سے حسین ترین ہدایت انبیاء کی ہدایت ہے۔

تفسیر عیاشی میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک شخص عبداللہ بن حسن کے پاس گیا اور اس سے حج کے مسائل دریافت کیے۔ انھوں نے کہا کہ تم جعفر صادق علیہ السلام کے پاس جاؤ اور یہ مسائل ان سے دریافت کرو۔ وہ شخص حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس آیا تو آپؑ نے اس سے کہا: کچھ دیر قبل میں نے تجھے عبداللہ بن حسن کے دروازے پر دیکھا تھا۔ اب یہاں کیسے آئے ہو؟

اس شخص نے کہا کہ مجھے کچھ مسائل حج معلوم کرنے تھے۔ جب میں نے عبداللہ بن حسن سے وہ مسائل پوچھے تو انھوں نے مجھے آپ کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا' اسی لیے میں آپ کے پاس چلا آیا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں' میں اس جماعت کا فرد ہوں جن کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے: أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ (ان لوگوں کو خدا نے ہدایت کی تھی آپ بھی ان کی ہدایت کی پیروی کریں)۔

پھر آپؑ نے فرمایا: تمھیں جو کچھ پوچھنا ہو' پوچھ لو۔

اس شخص نے آپ سے مسائل دریافت کیے اور آپؑ نے تمام مسائل کے جواب دیے۔

نہج البلاغہ میں حضرت علی علیہ السلام سے یہ جملہ منقول ہے: ''لوگو! اپنے پیغمبر کی ہدایت کی اتباع کرو' وہ سب سے افضل ہدایت ہے''۔

وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ إِذْ قَالُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَىٰ بَشَرٍ مِنْ شَيْءٍ ۗ قُلْ مَنْ أَنْزَلَ الْكِتَابَ الَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسَىٰ نُورًا وَهُدًى لِلنَّاسِ ۖ تَجْعَلُونَهُ قَرَاطِيسَ تُبْدُونَهَا وَتُخْفُونَ كَثِيرًا ۖ وَعُلِّمْتُمْ مَا لَمْ تَعْلَمُوا أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ ۖ قُلِ اللَّهُ ۖ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِي خَوْضِهِمْ يَلْعَبُونَ ﴿٩١﴾ وَهَٰذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ مُصَدِّقُ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ أُمَّ الْقُرَىٰ وَمَنْ حَوْلَهَا ۚ وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ يُؤْمِنُونَ بِهِ ۖ وَهُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ﴿٩٢﴾

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَلَمْ
يُوْحَ اِلَيْهِ شَیْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ ؕ
وَلَوْ تَرٰۤی اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْۤا
اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا
كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ
تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۹۳﴾ وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰی كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ
وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَمَا نَرٰی مَعَكُمْ
شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ؕ لَقَدْ تَّقَطَّعَ
بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۹۴﴾ اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ
وَالنَّوٰی ؕ يُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَیِّ ؕ
ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰی تُؤْفَكُوْنَ ﴿۹۵﴾ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا
وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۹۶﴾ وَهُوَ
الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ
قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۹۷﴾ وَهُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ
نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ

يَّفْقَهُوْنَ ﴿۹۸﴾ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۗ اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ ۗ اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۹۹﴾ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ۗ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۱﴾ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿۱۰۲﴾ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۫ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۰۳﴾

''اور ان لوگوں نے خدا کے متعلق صحیح اندازہ نہیں لگایا جب انھوں نے کہا کہ اللہ نے کسی انسان پر کچھ نازل ہی نہیں کیا۔ آپ کہہ دیں کہ وہ کتاب کس نے نازل کی تھی جسے موسیٰ لایا تھا جو کہ لوگوں کے لیے سراسر روشنی اور ہدایت تھی جسے تم پارہ پارہ کر کے رکھتے ہو۔ جس کا کچھ حصّہ ظاہر کرتے ہو اور بہت کچھ چھپاتے ہو جس کے ذریعہ سے تم کو وہ علم دیا گیا جو

نہ تمھیں حاصل تھا اور نہ تمھارے آباء واجداد کو حاصل تھا۔ آپ کہہ دیں کہ اللہ نے ہی اسے نازل کیا تھا۔ پھر آپؐ انھیں دلیل بازیوں میں کھیلنے کے لیے چھوڑ دو۔

اور یہ ایک کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے' برکت والی ہے یہ ان کتابوں کی تصدیق کرتی ہے جو اس سے پہلے آئی تھیں تا کہ آپ اس کے ذریعہ سے بستیوں کے مرکز (مکہ) اور اس کے اطراف میں رہنے والوں کو متنبہ کرو۔ وہ لوگ جو آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہ اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور وہ اپنی نمازوں کی پابندی کرتے ہیں۔

اور اس سے بڑھ کر بھلا ظالم اور کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹا بہتان گھڑے یا یہ کہے کہ مجھ پر وحی ہوئی ہے جب کہ اس پر کسی چیز کی وحی نہ کی گئی ہو' یا جو اللہ کی نازل کردہ وحی کے متعلق کہے کہ میں بھی ایسی چیز نازل کر کے دکھا دوں گا۔ کاش! تم ظالموں کی اس حالت کو دیکھ سکو جب وہ سکرات موت میں ڈبکیاں کھا رہے ہوتے ہیں اور ملائکہ اپنے ہاتھ بڑھا کر کہہ رہے ہوتے ہیں کہ آج اپنی جان نکال لو۔ آج تمھیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا کیونکہ تم خدا پر ناحق باتیں بنایا کرتے تھے اور تم اس کی آیات کے سامنے تکبر کیا کرتے تھے۔

تم ہمارے سامنے تن تنہا حاضر ہو گئے جیسا کہ ہم نے تمھیں پہلی مرتبہ اکیلا پیدا کیا تھا اور ہم نے تمھیں دنیا میں جو کچھ عطا کیا تھا وہ تم پیچھے چھوڑ آئے ہو اور ہمیں تمھارے ساتھ تمھارے وہ سفارشی دکھائی نہیں دیتے جن کے متعلق تم سمجھتے ہو کہ تمھارے کام بنانے میں ان کا بھی کچھ حصّہ ہے۔ تمھارے آپس کے سب رابطے ٹوٹ گئے ہیں اور تم سے وہ سب گم ہو چکے ہیں جن کے متعلق تم شراکت کا گمان کیا کرتے تھے۔ بے شک دانے اور گٹھلی کو شگافتہ کرنے والا اللہ ہی ہے۔ وہ زندہ کو مُردہ سے نکالتا ہے اور مُردہ کو زندہ سے نکالنے والا ہے۔ یہ سب کام کرنے والا اللہ ہے تم کدھر بہکے چلے جا رہے ہو؟

پردہ شب کو چاک کر کے وہی صبح نکالتا ہے۔ اس نے رات کو سکون کا وقت بنایا اور اس نے

سورج اور چاند کے طلوع و غروب کا حساب مقرر کیا ہے۔ یہ غالب اور صاحبِ علم کے ٹھیرائے ہوئے اندازے ہیں۔ اور وہی ہے جس نے تمھارے لیے ستارے بنائے تاکہ ان کے ذریعہ سے تم صحرا اور سمندر کی تاریکیوں میں راستہ معلوم کرسکو۔ ہم نے صاحبانِ علم کے لیے اپنی نشانیاں کھول کر بیان کردی ہیں۔

اور وہی تو ہے جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا۔ پھر ہر ایک کے لیے ایک جائے قرار ہے اور ایک اس کے سونپے جانے کی جگہ ہے۔ ہم نے سمجھ بوجھ رکھنے والوں کے لیے اپنی آیات کھول کر بیان کردی ہیں۔

اور وہ وہی ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا۔ پھر ہم نے اس کے ذریعہ سے تمام نباتات اُگائیں۔ پھر اس سے ہرے بھرے کھیت اور درخت پیدا کیے۔ ان سے ہم تہ بہ تہ چڑھے ہوئے دانے نکالتے ہیں اور کھجور کے شگوفوں سے پھلوں کے گچھے کے گچھے پیدا کیے جو بوجھ کی وجہ سے جھکے ہوئے ہیں۔ اور انگور، زیتون اور انار کے باغ لگائے جن کے پھل ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں اور پھر ان میں سے ہر ایک کی خصوصیات جدا جدا بھی ہیں۔ جب یہ درخت پھلتے ہیں تو ان میں پھل آنے اور ان کے پکنے کی کیفیت کو غور سے دیکھو۔ ایمان رکھنے والوں کے لیے ان میں نشانیاں ہیں۔

(اس کے باوجود) لوگوں نے جنات کو خدا کا شریک ٹھیرالیا حالانکہ خدا نے انھیں پیدا کیا ہے اور انھوں نے اپنی جہالت سے خدا کے لیے بیٹے اور بیٹیاں بناڈالیں حالانکہ وہ ان اوصاف سے پاک و پاکیزہ ہے جو یہ بیان کر رہے ہیں۔ وہ آسمانوں اور زمین کا مُوجد ہے۔ اس کے ہاں بیٹا کیسے ہوگا جب کہ اس کے ہاں تو کوئی بیوی ہی نہیں ہے اور اسی نے تمام چیزوں کو پیدا کیا ہے اور وہ تمام چیزوں کے جاننے والا ہے۔

وہی اللہ تو تمھارا رب ہے۔ اس کے علاوہ کوئی معبُود نہیں ہے۔ وہ ہر شے کا خالق ہے۔ تم

سب اسی کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز کا کفیل ہے۔ نگاہیں اس کو نہیں پا سکتیں اور وہ نگاہوں کو پالیتا ہے۔ وہ نہایت باریک بین اور باخبر ہے"۔

خدا کا وصف بیان کرنا ناممکن ہے

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ

"ان لوگوں نے خدا کی شان کا صحیح اندازہ نہیں لگایا"۔

اصول کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اللہ کی وصف بیان نہیں کی جاسکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے: وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ (ان لوگوں نے خدا کی شان کا صحیح اندازہ نہیں لگایا) اسی لیے اس کی جو بھی وصف بیان کی جائے گی خدا کی شان اس سے کہیں بلند و بالا ہوگی)۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے بھی یہی روایت منقول ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: کائنات کا کوئی بھی فرد خدا کی شان کا تعین نہیں کرسکتا۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ کے ضمن میں مرقوم ہے کہ اللہ کی عظمت اتنی زیادہ ہے کہ لوگ اس کی توصیف بیان کرنے سے قاصر ہیں۔ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ (جب انھوں نے کہا کہ اللہ نے کسی انسان پر کچھ بھی نازل نہیں کیا)۔ یہ بات قریشِ مکہ اور یہودیوں نے کی تھی۔

اس کے جواب میں اللہ نے یہودیوں سے فرمایا: قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِیْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِیْسَ تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِیْرًا ۚ وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ ۗ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ یَلْعَبُوْنَ ﴿۹۱﴾ "آپ کہہ دیں کہ اگر یہی بات درست ہے کہ اللہ نے کسی انسان پر کچھ بھی نہیں اتارا تو اس کتاب کو کس نے اتارا تھا جو موسیٰؑ پر نازل ہوئی تھی جو کہ لوگوں کے لیے سراسر نور و ہدایت تھی۔ تم جس کے پارے بناتے ہو اس کے کچھ حصہ کو ظاہر کرتے ہو یعنی لوگوں کے سامنے پڑھتے ہو اور اوصاف رسولؐ کے بڑے حصے کو چھپاتے ہو اور تمھیں وہ علم دیا گیا جس سے تم اور تمھارے آباء و اجداد ناواقف تھے۔ آخر اس کتاب کو کس نے اُتارا تھا؟ آپ کہہ دیں کہ اللہ نے ہی اسے نازل کیا تھا، پھر آپ انھیں ان کی دلیل بازیوں میں کھیلنے کے لیے چھوڑ دیں"۔

سب سے بڑے ظالم کون؟

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَلَمْ یُوْحَ اِلَیْهِ شَیْءٌ

''اور اس سے بڑھ کر بھلا بڑا ظالم اور کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹا بہتان گھڑے یا یہ کہے کہ مجھ پر وحی ہوئی ہے یا جو یہ کہے کہ میں بھی ایسی چیز نازل کروں گا جیسی کہ خدا نے اُتاری ہے''۔

اصول کافی میں صادقین علیہما السلام میں سے ایک بزرگوار سے منقول ہے کہ یہ آیت ابن ابی سرح کے متعلق نازل ہوئی ہے جسے خلیفہ ثالث نے اپنے دورِ حکومت میں مصر کا گورنر مقرر کیا تھا۔ فتح مکہ کے دن رسولؐ خدا نے اس کا خون رائیگاں قرار دیا تھا اور وہ شخص کچھ دن تک وحی لکھتا تھا۔ جب اللہ اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ نازل کرتا تو وہ اَنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ لکھ دیتا تھا۔ رسولؐ خدا اس سے فرماتے تھے کہ اللہ واقعی علیم وحکیم ہے لیکن آیت میں عزیز حکیم کے الفاظ نازل ہوئے ہیں۔

یہ بدبخت منافقین سے کہتا تھا کہ جیسا میں چاہتا ہوں اپنی مرضی سے قرآن میں تبدیلی کر دیتا ہوں۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری تبدیلی پر کوئی اعتراض نہیں کرتے۔ اس جیسا قرآن تو میں خود بھی اُتار سکتا ہوں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا...... کی آیت نازل فرمائی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: عبداللہ بن سعد بن ابی سرح حضرت عثمان کا رضاعی بھائی تھا۔ اس نے اسلام قبول کیا اور مدینہ آ گیا۔ وہ خوش نویس تھا۔ جب رسولؐ خدا پر وحی نازل ہوتی تو آپؐ اسے بلاتے اور اسے وحی سنا کر کہتے کہ ان آیات کو لکھ لو۔ رسولؐ خدا جس آیت میں ''سمیع بصیر'' پڑھتے تو وہ اپنی طرف سے تحریف کر کے ''سمیع علیم'' لکھ دیتا تھا اور جب رسولؐ خدا ''واللّٰہ بما تعملون خبیر'' پڑھتے تو وہ ''خبیر'' کی بجائے ''بصیر'' لکھتا تھا اور وہ ''تا'' کی جگہ ''یا'' اور ''یا'' کی جگہ ''تا'' لکھتا تھا۔ اور رسولؐ خدا بھی کہتے تھے کہ کوئی حرج نہیں بات ایک ہی ہے۔ کچھ دنوں بعد وہ مرتد ہو کر مکہ چلا گیا اور اس نے وہاں جا کر قریش سے کہا کہ محمد کو تو کچھ پتہ ہی نہیں چلتا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ اس جیسی وحی تو میں خود ہی بنا لیتا ہوں۔ میں اس کی وحی میں تبدیلی کرتا تھا تو وہ کہتا تھا کہ کوئی حرج نہیں ہے۔ اس جیسا قرآن تو میں خود بھی اتار سکتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی: وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَلَمْ یُوْحَ اِلَیْهِ شَیْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ ''اس سے بڑھ کر بھلا ظالم اور کون ہوگا جو خدا پر جھوٹ تراشے یا کہے کہ میری طرف وحی ہوئی ہے جب کہ اس کی طرف کچھ بھی وحی نازل نہ ہوئی ہو اور جو کہے کہ میں بھی ایسا ہی کلام نازل کروں گا جیسا کہ اللہ نے نازل کیا ہے''۔

جب فتح مکہ ہوئی تو رسولؐ خدا نے اس کے قتل کا حکم جاری کر دیا تھا۔ حضرت عثمان اس کا ہاتھ پکڑ کر رسولؐ خدا کے پاس لے آئے۔ اس وقت آپؐ مسجد الحرام میں تشریف فرما تھے اور حضرت عثمان نے اس کے لیے معافی کی درخواست کی۔ آپؐ خاموش رہے۔ انھوں نے دوبارہ معافی کی درخواست کی تو آپؐ خاموش رہے۔ انھوں نے تیسری بار درخواست کی تو آپؐ نے فرمایا: اسے تیرے لیے معاف کیا ہے۔ جب وہ چلا گیا تو رسولؐ خدا نے اپنے صحابہ سے کہا: کیا میں نے تم سے یہ نہیں کہا تھا کہ اسے جو بھی دیکھ لے تو اس کو قتل کر دے۔ ایک شخص نے کہا: یارسولؐ اللہ! میری نگاہیں آپؐ پر مرکوز تھیں۔ اگر آپؐ آنکھ سے اشارہ کر دیتے تو میں اسے قتل کر دیتا۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: انبیاء اشارہ سے کسی کو قتل نہیں کراتے۔ چنانچہ اس کا شمار "طلقاء" کے طبقہ میں ہوتا تھا۔

تفسیر عیاشی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ کی آیت مجیدہ میں وہ شخص بھی شامل ہے جس نے امامت کا جھوٹا دعویٰ کیا ہو۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ موت کے وقت ملائکہ ہاتھ دراز کر کے کافروں سے کہتے ہیں: اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ (آج تمھیں ذلت آمیز بدلہ دیا جائے گا) اس سے مراد یہ ہے کہ کافر موت کے وقت پیاسا مرتا ہے۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں ہے کہ وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْۤا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ۗ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ (کاش آپ اس وقت دیکھتے جب ظالم سکراتِ موت میں ڈبکیاں کھا رہے ہوتے ہیں اور ملائکہ اپنے ہاتھ بڑھا کر ان سے کہتے ہیں کہ آج اپنی جان خود نکال لو۔ آج تمھیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا کیونکہ تم خدا پر ناحق باتیں بنایا کرتے تھے اور تم اس کی آیات کے سامنے تکبر کیا کرتے تھے) کی آیت مجیدہ کے متعلق حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ آیت دشمنانِ آلِ محمدؐ کے متعلق نازل ہوئی اور اس آیت میں ان کے برے انجام کی خبر دی گئی ہے اور وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا (اور کیا بات ہے آج ہمیں تمھارے وہ سفارش کرنے والے دکھائی نہیں دیتے جن کے متعلق تم یہ گمان کیا کرتے تھے کہ تمھارا کام بنانے میں ان کا بھی کچھ حصہ ہے) کی آیت میں جن سفارش کنندگان کی گمشدگی کی خبر دی گئی ہے اس سے لوگوں کے جھوٹے امام مراد ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ۝ (تمھارے

آپس کے سب رابطے ٹوٹ چکے ہیں اور وہ سب تم سے گم ہوگئے ہیں جن کی شراکت کا تم گمان کیا کرتے تھے) اس آیت مجیدہ کے مصادیق میں معاویہ، بنی امیہ کے بھائی بند اور ان کے ائمہ بھی شامل ہیں۔

قیامت کے روز ہر شخص تن تنہا پیش ہوگا

وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فُرَادَىٰ كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ

''اور تم ہمارے سامنے تن تنہا آؤ گے جیسا کہ ہم نے تمھیں تن تنہا پیدا کیا تھا''۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ کے مفہوم کے متعلق رسولؐ خدا سے ایک حدیث منقول ہے، آپؐ نے فرمایا: قیامت کے دن تم برہنہ پیش کیے جاؤ گے۔ جب رسولؐ خدا نے یہ الفاظ کہے تو بی بی عائشہ نے کہا: ہائے ہماری بے پردگی! کیا اس دن مرد وعورت ایک دوسرے کی شرم گاہوں کو دیکھیں گے؟

رسولؐ خدا نے فرمایا: اس دن ہر شخص کو اپنی فکر پڑی ہوگی کسی کو دوسرے کی طرف نگاہ کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہوگی۔

الخرائج والجرائح میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے، آپؐ نے فرمایا: جب میری چچی اماں فاطمہ بنت اسد نے وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فُرَادَىٰ كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ کی آیت سنی تو انھوں نے چیخ کر کہا تھا کہ یا رسولؐ اللہ! خدا سے کہیں کہ وہ مجھے برہنگی سے محفوظ رکھے۔ پھر اس نے مجھ سے منکر نکیر کے متعلق پوچھا تو میں نے ان کی سخت گیری کا تذکرہ کیا۔ میری چچی اماں نے مجھ سے کہا: یا رسولؐ اللہ! اللہ سے دعا مانگیں کہ وہ مجھے منکر ونکیر نہ دکھائے اور میری قبر کو وسیع کرے اور مجھے میرے کفن میں محشور فرمائے۔ میں نے اللہ سے یہ دعائیں مانگیں، اللہ تعالیٰ نے میری یہ تمام دعائیں قبول فرمائیں۔

اصول کافی میں بھی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ روایت منقول ہے۔

الکافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا: اپنے مُردوں کو اچھا کفن پہناؤ۔ تم نے اسی کفن میں اٹھنا ہے۔

الفقیہ میں امام علیہ السلام کا فرمان ہے کہ اپنے مُردوں کو اچھا کفن پہناؤ یہ ان کے لیے زینت ہے۔

احتجاج طبرسی میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک سائل نے آپؑ سے عرض کیا: یہ بتائیں لوگ قیامت کے دن لباس میں اٹھیں گے یا برہنہ ہو کر اٹھیں گے؟

آپؑ نے فرمایا: لوگ اپنے اپنے کفن میں اٹھائے جائیں گے۔ سائل نے کہا: کفن تو فرسودہ ہو چکے ہوں گے بھلا اس وقت کفن کہاں سے آئے گا؟

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: جو خدا ان کے فرسودہ اجسام کو از سر نو زندگی دے گا وہی ان کے لیے کفن کو بھی نیا بنا دے گا۔ سائل نے کہا: اگر کسی کو کفن نہ ملا ہو تو؟

آپؑ نے فرمایا: خدا جس طرح سے چاہے گا اس کی ستر پوشی کرے گا۔ سائل نے کہا: قیامت کے دن لوگ صف بنا کر پیش ہوں گے؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں، زمین کے عرض پر ایک لاکھ بیس ہزار صفیں ہوں گی۔

اصول کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک روایت منقول ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے خلقتِ آدم کا ارادہ کیا تو روزِ جمعہ کی پہلی ساعت میں جبریلؑ کو بھیجا اور اس نے ساتویں آسمان سے ہاتھ دراز کیا اور ہر آسمان سے کچھ مقدار میں خاک اٹھائی۔ پھر اس نے زمین کی طرف ہاتھ بڑھایا اور ساتوں زمینوں میں خاک اُٹھائی۔ پھر اللہ نے اس خاک سے کہا جو اس کی دائیں مشت میں تھی کہ میں تجھ سے انبیاءؑ، رسلؑ، اوصیاءؑ، صدیقین، مومنین اور خوش نصیب افراد پیدا کروں گا اور جنھیں میں نے عزت دینا ہوگی وہ سب کے سب تجھ سے پیدا کروں گا اور بائیں مشت سے کہا کہ میں تجھ سے جابر، مشرک، کافر اور طاغوت صفت افراد پیدا کروں گا اور جنھیں میں نے ذلت و رسوائی سے ہمکنار کرنا ہوگا وہ سب کے سب تجھ سے ہی بناؤں گا۔ اس کے بعد اللہ نے دونوں طینتوں کو آپس میں ملا دیا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اِنَّ اللّٰہَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰی "حب" سے مومن کی طینت مراد ہے جس پر اللہ نے اپنی محبت کو ڈالا ہے اور "نویٰ" کافروں کی طینت ہے۔ اور لفظ نویٰ "نا" سے مشتق ہے جس کے معنی دُور ہونے کے ہیں۔ کافروں کی طینت ہر چیز سے دُور ہے۔ اسی لیے اسے "نویٰ" کہا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا: یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَیِّتِ مِنَ الْحَیِّ (اللہ مُردہ سے زندہ کو نکالتا ہے اور زندہ سے مُردہ کو نکالنے والا ہے) زندہ سے مراد مومن ہے جس کی طینت کافر کی طینت سے برآمد ہوتی ہے اور مُردہ سے مراد کافر ہے جس کی طینت مومن کی طینت سے برآمد ہوتی ہے۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰی کا مقصد یہ ہے کہ اپنی محبوب مخلوق کا بھی خالق ہے اور جو لوگ حق سے دُور ہیں ان کا بھی خالق ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ فَالِقُ الْحَبِّ کا یہ مفہوم ہے کہ وہ ائمہ سے علم کو

شگافتہ کرتا ہے اور ''نویٰ'' سے مراد وہ لوگ ہیں جو حق سے دُور ہیں۔ اللہ زندہ کو مُردہ سے اور مُردہ کو زندہ سے برآمد کرتا ہے' کا مقصد یہ ہے کہ اللہ کافر سے مومن کو پیدا کرتا ہے اور مومن سے کافر کو پیدا کرتا ہے۔

تفسیر عیاشی میں ہے: إِنَّ اللَّهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى کہ اللہ ''حب ونویٰ'' کا شگافتہ کرنے والا ہے۔ ''حب'' سے مومن مراد ہے جیسا کہ اللہ نے کہا ہے: وَأَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّي (طٰہٰ:۳۹) ''میں نے اپنی طرف سے تجھ پر محبت ڈال دی ہے) اور ''نویٰ'' سے کافر مراد ہے جو حق کو قبول نہ کرے اور وہ حق سے دُور ہو''۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: جب تمھیں حاجات طلب کرنا ہوں تو دن کے وقت طلب کرو کیونکہ اللہ نے حیاء کو آنکھوں میں رکھا ہے اور جب تمھیں شادی کرنا ہو تو رات کے وقت کرو کیونکہ اللہ نے رات کو سکون کا ذریعہ بنایا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: شادی رات کے وقت کرو کیونکہ اللہ نے اسے ذریعۂ سکون بنایا ہے اور رات کو حاجات طلب نہ کرو کیونکہ وہ تاریک ہوتی ہے۔

فالقِ الاصباح

کتاب اہلیلجہ میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اگر اللہ دن اور رات میں سے کسی کو طویل عرصہ تک قائم کر دیتا تو پھر رزق روزی کا حصول مشکل ہو جاتا۔ اسی لیے کائنات کے مدبر اور خالق نے دن کو روشن اور رات کو سکون کا ذریعہ بنایا ہے۔

تہذیب الاحکام میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے غلاموں کو رات کے وقت جانور ذبح کرنے سے روکتے تھے اور فرماتے تھے کہ جب تک فجر طلوع نہ ہو اُس وقت تک جانور ذبح نہ کرو کیونکہ اللہ نے رات کو ہر چیز کے لیے باعث سکون بنایا ہے۔

ایک سائل نے امام علیہ السلام سے کہا کہ مولاؑ! اگر ہمیں اندیشہ ہو کہ طلوعِ فجر سے پہلے جانور مر جائے گا تو پھر کیا کریں؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: اگر تجھے جانور کی موت کا خوف ہو تو پھر رات کے وقت ذبح کرلو۔

الکافی میں ہے کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ سنت یہ ہے کہ شادی رات کے وقت کی جائے کیونکہ اللہ نے رات کو ذریعہ سکون بنایا ہے اور بیویاں بھی ذریعہ سکون ہیں۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ''میسرہ'' سے فرمایا: میسرہ! شادی رات کے وقت کرو۔ اللہ نے اسے ذریعہ سکون

بنایا ہے۔
نہج البلاغہ میں امیر المومنین علیہ السلام کا یہ فرمان منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: رات کے پہلے حصّہ میں سفر نہ کرو۔ اللہ نے اسے ذریعہ سکون بنایا ہے۔ اس وقت قیام کرو اور اپنے جسم اور اپنی پشت کو آرام پہنچاؤ۔

ستارے ہدایت کا ذریعہ ہیں

وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ

''اور وہی ہے جس نے تمھارے لیے ستارے بنائے تا کہ ان کے ذریعہ سے تم صحرا اور سمندر کی تاریکیوں میں راستہ معلوم کر سکو''۔

ستارے لوگوں کو راہوں اور سمتوں کی رہنمائی فراہم کرتے ہیں اور ستاروں کو دیکھ کر لوگ رات کے وقت صحیح راستے کا تعین کرتے ہیں اور سمندری جہاز بھی ستاروں کی رہنمائی میں اپنی منزل کی طرف گامزن رہتے ہیں۔ اگر ستارے نہ ہوتے تو لوگوں کو رات کے وقت راستہ تلاش کرنے میں دشواری ہوتی۔

تفسیر علی بن ابراہیم کی ایک روایت کا ماحصل یہ ہے کہ جس طرح سے ستارے تاریکیوں میں راہ دکھاتے ہیں اسی طرح سے آلِ محمدؐ بھی گمراہیوں اور بدعات کی تاریکیوں میں رہنمائی کرتے ہیں۔

سارے انسان نفسِ واحدہ سے پیدا کیے گئے

وَهُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّفْقَهُوْنَ ﴿۹۸﴾

''اور وہ وہی تو ہے جس نے تمھیں نفسِ واحدہ سے پیدا کیا پھر ایک کے لیے ایک جائے قرار اور ایک سونپے جانے کی جگہ ہے۔ ہم نے سمجھ بوجھ رکھنے والوں کے لیے اپنی آیات کھول کر بیان کر دی ہیں''۔

تفسیر عیاشی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ''مستقر'' اور ''مستودع'' کے متعلق پوچھا گیا تو آپؑ نے ہر شخص کے لیے رحم مادر ''مستقر'' یعنی جائے قرار ہے اور صلب پدر وقتی طور پر سونپے جانے کا مقام ہے۔ پھر آپ

نے فرمایا: ایمان بھی دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک مستقر ایمان ہوتا ہے جو قائم رہتا ہے اور جسے کوئی طوفان متزلزل نہیں کر سکتا اور ایک ایمان وقتی طور پر ہوتا ہے جو بعد میں قائم نہیں رہتا۔ اس ایمان کو ''ایمان مستودع'' کہا جاتا ہے۔ زبیر رسولؐ خدا کی حیاتِ طیبہ میں ایمان کے نور میں رہا اور آپؐ کی وفات کے بعد اس نے تلوار نکال کر یہ کہا تھا کہ ہم علیؑ کے علاوہ کسی اور کی بیعت نہیں کریں گے۔

تہذیب الاحکام میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ روزِ غدیر دو رکعت نماز شکرانہ ادا کرو۔ پھر اس کے بعد یہ دعا پڑھو: (اور اس دعا میں یہ الفاظ بھی ہیں) خدایا! نعمت ایمان کو ہمارے دلوں میں ''مستقر'' بنانا اور اسے ''مستودع'' نہ بنانا۔

تفسیر عیاشی میں ابوبصیر کا بیان ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے مجھ سے کہا: وَهُوَ الَّذِيٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ کی آیت مجیدہ کے متعلق تمہارے شہر کے لوگ کیا کہتے ہیں؟

میں نے کہا کہ وہ کہتے ہیں رحم مادر ''مستقر'' ہے اور صلب پدر ''مستودع'' ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: انھوں نے غلط کہا ہے: ''مستقر'' اس ایمان کو کہا جاتا ہے جو دل میں قائم اور راسخ ہو جو کبھی دل سے رخصت نہ ہو اور ''مستودع'' وہ ایمان ہے جو وقتی ہو اور پھر دل سے سلب ہو جائے۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے بھی ''مستقر'' اور ''مستودع'' کی یہی تشریح کی۔

صفوان کہتے ہیں کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے مجھ سے پوچھا: یحییٰ بن قاسم حذاء مر گیا ہے؟

میں نے کہا: جی ہاں اور زرعہ بھی مر گیا ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: میرے والد علیہ السلام کہتے تھے کہ ایک ایمان مستقر ہوتا ہے جو دلوں میں راسخ ہوتا ہے اور ایک ایمان مستودع ہوتا ہے جو کچھ دیر کے لیے ہوتا ہے، پھر دلوں سے ہٹا لیا جاتا ہے۔

آسمانوں اور زمین کا موجد

مجمع البیان میں ہے کہ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ کے متعلق منقول ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام لفظ ''جنات'' کی ''تا'' پر پیش پڑھتے تھے۔ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یعنی آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والا اور انھیں پہلے سے موجود کسی چیز

سے نہیں بنایا اور کسی مثال کو سامنے رکھ کر بھی نہیں بنایا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے یہی مفہوم منقول ہے۔

اللہ ہر چیز کا خالق ہے

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ

''وہی اللہ تو تمھارا رب ہے اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے' وہ ہر چیز کا خالق ہے''۔

عیون الاخبار میں مرقوم ہے کہ حسین بن خالد بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: جان لو! خدا تمھیں بھلائی کی تعلیم دے کہ اللہ تعالیٰ قدیم ہے اور ''قدم'' اس کی صفت ہے جو اہلِ عقل کو یہ رہنمائی فراہم کرتی ہے کہ اس سے قبل کوئی چیز نہیں تھی اور اس کے دائم ہونے میں کوئی چیز اس کے ساتھ نہیں ہے اور اس کی بقاء میں کوئی شے اس کے ساتھ نہیں ہے اور جو لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ خدا سے قبل یا اس کے ساتھ کوئی چیز تھی۔ ان کا قول باطل ہے اور اگر کوئی چیز اس کے ساتھ بقاء میں شریک ہوتی تو وہ اس کا خالق نہ ہوتا کیونکہ پہلے سے موجود چیز کو خلق کرنا بے معنی ہے۔ اگر اس سے قبل کوئی چیز ہوتی تو وہ اوّل وہ ہوتی' یہ نہ ہوتا اور اوّل چیز ثانی چیز کی خالق ہوتی۔ اصولِ کافی میں بھی یہی روایت مذکور ہے۔

عیون الاخبار میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کا وہ رسالہ مرقوم ہے جو آپؑ نے مامون کی خواہش پر لکھا تھا اور اس میں آپؑ نے دین کے بنیادی عقائد کی وضاحت کی تھی۔ اس رسالہ میں امام عالی مقام نے لکھا: بندوں کے افعال مخلوق ہیں لیکن ان کی خلقت کی نوعیت تقدیری ہے تکوینی نہیں ہے۔ اللہ نے ہر چیز کو خلق کیا۔ ہم جبر و تفویض کا عقیدہ نہیں رکھتے۔

حمران بن سلیمان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کو خط لکھا اور اس میں دریافت کیا کہ بندوں کے افعال مخلوق ہیں یا غیر مخلوق ہیں؟

حضرت امام علیہ السلام نے جواب میں لکھا: بندوں کی تخلیق سے دو ہزار برس قبل بندوں کے اعمال اللہ کے علم میں مقدر تھے۔

کتاب الخصال میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: بندوں کے افعال مخلوق ہیں البتہ ان کی نوعیت خلقت تقدیری کی ہے خلقتِ تکوینی کی نہیں ہے۔ اللہ ہر چیز کا خالق ہے۔ ہم جبر و تفویض کا عقیدہ نہیں رکھتے۔

C16

ے نہیں بنایا اور کسی مثال کو سامنے رکھ کر بھی نہیں بنایا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے یہی مفہوم منقول ہے۔

اللہ ہر چیز کا خالق ہے

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ

''وہی اللہ تو تمھارا رب ہے اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے' وہ ہر چیز کا خالق ہے''۔

عیون الاخبار میں مرقوم ہے کہ حسین بن خالد بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: جان لو! خدا تمھیں بھلائی کی تعلیم دے کہ اللہ تعالیٰ قدیم ہے اور ''قدم'' اس کی صفت ہے جو اہل عقل کو یہ رہنمائی فراہم کرتی ہے کہ اس سے قبل کوئی چیز نہیں تھی اور اس کے دائم ہونے میں کوئی چیز اس کے ساتھ نہیں ہے اور اس کی بقاء میں کوئی شے اس کے ساتھ نہیں ہے اور جو لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ خدا سے قبل یا اس کے ساتھ کوئی چیز تھی۔ ان کا قول باطل ہے اور اگر کوئی چیز اس کے ساتھ بقاء میں شریک ہوتی تو وہ اس کا خالق نہ ہوتا کیونکہ پہلے سے موجود چیز کو خلق کرنا بے معنی ہے۔ اگر اس سے قبل کوئی چیز ہوتی تو وہ اوّل وہ ہوتی' یہ نہ ہوتا اور اوّل چیز ثانی چیز کی خالق ہوتی۔ اصول کافی میں بھی یہی روایت مذکور ہے۔

عیون الاخبار میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کا وہ رسالہ مرقوم ہے جو آپؑ نے مامون کی خواہش پر لکھا تھا اور اس میں آپؑ نے دین کے بنیادی عقائد کی وضاحت کی تھی۔ اس رسالہ میں امام عالی مقام نے لکھا: بندوں کے افعال مخلوق ہیں لیکن ان کی خلقت کی نوعیت تقدیری ہے تکوینی نہیں ہے۔ اللہ نے ہر چیز کو خلق کیا۔ ہم جبر و تفویض کا عقیدہ نہیں رکھتے۔

حمران بن سلیمان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کو خط لکھا اور اس میں دریافت کیا کہ بندوں کے افعال مخلوق ہیں یا غیر مخلوق ہیں؟

حضرت امام علیہ السلام نے جواب میں لکھا: بندوں کی تخلیق سے دو ہزار برس قبل بندوں کے اعمال اللہ کے علم میں مقدر تھے۔

کتاب الخصال میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: بندوں کے افعال مخلوق ہیں البتہ ان کی نوعیت خلقت تقدیری کی ہے خلقتِ تکوینی کی نہیں ہے۔ اللہ ہر چیز کا خالق ہے۔ ہم جبر و تفویض کا عقیدہ نہیں رکھتے۔

خدا کی رؤیت ناممکن ہے

کتاب التوحید میں صفوان بن یحیٰی سے منقول ہے کہ ابوقرہ محدث نے مجھ سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ میں اسے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں لے چلوں۔ چنانچہ میں نے امام علیہ السلام سے اس کے لیے اجازت طلب کی۔ آپؑ نے اجازت دی تو وہ میرے ساتھ امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے آپؑ سے حلال وحرام کے کچھ مسائل دریافت کیے۔ آپؑ نے ان کے جواب دیئے۔ آخرکار مسئلہ توحید زیر بحث کیا۔ ابوقرہ نے کہا: فرزندِ رسولؐ! ہم تک یہ روایت پہنچی ہے کہ اللہ نے کلام اور رؤیت کے شرف کو دو افراد میں تقسیم کیا۔ اللہ نے کلام کا شرف موسٰی علیہ السلام کو عطا کیا تھا اور رؤیت ومشاہدہ کا شرف محمد مصطفٰیؐ کو عطا کیا۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: اچھا یہ بتاؤ کہ جن وانس تک لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۡ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۰۳﴾ (نگاہیں اسے نہیں پاسکتیں جب کہ وہ نگاہوں کو پالیتا ہے اور وہ نہایت باریک بین اور صاحب خبر ہے) کی آیت مجیدہ کس نے پہنچائی تھی؟ اور اس کے علاوہ لا یحیطون بہ علما وہ علمی طور پر اس کا احاطہ نہیں کرتے اور لیس کمثلہ شیء (اس جیسی کوئی چیز نہیں ہے) کیا یہ تینوں آیات محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں پہنچائی تھیں؟

ابوقرہ نے جواب میں کہا: جی ہاں۔ اس کے بعد امام علیہ السلام نے فرمایا:

اب تم خود ہی سوچ کر فیصلہ کرو جس نبیؐ نے قرآن پڑھ کر لوگوں کو بتایا تھا کہ خدا نگاہوں کی دسترس سے بلند وبالا ہے اور جس نے کہا تھا کہ وہ کسی چیز کی مثال نہیں ہے اور جس نے یہ پیغام پہنچایا تھا کہ علمی طور پر کوئی بھی اس کا احاطہ نہیں کرسکتا' تو کیا وہ خود اپنی زبان سے یہ دعوٰی کرسکتے تھے کہ میں نے خدا کو انسانی شکل وصورت میں دیکھا ہے؟

کیا تمھیں یہ بات کہتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ آخر تم لوگوں کو یہ کیوں باور کرانا چاہتا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات میں تضاد پایا جاتا تھا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ کا مفہوم یہی نہیں ہے کہ خدا نگاہوں کی دسترس سے بلند ہے بلکہ اس کے ساتھ یہ مفہوم بھی ہے کہ وہ وہم وگمان کی سرحدوں سے بھی ماوراء ہے۔ کیونکہ لفظ ''بصر'' اور ''ابصار'' کا اطلاق ظاہری بصارت کے علاوہ باطنی بصیرت اور وہم پر بھی ہوتا ہے جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے: قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ، یہاں بصائر سے مراد نگاہوں کی بصارت نہیں ہے اور فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ میں بھی ظاہری نگاہ مراد نہیں ہے اور وَمَنْ

عَمِیَ فَعَلَیۡہَا میں بھی آنکھوں کا ظاہری اندھاپن مراد نہیں ہے۔ اس سے احاطہ وہم و خیال مراد ہے اور عربی زبان کے محاورے ہیں: فلان بصیر بالشعر وفلان بصیر بالفقه وفلان بصیر بالدراهم وفلان بصیر بالثیاب (کہ فلاں شعر کی پہچان رکھتا ہے اور فلاں فقہ کی پہچان رکھتا ہے اور فلاں درہموں اور فلاں کپڑوں کی پہچان رکھتا ہے)۔

ابوہاشم جعفری کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا: کیا اللہ کا وصف بیان کیا جا سکتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: کیا تم نے قرآن مجید میں لَا تُدۡرِکُہُ الۡاَبۡصَارُ ۫ وَ ہُوَ یُدۡرِکُ الۡاَبۡصَارَ کی آیت نہیں پڑھی؟

میں نے کہا: جی ہاں، میں نے یہ آیت پڑھی ہے۔

آپؑ نے فرمایا: جانتے ہو کہ ''ابصار'' (نگاہوں) سے کیا مراد ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں، اس سے یہی آنکھیں مراد ہیں جن سے ہم دیکھتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: دل کے اوہام آنکھوں کی بصارتوں سے کہیں زیادہ ہوتے ہیں۔ مقصد آیت یہ ہے کہ اوہام اسے نہیں پاسکتے جب کہ وہ اوہام کو پاسکتا ہے۔

ابوہاشم بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: دلوں کے اوہام آنکھوں کی بصارتوں سے کہیں دقیق ہوتے ہیں۔ تم اپنے وہم میں سندھ، ہند اور دوسرے شہروں کا تصور کرسکتے ہو جو تم نے نہیں دیکھے۔ جب دلوں کے اوہام خدا کو نہیں پاسکتے تو آنکھوں کی بصارتیں اسے کیسے پاسکتی ہیں؟

اصول کافی میں بھی یہ چاروں روایات انہی الفاظ سے مذکور ہیں۔

امالی صدوق میں مرقوم ہے کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: لَا تُدۡرِکُہُ الۡاَبۡصَارُ ۫ وَ ہُوَ یُدۡرِکُ الۡاَبۡصَارَ کا مطلب یہ ہے کہ اوہام قلوب اس کے ادراک سے قاصر ہیں تو ظاہری نگاہیں اس کا ادراک کیسے کرسکتی ہیں؟

اسماعیل بن فضل کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: کیا قیامت کے دن اللہ کا دیدار نصیب ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا: خدا دکھائی دینے سے کہیں بلند و برتر ہے۔ ابن فضل! یاد رکھو آنکھیں اسی چیز کو دیکھتی ہیں جس کا کوئی رنگ اور جس کی کوئی کیفیت ہو۔ اللہ رنگوں اور کیفیات کا خالق ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اللہ کی ذات کے متعلق غور و فکر نہ کرو اس سے تمھاری سرگردانی میں ہی اضافہ ہوگا کیونکہ آنکھیں اسے پانے سے قاصر ہیں اور اسے مقدار کے ساتھ موصوف نہیں کیا جاسکتا۔

کتاب التوحید میں حضرت علی علیہ السلام کا ایک خطبہ مذکور ہے جس میں آپؑ نے یہ جملے بھی کہے: ''آنکھوں نے اس کا ادراک نہیں کیا کہ وہ ان کے منتقل ہونے کے بعد'' حائل'' ہوجاتا''۔ ایک اور خطبہ میں آپؑ نے فرمایا: ''آنکھیں اس کو پانے سے عاجز ہیں اور وہ آنکھوں کے مشاہدہ سے موصوف نہیں ہے''۔

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے ایک شخص نے لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۖ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ کا مفہوم پوچھا تو آپؑ نے فرمایا: اس کا مفہوم یہ ہے کہ اوہام اس کا احاطہ نہیں کرتے اور وہ اوہام کو محیط ہے۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ فضل بن سہل ذوالریاستین نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ لوگ خدا کے دیدار میں اختلاف کرتے ہیں۔ اس کی اصل حقیقت کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جو خدا کی وصف ایسی صفت سے کرے کہ خدا نے اس صفت سے اپنی وصف بیان نہ کی ہو تو اس نے خدا پر بہتان تراشا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے: لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ۔ اس آیت میں ''ابصار'' سے ظاہری نگاہیں مراد نہیں ہیں۔ اس سے دل کی نگاہیں مراد ہیں اور خدا اوہام کی سرحد سے بلند و بالا ہے' اوہام اس کی ماہیت کے ادراک سے قاصر ہیں۔

عیون الاخبار میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے توحید کے متعلق ایک طویل گفتگو منقول ہے' اس میں یہ کلمات بھی مذکور ہیں: سائل نے آپؑ سے کہا کہ یہ بتائیں خدا کی کیفیت کیا ہے اور وہ کہاں ہے؟

آپؑ نے فرمایا: تجھ پر افسوس! جو کچھ تو نے تصور کیا ہے وہ سراسر غلط ہے۔ اللہ نے جگہوں کو پیدا کیا اور وہ اس وقت سے ہے جب جگہ موجود نہ تھی اور اس نے ''کیفیات'' کو پیدا کیا اور وہ اس وقت سے موجود ہے جب کہ ''کیفیت'' کا نام و نشان تک نہ تھا۔ خدا کو کیفیت و جگہ کے ساتھ موصوف نہیں کیا جاسکتا۔ خدا کو حاسہ سے محسوس نہیں کیا جاسکتا اور کسی چیز پر اس کا قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

سائل نے کہا کہ پھر جب وہ حواس سے محسوس نہیں کیا جاسکتا تو اس کا مقصد تو یہ ہوگا کہ وہ سرے سے کچھ ہے ہی نہیں! امام علیہ السلام نے فرمایا: تجھ پر افسوس! جب تیرے حواس اس سے عاجز آگئے تو تو نے اس کی ربوبیت کا ہی انکار کر دیا اور جب ہمارے حواس اس کے ادراک سے عاجز آگئے تو ہم نے یقین کرلیا کہ وہ ہمارا رب ہے۔ اللہ ایسی شے ہے جو دوسری اشیاء کی مانند نہیں ہے۔

سائل نے کہا: یہ بتائیں اللہ چھپا ہوا کیوں ہے؟ آپؑ نے فرمایا: وہ لوگوں کے گناہوں کی کثرت سے محجوب ہے

جب کہ دن رات کی کسی بھی ساعت میں کوئی چیز اس پر چھپی ہوئی نہیں ہے۔

سائل نے کہا: خدا کو آنکھیں کیوں نہیں دیکھ سکتیں؟ آپؑ نے فرمایا: یہی تو خالق و مخلوق کا فرق ہے۔ اللہ اس سے کہیں بلند ہے کہ آنکھیں اسے پاسکیں یا وہ خیال و وہم کی سرحد میں آسکے۔

اصول کافی میں مرقوم ہے کہ محمد بن عبید کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کو خط لکھا جس میں' میں نے یہ تحریر کیا کہ رؤیت خداوندی کے مسئلہ کے متعلق عامہ و خاصہ کی روایات میں جو اختلاف پایا جاتا ہے' آپ اس کی وضاحت فرمائیں۔

امام علیہ السلام نے خط کے جواب میں یہ عبارت تحریر فرمائی: اگر ''رؤیت'' ایمان کے لیے ضروری ہے تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دارِ دنیا میں تو کسے ''رؤیت'' نصیب نہیں ہوئی اس کے باوجود اللہ پر ایمان رکھا گیا ہے۔ اگر رؤیت ایمان ہے تو پھر دنیاوی ایمان کی کیا حقیقت باقی رہ جائے گی؟ اور اگر دنیاوی ایمان جو کہ رؤیت کے بغیر ہے' وہ صحیح ہے تو پھر ایمان کے لیے رؤیت کی ضرورت ہی کیا ہے؟ اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ خدا کو آنکھوں سے نہیں دیکھا جاسکتا اور اگر خدا کے مشاہدہ کو جائز مان لیا جائے تو پھر اس پر یہ اعتراض وارد ہوں گے۔

اللہ ''لطیف'' ہے

فتح بن یزید جرجانی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے عرض کیا: جس طرح سے آپؑ نے لفظ ''واحد'' کی وضاحت کی ہے اسی طرح سے لفظ ''لطیف'' کی بھی وضاحت فرمائیں۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مخلوق کے لطیف ہونے کا اور مفہوم ہے اور خالق کے لطیف ہونے کا اور مفہوم ہے۔ آپؑ اس کی تشریح فرمائیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: فتح! جب ہم خدا کو ''لطیف'' کہتے ہیں تو مفہوم یہ ہوتا ہے کہ وہ باریک بین ہے۔ وہ ان چیزوں کو بھی دیکھتا ہے جنھیں حاسہ چشم سے محسوس نہیں کیا جاسکتا۔ وہ انتہائی باریک جڑی بوٹیوں کو ہی نہیں دیکھتا بلکہ ان میں ودیعت کردہ اثرات و خواص کو بھی دیکھتا ہے۔ وہ مچھر اور اس سے بھی زیادہ باریک مخلوق کو دیکھتا ہے اور وہ یہ بھی دیکھتا ہے کہ وہ اپنی زندگی کے تقاضوں کی کس طرح سے تکمیل کرتے ہیں۔ وہ سمندروں میں رہائش پذیر جرثوموں کی زندگی کے دورانیوں کو بھی دیکھ رہا ہے اور وہ یہ دیکھتا ہے کہ وہ جاندار اپنا رزق کہاں سے حاصل کرتے ہیں اور اولاد کو کیسے پالتے ہیں اور اپنے جنسی تقاضوں کی تکمیل کیسے کرتے ہیں۔ الغرض جسے دوسری آنکھیں نہ دیکھ سکیں خدا کسی آلات کے بغیر انھیں دیکھتا ہے۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: لفظ ''لطیف'' کا کسی قلت اور دقیق چیز کی وجہ سے خدا پر اطلاق نہیں کیا جاتا۔ خدا کے لطیف ہونے کا یہ مقصد ہے کہ اس کے لیے کوئی ''حد'' مقرر نہیں کی جاسکتی اور کسی وصف کے ساتھ اس کو محدود نہیں کیا جاسکتا۔

لفظ ''لطافت'' کا اطلاق جب ہمارے لیے ہو تو اس سے چھوٹا پن اور قلت مراد ہوتی ہے لیکن اللہ کے لیے یہ مفہوم مراد نہیں ہوتا۔ لفظ ''لطیف'' اگرچہ ایک ہے اور خالق و مخلوق دونوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے لیکن معانی میں بڑا فرق ہے۔

ابو ہاشم جعفری نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے ایک طویل حدیث نقل کی ہے جس میں آپؑ نے یہ کلمات بھی فرمائے: ''جب ہم اللہ کو ''لطیف'' کہتے ہیں تو اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ مچھر اور اس سے چھوٹی اشیاء کا بھی عالم ہے اور اسے اپنی چھوٹی ترین مخلوق کے متعلق علم ہے کہ اس کی نشوونما کیسے ہو رہی ہے اور اسے سوچ اور شعور کس حد تک حاصل ہے اور وہ جنسی تقاضوں کی تکمیل کیسے کرتا ہے اور اپنی نسل کو تحفظ کیوں کر فراہم کرتا ہے اور وہ اپنی نسل کو غذا کیسے پہنچاتا ہے۔ جب ہم ان چیزوں پر غور کرتے ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ اللہ ''لطیف'' ہے مگر وہ کیفیت کے بغیر لطیف ہے۔ کیفیت تو مخلوق کے لیے مخصوص ہے۔

کتاب الہلیلجہ میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ہم نے خدا کو ''لطیف'' اس لیے کہا ہے کہ وہ مچھر اور اس سے بھی زیادہ باریک مخلوق کے متعلق علم رکھتا ہے۔

اصول کافی میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے ایک روایت منقول ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ لفظ ''خبیر'' کا اطلاق خالق پر ہوتا ہے اور مخلوق پر بھی ہوتا ہے لیکن دونوں کے معانی میں فرق ہوتا ہے۔

خدا اس معنی میں ''خبیر'' ہے کہ کائنات کا ہر ذرّہ اس کے سامنے موجود ہے اور اسے ذرہ ذرہ کی خبر ہے۔ اور مخلوق کو خبیر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ مخلوق کے پاس تھوڑی سی خبر ہوتی ہے اور وہ بھی تجربہ کی بنیاد پر حاصل ہوتی ہے جب کہ خدا کو تجربہ کی ضرورت نہیں ہے۔

قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا ؕ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴿۱۰۴﴾ وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ

وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ
مِنْ رَّبِّكَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ وَلَوْ شَآءَ
اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ
بِوَكِيْلٍ ﴿۱۰۷﴾ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا
بِغَيْرِ عِلْمٍ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ
فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۸﴾ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ
جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ
اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ وَنُقَلِّبُ اَفْئِدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا
لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۱۰﴾

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا

عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ
وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا
شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ
الْقَوْلِ غُرُوْرًا وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا

يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَلِتَصْغٰٓى اِلَيْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ
وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ
حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ؕ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ
الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ
الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ؕ لَا مُبَدِّلَ
لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۱۵﴾ وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي
الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ
وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ يَّضِلُّ عَنْ
سَبِيْلِهٖ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۱۷﴾ فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ
عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ
اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا
اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآىِٕهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ
اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ؕ
اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۲۰﴾
وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ ؕ وَاِنَّ

الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِى النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِى الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ۭ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا ۭ وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ وَاِذَا جَاۗءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ ۘ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ۭ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِى السَّمَاۗءِ ۭ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا ۭ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾ لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۷﴾

"تمھارے رب کی طرف سے تمھارے پاس بصیرت کی روشنیاں آچکی ہیں اب جو بینائی

سے کام لے تو اس کا اپنا بھلا ہوگا اور جو اندھے پن کا ثبوت دے تو وہ اپنا ہی نقصان کرے گا اور میں تم پر کوئی پاسبان لگا ہوا نہیں ہوں۔

اس طرح ہم اپنی آیات کو مختلف طریقوں سے بیان کرتے ہیں اور وہ اس لیے کرتے ہیں کہ وہ لوگ کہیں کہ تم کسی سے پڑھ آئے ہو اور جو لوگ علم رکھتے ہیں ان پر ہم حقیقت کو روشن کر دیں۔ آپ اس وحی کی پیروی کریں جو آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل ہوئی ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور مشرکین سے رُخ موڑ لیں۔

اور اگر اللہ چاہتا تو وہ جبراً ان کو شرک سے روک سکتا تھا۔ ہم نے آپ کو ان پر پاسبان مقرر نہیں کیا ہے اور نہ تم ان پر نگہبان ہو۔

اور تم انھیں (بتوں) گالیاں نہ دو جنھیں یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ جہالت و زیادتی کرتے ہوئے اللہ کو گالیاں دینے لگ جائیں اور اس طرح سے ہم نے ہر گروہ کے عمل کو خوش نما بنا دیا ہے۔ پھر انھیں اپنے پروردگار کی طرف ہی لوٹ کر آنا ہے۔ اس وقت وہ انھیں بتا دے گا کہ وہ کیا کرتے رہے ہیں۔

اور ان لوگوں نے اللہ کی کڑی قسمیں کھا کر کہا ہے کہ اگر خدا کی طرف سے ہمارے پاس کوئی نشانی آئی تو ہم اس پر ضرور ایمان لائیں گے۔ آپ کہہ دیں کہ نشانیاں تو اللہ کے پاس ہیں۔ اور تمھیں کیسے معلوم ہو جب نشانیاں آ بھی جائیں تو بھی یہ ایمان نہیں لائیں گے۔

ہم ان کے دلوں اور نگاہوں کو پھیر رہے ہیں جس طرح سے یہ پہلی مرتبہ اس کتاب پر ایمان نہیں لائے۔ ہم ان کو ان کی سرکشی میں بھٹکنے کے لیے چھوڑ دیتے ہیں۔ اور اگر ہم ان کی طرف فرشتوں کو نازل کرتے اور مُردے ان سے کلام کرتے اور ہم ہر چیز ان کی آنکھوں کے سامنے جمع کر دیتے تب بھی یہ ایمان نہ لاتے۔ البتہ مشیت الٰہی اس سے مستثنیٰ ہے۔ لیکن ان کی اکثریت جہالت میں مبتلا ہے۔

اور اس طرح سے ہم نے شیطان انسانوں اور شیطان جنوں کو ہر نبی کا دشمن بنایا ہے جو ایک دوسرے پر خوش آئند باتیں، دھوکے اور فریب کے طور پر اِلقا کرتے ہیں اور اگر تمھارا رب چاہتا تو وہ ایسا نہ کرسکتے۔ آپ انھیں اور ان کی افتراء پردازیوں کو چھوڑ دیں۔

(اور ہم نے جبرِ مشیت سے اس لیے کام نہیں لیا) تا کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل اس کی طرف مائل ہوں اور وہ اس پر خوش ہو جائیں اور ایسی برائیاں سرانجام دیں جنھیں وہ سرانجام دینا چاہتے ہیں۔

کیا میں اللہ کے علاوہ کوئی اور حَکم تلاش کروں حالانکہ وہ تو وہی ہے جس نے تمھاری طرف مفصل کتاب نازل کی ہے۔ اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ جانتے ہیں کہ یہ کتاب تمھارے رب کی طرف سے حق کے ساتھ نازل کی گئی ہے لہٰذا تم شک کرنے والوں میں سے ہرگز نہ بننا۔

اور تمھارے رب کی بات صدق و عدل کے لحاظ سے کامل ہے اور اس کے کلمات کو کوئی تبدیل نہیں کرسکتا اور وہ سننے والا جاننے والا ہے۔ اگر آپ نے اہلِ ارض کی اکثریت کی اطاعت اپنا لی تو وہ تمھیں اللہ کے راستے سے بھٹکا دیں گے۔ یہ لوگ صرف گمان کی پیروی کر رہے ہیں اور یہ صرف قیاس آرائیوں سے کام لے رہے ہیں۔

یقیناً آپ کا رب زیادہ بہتر جانتا ہے کہ اس کی راہ سے بھٹکا ہوا کون ہے اور وہ ہدایت یافتہ لوگوں کو بھی جانتا ہے۔

جس جانور پر اللہ کا نام لیا گیا ہو اس کا گوشت کھاؤ اگر تم اس کی آیات پر ایمان رکھتے ہو۔ آخر کیا وجہ ہے کہ تم وہ چیز نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو؟ جب کہ حالتِ اضطرار کے سوا جن چیزوں کا کھانا حرام ہے ان کی تفصیل وہ تمھیں بتا چکا ہے۔ لوگوں کی اکثریت اپنی خواہشات کے تحت علم کے بغیر گمراہ کرنے میں مصروف ہے اور یقیناً تیرا رب حد سے تجاوز

کرنے والوں کو اچھی طرح سے جانتا ہے۔

اور تم کھلے اور چھپے ہوئے دونوں طرح کے گناہوں کو چھوڑ دو۔ جو لوگ گناہ کرنے میں لگے ہوئے ہیں انھیں عنقریب ان کی کمائی کا بدلہ دیا جائے گا۔ اور جس جانور پر ذبح کے وقت اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو' اس کا گوشت مت کھاؤ اور ایسا کرنا فسق ہے۔ یقیناً شیاطین اپنے دوستوں کی طرف شکوک وشبہات اِلقا کرتے ہیں تاکہ وہ تم سے جھگڑا کریں اور اگر تم نے ان کی اطاعت کی تو یقیناً تم مشرک قرار پاؤ گے۔

کیا وہ شخص جو پہلے مُردہ تھا پھر ہم نے اسے زندگی بخشی اور اس کو روشنی عطا کی جس کے اُجالے میں وہ لوگوں کے درمیان چلتا ہے' وہ اس شخص کی مانند ہوسکتا ہے جو تاریکیوں میں ہو اور ان سے باہر نہ آسکتا ہو؟ اس طرح سے کافروں کے لیے ان کے اعمال خوش نما بنا دیئے گئے ہیں۔

اور اس طرح ہم نے ہر قریہ میں بڑے بڑے مجرموں کو لگا دیا ہے کہ وہ وہاں اپنے مکر وفریب کا جال پھیلائیں جب کہ وہ تو اپنے آپ سے ہی فریب کر رہے ہیں انھیں کچھ شعور نہیں ہے۔

جب ان کے سامنے کوئی آیت آتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے جب تک ہمیں وہ چیز نہ دی جائے جو اللہ کے رسولوں کو دی گئی ہے۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ رسالت کا منصب کہاں رکھے۔ وہ وقت قریب ہے جب یہ مجرم اپنی سازشوں کی وجہ سے اللہ کے ہاں ذلت اور سخت عذاب سے دوچار ہوں گے۔

خدا کو جس کی ہدایت مطلوب ہوتی ہے تو اس کے سینہ کو اسلام کے لیے کشادہ کر دیتا ہے اور جس کی گمراہی مطلوب ہوتی ہے تو اس کے سینہ کو تنگ کر دیتا ہے اور اسے ایسا سکڑا دیتا ہے کہ اسے اپنا دم گھٹتا ہوا محسوس ہوتا ہے جیسا کہ وہ بلندی کی طرف پرواز کر رہا ہو۔ اس طرح

سے اللہ ایمان نہ لانے والوں پر ناپاکی ڈال دیتا ہے۔

اور یہ تمھارے رب کا سیدھا راستہ ہے اور ہم نے نصیحت قبول کرنے والوں کے لیے آیات کی وضاحت کر دی ہے۔ ان کے رب کے ہاں ان کے لیے سلامتی کا گھر ہے اور ان کے نیک اعمال کی وجہ سے وہ ان کا سرپرست ہے''۔

رسولؐ خدا پر الزام

وَ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝

''اور اس طرح سے ہم اپنی آیات کو مختلف طریقوں سے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ لوگ کہیں کہ تم کسی سے پڑھ کر آئے ہو اور جو لوگ علم رکھتے ہیں ان کے لیے ہم حقیقت کو بیان کر دیں''۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں ہے کہ قریش مکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ الزام عائد کیا کرتے تھے کہ آپ ہمیں جو باتیں سناتے ہیں انھیں آپ علمائے یہود سے سیکھتے ہیں۔

اللہ کسی کو جبراً ہدایت نہیں دیتا

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا

''اور اگر اللہ چاہتا تو وہ انھیں جبراً شرک سے روک دیتا''۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ تفسیر اہلِ بیتؑ میں وارد ہے کہ اگر اللہ چاہتا تو سب کو جبرِ مشیت سے مومن و معصوم بھی بنا سکتا تھا اور کوئی بھی اس کی نافرمانی نہ کر سکتا۔ اور اگر خدا ایسا کرتا تو اسے نہ جنت بنانے کی ضرورت ہوتی اور نہ دوزخ بنانے کی احتیاج ہوتی لیکن اللہ نے کسی سے جبری اطاعت نہیں کرائی۔ خدا نے انھیں قوت و طاقت اور عقل عطا فرمائی۔ اس کے بعد اس نے کچھ امور بجا لانے کا حکم دیا اور کچھ امور سے منع کیا اور ان کا امتحان لیا اور ان پر حجت تمام کی تاکہ لوگ ثواب و عتاب کے حق دار بن سکیں۔

اصول کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: تین قسم کی محافل خدا کو ناپسند ہیں اور خدا ان پر اپنا عذاب بھیجتا ہے۔ ان لوگوں کے ساتھ نشست و برخاست نہ رکھو۔

۱- وہ مجلس جس میں جھوٹے فتاویٰ جاری ہوں۔ ۲- وہ مجلس جس میں ہمارے دشمنوں کا ذکر تروتازہ اور ہمارا ذکر بوسیدہ ہو۔ ۳- وہ مجلس جس میں ہماری محبت سے روکا جائے اور تمھیں معلوم ہو۔

پھر آپؑ نے حسب ذیل یہ تین آیات پڑھیں:

۱- وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللهِ فَيَسُبُّوا اللهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ (انعام: ۱۰۸) "تم مشرکین کے خداؤں کو گالیاں نہ دو کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ جہالت وزیادتی کی وجہ سے خدا کو گالیاں دینے لگ جائیں"۔

۲- وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ (انعام: ۶۸) "جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو ہماری آیات پر نکتہ چینیاں کر رہے ہوں تو ان سے منہ موڑ لو یہاں تک کہ وہ دوسری گفتگو میں مصروف ہو جائیں"۔

۳- وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هَٰذَا حَلَالٌ وَهَٰذَا حَرَامٌ (النحل: ۱۱۶) "اپنی زبان سے حلال و حرام کے جھوٹے فتاویٰ جاری نہ کرو"۔

کسی کے جھوٹے خداؤں کو بھی گالیاں مت دو

اصول کافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا: تورات میں اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا:

موسیٰ! میرے راز اپنے دل میں پوشیدہ رکھو اور میرے دشمنوں سے بھی خاطر مدارات کا سلوک روا رکھو اور میرے مخفی راز ظاہر کر کے مجھے سب و شتم مت کراؤ ورنہ میرے دشمنوں کے ساتھ تم بھی میرے سب و شتم میں شریک قرار پاؤ گے۔

تفسیر عیاشی میں عمر طیالسی سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللهِ فَيَسُبُّوا اللهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ (مشرکین کے خداؤں کو برا بھلا مت کہو ورنہ وہ جہالت وزیادتی کی وجہ سے خدا کو سب و شتم کرنے لگ جائیں گے) کی آیت مجیدہ کا مفہوم دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: کبھی تم نے دیکھا ہے کہ کوئی خدا کو گالیاں بک رہا ہو؟

میں نے کہا: نہیں۔ آپؑ نے فرمایا: بات یہ ہے کہ جو اللہ کے ولی کو سب کرے تو اس نے خدا کو سب کیا۔

اصول کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: خبردار! دشمنانِ خدا کو سنوا کر گالیاں نہ دینا ورنہ "

جہالت و نادانی کی وجہ سے خدا کو گالیاں دینے لگ جائیں گے۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پیغمبر اکرمؐ کی اس حدیث کا مطلب پوچھا گیا: تاریک رات میں سیاہ چٹان پر چیونٹی کی رفتار سے بھی شرک زیادہ پوشیدہ ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اہلِ ایمان مشرکین کے باطل معبودوں کو گالیاں بکتے تھے جس کے جواب میں مشرکین نے بھی اہلِ ایمان کے معبود کو گالیاں دینی شروع کردیں۔ اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو منع کیا کہ وہ مشرکین کے معبودوں کو گالیاں نہ دیں تاکہ کفار اہلِ ایمان کے معبودِ حقیقی کو گالیاں نہ دیں اور یوں نادانستہ طور پر خدا کے ساتھ شرک کے مرتکب نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ (مشرکین کے معبودان باطل کو برا بھلا نہ کہو تاکہ وہ زیادتی اور جہالت کی وجہ سے خدا کو برا بھلا نہ کہیں)۔

مخالفین نے فضائل اہلِ بیتؑ کی احادیث کس لیے وضع کی ہیں؟

عیون الاخبار میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی زبانی ایک طویل حدیث منقول ہے جس کے آخر میں آپؑ نے یہ ارشاد فرمایا: ہمارے مخالفین ہمارے فضائل کے متعلق احادیث وضع (گھڑی) کی ہیں اور اس سے ان کے تین مقاصد وابستہ ہیں۔ ان کی تراش کردہ کچھ روایات ''غلو'' پر مشتمل ہیں۔ کچھ روایات تقصیر پر مشتمل ہیں اور کچھ روایات انھوں نے ایسی تراشی ہیں جن میں ہمارے دشمنوں کے نام لے کر عیوب بیان کیے ہیں۔

جب لوگ غالیانہ روایات سنیں گے تو وہ ہمارے شیعوں کو کافر کہیں گے اور لوگ یہ کہیں گے کہ شیعہ اہلِ بیتؑ کو رب مانتے ہیں اور جب لوگ تقصیر پر مبنی روایات سنیں گے تو وہ ہمارے لیے تقصیر پر مبنی عقیدہ رکھیں گے۔ اور جب لوگ یہ سنیں گے کہ اہلِ بیتؑ نے نام لے کر اپنے دشمنوں کے عیوب بیان کیے ہیں تو لوگ بھی نام لے کر ہم پر سب و شتم کریں گے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ (مشرکین کے معبودان باطل کو برا بھلا نہ کہو ورنہ وہ زیادتی اور جہالت کی وجہ سے اللہ کو سب و شتم کرنے لگ جائیں گے)۔

قلب و نگاہ کی اُلٹ پھیر

وَنُقَلِّبُ أَفْئِدَتَهُمْ وَأَبْصَارَهُمْ

''اور ہم ان کے دلوں اور آنکھوں کو پھیر رہے ہیں''۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: دلوں اور آنکھوں کی اُلٹ پھیر کا مقصد یہ ہے کہ دلوں کو ہم اُلٹا کر دیتے ہیں۔ نیچے والا حصّہ اُوپر اور اُوپر کا حصّہ نیچے آ جاتا ہے اور ہم ان کی آنکھیں اندھی کر دیتے ہیں انھیں ہدایت دکھائی نہیں دیتی۔

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا: لوگ سب سے پہلے جہاد سے انحراف کریں گے۔ لوگو! اپنے ہاتھوں سے جہاد کرو۔ اگر ہاتھوں سے ممکن نہ ہو تو زبان سے جہاد کرو۔ اور اگر زبان سے ممکن نہ ہو تو پھر اپنے دل سے ہی جہاد کرو۔ جس شخص کا دل نیکی کو نیکی اور برائی کو برائی نہ سمجھے تو اس کے دل کو اُلٹ دیا جاتا ہے۔ اس کا اُوپر والا حصّہ نیچے اور نیچے والا حصّہ اُوپر کر دیا جاتا ہے۔ پھر وہ کبھی کسی اچھی بات کو قبول نہیں کرتا۔ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِىْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿﴾ ''وہ اسی طرح ایمان سے خالی رہیں گے جیسا کہ وہ پہلی مرتبہ ایمان نہیں لائے تھے یعنی وہ عالم ذر اور میثاق میں ایمان نہیں لائے تھے۔ آپ انھیں ان کی سرکشی میں بھٹکنے کے لیے چھوڑ دیں''۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ کے متعلق تفاسیر اہلِ بیت میں مرقوم ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ لوگوں کو ایمان لانے پر مجبور نہیں کرے گا۔

ہر نبی کا دشمنوں سے سابقہ پڑا ہے

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِىٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ

''اور اس طرح سے ہم نے انس و جن کے شیاطین کو ہر نبی کا دشمن بنایا ہے''۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔ آپؑ نے فرمایا: اللہ نے جتنے بھی نبی بھیجے ان سب کی اُمت میں دو شیطان ایسے رکھے جو انھیں اذیت دیتے تھے اور ان کے بعد ان کی اُمت کو گمراہ کرتے تھے۔ نوحؑ کے دشمن فقنطیقوس اور حزام تھے۔ ابراہیمؑ کے دشمن کلنکل اور رزام تھے اور موسیٰؑ کے دشمن سامری اور مرعقیبا تھے اور عیسیٰؑ کے دشمن پولس اور مریتون تھے اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمن جستر اور زریق تھے۔

اصول کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: جنھیں اہلِ حق کے صفات کا حامل خدا نے نہ بنایا ہو تو انس و جن سے تعلق رکھنے والے شیاطین ہیں۔

کتاب الخصال میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: لوگوں کی تین قسمیں ہیں:

۱- ایک قسم وہ ہے جو عرش الٰہی کے سایہ میں ہوگی۔ جس دن اس کے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا۔ ۲- ایک قسم وہ ہے جنھیں حساب و عذاب کے مراحل طے کرنا پڑیں گے۔ ۳- ایک قسم وہ ہے جن کے چہرے انسانوں جیسے ہیں اور ان کے دل شیاطین جیسے ہیں۔

احتجاج طبرسی میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خطبہ غدیر مذکور ہے۔ اس خطبہ میں آنحضرتؐ نے یہ جملے بھی ارشاد فرمائے: آگاہ رہو! علیؑ کے دشمن اہلِ شقاق ہیں اور وہ تجاوز کرنے والے ہیں اور وہ شیاطین کے وہ بھائی بند ہیں جو ایک دوسرے کی طرف دنیاوی زینت کی پرفریب باتوں کا اِلقا کیا کرتے ہیں۔

مجمع البیان میں ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: شیاطین ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں تو وہ ایک دوسرے کو گمراہ کرنے کے طور طریقے اِلقا کرتے ہیں اور وہ ایک دوسرے سے گمراہ کرنے کی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔

اگر خدا کی مشیت ہوتی تو لوگ ایسا نہ کرتے

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ ...... ''اور اگر تیرا رب چاہتا تو وہ ایسا نہ کرسکتے''۔

کتاب الخصال میں حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: اعمال تین طرح کے ہیں:

۱- فرائض' ۲- فضائل' ۳- معاصی۔ اور جہاں تک معاصی کا تعلق ہے تو اس کا تعلق امر خدا سے نہیں ہے البتہ خدا کی قضا و قدر اور مشیت و علم سے اس کا واسطہ ہے' اللہ اس پر سزا دے گا۔

مصنف کتاب ہذا عرض پرداز ہے کہ معاصی کا تعلق اللہ کی قضا (فیصلہ) سے ہے' کے جملہ کا مفہوم یہ ہے کہ اس کا تعلق اللہ کی نہی سے ہے کیونکہ اللہ نے اس سے رکنے کا حکم دیا ہے اور معاصی کا تعلق قدر خداوندی سے ہے' کے اس جملہ کا مقصد یہ ہے کہ اللہ اس کے مبلغ' اندازے اور مقدار کو جانتا ہے۔ اور معاصی کا تعلق خدا کی مشیت سے ہے' کے اس جملہ کا مقصد یہ ہے کہ خدا نہیں چاہتا کہ کسی گناہ کرنے والے کو جبراً گناہ سے روک دے البتہ خدا نے قول و نہی اور وعید سے برائی کرنے والوں کو منع کیا ہے لیکن اپنی قدرت کاملہ سے کسی کو برائی سے نہیں روکا۔

تخلیقِ امام

اصول کافی میں ائمہ کی پیدائش کی تفصیلی روایات موجود ہیں جن میں ان کے نطفہ اور رحمِ مادر میں اس کے استقرار کا

C17

بیان کیا گیا ہے۔ روایت کے آخر میں یہ جملے مذکور ہیں:

امام کے نطفہ کا جس چیز سے تعلق ہے وہ میں تجھے بتا چکا ہوں۔ جب نطفہ چار ماہ تک شکمِ مادر میں قیام کرتا ہے اور اس میں روح داخل کی جاتی ہے تو اللہ ایک فرشتے کو بھیجتا ہے جس کا نام ''حیوان'' ہے وہ امام کے دائیں بازو پر یہ آیت تحریر کرتا ہے: وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (اور تمھارے رب کی بات صدق وعدل کے لحاظ سے کامل ہے۔ اس کے کلمات کو کوئی تبدیل کرنے والا نہیں ہے اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے)۔

حسن بن راشد بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا' آپؑ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ جب کسی امام کو پیدا کرنا چاہتا ہے تو وہ ایک فرشتہ کو حکم دیتا ہے وہ عرش کے نیچے سے پانی لے کر امام کے والد کو پلاتا ہے' اس سے امام پیدا ہوتا ہے۔ وہ چالیس دن رات تک ماں کے شکم میں قیام پذیر رہتا ہے۔ اس دوران وہ کوئی آواز نہیں سنتا۔ اس کے بعد وہ کلام سننے لگ جاتا ہے۔ جب امام پیدا ہوتا ہے تو وہ فرشتہ نازل ہوتا ہے اور اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان یہ آیت تحریر کرتا ہے:

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ''اور جب پہلے والا امام دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو نئے امام کے لیے منارہ نور قائم کیا جاتا ہے جس سے وہ مخلوقات کے اعمال دیکھتا ہے''۔

محمد بن مروان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو یہ کہتے ہوئے سنا: امام شکمِ مادر میں آوازیں سنتا ہے اور جب وہ پیدا ہوتا ہے تو اس کے شانوں کے درمیان وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ کی آیت لکھ دی جاتی ہے اور جب وہ منصب امامت پر فائز ہوتا ہے تو اس کے لیے منارہ نور نصب کر دیا جاتا ہے جس سے وہ تمام شہروں کے لوگوں کے اعمال کا مشاہدہ کرتا ہے۔

اکثریت معیارِ حق نہیں ہے

وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِی الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ

''اور اگر آپ نے اہلِ ارض کی اکثریت کی اطاعت اپنالی تو تمھیں اللہ کی راہ سے بھٹکا دیں گے''۔

اصول کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اپنے شاگرد ہشام سے فرمایا کہ یاد رکھنا اللہ نے

اکثریت کی مذمت کی ہے اور فرمایا ہے: وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

ذبیحہ پر خدا کا نام لینا ضروری ہے

من لا یحضرہ الفقیہ میں ورد بن زید سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ اگر کوئی مجوسی اللہ کا نام لے کر ذبح کرے تو کیا اس کا کھانا حلال ہے؟

آپؑ نے فرمایا: تم وہ گوشت کھاؤ۔ میں نے کہا کہ ایک مسلمان نے ذبح کیا لیکن اس نے اللہ کا نام نہیں لیا تو کیا ذبیحہ کا گوشت کھانا حلال ہے؟

آپؑ نے فرمایا: مت کھاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ ''جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو اسے کھاؤ''۔

ظاہری و باطنی گناہوں سے پرہیز کرو

وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ......

''اور تم ظاہری و باطنی گناہوں کو چھوڑ دو''۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ ظاہری گناہ سے مراد خدا کی کھلم کھلا نافرمانی ہے اور باطنی گناہ سے شرک اور دل کا شک مراد ہے۔

روضہ کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ایک طویل خط مرقوم ہے جس میں آپؑ نے یہ کلمات بھی فرمائے: جو بھی مومن خدا کا ذکر کرتا ہے تو اللہ اس کا بھی اچھائی سے ذکر کرتا ہے۔ تم اطاعت خدا کے لیے پوری جدوجہد بجا لاؤ۔ خدا کی طرف سے کوئی بھلائی تب ملتی ہے جب انسان اس کی اطاعت کرے اور اس کی حرام کردہ چیزوں سے پرہیز کرے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور اس کا فرمان حق ہے: وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ''تم ظاہری و باطنی گناہوں کو چھوڑ دو''۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مذکور ہے کہ وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ سے مراد یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ اور غیر اسلامی طریقہ سے ذبح ہونے والے جانور کا ذبیحہ نہ کھاؤ۔ جب کہ قرآن مجید کی ایک اور آیت یہ ہے: وَطَعَامُ الَّذِيْنَ

اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۠ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ (المائدہ:۵۔اہلِ کتاب کا کھانا تمھارے لیے حلال ہے اور تمھارا کھانا ان کے لیے حلال ہے) اس آیت سے مراد غلّہ جات اور پھل مراد ہیں۔ ان کے ہاتھ کے ذبیحے مراد نہیں ہیں کیونکہ وہ اپنے ذبیحوں پر اللہ کا نام نہیں لیتے۔

الکافی میں حنان بن سدیر سے منقول ہے کہ میں اور میرا والد ہم حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس گئے اور ہم نے آپؑ سے کہا کہ کچھ نصرانی ہمارے دوست ہیں اور ہم ان کے پاس جاتے ہیں تو وہ ہمارے لیے مرغی، چوزے یا بکری وغیرہ ذبح کرتے ہیں اور ہم اس گوشت کو کھاتے ہیں تو کیا ہمارے لیے ایسا کرنا جائز ہے؟

آپؑ نے فرمایا: مت کھاؤ اور ان کے ذبیحہ کے قریب نہ جاؤ۔ وہ ذبح کے وقت ایک خاص بات کہتے ہیں جس کی وجہ سے میں نہیں چاہتا کہ تم ان کے ہاتھ کا ذبیحہ کھاؤ۔

امام علیہ السلام کی خدمت سے پلٹ کر ہم واپس کوفہ آئے۔ کچھ عیسائی دوستوں نے ہمیں اپنے پاس کھانے کی دعوت دی مگر ہم نے ان کی دعوت ٹھکرا دی۔ انھوں نے کہا کہ کیا بات ہے پہلے تو تم ہماری دعوت کھاتے تھے اب انکار کیوں کر رہے ہو؟

ہم نے کہا: ہمارے ایک عالم ہیں۔ انھوں نے ہمیں تمھاری دعوت سے منع کیا ہے اور انھوں نے کہا ہے کہ تم لوگ ذبح کے وقت ایک بات کہتے ہو جس کی وجہ سے تمھارے ہاتھ کا ذبیحہ کھانا بہتر نہیں ہے۔

اس نے کہا: وہ عالم کون تھا؟ ہم نے کہا: وہ تمام لوگوں سے بڑا عالم ہے اور پوری خلقِ خدا میں سب سے بڑا عالم ہے۔ اس نے کہا: خدا کی قسم! اس نے سچ کہا ہے۔ ہم ذبح کے وقت ''باسم المسیح'' کہتے ہیں۔

تہذیب الاحکام میں سماعہ سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے یہود و نصاریٰ کے ذبیحہ کے متعلق دریافت کیا تو حضرتؑ نے فرمایا: اس کے قریب نہ جاؤ۔

قتیبہ کہتے ہیں کہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس موجود تھا کہ ایک شخص نے ان سے پوچھا کہ اگر کوئی مسلمان اپنی بکری یا کوئی دوسرا حلال جانور کسی یہودی کے ہاتھ کسی جگہ روانہ کرے اور راستے میں جانور کو تکلیف ہو جائے اور یہودی اسے ذبح کرے تو کیا اس ذبیحہ کو کھانا حلال ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں، اسے مت کھاؤ اور اگر وہ ذبح کر کے اس کا گوشت فروخت کر دے اور وہ تمھیں اس گوشت کی قیمت دینا چاہے تو اس رقم کو اپنے مال میں شامل نہ کرو کیونکہ ایسا کرنا گناہ ہے اور اس پر ایمان وہی لائے گا جو مسلم

ہوگا۔

سائل نے کہا: آپ کا یہ فتویٰ ہے جب کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ؕ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ (المائدہ:۵۔آج تمھارے لیے پاکیزہ اشیاء حلال کر دی گئی ہیں اور اہلِ کتاب کا کھانا تمھارے لیے حلال ہے)۔ یہ سن کر امام علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے والد علیہ السلام فرماتے تھے کہ اس سے غلے اور ان جیسی اشیاء مراد ہیں۔

بشیر بن ابی عقیلان الشیبانی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہود و نصاریٰ کے ذبیحہ کے متعلق سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا: کبھی کبھار کھا لیا کرو۔

محمد بن مسلم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ ایک شخص نے ذبح کرتے وقت سبحان اللہ یا اللہ اکبر یا لا الہ الا اللہ یا الحمد للہ پڑھا تو ذبیحہ کا کیا حکم ہے؟

آپؑ نے فرمایا: یہ سب اللہ کے نام ہیں، اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

مجمع البیان میں وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ (اور جس پر ذبح کے وقت اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اسے مت کھاؤ) کے ضمن میں مرقوم ہے: اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ ذبح کے وقت خدا کا نام لینا ضروری ہے مگر بھول کر اس نے نام لیا ہو تو اس ذبیحہ کا کھانا حلال ہے اگر کسی نے جان بوجھ کر خدا کا نام نہ لیا تو اس ذبیحہ کا کھانا حرام ہے۔ ہمارے ائمہ کا یہی موقف ہے اور ابوحنیفہ اور اس کے شاگردوں کا بھی یہی موقف ہے۔

مؤلف کتاب ہذا عرض کرتا ہے کہ اہلِ کتاب کے ذبیحہ کے متعلق ہمارے علماء میں اختلاف ہے اور سب کے پاس اپنے اپنے موقف کے دلائل موجود ہیں اور مشہور موقف اپنے مقام پر بیان کیا جائے گا۔

کتاب تلخیص الاقوام میں ایک روایت مرقوم ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے ایک شاگرد کا نام داؤد بن فرقد تھا اور اس زمانہ میں ایک مخالف حق کا نام ہارون بن سعد تھا۔ داؤد بن فرقد نے ایک دفعہ امام صادق علیہ السلام سے کہا کہ میں قبر رسولؐ کے پاس نماز پڑھ رہا تھا کہ کسی آدمی نے میرے پیچھے سے کھڑے ہو کر بطور اعتراض یہ آیت پڑھی: اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ؕ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ (النساء:۸۸) کیا تم اسے ہدایت دو گے جسے خدا نے گمراہی میں پایا ہے حالانکہ ان کے اعمال کی وجہ سے اللہ نے انھیں سرنگوں کر دیا ہے) میں نماز سے فارغ ہوا اور میں نے پیچھے نظر دوڑائی تو وہاں کوئی نہ تھا۔ اس وقت میں نے بطور جواب یہ آیت پڑھی: وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓـئِهِمْ

لِيُجَادِلُوكُمْ ۚ وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ ﴿۱۲۱﴾ (شیاطین اپنے دوستوں کی طرف القا کرتے ہیں تاکہ وہ تم سے جھگڑیں اور اگر تم نے ان کی اطاعت کی تو تم مشرک قرار پاؤ گے) پھر جو میں نے پلٹ کر دیکھا تو ہارون بن سعد کھڑا تھا۔

امام علیہ السلام یہ جواب سن کر ہنس پڑے اور فرمایا: تم نے بہترین جواب دیا۔

مومن زندہ اور کافر کے مقدر میں اندھیرے کی ٹھوکریں ہوتی ہیں

أَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِنْهَا ۚ

''کیا وہ شخص جو پہلے مُردہ تھا پھر ہم نے اسے زندگی بخشی اور اس کو روشنی عطا کی جس کے اُجالے میں وہ لوگوں کے درمیان چلتا ہے وہ اس شخص کی مانند ہوسکتا ہے جو تاریکیوں میں ہو اور ان سے باہر نہ آسکتا ہو''۔

مجمع البیان میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ یہ آیت عمار بن یاسر اور ابوجہل وعکرمہ کے متعلق نازل ہوئی۔ (یعنی اس میں موازنہ کیا گیا ہے کہ کیا عمار اور ابوجہل وعکرمہ ایک جیسے ہو سکتے ہیں؟)

اصول کافی میں برید سے منقول ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے أَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ کی آیت پڑھ کر فرمایا: جب کوئی حقیقت سے ناواقف ہو تو وہ مُردہ ہے اور اللہ فرماتا ہے کہ ہم نے اسے زندگی دی' یعنی ہم نے اسے دولت اسلام عطا کی۔ پھر اللہ نے کہا کہ ''ہم نے اس کو روشنی عطا کی جس کے اُجالے میں وہ لوگوں کے درمیان چلتا ہے'' مقصد یہ ہے کہ ہم نے اسے سچا امام و رہبر عطا کیا۔ پھر خدا نے فرمایا: ''کیا وہ اس شخص کی مانند ہوسکتا ہے جو تاریکیوں میں ہو اور ان سے باہر نہ آسکتا ہو''۔ اس سے وہ شخص مراد ہے جسے سچا امام نہ ملا ہو۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک دعا تلقین کی ہے جس میں یہ الفاظ ارشاد فرمائے وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ (آل عمران:۲۷) ''تو زندہ کو مُردہ سے اور مُردہ کو زندہ سے برآمد کرتا ہے''۔ زندہ سے مراد مومن ہے جس کی طینت کو اللہ کافر کی طینت سے جدا کرتا ہے اور مُردہ سے کافر مراد ہے جس کی طینت کو اللہ مومن کی طینت سے علیحدہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی بات کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

أَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ کیا وہ جو مُردہ تھا ہم نے اسے زندگی بخشی وہ اس لحاظ سے مُردہ تھا کہ اس کی طینت کافر

کی طینت سے مخلوط تھی اور اسے زندگی اس طرح سے عطا ہوئی کہ اللہ نے اپنے حکم سے اس کی طینت کو علیحدہ کردیا۔ اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کو تاریکیوں سے نکال کر نور میں لے آتا ہے اور طاغوت کافروں کو روشنی سے نکال کر تاریکیوں میں لے جاتے ہیں۔ اسی حقیقت کو اللہ نے یوں بیان کیا ہے تاکہ وہ اسے خوف دلائے جو زندہ ہو اور کافروں پر ہماری بات سچ ثابت ہو۔

تفسیر عیاشی میں برید عجلی سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا کا مفہوم دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: وہ شخص مُردہ ہے جو امر امامت سے ناواقف ہو۔ ''اور ہم نے اسے روشنی دی'' سے مراد یہ ہے کہ ہم نے اسے علی بن ابی طالب جیسا امام عطا کیا جس کی وہ پیروی کرے اور تاریکیوں کے باسیوں سے مراد یہ عام لوگ ہیں جو کچھ بھی معرفت نہیں رکھتے۔

کتاب المناقب میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا: اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ جب تک ہمیں نہیں پہچانتا تھا وہ مُردہ تھا اور جب اس نے ہمیں پہچان لیا تو ہمارے ذریعہ سے اسے زندگی مل گئی۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے: اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ یعنی پہلے مُردہ تھا ہم نے اسے زندگی دی۔ پہلے حق وولایت سے جاہل تھا ہم نے اس کی رہنمائی کی اور ہم نے اس کے لیے نور مقرر کیا۔ مقصد یہ ہے کہ ہم نے اسے عقیدہ ولایت عطا کیا۔ تو کیا وہ اس شخص کی مانند ہوسکتا ہے جو تاریکیوں میں پڑا ہوا ہو اور ان سے نہ نکل سکتا ہو یعنی کیا ایک مرد مومن اس جیسا ہوسکتا ہے جو ائمہ کے علاوہ دوسروں کی سرپرستی میں ہو۔

کفار کی ناجائز فرمائش

وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَاۤ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ ۘ

''اور جب ان کے پاس کوئی آیت آتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک ہمیں وہ چیز نہ دی جائے جو اللہ کے رسولوں کو دی گئی ہے؟''

کفار و مشرکین کے سرداروں نے جب وحی الٰہی کو سنا اور انبیاء کے معجزات دیکھے تو انھوں نے کہا جب تک اس جیسی وحی وتنزیل خود ہم پر نازل نہ ہو جائے اس وقت تک ہم پر ایسی وحی نازل نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں فرمایا:

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ ۝

''اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ رسالت کا منصب کہاں رکھے۔ وہ وقت قریب ہے جب یہ مجرم اپنی سازشوں کی وجہ سے اللہ کے ہاں ذلت اور سخت عذاب سے دوچار ہوں گے''۔

اسلام کے لیے شرح صدر کی ضرورت

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِى السَّمَآءِ ؕ

''خدا کو جس کی ہدایت مطلوب ہوتی ہے تو اس کے سینہ کو اسلام کے لیے کشادہ کردیتا ہے اور جس کی گمراہی مطلوب ہوتی ہے تو اس کے سینہ کو تنگ کردیتا ہے اور اسے ایسا سکڑا دیتا ہے کہ اسے اپنا دم گھٹتا ہوا محسوس ہوتا ہے جیسا کہ وہ بلندی کی طرف پرواز کررہا ہو''۔

اصول کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: جب خدا کسی بندہ سے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے دل میں نور کا ایک نقطہ قائم کردیتا ہے جس کی وجہ سے اس کے کان اور دل روشن ہوجاتے ہیں اور جب کسی بندہ کی برائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نقطہ قائم کردیتا ہے جس کی وجہ سے اس کے کان اور دل تاریکی میں ڈوب جاتے ہیں۔ پھر آپؑ نے فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِى السَّمَآءِ ؕ کی آیت مجیدہ پڑھی۔

کتاب الخصال میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا کہ اللہ نے بے توفیق شخص کے سینہ کو ''ضیق وحرج'' قرار دیا ہے۔ ''ضیق'' ایسے تنگ کو کہا جاتا ہے جس میں کوئی نہ کوئی سوراخ ہو جس سے دیکھا جاسکتا ہو اور بات سنی جاسکتی ہو۔ لیکن ''حرج'' ایسے بند کواڑ کو کہا جاتا ہے جس میں کوئی سوراخ موجود نہ ہو اور جہاں رہ کر انسان نہ کچھ دیکھ سکے اور نہ کچھ سن سکے۔

عیون الاخبار میں حمدان بن سلیمان نیشاپوری سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ ...... فِى السَّمَآءِ کی آیت مجیدہ کا مطلب دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ جس شخص کے دنیاوی ایمان کی وجہ سے اپنی جنت اور دار کرامت کی رہنمائی کا ارادہ کرتا ہے تو تسلیم' اعتماد اور ثواب کے وعدہ پر تسکین کے لیے اس کے سینہ کو کشادہ کر دیتا ہے اور وہ مقامِ اطمینان پر فائز ہو جاتا ہے اور جس کے دنیاوی کفر و نافرمانی کی وجہ سے خدا اسے اپنی جنت اور دار کرامت کو فراموش کرانے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے سینہ کو تنگ اور گھٹا ہوا بنا دیتا ہے اور نوبت یہاں تک جا پہنچتی ہے کہ وہ اپنے کفر میں بھی شک کرنے لگ جاتا ہے اور اپنے اعتقادِ قلب سے بھی مضطرب ہو جاتا ہے اور یوں گھٹن محسوس کرتا ہے۔ جیسا کہ آسمان کی طرف چڑھا جا رہا ہو۔ (جہاں لحظہ بہ لحظہ آکسیجن کم ہو رہی ہو اور اسے سانس لینے میں دشواری پیش آ رہی ہو) اللہ اس طرح سے بے ایمان لوگوں پر ناپاکی ڈال دیتا ہے۔

کتاب التوحید میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے بھلائی کرنا چاہتا ہے تو اس کے دل میں نور کا ایک نقطہ قائم کر دیتا ہے اور اس کے دل کے کانوں کو کھول دیتا ہے اور اس کے لیے ایک فرشتہ مقرر کرتا ہے جو گمراہی سے اسے بچاتا ہے اور جب کسی بندہ کی برائی خدا کو مطلوب ہو تو اس کے دل میں ایک سیاہ نقطہ قائم کرتا ہے اور اس کے دل کے کانوں کو بند کر دیتا ہے اور ایک شیطان اس پر مقرر کرتا ہے جو اسے گمراہ کرتا رہتا ہے۔ پھر آپؑ نے فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ ...... فِي السَّمَآءِ کی آیت پڑھی۔

تفسیر عیاشی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: جب تک دل کو حق نصیب نہ ہو تو وہ مضطرب رہتا ہے اور وہ اپنی جگہ چھوڑ کر حجرہ تک آ جاتا ہے اور جب اس کو حق مل جاتا ہے تو اسے قرار آ جاتا ہے۔ پھر آپؑ نے اپنی انگلیاں ملائیں اور فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ ...... فِي السَّمَآءِ کی آیت پڑھی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے موسیٰ بن اشیم سے فرمایا کہ جانتے ہو کہ ''حرج'' کسے کہتے ہیں؟ اس نے نفی میں جواب دیا۔ آپؑ نے اپنی انگلیوں کو مضبوطی سے بھینچ کر فرمایا: جب دل اس طرح سے ہو جائے کہ اس کے تمام راستے مکمل بند ہو جائیں تو دل کی اس حالت کو لفظ ''حرج'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اصول کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: دل ہمیشہ تلاشِ حق میں مضطرب رہتا ہے جب اسے حق مل جائے تو اسے اطمینان مل جاتا ہے۔ پھر آپؑ نے فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ ...... کی آیت تلاوت فرمائی۔

روضہ کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے ایک طویل حدیث کے ضمن میں یہ جملے ارشاد فرمائے: تمھیں معلوم ہونا چاہیے' جب اللہ کو کسی کی بھلائی مطلوب ہوتی ہے تو اس کے سینہ کو اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جب سینہ کھل جاتا ہے تو زبان پر حق جاری ہو جاتا ہے اور دل زبان کا مؤید ہوتا ہے اور وہ اس پر عمل کرتا ہے اور جب یہ

سب کچھ اسے مل جاتا ہے تو اس کے اسلام کی تکمیل ہو جاتی ہے اور اگر اس حالت میں اس کی موت واقع ہو جائے تو وہ خدا کی نظر میں سچا مسلمان ہوتا ہے۔ اور جس بندہ کی خدا کو بھلائی مطلوب نہیں ہوتی تو اسے اس کے نفس کے حوالے کر دیتا ہے اور اس کے سینہ کو تنگ اور گھٹا گھٹا بنا دیتا ہے۔ اور اگر اس کی زبان پر حق جاری بھی ہوتا ہے تو اس کا دل اس کا مخالف ہوتا ہے۔ جب قول وعقیدہ میں تضاد ہو تو عمل کی توفیق باقی نہیں رہتی اور اگر اس حالت میں اس کی موت واقع ہو جائے تو وہ خدا کے ہاں منافقین میں شمار ہوتا ہے اور اس نے زبان سے جو حق کے کلمات کہے ہوتے ہیں وہی کلمات اس کے خلاف حجت بن جاتے ہیں لہٰذا اللہ سے ڈرتے رہو اور اس سے درخواست کرو کہ وہ تمھارے سینوں کو اسلام کے لیے کھول دے اور تمھاری زبان پر حق جاری کرے اور اسی حالت میں تمھیں موت آجائے۔

احتجاج طبرسی میں حضرت علی علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے جس میں آپؑ نے یہ جملے بھی ارشاد فرمائے: اللہ کو معلوم تھا کہ لوگ اس کے کلام میں تبدیلی کرنے کی کوشش کریں گے اسی لیے اللہ نے اپنی کلام کو تین اقسام میں تقسیم کیا:

کلام خدا کی ایک قسم وہ ہے جسے ہر عالم و جاہل جانتا ہے اور دوسری قسم وہ ہے جسے صرف وہی جان سکتا ہے جس کا ذہن صاف ہو، جس لطیف ہو اور جس کے پاس صحیح تمیز موجود ہو اور جس کا تعلق ان لوگوں سے ہو جن کے سینے کو اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا ہو۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ روایت صحیح میں منقول ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ''شرح صدر'' کیا ہے؟

آپؐ نے فرمایا: وہ ایک نور ہے جسے خدا مومن کے دل میں ڈال دیتا ہے جس سے سینہ کھل جاتا ہے اور اس میں وسعت پیدا ہو جاتی ہے۔

صحابہ نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! کیا اس کی کوئی علامت بھی ہے جس سے اس کی پہچان ہو سکے؟

آپؐ نے فرمایا: جی ہاں، دار الخلد کی طرف رجوع کرنا۔ فریب کے گھر سے دامن سمیٹ لینا اور موت نازل ہونے سے پہلے اس کی تیاری کرنا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: دل کو جب تک حق نصیب نہ ہو اس وقت تک وہ بے چین رہتا ہے اور جب

اسے حق مل جاتا ہے تو اسے قرار آ جاتا ہے۔ پھر آپؑ نے فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ ...... کی آیت تلاوت فرمائی۔

تفسیر عیاشی میں مرقوم ہے کہ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ (اس طرح سے اللہ ایمان نہ لانے والون پر ناپاکی ڈال دیتا ہے) کی آیت مجیدہ کے متعلق حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اس آیت مجیدہ میں "الرجس" (ناپاکی) سے شک مراد ہے۔

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ۚ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ ۚ وَقَالَ اَوْلِيٰٓؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ لَنَا ۭ قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَاۗءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾ وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًۢا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَاۗءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۭ قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓي اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰي بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۭ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ۭ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْۢ بَعْدِكُمْ مَّا يَشَاۗءُ كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ

ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۝۱۳۳ اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ ۙ وَّمَاۤ اَنْتُمْ
بِمُعْجِزِيْنَ ۝۱۳۴ قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّىْ عَامِلٌ ۚ
فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ
الظّٰلِمُوْنَ ۝۱۳۵ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا
فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ
فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ؕ
سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝۱۳۶ وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ
قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ؕ
وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ۝۱۳۷ وَقَالُوْا هٰذِهٖۤ
اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ ۖ لَّا يَطْعَمُهَاۤ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ
حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً
عَلَيْهِ ؕ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝۱۳۸ وَقَالُوْا مَا فِىْ بُطُوْنِ
هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰۤى اَزْوَاجِنَا ۚ وَاِنْ
يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ ؕ سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ ؕ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ
عَلِيْمٌ ۝۱۳۹ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْۤا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ

وَحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ؕ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿۱۴۰﴾ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ۖ وَلَا تُسْرِفُوْا ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا ؕ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۴۲﴾ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ نَبِّئُوْنِيْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۴۳﴾ وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ

مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا
اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ
غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٤٥﴾ وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ ۚ
وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ
ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ الْحَوَايَآ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ؕ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ
بِبَغْيِهِمْ ۖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿١٤٦﴾ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ
رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ۚ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿١٤٧﴾
سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا
حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰى ذَاقُوْا
بَاْسَنَا ؕ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا ؕ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ
اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ ﴿١٤٨﴾ قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ
الْبَالِغَةُ ۚ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿١٤٩﴾ قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ
الَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ
مَعَهُمْ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَالَّذِيْنَ لَا
يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ﴿١٥٠﴾ ع

''اور جس دن اللہ ان سب کو محشور کرے گا (اور وہ جنات سے کہے گا) اے گروہِ جنات! تم نے نوعِ انسانی پر خوب ہاتھ صاف کیا ہے اور انسانوں میں سے جو ان کے دوست تھے وہ کہیں گے ہم میں سے ہر ایک نے دوسرے سے استفادہ کیا ہے اور ہم اس وقت پر پہنچے ہیں جو تو نے ہمارے لیے مقرر کیا تھا۔

اللہ کہے گا: دوزخ تمھارا ٹھکانہ ہے جہاں تمھیں ہمیشہ رہنا ہے۔ البتہ جن کے متعلق خدا چاہے وہ اس سے مستثنیٰ ہیں بے شک تیرا پروردگار صاحبِ حکمت اور صاحبِ علم ہے۔ اس طرح ہم بعض ظالموں کو بعض ظالموں کا ساتھی بنائیں گے۔ اس کمائی کی وجہ سے جو وہ کیا کرتے تھے۔ اے گروہ جن وانس! کیا تمھارے پاس خود تم میں سے ایسے رسول نہیں آئے تھے جو تمھارے سامنے میری آیات سناتے اور تمھیں اس دن کے انجام سے ڈراتے؟ وہ کہیں گے کہ ہم اپنے خلاف خود گواہی دیتے ہیں۔ انھیں دنیاوی زندگی نے دھوکہ میں ڈالا ہوا ہے وہ اپنے خلاف گواہی دیں گے کہ وہ کافر تھے۔

بات یہ ہے کہ تمھارا رب ظلم سے بستیوں کو تباہ کرنے والا نہیں تھا جب کہ ان کے باشندے حقیقت سے غافل ہوں۔ ہر شخص کا درجہ اس کے عمل کے لحاظ سے ہے اور جو کچھ وہ کر رہے ہیں اللہ اس سے بے خبر نہیں ہے۔

اور تیرا رب بے نیاز اور صاحبِ رحمت ہے۔ اگر وہ چاہے تو تمھیں زمین سے ختم کر دے اور تمھاری جگہ جن لوگوں کو چاہے لے آئے جس طرح سے اس نے تم کو کچھ اور لوگوں کی نسل سے اُٹھایا ہے۔ تم سے جس چیز کا وعدہ کیا جا رہا ہے وہ یقیناً آنے والی ہے اور تم خدا کو عاجز نہیں کر سکتے۔

آپ کہہ دیں کہ تم اپنی جگہ عمل کرتے رہو میں اپنی جگہ عمل کر رہا ہوں۔ تمھیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ انجام کار کس کا بہتر ہوتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ظالم فلاح نہیں پاتے۔

ان لوگوں نے اللہ کی پیدا کی ہوئی کھیتی اور مویشیوں میں اس کے لیے ایک حصّہ مقرر کیا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے لیے ہے اپنے گمان کے مطابق۔ اور یہ ہمارے ٹھیرائے ہوئے شریکوں کے لیے ہے۔ جو حصّہ ان کے ٹھیرائے ہوئے شریکوں کے لیے ہے وہ تو اللہ تک نہیں پہنچتا اور جو حصّہ اللہ کے لیے مقرر ہے وہ ان کے ٹھیرائے ہوئے شریکوں تک جا پہنچتا ہے۔ یہ لوگ کیسے بُرے فیصلے کرتے ہیں۔

اور اس طرح بہت سے مشرکین کے لیے ان کے شریکوں نے ان کی اولاد کے قتل کو خوش نما بنا دیا ہے تا کہ وہ انھیں ہلاک کریں اور ان پر ان کے دین کو مشتبہ کر دیں. اور اگر اللہ جبرِ مشیت سے کام لیتا تو وہ ایسا نہ کرتے۔ آپ انھیں چھوڑ دیں تا کہ اپنی افتراء پردازیوں میں مصروف رہیں۔ اور انھوں نے کہا ہے کہ یہ کھیت اور یہ جانور محفوظ ہیں۔ انھیں صرف وہی کھا سکتے ہیں جنھیں ہم کھلانا چاہیں حالانکہ یہ ان کی خودساختہ پابندی ہے۔ پھر کچھ جانور ایسے ہیں جن کی پشت پر سواری ممنوع قرار دے دی گئی ہے اور کچھ جانور ایسے ہیں جن پر اللہ کا نام نہیں لیتے۔ یہ سب خدا پر اِفترا ہے۔ عنقریب اللہ انھیں ان کی اِفتراپردازیوں کا بدلہ دے گا۔

اور انھوں نے کہا ہے جو کچھ ان جانوروں کے پیٹ میں ہے ہمارے مردوں کے لیے حلال ہے اور ہماری عورتوں پر حرام ہے۔ اگر جانور مر گیا ہو تو پھر سب اس میں حصّہ دار ہیں۔ یہ باتیں جو انھوں نے تراشی ہیں خدا ان کا انھیں بدلہ دے گا۔ بے شک وہ صاحبِ حکمت اور صاحبِ علم ہے۔

یقیناً ان لوگوں نے خسارہ کا سودا کیا جنھوں نے جہالت و نادانی کی وجہ سے اپنی اولاد کو قتل کیا ہے اور خدا پر افتراء پردازی کرتے ہوئے خدا کے دیئے ہوئے رزق کو حرام کیا ہے۔ یہ لوگ بھٹک گئے ہیں اور وہ ہدایت پانے والوں میں سے نہ تھے۔

اور وہی تو ہے جس نے تختوں پر چڑھائے ہوئے باغات اور تختوں پر نہ چڑھائے ہوئے باغات پیدا کیے ہیں۔ کھجور اور زراعت پیدا کی ہے جن کے ذائقے مختلف ہیں۔ زیتون اور انار پیدا کیے ہیں ان میں سے بعض ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں اور بعض مختلف ہیں۔ جب وہ پھل پک جائیں تو کھاؤ اور جب کاٹنے کا دن آئے تو ان کا حق ادا کرو اور اسراف نہ کرنا۔ اس میں شک نہیں کہ اللہ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

اور چوپاؤں میں سے کچھ بوجھ اٹھانے والے ہیں اور کچھ زمین پر گھسٹ کر چلنے والے ہیں۔ خدا نے جو تم کو رزق دیا ہے اس میں سے کھاؤ اور شیطان کے نشانِ قدم پر نہ چلو۔ بے شک وہ تمھارا کھلا ہوا دشمن ہے۔ یہ آٹھ جوڑے ہیں۔ بھیڑ کی قسم سے دو اور بکری کی قسم سے دو۔ آپ پوچھیں کہ اللہ نے ان کے نر حرام کیے ہیں یا مادہ؟ یا وہ بچے جو بھیڑوں اور بکریوں کے پیٹ میں ہوں؟ ٹھیک ٹھیک علم کے ساتھ مجھے خبر دو اگر تم سچے ہو۔

اور اُونٹ کی قسم میں سے دو اور گائے میں سے دو۔ ان سے کہیے کہ خدا نے نروں کو حرام کیا ہے یا مادہ کو یا ان کو جو مادہ کے شکم میں ہیں؟ کیا تم لوگ اس وقت حاضر تھے جب خدا ان کو حرام کرنے کی وصیت کر رہا تھا؟ پھر اس سے بڑا ظالم کون ہے جو خدا پر جھوٹا الزام لگائے تاکہ لوگوں کو بغیر جانے بوجھے گمراہ کرے۔ یقیناً اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا ہے۔

آپ کہہ دیجیے کہ میں اپنی طرف آنے والی وحی میں کسی بھی کھانے والے کے لیے کوئی حرام نہیں پاتا مگر یہ کہ مُردار ہو یا بہایا ہوا خون یا سور کا گوشت ہو کہ یہ سب رجس اور گندگی ہے یا وہ نافرمانی ہو جسے غیر خدا کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔ اس کے بعد بھی کوئی مجبور ہو جائے اور نہ سرکش ہو نہ حد سے تجاوز کرنے والا تو پروردگار بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

اور یہودیوں پر ہم نے ہر ناخن والے جانور کو حرام کر دیا اور گائے اور بھیڑ کی چربی کو حرام کر دیا مگر چربی کہ پیٹھ پر ہو یا آنتوں پر ہو یا جو ہڈیوں سے لگی ہوئی ہو۔ یہ ہم نے ان کی

بغاوت اور سرکشی کی سزا دی ہے اور ہم بالکل سچے ہیں۔ پھر اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلائیں تو کہہ دیں کہ تمھارا پروردگار بڑی وسیع رحمت والا ہے لیکن اس کا عذاب مجرمین سے ٹالا بھی نہیں جاسکتا ہے۔

عنقریب یہ مشرکین کہیں گے۔ اگر خدا چاہتا تو نہ ہم مشرک ہوتے نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم کسی چیز کو حرام قرار دیتے۔ اسی طرح ان سے پہلے والوں نے رسولوں کی تکذیب کی تھی یہاں تک کہ ہمارے عذاب کا مزہ چکھ لیا۔ ان سے کہہ دیجیے کہ تمھارے پاس کوئی دلیل ہے تو ہمیں بھی بتاؤ۔ تم صرف خیالات کا اتباع کرتے ہو اور اندازوں کی باتیں کرتے ہو۔

کہہ دیجیے کہ اللہ کے پاس منزل تک پہنچانے والی دلیلیں ہیں۔ وہ اگر چاہتا تو جبراً تم سب کو ہدایت دے دیتا۔ کہہ دیجیے کہ ذرا اپنے گواہوں کو تو لاؤ۔ جو گواہی دیتے ہیں کہ خدا نے اس چیز کو حرام قرار دیا ہے۔ اس کے بعد وہ گواہی بھی دے دیں تو آپ ان کے ساتھ گواہی نہ دیجیے گا اور ان لوگوں کے خواہشات کا اتباع نہ کیجیے گا جنھوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہے اور وہ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہیں اور اپنے پروردگار کا ہمسر قرار دیتے ہیں۔

جن وانس سے گفتگو

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ۚ يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِنَ الْإِنْسِ ۖ وَقَالَ أَوْلِيَاؤُهُمْ مِنَ الْإِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَبَلَغْنَا أَجَلَنَا الَّذِي أَجَّلْتَ لَنَا ۚ

''اور جس دن اللہ ان سب کو جمع کرے گا (اور جنات سے کہے گا) اے گروہِ جنات! تم نے نوع انسانی پر خوب ہاتھ صاف کیا ہے اور انسانوں میں سے جو ان کے دوست تھے وہ کہیں گے ہم میں سے ہر ایک نے دوسرے سے استفادہ کیا ہے اور ہم اس وقت پر پہنچے ہیں جو تو نے ہمارے لیے مقرر کیا تھا''۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں اس آیت مجیدہ کے ضمن میں مرقوم ہے کہ جو بھی کسی قوم سے دوستی رکھے وہ ان میں سے قرار

پاتا ہے اگرچہ ان کی جنس علیحدہ کیوں نہ ہو۔ وَ كَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ''اور اس طرح ہم بعض ظالموں کو بعض ظالموں کا ساتھی بنائیں گے اس کمائی کی وجہ سے جو وہ کیا کرتے تھے''۔ یعنی جو بھی ان کے دوستوں سے دوستی رکھے گا وہ ان کے ساتھ ہوگا۔

اصول کافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہمیشہ ظالم کے ذریعہ سے ہی انتقام لیتا ہے جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: وَ كَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (اور اسی طرح ہم بعض ظالموں کو بعض کا ان کے کرتوتوں کی بدولت سرپرست بنائیں گے)

جن وانس سے سوال

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ

''اے گروہ جن وانس! کیا تمھارے پاس تم میں سے رسول نہیں آئے تھے؟''

نہج البلاغہ کے ایک خطبہ میں یہ الفاظ مذکور ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اپنی مخلوق کو آباد کیا اور اپنے رسولوں کو جن و انس کی طرف بھیجا تاکہ وہ ان کے سامنے دنیا کو بے نقاب کریں اور اس کی مضرتوں سے انھیں ڈرائیں' دھمکائیں اور اس کی (بیوفائی کی) مثالیں بیان کریں اور اس کی صحت و بیماری کے تغیرات سے ایک دم انھیں پوری پوری عبرت دلانے کا سامان کردیں اور اس کے عیوب اور حلال وحرام کے (ذرائع اکتساب) اور فرمانبرداروں اور نافرمانوں کے لیے جو بہشت و دوزخ اور عزت و ذلت کے جو سامان اللہ نے مہیا کیے ہیں وہ انھیں دکھلائیں''۔

عیون الاخبار میں حضرت علی علیہ السلام اور ایک شامی کا مکالمہ مذکور ہے جس میں یہ کلمات بھی مرقوم ہیں: شامی نے حضرت علی علیہ السلام سے کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے جنات میں سے بھی کسی کو نبی بنا کر بھیجا تھا؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں' اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ایک نبی ان کی طرف مبعوث کیا تھا جس کا نام یوسف تھا۔ اس نے انھیں خدا کی دعوت دی تھی لیکن قومِ جنات نے اسے قتل کردیا تھا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰؐ کو جن وانس کی طرف مبعوث کیا ہے۔

مشرکین کی بندر بانٹ

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا

اور ان مشرکین نے اللہ کے لیے خود اس کی پیدا کی ہوئی کھیتیوں اور مویشیوں میں سے ایک حصہ مقرر کیا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ یہ حصہ اللہ کے لیے ہے۔ ان کے اپنے گمان کے مطابق اور یہ حصہ ہمارے شریکوں کے لیے ہے۔ پھر جو حصہ ان کے ٹھیرائے ہوئے شریکوں کا ہوتا ہے وہ تو اللہ کو نہیں پہنچتا مگر جو اللہ کا حصہ ہوتا ہے وہ ان کے شریکوں کے پاس پہنچ جاتا ہے۔ یہ لوگ کیسے بُرے فیصلے کرتے ہیں۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ اس آیت کی وضاحت کے متعلق مفسرین سے بہت سے اقوال مروی ہیں جن میں سے دوسرا قول یہ ہے کہ مشرکین کا یہ وطیرہ تھا کہ اگر بتوں کے مال کے ساتھ خدا کا مال مخلوط ہو جاتا تو وہ بتوں کی منت بلا کسی کم و کاست کے ادا کرتے تھے لیکن خدا کا مقرر کردہ حصہ انھیں ادا نہیں کرتے تھے اور کہتے تھے کہ خدا تو بڑی عزت وشان والا ہے اسے بھلا اس حقیر سے حصہ کی ضرورت ہی کیا ہے۔

کھیتی کا جو حصہ خدا کے لیے مقرر ہوتا تھا اگر اس کا پانی ٹوٹ کر بتوں کے مقرر کردہ حصہ میں چلا جاتا تو وہ اسے جانے دیتے تھے لیکن اگر بتوں کے لیے مقرر کردہ کھیت کا پانی ٹوٹ کر خدا کے لیے مقرر کردہ حصے کی طرف چلا جاتا تو وہ اسے فوراً بند کر دیتے تھے اور کہتے تھے کہ اللہ سب سے بڑا دولت مند ہے۔ اسے کیا ضرورت ہے کہ وہ بتوں غریبوں کے حصہ کا پانی اپنے کھیت میں لے جائے''۔ ائمہ اہلِ بیتؑ سے اس کی یہی تفسیر مروی ہے۔

مشرکین کی احمقانہ رسومات

وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ ۖ لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ

وہ کہتے ہیں کہ یہ جانور اور کھیت محفوظ ہیں یعنی عام افراد کے لیے ان کا استعمال ممنوع ہے، انھیں صرف وہی لوگ کھا سکتے ہیں جنھیں ہم کھلانا چاہیں حالانکہ یہ پابندی ان کی خودساختہ ہے۔ پھر کچھ جانور ہیں جن پر سواری اور بار برداری کو انھوں نے حرام کر رکھا ہے۔ (مشرکین عرب بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور خاص قسم کے جانوروں پر سوار ہونا ناجائز جانتے تھے)

اور کچھ جانور ایسے ہیں جن پر وہ اللہ کا نام نہیں لیتے۔ یہ سب کچھ انھوں نے اللہ پر افتراء باندھا ہے اور خدا عنقریب انھیں ان کی افتراء پردازیوں کا بدلہ دے گا۔ اور وہ کہتے ہیں کہ جو کچھ ان جانوروں کے پیٹ میں ہے یہ ہمارے مردوں کے لیے مخصوص ہے اور ہماری عورتوں پر حرام ہے (یعنی جب کوئی جنین جانوروں کے پیٹ سے زندہ برآمد ہوتا تھا تو اسے صرف

مرد کھاتے تھے اور عورتوں پر وہ حرام ہوتا تھا)۔ لیکن اگر وہ مُردہ ہو تو مرد و عورت اس میں شریک ہیں۔ یہ باتیں جو انھوں نے از خود گھڑی ہیں اللہ انھیں ان کا بدلہ ضرور دے گا بے شک وہ صاحب حکمت اور صاحب علم ہے۔

ان لوگوں کو خدا نے خبردار کرتے ہوئے کہا: وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۭ (النحل:۱۱۶) ''تم لوگ اپنی طرف سے جھوٹ تراش کر یہ نہ کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے۔ خدا پر افتراء پردازی کرتے ہوئے ایسی باتیں نہ کہو''۔

تمام نباتات خدا کی پیدا کردہ ہیں

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ ......

''وہ اللہ ہی ہے جس نے ایسے باغات پیدا کیے جنھیں لکڑیوں پر چڑھایا جاتا ہے (مثلاً انگور منقّی) اور وہ باغات پیدا کیے ہیں جنھیں لکڑیوں پر نہیں چڑھایا جاتا۔ خدا نے ہی کھجوریں پیدا کی ہیں اور کھیتیاں اُگائی ہیں جن کے ذائقے مختلف ہیں اور زیتون وانار کے درخت پیدا کیے''۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ سے باغات مراد ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ درخت کی بنیاد مٹی ہے۔

کتاب کمال الدین وتمام النعمۃ میں ایک طویل روایت مرقوم ہے جس میں ایک یہودی کے حضرت علی علیہ السلام سے سوالات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ ان سوالات میں سے ایک سوال یہ تھا کہ یہودی نے کہا کہ آپ یہ بتائیں کہ روئے زمین پر سب سے پہلے کون سا درخت پیدا ہوا تھا؟

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: تمھارا خیال یہ ہے کہ سب سے پہلے زیتون کا درخت پیدا ہوا لیکن تمھارا یہ خیال جھوٹ پر مبنی ہے۔ سب سے پہلے اللہ نے ''عجوہ'' کھجور کو پیدا کیا تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام اسے جنت سے لے کر زمین پر آئے تھے اور پھر دنیا میں کھجور کی جتنی بھی قسمیں پائی جاتی ہیں وہ سب کی سب ''عجوہ'' سے ہی پیدا ہوئی ہیں۔

حضرتؑ کا یہ فرمان سن کر یہودی نے کہا: آپؑ نے سچ کہا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی یہی لکھوایا تھا اور حضرت ہارونؑ نے بھی اپنے ہاتھ سے یہی لکھا تھا۔

کتاب علل الشرائع میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے

حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو کچھ مٹی بچ گئی تھی۔ اس بچی ہوئی مٹی سے خدا نے کھجور پیدا کی۔ اس میں انسانوں کی دو صفات پائی جاتی ہیں۔ جس طرح سے انسان کا سر کٹ جائے تو وہ مرجاتا ہے اسی طرح سے جب کھجور کا سر کاٹ دیا جائے تو وہ بھی مرجاتی ہے۔ انسانوں کی طرح کھجور کو بھی زر پاشی کی احتیاج ہوتی ہے۔

جب پھل پک جائیں تو اس میں سے مساکین کو بھی کچھ کھلاؤ

كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ

''جب درخت پھل لائیں تو تم ان کے پھل کھاؤ اور جب ان کی فصل کاٹو تو اس میں سے اللہ کا حق ادا کرو''۔

تفسیر عیاشی میں مذکور ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بات ناپسند تھی کہ کھجور کا پھل رات کے وقت کاٹا جائے یا کوئی بھی فصل رات کے وقت کاٹی جائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ''اور جب تم ان کی فصل کاٹو تو اس میں سے اللہ کا حق ادا کرو''۔

آنحضرتؐ سے پوچھا گیا کہ حق سے کیا مراد ہے؟ آپؐ نے فرمایا: مسکین کو اسی میں سے کچھ حصہ دو۔

ابوبصیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ کا کیا مطلب ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ جب تم اپنی فصل کاٹو تو اپنے قریبی عزیزوں کو بھی اس میں سے کچھ حصہ دو۔

ابوالجارود بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ کی آیت تلاوت کرکے فرمایا: جب فصل اٹھاؤ تو اس میں سے کچھ حصہ مساکین کو دو۔

الکافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: فصل کے وقت دو قسم کے حقوق کی ادائیگی ضروری ہے۔ ایک حق وہ ہے جو تم سے لیا جاتا ہے اور ایک حق وہ ہے جسے تم نے خود لوگوں تک پہنچانا ہے۔ وہ حق جو تم سے لیا جاتا ہے وہ فصل کا دسواں یا بیسواں حصہ ہے اور دوسرا حق جو تم نے خود دینا ہے وہ یہ ہے کہ فصل کی کٹائی کے دن کچھ غلہ یا پھلوں کا حصہ لے کر غرباء و مساکین میں تقسیم کرو۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ سے مراد پھلوں اور کھجوروں کا وہ حصہ ہے جو

کٹائی کے وقت غرباء و مساکین میں تقسیم کیا جاتا ہے اور ایک ایک مٹھی بھر کر مساکین کو دیا جاتا ہے۔ جب پھل پک کر تیار ہو جائے تو مزارع کو اس کا مقرر کردہ حصہ دینا چاہیے اور کھجور کی ردی اقسام از قسم ''معافارۃ'' اور ''ام جعرور'' کو چھوڑ دیا جائے اور کھجوروں کے خشک ہونے کے مقام پر مزارعین کے لیے مختلف انواع کی کھجوریں چھوڑنی چاہییں۔

ابو بصیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: رات کے وقت فصل کی کٹائی نہ کرو اور رات کے وقت درختوں سے پھل نہ اتارو اور رات کے وقت قربانی کا جانور ذبح نہ کرو۔ اور رات کے وقت فصلات کی بجائی نہ کرو۔ کیونکہ اگر تم نے ایسا کیا تو ''قانع'' اور ''معتر'' تمھارے پاس نہیں آسکیں گے۔

میں (راوی) نے عرض کیا کہ ''قانع'' کون ہے اور ''معتر'' کون ہے؟

آپؑ نے فرمایا: ''قانع'' وہ سائل ہے جو تمھاری عطا پر قناعت کرے اور ''معتر'' وہ ہے جو تمھارے پاس گزرے تو تم سے مانگنے لگ جائے۔ لہٰذا اگر تم رات کے وقت فصلات کی بجائی اور کٹائی کرو گے تو وہ تمھارے پاس نہیں آسکیں گے۔ کٹائی اور بجائی کے وقت سائلوں کو مٹھی بھر غلہ دینا چاہیے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ کے متعلق فرمایا: اس سے عُشر مراد نہیں ہے اس سے کٹائی کے دن کی وہ خیرات مراد ہے جسے انسان اپنے ہاتھ سے مٹھی دو مٹھی بھر کر فقراء و مساکین میں تقسیم کرتا ہے۔ زکوٰۃ اس کے علاوہ ہے۔

اِسراف کی ممانعت

وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۱۴۱﴾

''اور اِسراف سے کام نہ لو بے شک خدا اِسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا''۔

الکافی میں ابن ابی نصر سے منقول ہے اس نے کہا کہ میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ کی آیت کا مفہوم دریافت کیا۔

آپؑ نے فرمایا کہ میرے والد ماجد علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ کٹائی اور بوائی کے دن دو ہاتھوں سے بھر کر غلہ تقسیم کرنا بھی اِسراف میں شامل ہے۔ اور جب میرے والد اپنے کسی غلام کو دونوں ہتھیلیوں سے غلہ تقسیم کرتے ہوئے دیکھتے تو آپ چیخ کر اس سے کہتے تھے کہ ایک ہاتھ سے خیرات دو۔ اور اگر فصل خوشوں کی شکل میں ہوتی تو سائل کو ایک مٹھی بھر کر

خوشے دیا کرتے تھے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ آیت ایک انصاری کے متعلق نازل ہوئی۔ اس نے کٹائی کے دن سارا غلہ لوگوں میں تقسیم کر دیا تھا اور خود اس کے پاس کچھ باقی نہیں رہا تھا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا کہ اسراف نہ کرو کیونکہ خدا کو اسراف کرنے والے پسند نہیں ہیں۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مذکور ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اللہ کو جہاں فضول خرچی ناپسند ہے وہاں کنجوسی بھی ناپسند ہے۔ انسان کو فضول خرچی اور کنجوسی دونوں سے پرہیز کرنا چاہیے اور درمیانی راستہ اختیار کرنا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ ساری دولت لٹا دے پھر خدا سے رزق کا سوال کرے اور خدا اس کی دعا قبول نہ کرے۔

یہ روایت قرب الاسناد میں بھی مرقوم ہے۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ کی آیت مجیدہ کے تحت اللہ نے یہ فرض کیا ہے کہ ہر قطعہ زمین کی پیداوار سے ایک مٹھی بھر حصہ مساکین کو دیا جائے۔ اسی طرح سے کھجور کے خوشے کاٹتے وقت اور دوسرے پھل اُتارتے وقت اور بجائی کے وقت بھی ایک مٹھی بھر کر غلہ دینا چاہیے۔

شعیب عقرقوقی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ کی آیت مجیدہ کا مفہوم پوچھا تو آپؑ نے فرمایا: اگر غلہ خوشوں کی شکل میں ہو تو کٹائی کے دن ایک گٹھڑی دی جائے اور اگر خشک کھجور ہو تو ایک مٹھی دی جائے۔

میں (راوی) نے عرض کیا: اگر وہ غلہ یا پھل کو اپنے گھر منتقل کر چکا ہو تو کیا پھر بھی وہ اتنا حصہ تقسیم کرے؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں وہ اپنے گھر لے جانے سے پہلے اپنے لیے زیادہ سخی ہے۔

سعد بن سعد کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا: اگر کٹائی کے وقت کوئی سائل نہ آئے تو کیا مالک پر پھر بھی صدقہ دینا واجب رہتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں، اس صورت میں مالک پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔

الکافی میں سلیمان بن صالح سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ اسراف کے حدود کی ابتداء کہاں سے شروع ہوتی ہے؟

آپؑ نے فرمایا: بلاضرورت لباس بدلنا، خواہ مخواہ پانی انڈیلنا اور کھجوریں کھا کر اِدھر اُدھر گٹھلیوں کو پھینکنا اسراف میں

شامل ہے۔

کتاب الخصال میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: طعام میں کوئی اسراف نہیں ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: اسراف کنندہ کی تین علامات ہوتی ہیں:

۱- وہ ایسی چیز کی خریداری کرے گا جس کی اس کو ضرورت نہ ہوگی۔ ۲- وہ ایسا لباس پہنے گا جو اس کی استطاعت سے باہر ہوگا۔ ۳- وہ ایسی غذا کھائے گا جو اس کی حیثیت سے بلند ہوگی۔

اصول کافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کچھ صحابہ نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ یارسولؐ اللہ! ہمیں تو اپنے متعلق نفاق کا خوف ہے؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: تمھیں اس کا خوف کیوں لاحق ہے؟

انھوں نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! جب ہم آپ کی خدمت میں ہوتے ہیں اور آپؐ ہمیں وعظ ونصیحت کرتے ہیں تو ہمارے دل خوفِ خدا سے کانپ اٹھتے ہیں اور ہمیں دنیا یاد تک نہیں رہتی اور ہمیں یوں محسوس ہوتا ہے کہ گویا ہم آخرت کا مشاہدہ کررہے ہیں اور جنت و دوزخ ہماری نگاہوں کے سامنے مجسم ہوتی ہے۔ لیکن جب ہم آپؐ کے پاس سے روانہ ہوتے ہیں اور اپنے گھروں میں جاتے ہیں تو یہ حالت قائم نہیں رہتی اور وہ ساری کیفیت ختم ہوجاتی ہے کیا آپؐ کو ہمارے متعلق نفاق کا اندیشہ نہیں ہے؟

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ہرگز نہیں! یہ شیطان تمھیں دھوکا دینا چاہتا ہے اور تمھیں آخرت فراموش کرا کے دنیا کی رغبت دینا چاہتا ہے۔

جانوروں کے آٹھ جوڑے' بھینس حلال ہے

تفسیر عیاشی میں ایوب بن نوح بن دراج سے منقول ہے' اس نے کہا کہ میں نے حضرت ابوالحسنؑ ثالث سے بھینس کے متعلق پوچھا اور عرض کیا کہ اہلِ عراق یہ کہتے ہیں کہ بھینس ایک مسخ شدہ جانور ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: کیا تو نے خدا کا یہ فرمان نہیں سنا: وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ''اللہ نے اُونٹ کے دو جوڑے حلال کیے اور گائے کے دو جوڑے حلال کیے'' (بھینس گائے کا ہی جوڑا ہے)۔

راوی کہتا ہے کہ جب میں خراسان سے واپس آیا تو میں نے امام علیہ السلام کو ایک خط لکھوایا اور اس میں، میں نے ایوب بن نوح کی حدیث کو تحریر کر کے پوچھا کہ کیا واقعی اس کی روایت درست ہے؟

امام علیہ السلام نے جواب میں لکھا جو کچھ اس نے بیان کیا ہے وہ صحیح ہے۔

الکافی میں داؤد رقی سے منقول ہے کہ ایک خارجی نے مجھ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے: مِنَ الضَّانِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ۗ قُلْ آٰلذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ۔

اس آیت مجیدہ کے متعلق بتاؤ کہ قربانی میں مذکورہ جوڑوں میں سے کس کی قربانی دی جاسکتی ہے؟

داؤد رقی کہتے ہیں کہ میرے پاس اس کے سوال کا کوئی جواب نہیں تھا۔ پھر میں حج کے لیے گیا اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہی مسئلہ پوچھا تو آپؑ نے فرمایا:

قربانی کے لیے بھیڑ بکری کی پالتو قسم کو قربان کرنا چاہیے۔ جنگلی اور پہاڑی قسم کو قربانی میں ذبح نہیں کرنا چاہیے۔ اور اُونٹ کی جنس میں سے عام عربی اُونٹ قربانی میں ذبح کرنا چاہیے۔ ''بخاتی'' (دو کوہان والا اونٹ) ذبح نہیں کرنا چاہیے۔ اور گائے کی جنس میں سے گھریلو گائے کو قربانی میں ذبح کرنا چاہیے۔ صحرائی گائے (نیل گائے) کی قربانی نہیں کرنی چاہیے۔

حج سے واپسی پر میں نے خارجی کے سامنے یہ جواب پیش کیا تو اس نے کہا: جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جواب حجاز سے آیا ہے۔

روضہ کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا: حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی کشتی میں حلال جانوروں کے آٹھ جوڑے سوار کیے تھے۔ دو بھیڑ کی جنس کی قسمیں تھیں اور دو بکری کی قسمیں تھیں، دو اُونٹ کی قسمیں تھیں اور دو گائے کی قسمیں تھیں۔ بھیڑ کی ایک قسم پالتو ہے جسے لوگ اپنے گھروں میں پالتے ہیں اور ایک قسم پہاڑوں میں رہتی ہے جس کا شکار لوگوں کے لیے حلال قرار دیا گیا۔ اسی طرح سے بکری کی جنس میں سے ایک پالتو جانور ہے جسے لوگ گھروں میں پالتے ہیں اور اس کی دوسری قسم ہرن ہیں جو کہ صحراؤں میں پائے جاتے ہیں۔ اُونٹ کی ایک قسم عام اُونٹوں پر مشتمل ہے اور دوسری قسم ''بخاتی'' اُونٹوں (دو کوہان والے اُونٹوں) پر مشتمل ہے۔ گائے کی ایک جنس گھروں میں پالی جاتی ہے اور دوسری جنس صحراؤں میں رہتی ہے (یعنی نیل گائے)۔ اس کے علاوہ تمام پاک صحرائی اور گھریلو پرندے بھی حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی پر سوار تھے۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں ہے کہ مِنَ الضَّانِ اثْنَيْنِ سے بھیڑ کی دو قسمیں یعنی گھریلو اور پہاڑی مینڈھے مراد ہیں اور

وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ سے بکری کی دو قسمیں یعنی گھریلو اور صحرائی اور پہاڑی بکرے مراد ہیں۔ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ سے گائے کی دو قسمیں یعنی گھریلو اور پہاڑی جنگلی گائے مراد ہے اور وَمِنَ الْإِبِلِ اثْنَيْنِ سے اُونٹ کی دو قسمیں یعنی دو کوہان والے اور عام اُونٹ مراد ہیں، انھیں خدا نے حلال کیا ہے۔

تہذیب الاحکام میں زرارہ سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ''جریث'' مچھلی کے متعلق پوچھا تو آپؑ نے فرمایا کہ ''جریث'' مچھلی کیسی ہوتی ہے؟

میں نے آپؑ کے سامنے ''جریث'' مچھلی کی شکل و ہیئت بیان کی تو آپؑ نے جواب میں قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی: قُلْ لَآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ ''آپ کہہ دیں کہ مجھ پر جو وحی اُتاری گئی ہے میں اس میں کسی کھانے والے کے لیے مرجلا' بہتے ہوئے خون اور خنزیر کے گوشت کے علاوہ کسی چیز کو حرام نہیں پاتا''۔

پھر آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جانوروں میں سے صرف خنزیر کو حرام قرار دیا ہے۔ سمندر کے وہ تمام جانور جن پر چاندی جیسا چھلکا نہ ہو تو ان کا کھانا مکروہ ہے' حرام نہیں ہے۔

محمد بن مسلم بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ''جری'' اور ''مارماہی'' اور ''زمیر'' اور ان مچھلیوں کے متعلق پوچھا جن پر چھلکا نہ ہو کہ آیا وہ حرام ہیں؟

اس کے جواب میں آپؑ نے مجھ سے فرمایا کہ سورہ انعام کی یہ آیت پڑھو: قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ۔ ''اے نبیؐ، ان سے کہو کہ جو وحی میرے پاس آتی ہے اس میں تو میں کوئی چیز ایسی نہیں پاتا جو کسی کھانے والے پر حرام ہو سوائے اس کے کہ وہ مُردار ہو یا بہایا ہوا خون ہو یا سور کا گوشت ہو کہ وہ ناپاک ہے یا فسق ہو کہ اللہ کے علاوہ کسی اور کے نام پر ذبح کیا گیا ہو''۔

جب میں (راوی) نے پوری آیت پڑھ لی تو آپؑ نے فرمایا: حرام وہی ہے جسے اللہ اور اس کے رسولؐ نے حرام قرار دیا ہے۔ البتہ لوگ کچھ چیزوں سے پرہیز کرتے ہیں' ہم بھی ان سے پرہیز کرتے ہیں۔

محمد بن مسلم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے شکاری پرندوں اور وحشی جانوروں کے متعلق پوچھا یہاں تک کہ میں نے سیہہ (خارپشت) ''وطواط'' گدھے' گھوڑے اور خچر کے متعلق پوچھا تو آپؑ نے فرمایا:

حرام وہی ہے جسے اللہ نے اپنی کتاب میں حرام قرار دیا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گدھا کے گوشت کی اس لیے ممانعت کی تھی کہ کہیں ان کی نسل ہی ختم نہ ہو جائے مگر گدھے حرام نہیں ہیں۔ پھر آپؑ نے یہ آیت پڑھی: قُلْ لَّاۤ اَجِدُ فِیْ مَاۤ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗۤ۔

یہودیوں پر تمام ناخن والے جانور حرام کیے گئے

وَعَلَى الَّذِیْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِیْ ظُفُرٍ ۚ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَیْهِمْ شُحُوْمَهُمَاۤ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَاۤ اَوِ الْحَوَایَاۤ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ؕ ذٰلِكَ جَزَیْنٰهُمْ بِبَغْیِهِمْ ۖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۱۴۶﴾

''اور جن لوگوں نے یہودیت اختیار کی ہے ان پر ہم نے سب ناخن والے جانور حرام کر دیے تھے اور گائے اور بکری کی چربی بھی ماسوائے اس کے جو ان کی پیٹھ یا ان کی آنتوں سے لگی ہوئی ہو یا ہڈی سے لگی رہ جائے۔ یہ ہم نے انھیں ان کی سرکشی کی سزا دی تھی اور ہم اپنے بیان میں بالکل سچے ہیں''۔

عیون الاخبار کی ایک طویل روایت کے ذیل میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: ہر پنجے رکھنے والا درندہ اور پرندوں کو پنجوں سے دبوچ لینے والا ہر پرندہ حرام ہے۔

حدیث کا ایک جملہ یہ بھی ہے: خرگوش کا کھانا اس لیے حرام قرار دیا گیا کہ وہ بلی کی مانند ہے۔ بلی اور دوسرے درندوں کی طرح سے اس کے بھی پنجے ہیں۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے مامون کے لیے اسلام کے بنیادی عقائد و اعمال کے موضوع پر ایک رسالہ لکھا تھا جس میں آپؑ نے تحریر فرمایا: ''ہر پنجے رکھنے والا درندہ اور شکاری پرندہ حرام ہے''۔

تفسیر عیاشی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: بنی اسرائیل پر ہر ناخن رکھنے والا جانور اور چربی حرام کی گئی تھی سوائے اس چربی کے جو پشت یا آنتوں یا ہڈی سے لگی ہوئی ہو۔ کتاب الخصال میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ پنجے رکھنے والا درندہ اور ہر شکاری پرندہ حرام ہے۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ خداوند عالم کا فرمان ہے: فَبِظُلْمٍ مِّنَ

الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا (النساء:۱۶۰) ''یہودیوں کے ظلم کی وجہ سے ہم نے ان پر کچھ حلال کردہ پاکیزہ اشیاء حرام کردیں اور اسی حرمت کی یہ وجہ بھی تھی کہ وہ اللہ کی راہ سے بکثرت روکا کرتے تھے''۔

چنانچہ اللہ نے ان پر اونٹ' گائے اور بکری کا گوشت حرام کردیا تھا۔ یہ جانور دراصل حلال تھے جو کہ ان کے ظلم کی وجہ سے ان پر حرام کیے گئے تھے ورنہ اللہ بلاوجہ کسی حرام کو حلال نہیں کرتا اور کسی حلال کو حرام نہیں کرتا۔ اسی طرح سے اللہ نے ان پر گائے اور بکریوں کی چربی بھی حرام کردی تھی۔

کتاب معانی الاخبار میں حضرت علی علیہ السلام سے ایک طویل خطبہ منقول ہے جسے ہم سورہ والضحیٰ کی آیت واما بنعمة ربك فحدث کی تفسیر میں نقل کریں گے۔ اس خطبہ میں حضرتؑ نے یہ جملے بھی ارشاد فرمائے:

انا قابض الارواح وبأس الله الذی لا یرده عن القوم المجرمین

''میں قابض ارواح ہوں اور میں خدا کا وہ عذاب ہوں جسے مجرم قوم سے ہٹایا نہیں جاسکتا''۔

مکمل دلیل و حجت خدا کے پاس ہے

قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۚ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۴۹﴾

''آپ کہہ دیں (تمھاری اس حجت کے مقابلے میں) حقیقت تک پہنچانے والی حجت تو اللہ کے پاس ہے اگر خدا چاہتا تو تم سب کو منزلِ مقصود تک پہنچا دیتا''۔

امالی طوسی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کے متعلق پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بندے سے کہے گا: میرا بندہ! کیا تو عالم تھا؟ اگر بندہ ''ہاں'' میں جواب دے گا تو خدا کہے گا: پھر تو نے اپنے علم پر عمل کیوں نہ کیا؟ اگر کسی نے نفی میں جواب دیا اور کہا کہ خدایا میں جاہل تھا تو اللہ اس سے فرمائے گا تو نے اس کا علم حاصل کیوں نہ کیا تاکہ عمل کرسکتا۔ اور اس دلیل سے اللہ عالم و جاہل سب کو خاموش کردے گا۔

اصول کافی میں ہشام بن الحکم سے منقول ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے مجھ سے کہا:

ہشام! اللہ کی طرف سے لوگوں پر دو طرح کی حجتیں ہیں: ایک ظاہری حجت ہے اور ایک باطنی حجت ہے۔ ظاہری حجت انبیاء و رسل اور ائمہ ہیں اور باطنی حجت، عقل ہے۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: امام کے بغیر لوگوں پر اللہ کی حجت تمام نہیں ہوتی۔

سدیر کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے کہا کہ میں آپؑ پر قربان جاؤں' آپؑ حضرات کیا ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: ہم اللہ کے علم کے خازن اور وحی الٰہی کے ترجمان اور آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر بسنے والی مخلوق پر خدا کی طرف سے کامل حجت ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: حضرت امیرالمومنین علیہ السلام خدا تک پہنچنے کا دروازہ تھے جس کے بغیر خدا تک رسائی ممکن نہیں ہے اور آپؑ خدا کا وہ راستہ تھے جو اسے چھوڑ کر کسی اور راہ پر چلا وہ ہلاک ہوگیا۔ آپؑ کے بعد ائمہ یکے بعد دیگرے اسی مقام کے حامل ہیں۔ اللہ نے انھیں زمین کے ارکان کا درجہ دیا ہے جس کی وجہ سے زمین قائم ہے اور ائمہ اہلِ زمین اور تحت الثریٰ والوں کے لیے خدا کی کامل حجت ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے جس میں آپؑ نے فرمایا کہ خدا کی طرف سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک لوح نازل ہوئی تھی جس میں آپ کے اوصیاء کے نام اور ان کی ذمہ داریوں کو بیان کیا گیا اور اس لوح میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے متعلق یہ کلمات مرقوم تھے:

''میں نے حسینؑ کو اپنی وحی کا خازن بنایا اور میں نے اسے شہادت کی عزت عطا کی' میں اس کا خاتمہ سعادت پر کروں گا۔ وہ تمام شہداء سے افضل ہوگا اور تمام شہداء سے اسے بلندترین درجہ دوں گا اور میں اپنا جامع کلمہ اس کے ساتھ قرار دوں گا اور اس کے پاس اپنی کامل حجت رکھوں گا''۔

الکافی کی ایک روایت میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایامِ حج میں اللہ تعالیٰ نے حضرت الیاسؑ کی میرے والد حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ملاقات کروائی اور دونوں بزرگوں میں بڑی باتیں ہوئیں۔ حضرت الیاسؑ نے میرے والد سے کہا کہ میں ایک مشکل مسئلہ آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں' آپؑ یہ بتائیں اگر آپؑ کی امامت کے منکر افراد یہ کہیں کہ قرآن اللہ کی طرف سے حجت ہے (اور اس کی موجودگی میں ہمیں کسی امام کی ضرورت نہیں ہے تو آپ ان کے جواب میں کیا کہیں گے؟)

میرے والد نے فرمایا: میں ان سے یہ کہوں گا کہ قرآن مجید کی ظاہری زبان نہیں ہے اور یہ بول کر نہ تو نیکی کا حکم دے سکتا ہے اور نہ ہی کسی برائی سے منع کرسکتا ہے۔ قرآن کے احکام کے بیان کے لیے اللہ نے کچھ افراد کو مقرر کیا ہے جو کہ

قرآن کے زیر فرمان امر و نہی کرتے ہیں اور وہی شخصیات خدا کی طرف سے امام ہوتی ہیں اسی لیے قرآن کی موجودگی میں امام کی ضرورت باقی رہتی ہے۔

اس کے علاوہ میں ان کے سامنے دوسری دلیل یہ پیش کروں گا کہ بعض اوقات ایسے مسائل بھی پیش آجاتے ہیں جن کا حل نہ تو قرآن مجید میں کہیں دکھائی دیتا ہے اور نہ ہی ان کا حل حدیث میں موجود ہوتا ہے اور یہ بات خدا کے عدل کے خلاف ہے کہ وہ کوئی ایسا مسئلہ پیدا کرے جس کا جواب نہ ہو۔ اسی لیے اللہ نے کچھ شخصیات کو قرآن وسنت کا خصوصی علم دے کر روانہ کیا تاکہ جب کہیں کوئی مشکل آجائے تو وہ اس کا حل پیش کر سکیں اور ایسی شخصیات کو ائمہ کہا جاتا ہے۔

یہ سن کر حضرت الیاس نے کہا: واقعی آپؑ نے کامیاب دلیل پیش کی ہے اور اگر آپؑ کا کوئی منکر خدا پر افتراء پردازی نہ کرے تو وہ آپؑ کی دلیل کو رد نہیں کر سکے گا۔

قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۰﴾ قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ

وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَإِذَا قُلْتُمْ
فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ ۚ وَبِعَهْدِ اللَّهِ أَوْفُوا ۗ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُمْ
بِهِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿١٥٢﴾ وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ ۚ
وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ۗ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ
لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿١٥٣﴾ ثُمَّ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ تَمَامًا عَلَى الَّذِي
أَحْسَنَ وَتَفْصِيلًا لِكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لَعَلَّهُمْ بِلِقَاءِ
رَبِّهِمْ يُؤْمِنُونَ ﴿١٥٤﴾ وَهَٰذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوهُ وَاتَّقُوا
لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿١٥٥﴾ أَنْ تَقُولُوا إِنَّمَا أُنْزِلَ الْكِتَابُ عَلَىٰ
طَائِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا وَإِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغَافِلِينَ ﴿١٥٦﴾ أَوْ
تَقُولُوا لَوْ أَنَّا أُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتَابُ لَكُنَّا أَهْدَىٰ مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ
جَاءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ
كَذَّبَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَصَدَفَ عَنْهَا ۗ سَنَجْزِي الَّذِينَ يَصْدِفُونَ
عَنْ آيَاتِنَا سُوءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا يَصْدِفُونَ ﴿١٥٧﴾ هَلْ يَنْظُرُونَ
إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمُ الْمَلَائِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ رَبُّكَ أَوْ يَأْتِيَ بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ
ۗ يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ

اٰمَنَتۡ مِنۡ قَبۡلُ اَوۡ كَسَبَتۡ فِیۡۤ اِیۡمَانِهَا خَیۡرًا ؕ قُلِ انۡتَظِرُوۡۤا اِنَّا مُنۡتَظِرُوۡنَ ﴿۱۵۸﴾ اِنَّ الَّذِیۡنَ فَرَّقُوۡا دِیۡنَهُمۡ وَ كَانُوۡا شِیَعًا لَّسۡتَ مِنۡهُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ ؕ اِنَّمَاۤ اَمۡرُهُمۡ اِلَی اللّٰهِ ثُمَّ یُنَبِّئُهُمۡ بِمَا كَانُوۡا یَفۡعَلُوۡنَ ﴿۱۵۹﴾ مَنۡ جَآءَ بِالۡحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشۡرُ اَمۡثَالِهَا ۚ وَ مَنۡ جَآءَ بِالسَّیِّئَةِ فَلَا یُجۡزٰۤی اِلَّا مِثۡلَهَا وَ هُمۡ لَا یُظۡلَمُوۡنَ ﴿۱۶۰﴾ قُلۡ اِنَّنِیۡ هَدٰىنِیۡ رَبِّیۡۤ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ۬ۚ دِیۡنًا قِیَمًا مِّلَّةَ اِبۡرٰهِیۡمَ حَنِیۡفًا ۚ وَ مَا كَانَ مِنَ الۡمُشۡرِكِیۡنَ ﴿۱۶۱﴾ قُلۡ اِنَّ صَلَاتِیۡ وَ نُسُكِیۡ وَ مَحۡیَایَ وَ مَمَاتِیۡ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۱۶۲﴾ لَا شَرِیۡكَ لَهٗ ۚ وَ بِذٰلِكَ اُمِرۡتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الۡمُسۡلِمِیۡنَ ﴿۱۶۳﴾ قُلۡ اَغَیۡرَ اللّٰهِ اَبۡغِیۡ رَبًّا وَّ هُوَ رَبُّ كُلِّ شَیۡءٍ ؕ وَ لَا تَكۡسِبُ كُلُّ نَفۡسٍ اِلَّا عَلَیۡهَا ۚ وَ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰی ۚ ثُمَّ اِلٰی رَبِّكُمۡ مَّرۡجِعُكُمۡ فَیُنَبِّئُكُمۡ بِمَا كُنۡتُمۡ فِیۡهِ تَخۡتَلِفُوۡنَ ﴿۱۶۴﴾ وَ هُوَ الَّذِیۡ جَعَلَكُمۡ خَلٰٓئِفَ الۡاَرۡضِ وَ رَفَعَ بَعۡضَكُمۡ فَوۡقَ بَعۡضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَبۡلُوَكُمۡ فِیۡ مَاۤ اٰتٰىكُمۡ ؕ اِنَّ رَبَّكَ سَرِیۡعُ الۡعِقَابِ ۫ۖ وَ اِنَّهٗ لَغَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۱۶۵﴾

''آپ کہہ دیں کہ تم اپنے وہ گواہ لے آؤ جو یہ گواہی دیں کہ جن چیزوں کو تم حرام کہہ رہے

ہو انھیں واقعی خدا نے حرام کیا ہے۔ اگر وہ اس کی گواہی دیں تو آپ ان کے ساتھ گواہی نہ دیں اور آپ ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کریں جنھوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی ہے اور جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور وہ دوسروں کو اپنے رب کا ہمسر بناتے ہیں۔

آپ کہہ دیں کہ آؤ جو چیزیں تمھارے رب نے تم پر حرام کی ہیں میں تمھیں وہ پڑھ کر سناؤں یہ کہ کسی چیز کو خدا کا شریک نہ بناؤ اور ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرو اور مفلسی کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو۔ ہم تمھیں بھی رزق دیتے ہیں اور انھیں بھی رزق دیتے ہیں اور بدکاریوں کے قریب نہ پھٹکو خواہ وہ ظاہری ہوں یا پوشیدہ اور جس کے قتل کو خدا نے حرام کیا ہے حق کے علاوہ اسے قتل نہ کرو۔ یہ وہ باتیں ہیں جن کا خدا نے تمھیں حکم دیا ہے تاکہ تم سمجھ سکو۔

اور یتیم کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ لیکن اس طریقہ پر جو کہ اس کے حق میں بہتر ہو۔ یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کی حد تک پہنچ جائے اور ناپ تول کو انصاف سے پورا کرو۔ ہم کسی بھی شخص کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتے اور جب بات کرو تو عدل کے تقاضوں کے مطابق کرو اگرچہ وہ تمھارا قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو اور خدا کے عہد و پیمان کو پورا کرو۔ یہ وہ باتیں ہیں جن کا خدا نے تمھیں حکم دیا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

اور بے شک یہی میرا سیدھا راستہ ہے تم اسی کی پیروی کرو اور اسے چھوڑ کر مختلف راستوں پر نہ چلو وہ تمھیں خدا کے راستہ سے ہٹا دیں گے۔ یہ وہ باتیں ہیں جن کا خدا نے تمھیں حکم دیا ہے تاکہ تم پرہیزگار بن سکو۔

پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا کی جو بھلائی کی روش اپنانے والے انسان پر نعمت کی تکمیل اور ہر ضروری چیز کی تفصیل اور سراسر ہدایت و رحمت تھی اور اس کے نزول کا مقصد یہ تھا کہ شاید لوگ اپنے رب کی ملاقات پر ایمان لائیں۔

اور اس کتاب کو ہم نے نازل کیا ہے۔ یہ بابرکت کتاب ہے تم اس کی پیروی کرو اور تقویٰ کی روش اپناؤ تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

قرآن کے نزول کا مقصد یہ بھی ہے کہ تم یہ نہ کہہ سکو کہ ہم سے پہلے دو گروہوں پر کتاب نازل کی گئی تھی اور ہم کو کچھ خبر نہ تھی کہ وہ کیا پڑھتے پڑھاتے تھے۔ اب تم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ اگر ہم پر کتاب اُتاری جاتی تو ہم ان سے زیادہ راست رَو ثابت ہوتے۔ تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے ایک روشن دلیل، ہدایت اور رحمت آ گئی ہے۔ اب اس سے بڑا ظالم بھلا اور کون ہوگا جو اللہ کی آیات کو جھٹلائے اور ان سے منہ موڑے اور جو لوگ ہماری آیات سے منہ موڑتے ہیں انھیں اس روگردانی کی پاداش میں ہم بدترین عذاب دیں گے۔ کیا یہ لوگ اب اس بات کے منتظر ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آ جائیں یا تمھارا رب ان کے پاس آ جائے یا تمھارے رب کی کچھ نشانیاں آ جائیں؟ جس دن تمھارے رب کی بعض مخصوص نشانیاں نمودار ہوں گی تو پھر کسی ایسے شخص کو ایمان کچھ فائدہ نہ دے گا جو پہلے ایمان نہ لایا ہو یا اپنے ایمان میں کوئی بھلائی حاصل نہ کی ہو۔ آپ کہہ دیں کہ تم انتظار کرو ہم بھی انتظار کرتے ہیں۔

بے شک وہ لوگ جنھوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور گروہ گروہ بن گئے۔ یقیناً ان سے آپ کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ان کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے، وہی ان کو ان کے اعمال کی خبر دے گا۔ جو کوئی اللہ کے ہاں ایک نیکی لائے گا تو اس کے لیے دس گنا اجر ہے اور جو بدی لے کر آئے گا اسے اتنا ہی بدلہ دیا جائے گا جتنا اس نے قصور کیا ہوگا اور ان پر ظلم نہ کیا جائے گا۔

آپ کہہ دیں کہ میرے رب نے مجھے سیدھے راستہ کی ہدیت کر دی ہے۔ بالکل سیدھے دین کی جس میں کوئی کجی نہیں ہے۔ وہ ابراہیم کا طریقہ ہے جسے یکسو ہو کر اس نے اختیار کیا

تھا اور وہ مشرکین میں سے نہیں تھا۔

آپ کہہ دیں کہ یقیناً میری نماز اور میری قربانی' میرا جینا اور میرا مرنا سب کچھ اللہ رب العالمین کے لیے ہے جس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ مجھے اس کا حکم دیا گیا ہے اور سب سے پہلے سر تسلیم جھکانے والا میں ہوں۔

آپ کہہ دیں کہ کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور رب تلاش کروں جب کہ وہی تمام چیزوں کا رب ہے اور ہر شخص اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے۔ کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا۔ پھر تم سب کو اپنے رب کے حضور پلٹنا ہے اس وقت وہ تمھیں تمھارے اختلافات کی حقیقت سے آگاہ کر دے گا۔

وہی اللہ تو ہے جس نے تمھیں زمین پر جانشین بنایا اور تم میں سے بعض کو بعض کے مقابلہ میں زیادہ درجے دیئے تاکہ اس نے جو کچھ تم کو دیا ہے اس میں تمھاری آزمائش کرے۔ بے شک تمھارا رب سزا دینے میں بہت تیز ہے اور وہ بہت درگزر کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے"۔

خدائی نصائح

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ

"آپ کہہ دیں کہ جو چیزیں تمھارے رب نے تم پر حرام کی ہیں آؤ میں تمھیں وہ پڑھ کر سناؤں یہ کہ کسی چیز کو خدا کا شریک نہ بناؤ اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو"۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ جہاں جسمانی والدین کے ساتھ نیک سلوک کا حکم دیا گیا ہے وہاں روحانی والدین یعنی رسولؐ خدا اور حضرت امیر المومنینؑ کے ساتھ بھی نیک سلوک کا حکم دیا گیا ہے۔

فواحش کے قریب نہ جاؤ

وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ

''بدکاریوں کے قریب نہ جاؤ خواہ وہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ''۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: ظاہری برائی زنا ہے اور باطنی برائی غیرعورتوں سے محبت کی پینگیں بڑھانا ہے۔

الکافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: اللہ غیور ہے اور وہ غیرت مند انسانوں سے محبت رکھتا ہے اور اللہ نے اپنی شانِ غیرت کی وجہ سے ظاہری اور باطنی برائیوں کو حرام کیا ہے۔

کتاب الخصال میں عبداللہ بن سنان کی زبانی منقول ہے کہ میرے والد نے میری موجودگی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ یتیم کو اپنے معاملات طے کرنے کا اختیار کب حاصل ہوتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: جب وہ جوان ہوجائے تو وہ اپنے معاملات طے کرنے میں آزاد ہوجاتا ہے۔ میرے والد نے کہا: جوانی کس عمر سے شروع ہوتی ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: جب اسے احتلام ہونے لگے تو وہ جوان ہے۔ میرے والد نے کہا کہ بعض اوقات لڑکا اٹھارہ برس کا ہوجاتا ہے لیکن اسے احتلام نہیں ہوتا؟ آپؑ نے فرمایا: جب وہ سن بلوغت کو پہنچ جائے اور تکلیف شرعی اس پر عائد ہوجائے تو اسے معاملات طے کرنے کا اختیار حاصل ہوجاتا ہے۔ البتہ اگر وہ نادان اور کمزور ہو تو علیحدہ بات ہے۔

عبداللہ بن سنان کہتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب لڑکا تیرہ برس سے نکل کر چودھویں برس میں داخل ہوجائے تو اس پر وہ تمام واجبات فرض ہوجاتے ہیں جو دوسرے مکلفین پر واجب ہوتے ہیں خواہ اسے احتلام ہوا یا نہ ہو۔ اس کے نامۂ اعمال میں نیکیاں اور برائیاں لکھی جاتی ہیں۔

تفسیر عیاشی میں ابوبصیر سے منقول ہے کہ میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ آپؑ نے سورہ الانعام کی قُلۡ تَعَالَوۡا اَتۡلُ مَا حَرَّمَ ...... کی آیات پڑھیں اور فرمایا: یہ آیات محکمات ہیں انھیں کسی آیت نے منسوخ نہیں کیا اور جب یہ آیات نازل ہوئی تھیں تو ستر ہزار فرشتوں نے ان کی مشایعت کی تھی۔

برید عجلی بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے یہ آیت پڑھی: وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیۡ مُسۡتَقِیۡمًا فَاتَّبِعُوۡهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمۡ عَنۡ سَبِيۡلِهٖ ۔ پھر آپؑ نے مجھ سے فرمایا کہ اس آیت کی تاویل جانتے ہو؟ میں نے کہا: نہیں۔ آپؑ نے کہا: تو سنو ''صِرَاطِیۡ مُسۡتَقِیۡمًا'' (میرا سیدھا راستہ) سے علیؑ اور اوصیاء کی ولایت مراد ہے اور ''فَاتَّبِعُوۡهُ'' (تم اس کی پیروی کرو) سے یہ مراد ہے کہ تم علیؑ کی پیروی کرو۔ اور وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمۡ عَنۡ سَبِيۡلِهٖ (اور

دوسرے راہوں کی پیروی نہ کرو ورنہ خدا کے راستہ سے بھٹک جاؤ گے) سے یہ مراد ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کے سیاسی رقیبوں کی ولایت اختیار نہ کرو ورنہ تم علیؑ کے راہ سے بھٹک جاؤ گے۔

۴حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ سے آلِ محمدؐ کا راستہ مراد ہے اور اس آیت میں اسی کی رہنمائی کی گئی ہے۔

شیخ مفید روضۃ الواعظین میں لکھتے ہیں کہ جب وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ کی آیت نازل ہوئی تو رسولؐ خدا نے حضرت علی علیہ السلام کے لیے دعا مانگ کر کہا کہ خدایا! علیؑ کے راستہ کو صراطِ مستقیم بنانا۔

بصائر الدرجات میں ابوحمزہ ثمالی سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ کی آیت مجیدہ کا مفہوم دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: خدا کی قسم! علیؑ ہی صراط مستقیم اور میزان ہے۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ کی آیت مجیدہ پڑھ کر فرمایا: وہ سیدھا راستہ ہم ہیں جس نے اس راستہ کو چھوڑا وہ گمراہ ہوا۔

احتجاج طبرسی میں مکمل خطبہ غدیر مرقوم ہے۔ اس میں یہ کلمات بھی موجود ہیں: اللہ نے کچھ احکام بجالانے کے احکام نازل کیے اور کچھ چیزوں سے بچنے کا حکم دیا۔ خدا کے امر پر عمل کرو اور اس کی اطاعت کرو ہدایت پالو گے۔ اور جن چیزوں سے اس نے منع کیا ہے ان سے باز آ جاؤ راہِ راست پالو گے۔ اور خدا کا راستہ چھوڑ کر دوسرے راہوں پر مت چلو ورنہ خدا کے راستہ سے بھٹک جاؤ گے۔ میں خدا کی طرف سے مقرر کیا ہوا صراط مستقیم ہوں اور تمھیں میری ہی اتباع کا حکم دیا گیا ہے۔ میرے بعد علیؑ صراط مستقیم ہے۔ اس کے بعد اس کی صلب کے امام حق کی ہدایت دینے والے اور اس کے مطابق عدل کرنے والے ہیں۔

آیات الٰہی سے منہ موڑنے والے عذاب کے حق دار ہیں

سَنَجْزِی الَّذِیْنَ یَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰیٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا یَصْدِفُوْنَ ﴿۱۵۷﴾

''جو لوگ ہماری آیات سے منہ موڑتے ہیں انھیں ہم اس منہ موڑنے کی وجہ سے بدترین عذاب

دیں گے"۔

کتاب کمال الدین وتمام النعمۃ میں حسین بن مختار سے منقول ہے کہ حیان السراج حضرت امام جعفر علیہ السلام کے پاس آیا (واضح ہو کہ وہ محمد بن حنفیہ کی امامت کا عقیدہ رکھتا تھا اور وہ یہ کہتا تھا کہ ان کی وفات نہیں ہوئی وہ زندہ ہیں اور خدا کی طرف سے رزق حاصل کرتے ہیں)

امام علیہ السلام نے اس سے فرمایا کہ تیرے ساتھی محمد بن حنفیہ کے متعلق کیا عقیدہ رکھتے ہیں؟

اس نے کہا: وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ زندہ ہیں اور رزق حاصل کرتے ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: میرے والد نے مجھے خبر دی تھی کہ انھوں نے محمد بن حنفیہ کی مرضِ موت میں عیادت کی تھی اور انھوں نے مرنے کے بعد ان کی آنکھیں بند کی تھیں اور انھیں لحد میں اتارا تھا اور ان کی وفات کے بعد ان کی بیوگان نے نئے نکاح کیے تھے اور ان کی میراث تقسیم ہوئی تھی۔ (تو کیا اس کے باوجود بھی انھیں زندہ کہا جاسکتا ہے؟)

حیان السراج نے جواب میں کہا کہ محمد بن حنفیہ کی مثال اس اُمت میں عیسیٰ بن مریمؑ جیسی ہے ان کا معاملہ لوگوں پر مشتبہ ہوگیا ہے۔

حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ ان کا معاملہ دوستوں پر مشتبہ ہوا ہے یا دشمنوں پر؟ اس نے کہا کہ دشمنوں پر ان کا معاملہ مشتبہ ہوا ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اچھا یہ بتاؤ کیا حضرت محمد باقر علیہ السلام اپنے چچا محمد حنفیہ کے دشمن تھے؟ اس نے کہا: نہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: حیان! تم اللہ کی آیات سے منہ موڑ چکے ہو اور جو لوگ بھی اس کی آیات سے منہ موڑیں گے اللہ انھیں بدترین عذاب دے گا۔

کفار و مشرکین کو آخر کس چیز کا انتظار ہے؟

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ؕ قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾

"کیا یہ لوگ اب اس بات کے منتظر ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آجائیں یا تمھارا رب ان کے پاس

آ جائے یا تمھارے رب کی کچھ نشانیاں ان کے پاس آ جائیں؟ جس دن تمھارے رب کی کچھ مخصوص نشانیاں نمودار ہوں گی تو پھر کسی ایسے شخص کو اس کا ایمان کچھ فائدہ نہ دے گا جو پہلے ایمان نہ لایا ہو یا اپنے ایمان میں کوئی بھلائی حاصل نہ کی ہو۔ آپ کہہ دیں کہ تم انتظار کرو ہم بھی انتظار کرتے ہیں''۔

احتجاج طبرسی میں حضرت علی علیہ السلام سے ایک طویل خطبہ منقول ہے جس میں یہ کلمات بھی مذکور ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا: هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ......

''کیا مشرکین ومنافقین کو اب اس بات کا انتظار ہے کہ ان کے پاس فرشتے آ جائیں یا ان کے خیال کے مطابق ان کے پاس اللہ خود آ جائے یا اللہ کی کچھ آیات ان کے پاس پہنچ جائیں تو وہ اس وقت ایمان لائیں گے؟'' آیات سے دنیاوی زندگی کا عذاب مراد ہے یعنی انھیں امم سابق کی طرح سے دنیاوی عذاب کا انتظار ہے۔

عیون الاخبار کے باب علل میں ابی ابراہیم بن محمد ہمدانی سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ اللہ نے فرعون کو کیوں غرق کیا جب کہ وہ تو اللہ پر ایمان لایا تھا اور اس نے توحید کا اقرار کیا تھا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ اس لیے غرق ہوا کہ اس نے اس وقت ایمان قبول کیا تھا جب اس پر اللہ کا عذاب شروع ہو چکا تھا اور اس وقت کا ایمان قابلِ قبول نہیں ہے اور یہ خدا کی ازلی وابدی سنت ہے کہ وہ عذاب کے وقت کا ایمان قبول نہیں کرتا جیسا کہ فرمانِ خداوندی ہے:

فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَ كَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ؕ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ وَ خَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾ (المومن: ۸۴-۸۵)

''جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا تو پکار اُٹھے کہ ہم اللہ وحدہ لاشریک پر ایمان لائے ہیں اور اب ہم ان معبودوں کا انکار کرتے ہیں جنھیں ہم شریک ٹھیرایا کرتے تھے۔ ہمارے عذاب دیکھ لینے کے بعد ان کے ایمان نے انھیں کوئی فائدہ نہ دیا کیونکہ یہ اللہ کا مقرر کردہ قانون ہے جو ہمیشہ اس کے بندوں میں جاری رہا ہے۔ اس وقت کافر لوگ خسارے میں پڑ گئے''۔

اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر فرمایا: يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ

اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ط ''جس دن تیرے رب کی کچھ آیات نمودار ہوں گی تو پھر کسی ایسے شخص کو اس کا ایمان کوئی فائدہ نہ دے گا جو پہلے ایمان نہ لایا ہو یا اپنے ایمان میں کوئی بھلائی حاصل نہ کی ہو''۔

کتاب الخصال کی ایک روایت کا ماحصل یہ ہے کہ جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا تو اس دن تمام لوگ ایمان لائیں گے لیکن اس دن کا ایمان فائدہ مند نہیں ہوگا۔ یہی مفہوم الکافی میں بھی الفاظ کے اختلاف کے ساتھ مذکور ہے۔

کتاب التوحید کی ایک روایت کا ماحصل یہ ہے کہ سورج کا مغرب سے طلوع کرنا خدا کی طرف سے مخصوص نشانی ہوگی اور اس دن تمام لوگ ایمان لائیں گے لیکن جب حقائق بے پردہ ہوکر سامنے آجائیں تو اس وقت کا ایمان قابلِ قبول نہیں ہوتا۔

تفسیر عیاشی میں حضرت امام محمد باقر اور حضرت امام جعفر صادق علیہما السلام سے منقول ہے کہ يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ سے سورج کا مغرب سے طلوع ہونا' دابۃ الارض کا خروج اور دجال کا ظاہر ہونا مراد ہے اور اس وقت اگر کوئی شخص ایمان لائے گا تو اس کا ایمان اسے کچھ فائدہ نہ دے گا۔ اور جو مومن خدا کی نافرمانیوں میں ڈوبا ہوا ہوگا اور اس نے ایمان کے باوجود بھی کوئی نیکی نہ کی ہوگی تو اس کا ایمان بھی اس کے لیے فائدہ مند ثابت نہیں ہوگا۔

کتاب کمال الدین وتمام النعمۃ میں مذکور ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ سے امام مہدی علیہ السلام کا ظہور اور ائمہ کی رجعت مراد ہے۔ جس دن امام مہدی علیہ السلام تلوار لے کر خروج کریں گے تو اس وقت کا ایمان لوگوں کو فائدہ نہیں دے گا۔

اسی مفہوم کی ایک اور حدیث بھی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔

نزال بن سترہ نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے ایک طویل حدیث نقل کی جس کے آخر میں حضرتؑ نے فرمایا: دجال ظاہر ہوگا اور وہ قتل کیا جائے گا۔ پھر دابۃ الارض کا مقامِ صفا سے ظہور ہوگا اس کے پاس سلیمان کی انگشتری اور موسیٰ کا عصا ہوگا۔ وہ مومن کے منہ پر انگشتری رکھے گا تو اس وقت اس کے چہرے پر یہ عبارت رقم ہو جائے گی: هٰذَا مُؤْمِنٌ حَقًّا ''یہ سچا مومن ہے''۔ اور ہر کافر کے منہ پر انگشتری رکھے گا تو اس کے چہرے پر یہ عبارت آجائے گی: هٰذَا كَافِرٌ حَقًّا ''یہ سچا کافر ہے''۔

جب ہر شخص کا ایمان و کفر ظاہر ہو جائے گا تو مومن کافر سے کہے گا: اے کافر! تیرے لیے ہلاکت ہو' اور کافر مومن سے کہے گا: مومن تیرے لیے خوش خبری ہو۔ کاش میں بھی تیری طرح سے مومن ہوتا اور آج کے دن کامیابی حاصل کرتا۔ پھر

سورج مغرب سے طلوع ہوگا' اس وقت توبہ کا دروازہ بند ہوجائے گا۔ اس وقت نہ تو توبہ قبول ہوگی اور نہ کسی کا عمل بلند ہوگا اور جو پہلے سے ایمان نہ لایا ہوگا یا جس نے ایمان میں بھلائی حاصل نہ کی ہوگی تو اسے اس وقت کا ایمان کوئی فائدہ نہ دے گا۔

پھر حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اس کے بعد کے حالات مجھ سے مت پوچھو کیونکہ میرے حبیب رسولؐ خدا نے مجھ سے عہد لیا تھا کہ میں ان واقعات کو اپنی عترت کے علاوہ کسی اور کے سامنے بیان نہیں کروں گا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: زمین پر ہمیشہ حجتِ خدا کا وجود رہا ہے جو حلال وحرام بتاتا ہے اور لوگوں کو اللہ کے راستے کی دعوت دیتا ہے اور قیامت سے چالیس دن پہلے حجت زمین سے منقطع ہوجائے گی۔ جب حجت کا وجود نہ رہے گا تو اس وقت توبہ کا دروازہ بند ہوجائے گا اور حجت کے اٹھ جانے سے قبل جس نے ایمان قبول نہ کیا ہوگا تو اس کا ایمان اسے کوئی فائدہ نہیں دے گا۔ حجت کے بعد جو لوگ باقی رہیں گے وہ بدترین لوگ ہوں گے اور انہی پر قیامت قائم ہوگی۔

اصول کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپ نے لَا یَنۡفَعُ نَفۡسًا اِیۡمَانُهَا کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: اس مخصوص دن اس شخص کو ایمان لانے سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا جو میثاق میں ایمان نہ لایا ہوگا اور جس نے انبیاء' اوصیاء اور بالخصوص حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ کی ولایت کا اقرار نہ کیا ہوگا۔

تفسیر علی بن ابراہیم کی روایت کا ماحصل یہ ہے کہ جس دن سورج مغرب سے طلوع کرے گا تو اس دن جو شخص ایمان لائے گا' اس کا ایمان قبول نہ کیا جائے گا۔

تفرقہ پردازوں سے آپ کا کوئی واسطہ نہیں ہے

اِنَّ الَّذِیۡنَ فَرَّقُوۡا دِیۡنَهُمۡ وَ كَانُوۡا شِیَعًا لَّسۡتَ مِنۡهُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ ؕ اِنَّمَاۤ اَمۡرُهُمۡ اِلَی اللّٰهِ ثُمَّ یُنَبِّئُهُمۡ بِمَا كَانُوۡا یَفۡعَلُوۡنَ ﴿۱۵۹﴾

''بے شک وہ لوگ جنھوں نے اپنے دین میں تفرقہ پیدا کیا اور گروہوں میں بٹ گئے' آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے ان کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے پھر وہ انھیں ان کے اعمال کی خبر دے گا''۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں ہے کہ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جنھوں نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کو چھوڑ دیا اور گروہوں میں تقسیم ہوگئے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ہمارے مخالفین نے اپنے دین کے ٹکڑے کیے ہیں۔

مجمع البیان میں ہے کہ حمزہ، کسائی نے فَرَّقُوا کی بجائے فَارَقُوا پڑھا ہے اور حضرت علی علیہ السلام سے بھی یہ قرات منقول ہے اور اس آیت کے بہت سے مفہوم بیان کیے گئے ہیں۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام، ابو ہریرہ اور بی بی عائشہ سے منقول ہے کہ اس سے اسی اُمت کے اہلِ ضلالت اور اصحاب شبہات و بدعات مراد ہیں۔

اصول کافی میں حمران بن اعین سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کیا فضائل، احکام وحدود میں مومن اور مسلم کے درمیان کوئی فرق ہے یا دونوں برابر ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں، احکام وحدود میں دونوں برابر ہیں لیکن ایک مومن کو مسلم کی بہ نسبت ثواب زیادہ ملتا ہے۔

میں (راوی) نے کہا: کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں کہا: مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا (جو کوئی ایک نیکی کرے گا اسے دس گنا اجر دیا جائے گا) جب نماز، روزہ، حج اور زکوۃ میں تو مومن و مسلم دونوں برابر ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: بات یہیں تک محدود نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فیضاعفه له اضعافا کثیرة (خدا اس کے اجر کو کئی گنا بڑھا دیتا ہے) جتنا کسی کا ایمان مضبوط ہوتا ہے اتنا ہی اجر میں اضافہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایک مومن کو دس سے لا کر ستر گنا تک اجر عطا کرتا ہے۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں عبدالرحمٰن بن کثیر سے منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک نیکی کے عوض خدا دس نیکیاں دیتا ہے، لیکن نیکی کے لیے ولایت علیؑ ضروری ہے۔ جو شخص عقیدۂ ولایت رکھ کر نیکی کرے تو اسے ہر نیکی کے عوض کم از کم دس نیکیوں کا اجر ملتا ہے۔ اگر عقیدہ ولایت کے بغیر کوئی شخص نیکی کرتا ہے تو اس نیکی کی وجہ سے دنیاوی تکلیف ختم کردی جاتی ہے لیکن آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔

زرارہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب اللہ نے ابلیس کو بہت سی طاقت عطا کی تو اس وقت حضرت آدم علیہ السلام نے کہا: پروردگار! تو نے ابلیس کو میری نسل پر مسلط کردیا ہے اور تو نے اسے میری اولاد میں خون کی طرح داخل ہونے کی کھلی چھٹی دے دی ہے، اب میرا اور میری اولاد کا کیا بنے گا؟

اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا: تو اور تیری اولاد برائی کرے گی تو ایک برائی کے عوض ایک برائی لکھی جائے گی اور اگر تم نیکی کرو گے تو ایک نیکی کے عوض دس نیکیاں لکھی جائیں گی۔

حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا: پروردگار! اس میں اور اضافہ فرما۔

اللہ نے فرمایا: تیری اولاد کے لیے آخری سانسوں تک توبہ کا دروازہ کھلا رہے گا۔

حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا: پروردگار! اس میں اور اضافہ فرما!

اللہ نے فرمایا: میں بخش دوں گا اور کوئی پرواہ نہیں کروں گا۔

مجمع البیان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر یہ آیت نازل کی: (جو کوئی نیکی کرے اسے اس کا بہتر بدلہ دیا جائے گا) رسولؐ خدا نے عرض کیا: پروردگار! مجھے اس سے بھی زیادہ حصّہ عطا فرما!

اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا (جو کوئی ایک نیکی کرے گا اسے دس گنا اجر دیا جائے گا)

الکافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: اگر تم میں سے کسی نے سنّتی روزہ رکھا ہوا ہو اور وہ اس حالت میں اپنے کسی مومن بھائی کا مہمان ہو اور میزبان اس سے کھانے کی فرمائش کرے تو اسے مومن کو خوش کرنے کے لیے روزہ توڑ دینا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ اسے دس سنّتی روزوں کا ثواب عطا کرے گا۔ جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے: مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا (جو کوئی ایک نیکی کرے اسے دس گنا اجر دیا جائے گا)۔

حلبی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے حضر کے سنّتی روزوں کے متعلق پوچھا تو آپؑ نے فرمایا: ہر ماہ میں تین سنّتی روزے رکھنے چاہییں۔ پہلے عشرہ میں جمعرات کے دن روزہ رکھنا چاہیے اور مہینے کے دوسرے عشرہ میں بدھ کے دن روزہ رکھنا چاہیے اور تیسرے عشرہ میں جمعرات کے دن روزہ رکھنا چاہیے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: ہر ماہ تین روزے رکھنے سے سینہ کے وسوسے ختم ہوتے ہیں اور ہر ماہ کے تین روزے ''صوم الدہر'' ہمیشہ کا روزہ شمار ہوتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا (جو کوئی ایک نیکی کرے اسے دس گنا اجر دیا جائے گا)۔

امالی طوسی میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ایک روایت کا ماحصل یہ ہے کہ جو شخص نماز جمعہ کی ادائیگی کے لیے امام سے پہلے مسجد میں جائے اور خاموشی سے خطبہ سنے تو آئندہ جمعہ تک اس کا یہ عمل اس کے گناہوں کا کفارہ شمار کیا جائے گا۔ اس کے علاوہ اسے مزید تین دنوں کی رعایت بھی دی جائے گی کیونکہ فرمانِ خداوندی ہے: مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا (جو کوئی ایک نیکی کرے اسے دس گنا اجر دیا جائے گا)۔

کتاب معانی الاخبار میں مرقوم ہے کہ حضرت امام علی زین العابدین علیہ السلام فرمایا کرتے تھے: اس شخص کے لیے ہلاکت ہے جس کی ''اکائی'' اس کی ''دہائی'' پر غالب آ جائے۔ لوگوں نے آپ سے اس فرمان کا مطلب پوچھا تو آپؑ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ برائی کے بدلہ میں ایک ہی برائی لکھی جاتی ہے جب کہ ایک نیکی کے عوض خدا دس نیکیاں دیتا ہے۔ لہٰذا برائی ''اکائی'' ہے اور نیکی ''دہائی'' ہے۔ وہ شخص بدنصیب ہے جس کی اکائیاں اس کی دہائیوں کو کھا جائیں یعنی وہ شخص جو دن میں دس برائیاں کرے لیکن ایک نیکی بھی نہ کرے تاکہ میزان اعمال برابر ہو جائے۔

کتاب التوحید میں حضرت زید بن علی زین العابدین سے منقول ہے کہ میں نے اپنے والد ماجد امام علی زین العابدین علیہ السلام سے عرض کیا: ابا جان! بھلا اس کی کیا وجہ ہے کہ جب شب معراج اللہ تعالیٰ نے ہمارے نانا رسولؐ خدا پر اور ان کی اُمت پر پچاس نمازیں فرض کی تھیں تو انھوں نے خدا سے اس وقت تک تخفیف کی درخواست نہ کی جب تک موسیٰ علیہ السلام نے انھیں تخفیف کا مشورہ نہیں دیا تھا؟

میرے والد علیہ السلام نے فرمایا: پیارے فرزند! رسول اکرمؐ اپنی طرف سے خدا کے سامنے کوئی تجویز پیش نہیں کر سکتے تھے پھر جب موسیٰ علیہ السلام ان کے شفاعت کنندہ بنے تو ان کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شفاعت کو ٹھکرانا بھی نامناسب تھا اسی لیے انھوں نے خدا سے رابطہ کیا اور پچاس کی جگہ پانچ نمازیں واجب قرار دلوائیں۔

میں نے عرض کیا: رسول اکرمؐ نے یہی پانچ نمازیں معاف کرانے کی درخواست کیوں نہ کی؟

میرے والد علیہ السلام نے فرمایا: رسولؐ خدا نے دیکھا کہ اب کافی رعایت مل گئی ہے پچاس کی جگہ اب صرف پانچ نمازیں باقی رہ گئی ہیں اور یہ پانچ نمازیں پچاس نمازوں کے برابر ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا (جو کوئی ایک نیکی سرانجام دے تو خدا کی طرف سے اسے دس گنا اجر ملتا ہے)۔

امالی طوسی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے' آپؐ نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا: ''جس نے اپنے دین کے تحفظ کے لیے مجھ سے محبت کی اور تیرے راستہ پر چلا تو وہ ان لوگوں میں شمار کیا جائے گا جنھیں صراط مستقیم کی رہنمائی نصیب ہوئی ہے۔

ملتِ ابراہیمؑ

دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ ......

''سیدھا دین ابراہیم کے طریقہ کا نام ہے جسے اس نے یکسو ہو کر اختیار کیا تھا اور وہ مشرکین میں سے نہیں تھا''۔

کتاب الخصال میں مرقوم ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسلام کی بنیاد دس حصوں پر رکھی گئی ہے اس کا پہلا حصہ لا الٰہ الا اللہ کی گواہی ہے اور یہی ملت ابراہیم کا تقاضا ہے اور فریضہ ہے۔

تفسیر عیاشی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک حدیث منقول ہے جس میں آپؐ نے ابراہیم علیہ السلام کا ذکرِ خیر کیا اور اس ضمن میں فرمایا:

''ابراہیم کا دین میرا دین ہے اور میرا دین اس کا دین ہے اور اس کی سنت میری سنت اور میری سنت ابراہیم کی سنت ہے اور میری فضیلت ابراہیم کی فضیلت ہے جب کہ میں اس سے افضل ہوں''۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: حنیفیت میں تمام چیزیں موجود ہیں یہاں تک کہ اس میں مونچھوں کا کتروانا اور ناخن کٹوانا اور ختنہ تک شامل ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: ہمارے اور ہمارے شیعوں کے علاوہ اس اُمت میں سے کوئی بھی دین ابراہیم پر نہیں ہے۔

حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے اپنے خلیل کو حنیفیت کے ساتھ مبعوث فرمایا اور اسے مونچھیں اور ناخن کے کاٹنے اور بغل صاف کرنے اور زیر ناف بال صاف کرنے اور ختنہ کا حکم دیا۔

عمر بن ابی میثم کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کو یہ کہتے ہوئے سنا: ملت ابراہیم پر صرف ہم اور ہمارے شیعہ ہی قائم ہیں باقی لوگ اس سے بیزار ہیں۔

ہر شخص اپنے اعمال کا جواب دہ ہوگا

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ''کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا''۔

کتاب الخصال میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: اللہ گناہ گار کے عوض بے گناہ کو نہیں پکڑتا اور والدین کے گناہوں کے عوض اولاد کا محاسبہ نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے: وَلَا تَزِرُ

وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ''کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا''۔

مجمع البیان میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ حدیث منقول ہے' آپؐ نے فرمایا: تیرے بائیں ہاتھ کا بدلہ تیرے دائیں ہاتھ سے نہیں لیا جائے گا۔

عیون الاخبار میں ابوصلت ہروی سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ فرزندِ رسولؐ! آپ اس حدیث کے متعلق کیا کہتے ہیں جو کہ حضرت امام صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب قائم آلِ محمدؑ خروج کریں گے تو قاتلانِ امام حسینؑ کی اولاد کو ان کے آباء کے افعال کی وجہ سے قتل کریں گے؟

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں' یہ صحیح ہے۔

میں (راوی) نے عرض کیا: مگر یہ کیسے ممکن ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا تو یہ فرمان ہے: وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی (کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا) پھر اس کے باوجود امامِ قائمؑ ان کی اولاد کو کیسے قتل کریں گے؟

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا فرمان بالکل برحق ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ قاتلانِ امام حسینؑ کی اولاد کو اس لیے قتل کیا جائے گا کہ وہ اپنے آباء کے اس فعل پر راضی ہوں گے اور وہ اس پر فخر کرتے ہوں گے اور کسی کے فعل پر راضی ہونے والا اس کے فاعل کی مانند ہوتا ہے۔ اگر ایک شخص مشرق میں قتل ہو اور مغرب میں رہنے والا کوئی شخص اس کے قتل پر راضی ہو تو وہ بھی خدا کی نظر میں قاتل کا شریک قرار پاتا ہے۔ حضرت قائم علیہ السلام انہیں ان کی رضامندی کی وجہ سے قتل کریں گے۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے مامون کے لیے ایک رسالہ لکھا تھا جس میں آپؑ نے دین و شریعت کی بنیادی باتیں نقل کی تھیں اس رسالہ میں آپؑ نے یہ الفاظ بھی تحریر فرمائے:

''اللہ تعالیٰ گناہ گار کے بدلے بے گناہ کو نہیں پکڑتا اور باپ کے گناہوں کی پاداش میں بچوں کو عذاب نہیں دیتا۔ کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا''۔

احتجاج طبرسی میں ایک طویل حدیث کے ضمن میں مذکور ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام بنی اسرائیل کے ان گروہوں کا تذکرہ کیا کرتے تھے جنہیں خدا نے مسخ کر کے بندر بنا دیا تھا۔ آپ ان کا قصہ بیان کرتے تھے۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب میرے والد نے ان کا قصہ تمام کیا تو حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا:

مولا! یہ برائیاں تو آج سے ہزاروں برس قبل اسرائیلیوں نے کی تھیں مگر اس کی کیا وجہ ہے کہ قرآن مجید میں اللہ نے یہودیوں کو ان کے افعال کی سرزنش کی ہے جب کہ رسولؐ خدا کے وقت جو یہودی موجود تھے انھوں نے تو اس طرح کا کوئی جرم نہیں کیا تھا اور ادھر اللہ کا قانون یہ بھی ہے: وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی (کہ کوئی کسی دوسرے کے افعال کا بوجھ نہیں اٹھائے گا) پھر اللہ نے رسولؐ خدا کے دور میں موجود یہودیوں کو اس کے لیے لعنت ملامت کیوں کی ہے؟

امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: قرآن مجید عربی زبان میں نازل ہوا اور اس کے خطاب کا انداز بھی وہی ہے جو کہ اہلِ عرب کے خطاب کا ہے۔ اگر بنی تمیم کا ایک گروہ کسی شہر کو اپنی لوٹ مار کا نشانہ بنائے تو اہلِ عرب ہر تمیمی سے یہ کہتے ہیں: اغرتم علی بلد کذا وفعلتم کذا (تم نے فلاں شہر کو تاراج کیا اور تم نے یہ یہ کام کیے)۔ عرب اپنی قوم کے فعل کو ہمیشہ اپنی طرف منسوب کرنے کے عادی ہیں اور اس طرح کے کلمات ان میں رائج ہیں، مثلاً نحن فعلنا ببنی فلان، ونحن سبینا آل فلان، نحن خربنا بلد کذا۔ (ہم نے بنی فلاں کے ساتھ یہ سلوک کیا، ہم نے فلاں کے خاندان کو قید کیا، اور ہم نے فلاں شہر کو تباہ کیا)۔ اس طرح کے جملوں سے ان کا مقصد یہ نہیں ہوتا کہ انھوں نے بذاتِ خود یہ کام سرانجام دیے ہیں اس طرح کے الفاظ سے وہ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ یہ کام ان کی قوم نے کیے تھے۔ لہٰذا ان آیات میں لعنت ملامت تو درحقیقت ان کے اسلاف کو کی گئی ہے البتہ لغت عرب کے تحت خطاب ان کی نسلوں سے کیا گیا ہے اور اس خطاب کی اہم وجہ یہ تھی کہ اس وقت کے یہودی اپنے بزرگوں کے قبیح افعال پر راضی تھے اور انھیں درست قرار دیتے تھے۔ اس لیے ان کو اس طرح کے الفاظ کہنا صحیح تھے کہ تم نے یہ کیا۔ مقصد یہ ہے کہ تم ان کے قبیح افعال پر راضی ہو۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ کے تحت مرقوم ہے کہ مقصود آیت یہ ہے کہ اللہ نے تمھیں زمین پر تمھارے اسلاف کا جانشین بنایا ہے اور تم میں سے بعض کو بعض پر قدر و مال کے لحاظ سے بلندی عطا کی ہے۔ لِّیَبْلُوَكُمْ فِیْ مَآ اٰتٰىكُمْ ؕ اِنَّ رَبَّكَ سَرِیْعُ الْعِقَابِ ۖؗ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۶۵﴾ تاکہ اس نے جو کچھ تمھیں دیا ہے اس میں تمھاری آزمائش کرے بے شک تیرا رب سزا دینے میں بہت تیز ہے اور وہ اس کے ساتھ ساتھ بہت بخشنے والا اور مہربان ہے۔

ooo

سُورۃ الاعراف

سورۃ الاعراف ، مکیۃ آیاتھا ۲۰۶ ، رکوعاتھا ۲۴

''سورہ الاعراف مکہ میں نازل ہوئی ۔ اس کی آیات دو سو چھ اور اس کے رکوع ۲۴ ہیں''

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

الٓمّٓصٓ ۚ ﴿۱﴾ كِتٰبٌ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ فَلَا يَكُنۡ فِىۡ صَدۡرِكَ حَرَجٌ مِّنۡهُ لِتُنۡذِرَ بِهٖ وَذِكۡرٰى لِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۲﴾ اِتَّبِعُوۡا مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكُمۡ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ وَلَا تَتَّبِعُوۡا مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اَوۡلِيَآءَ ؕ قَلِيۡلًا مَّا تَذَكَّرُوۡنَ ﴿۳﴾ وَكَمۡ مِّنۡ قَرۡيَةٍ اَهۡلَكۡنٰهَا فَجَآءَهَا بَاۡسُنَا بَيَاتًا اَوۡ هُمۡ قَآئِلُوۡنَ ﴿۴﴾ فَمَا كَانَ دَعۡوٰٮهُمۡ اِذۡ جَآءَهُمۡ بَاۡسُنَاۤ اِلَّاۤ اَنۡ قَالُوۡۤا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيۡنَ ﴿۵﴾ فَلَنَسۡـَٔلَنَّ الَّذِيۡنَ اُرۡسِلَ اِلَيۡهِمۡ وَلَنَسۡـَٔلَنَّ الۡمُرۡسَلِيۡنَ ۙ ﴿۶﴾ فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيۡهِمۡ بِعِلۡمٍ وَّمَا كُنَّا غَآئِبِيۡنَ ﴿۷﴾ وَالۡوَزۡنُ يَوۡمَئِذِ ۨالۡحَقُّ ۚ فَمَنۡ ثَقُلَتۡ مَوَازِيۡنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ﴿۸﴾ وَمَنۡ خَفَّتۡ مَوَازِيۡنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ خَسِرُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ بِمَا كَانُوۡا بِاٰيٰتِنَا يَظۡلِمُوۡنَ ﴿۹﴾ وَلَقَدۡ مَكَّنّٰكُمۡ فِى الۡاَرۡضِ وَجَعَلۡنَا لَكُمۡ فِيۡهَا مَعَايِشَ ؕ قَلِيۡلًا مَّا تَشۡكُرُوۡنَ ﴿۱۰﴾

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے

"الف، لام، میم، ص۔ یہ ایک کتاب ہے جو تمھاری طرف اُتاری گئی ہے۔ تمھارے دل میں

اس سے کوئی جھجک نہیں ہونی چاہیے۔ اس کے اتارنے کی غرض یہ ہے کہ تم اس کے ذریعہ (منکرین کو) ڈراؤ اور اہلِ ایمان کے لیے نصیحت ہو۔ جو کچھ تمھارے پروردگار کی طرف سے تم پر اتارا گیا ہے اس کی پیروی کرو اور اپنے رب کو چھوڑ کر دوسرے سرپرستوں کی پیروی نہ کرو۔ تم لوگ بہت ہی کم نصیحت مانتے ہو۔

کتنی ہی ایسی آبادیاں ہیں جنھیں ہم نے ہلاک کیا ہے۔ ان پر ہمارا عذاب رات کے وقت اچانک ٹوٹ پڑا یا دن کے وقت' اس وقت ان پر ہمارا عذاب ٹوٹا جب وہ محوِ آرام تھے۔ اور جب ہمارا عذاب ان پر آ گیا تو ان کی زبان پر اس کے بجز اور کوئی صدا نہ تھی کہ واقعی ہم ہی ظالم تھے۔

جن لوگوں کی طرف انبیاء کو بھیجا گیا ہے ہم ان لوگوں سے ضرور بازپُرس کریں گے اور ہم پیغمبروں سے بھی ضرور پوچھیں گے (کہ انھوں نے اپنا فرض کہاں تک ادا کیا اور انھیں کیا جواب ملا؟)

پھر ہم پورے علم کے ساتھ ساری سرگزشت ان کے آگے پیش کردیں گے کیونکہ ہم غائب تو نہیں تھے۔ اور وزن اس روز عین حق ہوگا جن کا پلڑا بھاری ہوگا وہ فلاح پانے والے ہوں گے۔ اور جن کے پلڑے ہلکے ہوں گے وہی اپنے آپ کو خسارے میں مبتلا کرنے والے ہوں گے کیونکہ وہ ہماری آیات کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ کرتے رہے تھے۔

ہم نے تمھیں زمین میں اختیارات کے ساتھ بسایا اور ہم نے تمھارے لیے زمین پر سامانِ زیست فراہم کیا مگر تم لوگ انتہائی کم ہی شکرادا کرتے ہو"۔

ثوابِ تلاوت

کتاب ثواب الاعمال میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: جو شخص ہر مہینہ سورہ

اِعراف پڑھے تو وہ ان لوگوں میں سے ہوگا جن پر کوئی خوف وحزن نہیں ہوگا۔ اور اگر کوئی جمعہ کے دن یہ سورہ پڑھے گا تو اس سے قیامت کے دن حساب نہیں لیا جائے گا۔ یہ سورہ محکمات پر مشتمل ہے اس کا پڑھنا نہ چھوڑو، یہ اپنے پڑھنے والے کے لیے گواہی دے گی۔

مصباح کفعمی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے آپؐ نے فرمایا: جو شخص سورہ اعراف پڑھے تو اللہ اس کے اور ابلیس کے درمیان ایک پردہ حائل کر دے گا اور قیامت کے دن حضرت آدم علیہ السلام اس کے شفیع ہوں گے۔

حروفِ مقطعات

کتاب معانی الاخبار میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے جس میں آپؑ نے یہ بھی فرمایا: ''المص'' کا معنی ہے: انا اللہ المقتدر الصادق ''میں ہی سچا صاحب اقتدار خدا ہوں''۔

معانی الاخبار میں مرقوم ہے کہ بنی امیہ سے تعلق رکھنے والا ایک بے دین شخص حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس آیا اور اس نے کہا: اللہ نے ''المص'' کے الفاظ نازل کیے ہیں۔ اس سے خدا کا کیا مقصد ہے؟ اور اس میں حلال وحرام کا کون سا مسئلہ بیان کیا گیا ہے؟ اور ان الفاظ سے لوگوں کو کیا فائدہ حاصل ہوا ہے؟

اس کی یہ جسارت آمیز باتیں سن کر آپ کو غصہ آیا اور آپؑ نے فرمایا: ٹھہر جاؤ' تم پر افسوس۔ الف کا عدد ایک ہے' لام کے تیس عدد ہیں' میم کے عدد چالیس ہیں اور صاد کے عدد نوے ہیں۔ اب بتاؤ کل ملا کے یہ کتنے اعداد ہوئے ہیں؟

اس نے کہا: یہ کُل ملا کے ایک سو اکسٹھ عدد بنتے ہیں۔ یہ سن کر آپؑ نے فرمایا: جب ایک سو اکسٹھ واں سال گزرے گا تو تیرے خاندان کی حکومت ختم ہو جائے گی۔ چنانچہ جب ایک سو اکسٹھواں سال مکمل ہوا تو بنی عباس کی سیاہ پوش فوج کوفہ میں داخل ہوئی اور بنی اُمیہ کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

تفسیر عیاشی میں ابولبید مخزومی سے منقول ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا:

ابولبید! اولاد عباس میں سے بارہ اشخاص حکمران ہوں گے۔ آٹھ کے بعد چار حکمران قتل ہوں گے ان میں سے ایک کو خناق کی بیماری لاحق ہوگی جو اس کے لیے مہلک ثابت ہوگی۔ ان کی عمریں تھوڑی اور مدت حکومت مختصر ہوگی ان کی سیرت انتہائی خراب ہوگی ان میں وہ فاسق بھی ہوگا جسے ہادی اور ناطق کہا جائے گا اور اسے ''غاوی'' (گمراہ) بھی کہا جائے گا۔

ابولبید! یاد رکھو قرآن کے حروف مقطعات میں بہت زیادہ علم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے الٓمّٓ ذلك الكتب فرمایا تو اس کے

تحت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلانِ نبوت کیا یہاں تک کہ ان کا نور ظاہر ہوا اور ان کے کلمہ نے قرار پکڑا اور آپ پیدا ہوئے جس دن آپؐ نے پیدا ہونا تھا تو اس وقت ساتویں الف میں سے ایک سو تین برس گزر چکے تھے۔

پھر آپؑ نے فرمایا: اس کا مزید بیان کتاب خدا کے حروفِ مقطعات میں موجود ہے بشرطیکہ تم ان کے مکررات کو حذف کر کے انھیں شمار کرو اور حروفِ مقطعات میں سے جس کے دن بھی پورے ہوتے ہیں تو اس کے اختتام پر بنی ہاشم میں سے کوئی نہ کوئی قیام کرنے والا قیام کرتا ہے۔

پھر آپؑ نے فرمایا: الف کا عدد ایک ہے۔ لام کے تیس عدد ہیں اور میم کے چالیس عدد ہیں اور صاد کے نوے عدد ہیں۔ ان سب کا مجموعہ ایک سو اکسٹھ بنتا ہے۔ امام حسین علیہ السلام کے خروج کی ابتدا ''الم اللّٰہ'' سے ہوئی تھی اور جب اس کی مدت تمام ہوئی تو ''المص'' کے وقت بنی عباس میں سے قیام کرنے والے نے قیام کیا اور ہمارے قائم آلِ محمدؑ اس کے اختتام پر ''الر'' کے وقت ظہور کریں گے۔ اسے اچھی طرح سے سمجھو اور ذہن نشین کر لو اور اسے اپنے پاس چھپا کر رہو۔

نوٹ: مذکورہ بالا دونوں احادیث کا سمجھنا انتہائی مشکل ہے اور یہ غوامضِ احادیث میں سے ہیں۔ ہم ان کا علم وارثانِ دین کی طرف لوٹاتے ہیں۔ تفسیر عیاشی کی جلد دوم کے صفحہ تین سے نو تک ان احادیث کی وضاحت موجود ہے۔ طالبانِ تحقیق اس کی طرف رجوع فرمائیں۔ (من المترجم)

تفسیر علی بن ابراہیم میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: حی ابن اخطب اور ابو یاسر اخطب اور نجران کے چند یہودیوں کا ایک وفد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور انھوں نے کہا: ہم نے سنا ہے کہ اللہ نے آپؐ پر جو کتاب بھیجی ہے اس میں ''الم'' بھی موجود ہے۔

آپؐ نے فرمایا: جی ہاں، یہ سچ ہے۔ انھوں نے کہا: آپؐ سے پہلے جتنے بھی نبی گزرے ان میں سے کسی نے بھی اپنی اور اپنی اُمت کی مدت سلطنت بیان نہیں کی لیکن آپؐ واحد نبی ہیں جس نے اپنی شوکت وقوت کی میعاد تک بیان کی ہے!

آپؐ نے فرمایا: تم نے اس کا کس طرح سے اندازہ لگا لیا ہے؟

انھوں نے کہا: آپؐ ''الم'' کو ہی دیکھ لیں۔ ان میں سے الف کا عدد ایک ہے اور لام کے عدد تیس ہیں اور میم کے چالیس ہیں۔ ان کا مجموعہ اکہتر ہے۔ ہمیں ان لوگوں پر تعجب ہے جو اس دین میں شامل ہو رہے ہیں جس کے بقا کی مدت ہی اکہتر سال ہے۔ اچھا آپ یہ بتائیں کہ کیا اس کے علاوہ بھی آپؐ پر اس طرح کے حروف نازل ہوئے ہیں؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: جی ہاں مجھ پر ''المص'' بھی نازل ہوا ہے۔

یہ سن کر حی بن اخطب نے کہا: یہ ذرا زیادہ ثقیل اور زیادہ طویل ہے۔ اس کے اعداد ایک سو اکسٹھ بنتے ہیں۔ پھر اس نے کہا کہ کیا اس کے علاوہ بھی آپؐ پر کوئی اور حروفِ مقطعات نازل ہوئے ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: جی ہاں، مجھ پر "الر" بھی نازل ہوا ہے۔

یہ سن کر اس نے کہا: یہ تو زیادہ طویل اور بھاری ہے کیونکہ الف کا عدد ایک ہے۔ لام کے اعداد تیس ہیں اور "را" کے اعداد دو سو ہیں اور یہ دو سو اکتیس بنتے ہیں۔ پھر اس نے کہا: کیا اس کے علاوہ آپ پر کچھ اور بھی نازل کیا گیا ہے؟

آپؐ نے فرمایا: جی ہاں، مجھ پر "المر" بھی نازل کیا گیا ہے۔ انھوں نے کہا: یہ تو اور زیادہ طویل اور وزن ہے کیونکہ الف کا عدد ایک ہے لام کے عدد تیس ہیں اور میم کے عدد چالیس ہیں اور را کے عدد دو سو ہیں اور یہ دو سو اکہتر بنتے ہیں۔

پھر اس نے کہا: کیا اس کے علاوہ بھی آپؐ پر حروفِ مقطعات نازل ہوئے ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: جی ہاں۔ جب اس نے یہ سنا تو اُٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا: ہمیں معلوم نہیں ہے کہ آپ کو کیا کچھ عطا کیا گیا ہے۔ اس کے بعد ابو یاسر نے اپنے بھائی حی بن اخطب سے کہا: تجھے کیا معلوم ہے کہ شاید محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے خود بھی یہ یا اس سے زیادہ اعداد خود جمع کیے ہوں۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: منه ایات محکمات هن امر الکتب واخر متشابهات۔ اور آیات متشابہات کی وہ تاویل نہیں ہے جو کہ حی ابن اخطب، ابو یاسر اور ان کے ساتھیوں نے مراد لی تھی۔

رسولؐ کو تسلی

كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَ ذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝

"یہ ایک کتاب ہے جو تمھاری طرف اتاری گئی ہے تمھارے دل میں اس سے کوئی جھجک نہیں ہونی چاہیے۔ اس کے اتارنے کی غرض یہ ہے کہ تم اس کے ذریعہ منکرین کو ڈراؤ اور اہلِ ایمان کے لیے نصیحت ہو"۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ احادیث میں بیان ہوا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبؐ پر قرآن نازل کیا تو آپؐ نے گھبراہٹ محسوس کی اور فرمایا: مجھے اندیشہ ہے کہ لوگ میری تکذیب کریں گے اور میرا سر پھاڑ دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ذریعہ سے آپ کے اس خوف کو زائل کیا۔

خدا کی فرماں برداری میں کامیابی کا راز مضمر ہے

اِتَّبِعُوْا مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَ لَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِیَآءَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَذَکَّرُوْنَ ۝

''جو کچھ تمھارے پروردگار کی طرف سے تمھاری جانب نازل ہوا ہے تم اس کی پیروی کرو اور اپنے رب کو چھوڑ کر دوسرے سرپرستوں کی پیروی نہ کرو تم لوگ بہت ہی کم نصیحت حاصل کرتے ہو''۔

تفسیر عیاشی میں حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے' آپؑ نے فرمایا: لوگو! خدائی تعلیمات کی اتباع میں عظیم کامیابی مضمر ہے اور اس کا چھوڑنا بہت بڑی خطا ہے۔

قیامت کے دن انبیاء اور امم سے جواب طلب کیا جائے گا

فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِیْنَ اُرْسِلَ اِلَیْهِمْ وَ لَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ۙ فَلَنَقُصَّنَّ عَلَیْهِمْ بِعِلْمٍ وَّ مَا کُنَّا غَآئِبِیْنَ ۝

''جن لوگوں کی طرف انبیاء کو بھیجا گیا ہے ان سے ہم ضرور سوال کریں گے اور انبیاء سے بھی ضرور سوال کریں گے۔ پھر ہم پورے علم کے ساتھ ساری سرگزشت ان کے آگے پیش کر دیں گے کیونکہ ہم غائب تو نہیں تھے''۔

احتجاج طبرسی میں امیر المومنین علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے جس میں آپؑ نے قیامت کے حالات کا تذکرہ کیا اور اس کے ضمن میں آپؑ نے یہ بھی فرمایا:

انبیاء کو عرصۂ محشر میں حاضر کیا جائے گا اور ان سے ان کی تبلیغ رسالت کے متعلق سوال کیا جائے گا کہ کیا انھوں نے اپنی اُمتوں تک خدا کا پیغام پہنچایا تھا؟ انبیاء جواب میں عرض کریں گے کہ ہم نے تیرا پیغام پہنچایا تھا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ اُمتوں سے پوچھے گا کہ کیا انبیاء نے تمھیں خدا کا پیغام پہنچایا تھا؟

اُمتیں اس وقت جھوٹ کا سہارا لے کر کہیں گی: مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِیْرٍ وَّ لَا نَذِیْرٍ (المائدہ:۱۹) ''ہمارے پاس کوئی بشیر و نذیر نہیں آیا تھا''۔ اس وقت تمام انبیاء حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا گواہ مقرر کریں گے۔ آپ انبیاء کی تصدیق کریں گے اور انکاری اُمتوں کی تکذیب کریں گے اور آپ اس وقت ہر اُمت سے یہ فرمائیں گے: فَقَدْ جَآءَکُمْ بَشِیْرٌ وَّ نَذِیْرٌ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ (المائدہ:۱۹) ''یقیناً تمھارے پاس بشیر و نذیر آیا تھا' اللہ ہر چیز پر قدرت

رکھنے والا ہے"۔

یعنی خدا کے پاس یہ اختیار موجود ہے کہ تمھاری زبانوں پر مہر لگا دے اور تمھارے اعضاء و جوارح سے انبیاء کی تشریف آوری اور ان کی تبلیغ کی گواہی دلائے۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں اس آیت مجیدہ کے ضمن میں مرقوم ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انبیاء سے سوال کرے گا کہ انھوں نے اپنی تبلیغ کی ذمہ داری کسی حد تک ادا کی تھی اور ان کی اُمتوں سے یہ سوال کیا جائے گا کہ انھوں نے انبیاء کی تبلیغ کو کہاں تک تسلیم کیا تھا۔ فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِم بِعِلْمٍ وَمَا كُنَّا غَآئِبِينَ ۝ "پھر ہم پورے علم کے ساتھ ان کے سامنے ان کی سرگزشت بیان کریں گے کیونکہ ہم غائب تو نہیں تھے"۔ ہم نے تو ان کے تمام افعال کا مشاہدہ کیا ہے۔

وزنِ اعمال

وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ ۚ فَمَن ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝

"اور اس دن اعمال کا وزن عینِ حق ہوگا جن کا پلڑا بھاری ہوگا وہ فلاح پانے والے ہوں گے"۔

احتجاج طبرسی میں ایک طویل حدیث میں ایک سائل کے ساتھ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا مکالمہ مذکور ہے جس میں یہ کلمات بھی موجود ہیں۔

سائل نے کہا: کیا اعمال کا وزن نہیں کیا جائے گا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں، اعمال جسم نہیں ہیں کہ ان کو تولا جائے۔ اعمال تو عمل کرنے والوں کی ایک صفت ہیں اور ویسے بھی کسی چیز کے وزن کی ضرورت اسے ہوتی ہے جسے اشیاء کی تعداد معلوم نہ ہو اور ان کے وزنی اور خفیف ہونے سے ناواقف ہو جب کہ اللہ سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔

سائل نے کہا: پھر میزان کا کیا مطلب ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اس سے عدلِ الٰہی مراد ہے۔

سائل نے کہا: فَمَن ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ کا کیا مفہوم ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس کا مفہوم یہ ہے جس کے عمل جھکے ہوئے ہوں گے۔

مجمع البیان میں وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ کے تحت کچھ اقوال مذکور ہیں اور لکھا ہے:

وزنِ اعمال کے متعلق دوسرا قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اعمال کے وزن کے لیے ایک ترازو نصب کرے گا جس کے دو

پلڑے ہوں گے اور اُو پر اس کی زبان بھی ہوگی اس میں بندوں کی نیکیاں اور برائیاں تولی جائیں گی۔

یہ دوسرا قول زیادہ بہتر ہے کیونکہ اس کی احادیث سے تائید ہوتی ہے اور آیت کے ظاہری مفہوم سے بھی انحراف لازم نہیں آتا۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ اعمال کی اضاف کو ہی انسانوں کا میزان قرار دیا جائے اور اس مفہوم کی تائید اس فرمان سے ہوتی ہے:

ان الصلوٰة میزان فمن وفی استوفی "نماز میزان ہے جو اسے پورا کرے گا اس کے اعمال پورے کیے جائیں گے"۔

(عرض مترجم: میزان کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ عام میزان کی طرح سے اس کے پلڑے بھی ہوں اور عین درمیان میں زبان بھی ہو۔ آج کل تو غیر مرئی اشیاء کے بھی میزان موجود ہیں۔ جیسا کہ ہوا تولنے کے لیے میزان ہے اور درجہ حرارت معلوم کرنے کے لیے تھرمامیٹر ایجاد ہو چکا ہے جب کہ حرارت اور ہوا جسم نہیں ہیں پھر بھی ان کا وزن معلوم کیا جا رہا ہے اسی طرح سے اللہ کے ہاں اعمال کا بھی مخصوص میزان ہوگا)

مصباح الشریعہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا:

جب تو اس بات کا خواہش مند ہو کہ اپنے آپ کو پہچانے کہ کیا تو سچا ہے یا جھوٹا ہے تو پھر اپنی گفتگو کے مفہوم اور اپنے دعویٰ کو دل کی گہرائیوں سے ناپ اور یہ تصور کر کہ تو خدا کے سامنے کھڑا ہوا ہے۔ پھر میدان پر اس کا وزن کر کے دیکھ۔ اگر تیرے الفاظ اور تیرے مفہوم میں یکسانیت پائی جاتی ہو تو پھر تو سچا ہے۔

اللہ کا فرمان ہے: وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ الْحَقُّ "اس دن اعمال کا وزن عین حق ہوگا"۔

کتاب الخصال میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: نیکی جس قدر میزان میں ثقیل ہوگی اسی قدر اہلِ دنیا کے لیے بھی ثقیل ہوگی اور برائی میزان میں جس قدر ہلکی ہوگی لوگوں کی نظر میں بھی وہ اتنی ہی خفیف ہوگی۔

کتاب الخصال میں رسولؐ خدا کے چرواہے ابو مسلم سے منقول ہے' اس نے کہا کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

پانچ باتیں میزان میں بہت وزنی ہیں (جن میں سے چار کلمات ہیں اور وہ یہ ہیں) سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر۔ اور پانچویں نیکی جو میزان میں بہت وزنی ہے' وہ یہ ہے کہ کسی مسلمان کا نیک بیٹا مر جائے اور وہ

اس کی موت پر صبر کرے اور اس کی جزا خدا سے طلب کرے۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ الْحَقُّ کے تحت مرقوم ہے کہ اس سے اعمال کا بدلہ مراد ہے اگر کسی کے عمل نیک ہوں گے تو اسے اچھی جزا ملے گی اور اگر کسی کے عمل برے ہوں گے تو اسے سزا ملے گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَظْلِمُونَ ۝ "جن کا پلڑا بھاری ہوگا وہ فلاح پانے والے ہوں گے اور جن کے پلڑے ہلکے ہوں گے وہی اپنے آپ کو خسارے میں مبتلا کرنے والے ہوں گے کیونکہ وہ ہماری آیات پر ظلم کرتے تھے۔ آیات پر ظلم کرنے کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ وہ ائمہ کا انکار کرتے تھے"۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنَاكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ لَمْ يَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ ۝۱۱ قَالَ مَا مَنَعَكَ أَلَّا تَسْجُدَ إِذْ أَمَرْتُكَ ۖ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِنْهُ خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ ۝۱۲ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُونُ لَكَ أَنْ تَتَكَبَّرَ فِيهَا فَاخْرُجْ إِنَّكَ مِنَ الصَّاغِرِينَ ۝۱۳ قَالَ أَنْظِرْنِي إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ۝۱۴ قَالَ إِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ ۝۱۵ قَالَ فَبِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ ۝۱۶ ثُمَّ لَآتِيَنَّهُمْ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ ۖ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ ۝۱۷ قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُومًا مَدْحُورًا ۖ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ

اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۸﴾ وَيٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ
حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹﴾
فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَاوٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ
سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّاۤ اَنْ
تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَقَاسَمَهُمَاۤ اِنِّيْ لَكُمَا
لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۲۱﴾ فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ
بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ؕ
وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَاۤ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَاۤ اِنَّ
الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۲۲﴾ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَا ٚ وَاِنْ لَّمْ
تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾ قَالَ اهْبِطُوْا
بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى
حِيْنٍ ﴿۲۴﴾ قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا
تُخْرَجُوْنَ ﴿۲۵﴾ ع

''یقیناً ہم نے تمھاری تخلیق کی پھر تمھاری صورت بنائی پھر ہم نے فرشتوں سے کہا کہ تم آدم کو سجدہ کرو۔ ابلیس کے علاوہ باقی فرشتوں نے سجدہ کیا وہ سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا۔ خدا نے کہا تجھے سجدہ کرنے سے کس چیز نے روکا جب کہ میں نے تجھے حکم دیا تھا۔ اس نے

کہا کہ میں اس سے بہتر ہوں۔ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے۔

خدا نے کہا کہ تو یہاں سے نیچے اُتر۔ تجھے یہاں تکبر کرنے کا کوئی حق نہیں ہے' نکل جا تو ذلیل افراد میں سے ہے۔ اس نے کہا کہ مجھے اس دن تک کی مہلت دے جب یہ سب دوبارہ اُٹھائے جائیں گے۔

اللہ نے کہا: بے شک تجھے مہلت دی جارہی ہے۔ اس نے کہا کہ جس طرح سے تو نے مجھے گمراہ کیا ہے میں بھی تیری سیدھی راہ پر ان کی گھات میں بیٹھ جاؤں گا۔ پھر میں ان کے آگے' ان کے پیچھے اور ان کے دائیں بائیں ان کو گھیروں گا اور تو ان کی اکثریت کو شکر گزار نہیں پائے گا۔

اللہ نے کہا کہ تو یہاں سے ذلیل اور ٹھکرایا ہوا بن کر نکل جا۔ یقین رکھ ان میں سے جو بھی تیری پیروی کریں گے' تجھ سمیت ان سب سے دوزخ کو بھر دوں گا۔ (ارشاد ہوا) اور اے آدم تو اور تیری بیوی جنت میں رہو اور جس چیز کو تمھارا جی چاہے کھاؤ مگر اس درخت کے پاس نہ جانا ورنہ ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔

پھر شیطان نے ان کے دلوں میں وسوسہ ڈالا تاکہ ان کی شرم گاہیں جو ان سے چھپائی گئی تھیں ان کے سامنے کھول دے۔ اور اس نے ان سے کہا کہ تمھارے رب نے جو تمھیں اس درخت سے روکا ہے اس کی وجہ بس یہی ہے کہ کہیں تم فرشتے نہ بن جاؤ یا تمھیں ہمیشگی کی زندگی حاصل نہ ہو جائے۔

اور اس نے ان دونوں سے قسم کھا کر کہا کہ میں تمھارے خیر خواہوں میں سے ہوں۔ اس طرح دونوں کو دھوکا دے کر رفتہ رفتہ اپنے مقصد پر لے آیا اور جب انھوں نے درخت کا مزہ چکھا تو ان کے ستر ایک دوسرے کے سامنے کھل گئے اور وہ اپنے جسم کو جنت کے پتوں

سے ڈھانپنے لگے تب ان کے رب نے انھیں صدا دے کر کہا کہ میں نے تم دونوں کو اس درخت سے نہیں روکا تھا اور تم سے یہ نہ کہا تھا کہ شیطان تم دونوں کا کھلم کھلا دشمن ہے؟

ان دونوں نے کہا: اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنے آپ پر ستم کیا ہے۔ اب اگر تو نے ہم سے درگزر نہ کیا اور رحم نہ فرمایا تو ہم خسارہ اُٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

ارشاد فرمایا: اُتر جاؤ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور تمھارے لیے ایک خاص مدت تک زمین ہی میں جائے قرار اور سامانِ زیست ہے۔ ارشاد فرمایا اسی زمین میں تم کو جینا ہے اور اسی میں ہی تمھیں مرنا ہے اور اس میں سے ہی تمھیں دوبارہ نکالا جائے گا۔

تخلیقِ انسان اور قصہ آدمؑ

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ...... ''یقیناً ہم نے تمھیں پیدا کیا ہے پھر تمھاری تصویر کشی کی ہے''۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مذکور ہے کہ مقصد آیت یہ ہے کہ ہم نے مَردوں کے اصلاب میں تمھیں پیدا کیا اور عورتوں کے ارحام میں تمھاری تصویر کشی کی۔ جب کہ ابن مریم کی تخلیق و تصویر کا عمل رحمِ مادر میں ہی مکمل کیا گیا تھا۔ اگرچہ انھوں نے اصلاب انبیاء میں تخلیق کے مراحل طے کیے تھے اور جب انھیں زمین سے اُٹھایا گیا تو انھوں نے عظیم یہودی علماء کی مانند اُونی شال پہنی ہوئی تھی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ کی آیت مجیدہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: خَلَقْنٰكُمْ کے مرحلہ میں نطفہ، علقہ، مضغہ، ہڈیاں اور گوشت کے مراحل شامل ہیں اور صَوَّرْنٰكُمْ میں آنکھ، ناک، کان، منہ، ہاتھ اور پاؤں شامل ہیں۔ پھر بعض افراد کو اللہ نے خوبصورت بنایا، بعض افراد کو بدصورت بنایا۔ بعض کو موٹا، بعض کو دبلا پتلا، بعض کو لمبا اور بعض کو چھوٹا بنایا۔

قیاس کا بانی ابلیس ہے

علل الشرائع میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا: خدا کے احکام میں، قیاس کرنا درست نہیں ہے اور خدا کے احکام میں جو بھی قیاس کرے گا وہ خود بھی ہلاک ہوگا اور دوسروں کو بھی ہلاک کرے گا۔

خدا کی پہلی نافرمانی ابلیس نے کی تھی اور اس نے بھی نافرمانی کے وقت قیاس کیا تھا اور اس نے قیاس کرتے ہوئے کہا تھا: اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ ۝ ''میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے اور اسے مٹی سے پیدا کیا ہے''۔ (مقصد یہ ہے کہ آگ بلندی کی طرف سفر کرتی ہے جب کہ مٹی پستی کی طرف جاتی ہے لہٰذا بلندی کو پستی کے سامنے جھکانا ناجائز ہے)

اس لعین کی اس فکر کی وجہ سے خدا نے اسے اپنے جوارِ رحمت سے نکال دیا اور اس پر لعنت کی اور اس کا نام ''رجیم'' (راندۂ بارگاہ) رکھا۔ خدا نے اپنی عزت کی قسم کھا کر کہا کہ جو بھی دین میں قیاس کرے گا اسے ابلیس کے ساتھ دوزخ کے نچلے طبقہ میں جگہ دے گا۔

ایک مرتبہ ابوحنیفہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس آیا۔ آپؑ نے اس سے فرمایا: ابوحنیفہ! مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تو قیاس کرتا ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں، میں قیاس کرتا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: قیاس مت کیا کر کیونکہ سب سے پہلے ابلیس نے قیاس کیا تھا۔ جب خدا نے اسے سجدہ آدم کا حکم دیا تھا تو اس نے قیاس کرتے ہوئے کہا تھا: خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ ۝ (تو نے مجھے آگ سے اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا ہے) اس نے آگ اور مٹی کے درمیان قیاس کیا تھا اسی لیے ہلاک ہوا اور اگر وہ آدم کی نورانیت کا آگ کی نورانیت سے موازنہ کرتا تو اسے دونوں نوروں کا فرق ضرور دکھائی دیتا اور اسے معلوم ہو جاتا کہ آدم اس سے افضل ہے۔ پھر آپؑ نے ابوحنیفہ سے فرمایا:

اچھا اگر قیاس ہی کرنا ہے تو مجھے یہ بتاؤ کہ کانوں میں کڑواپن کیوں رکھا گیا ہے؟ ابوحنیفہ نے کہا: مجھے علم نہیں ہے۔

آپؑ نے فرمایا: جب تم اپنے ہی سر میں موجود کانوں کے متعلق اچھی طرح سے قیاس نہیں کر سکتے تو تم حلال وحرام کا قیاس کیسے کر سکتے ہو؟

ابوحنیفہ نے کہا: فرزندِ رسولؐ! آپؑ بتائیں کہ کانوں میں خدا نے کڑواہٹ وتلخی کیوں رکھی ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا تاکہ اگر کوئی کیڑا مکوڑا کانوں کے اندر چلا جائے تو تلخی کی وجہ سے مر جائے اگر خدا کانوں میں تلخی نہ رکھتا تو کیڑے مکوڑے کانوں میں داخل ہو کر انسانوں کو مار دیتے۔ خدا نے ہونٹوں میں شیرینی عطا کی تاکہ انسان مٹھاس اور کڑواہٹ کا ذائقہ محسوس کر سکے۔ اللہ نے آنکھوں کو نمکین بنایا کیونکہ آنکھیں چربی ہیں اور اگر اس میں نمک نہ ہوتا تو پگھل جاتیں۔ ناک کو ٹھنڈا اور بہنے والا بنایا تاکہ سر کے فاسد مادے اس کے ذریعہ سے بہہ جائیں اور اگر ناک کے ذریعہ

سے سر کے فاسد مادوں کی نکاسی کا راستہ مقرر نہ ہوتا تو دماغ بوجھل ہو جاتا اور اس میں کیڑے پڑ جاتے۔

ابن شبرمہ کا بیان ہے کہ میں اور ابوحنیفہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس گئے۔ آپؑ نے ابوحنیفہ سے کہا کہ خدا سے ڈرو اور قیاس چھوڑ دو کیونکہ سب سے پہلے ابلیس نے قیاس کیا تھا۔ جب خدا نے اسے سجدہ آدم کا حکم دیا تھا تو اس نے قیاس سے کام لیتے ہوئے کہا تھا: اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ ۝۱۲ ''میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے اور اُسے مٹی سے پیدا کیا ہے''۔

ابن ابی لیلیٰ کا بیان ہے کہ میں اور نعمان بن ثابت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس گئے۔ آپؑ نے ہمیں خوش آمدید کہا اور مجھ سے فرمایا:

ابن ابی لیلیٰ! یہ شخص کون ہے؟

میں نے کہا کہ یہ کوفہ کا ایک شخص ہے جو کہ صاحب رائے اور صاحب نظر ہے اور یہ بہت اچھا نقاد ہے۔

امامؑ نے فرمایا: شاید یہ وہی ہے جو اپنی رائے سے چیزوں کا قیاس کرتا ہے۔ پھر آپؑ نے فرمایا: نعمان! قیاس سے پرہیز کرو۔ میرے والد نے اپنے آباء کی سند سے رسولؐ خدا سے یہ روایت کی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا:

جو دین میں اپنی رائے سے قیاس کرے تو اللہ اسے دوزخ میں ابلیس کے ساتھ جمع کرے گا کیونکہ سب سے پہلے اسی نے ہی قیاس کرتے ہوئے کہا تھا: اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ ۝۱۲ (میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے اور اُسے مٹی سے پیدا کیا ہے)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ابوحنیفہ سے فرمایا: ابوحنیفہ! جب تمہارے سامنے کوئی ایسا مسئلہ آ جائے جس کا حل کتاب اللہ اور سنت میں موجود نہ ہو تو تم کیا کرتے ہو؟

ابوحنیفہ نے کہا: اس وقت میں قیاس کرتا ہوں اور اپنی رائے پر عمل کرتا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: ابوحنیفہ! سب سے پہلے ابلیس لعین نے خدا کے سامنے قیاس کرتے ہوئے کہا تھا: اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ ۝۱۲ (میں اس سے بہتر ہوں کیونکہ تو نے مجھے آگ اور اُسے مٹی سے پیدا کیا ہے) یہ سن کر ابوحنیفہ خاموش ہو گیا۔

اصول کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: ابلیس نے اپنا قیاس آدم کے ساتھ کیا تھا اور اس نے کہا تھا کہ میں اس سے بہتر ہوں کیونکہ تو نے مجھے آگ سے اور آدم کو مٹی سے بنایا ہے۔ اگر وہ اس

کے بجائے اس جوہر کا آگ سے موازنہ کرتا جس سے آدم پیدا ہوئے تھے تو اسے معلوم ہو جاتا کہ تخلیقِ آدم کا جوہر آگ سے کہیں زیادہ روشن ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ملائکہ سمجھتے تھے کہ شیطان کا تعلق ان کی نوع سے ہے جب کہ اللہ کو معلوم تھا کہ یہ صنفِ ملائکہ کا فرد نہیں ہے۔ سجدۂ آدم کے وقت اس کی حقیقت کھل کر سامنے آ گئی جب اس نے سجدہ سے انکار کرتے ہوئے کہا تھا کہ تو نے مجھے آگ سے اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا ہے۔

علل الشرائع میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے کا ارادہ کیا تو جبریلؑ کو زمین پر بھیجا کہ جاؤ وہاں سے مٹی کی مٹھی بھر کر لاؤ۔ حضرت جبریلؑ گئے جب انھوں نے مٹی اٹھانے کا ارادہ کیا تو زمین نے ان سے فریاد کی اور کہا کہ میں تمھیں خدا کی قسم دیتی ہوں مجھ سے مٹی نہ اٹھاؤ۔ جبریلؑ واپس آئے اور خدا سے کہا کہ اس نے آپ کی قسم دی تھی اسی لیے میں نے مٹی نہیں اٹھائی۔ اللہ تعالیٰ نے اسرافیل کو بھیجا تو مٹی نے انھیں بھی قسم دی اور وہ بھی خالی ہاتھ لوٹے۔ انھوں نے اللہ سے یہی کہا کہ زمین نے آپ کی قسم دی تھی اسی لیے میں نے مٹی نہیں اٹھائی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے میکائیلؑ کو بھیجا۔ انھیں بھی زمین نے واسطہ دیا تو وہ بھی مٹی اٹھائے بغیر واپس آ گئے اور خدا سے کہا کہ اس نے مجھے آپ کی قسم دی تھی اسی لیے میں نے مٹی نہیں اٹھائی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے عزرائیلؑ کو بھیجا۔ زمین نے انھیں بھی رب تعالیٰ کی قسم دی لیکن انھوں نے کہا کہ میں بھی خالی ہاتھ واپس جانے سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں۔ چنانچہ انھوں نے مٹی اٹھائی اور خدا کے دربار میں جا کر پیش کی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: آدم کو اس لیے آدم کہا گیا ہے کہ اس کی تخلیق ادیم ارض، (زمین کا بیرونی حصّہ) سے ہوئی۔

روضۃ الواعظین میں مرقوم ہے کہ عبداللہ بن سلام نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: محمد! یہ بتائیں کہ اللہ نے آدم کو کون سی زمین کی مٹی سے پیدا کیا تھا؟

رسولؐ خدا نے فرمایا: اللہ نے اس کے سر اور چہرے کو مقامِ کعبہ کی مٹی سے پیدا کیا اور ان کے باقی بدن کو بیت المقدس کی خاک سے پیدا کیا۔ (نقلا عن الحاشیۃ)

علل الشرائع میں یزید بن سلام سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کیا آدم کے وجود

میں تمام قسم کی مٹی شامل تھی یا وہ ایک ہی جگہ کی مٹی سے بنائے گئے تھے؟

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان کے جسم میں تمام اقسام کی مٹی شامل تھی۔ اگر آدم کی تخلیق ایک ہی مٹی سے ہوتی تو لوگ ایک دوسرے کو پہچان ہی نہ سکتے اور سب کی شکل وصورت ایک ہوتی۔

پھر آنحضرتؐ سے پوچھا گیا کہ کیا دنیا میں اس کی مثال بھی موجود ہے؟

آپؐ نے فرمایا: مٹی مختلف رنگوں کی ہوتی ہے، مٹی سفید بھی ہوتی ہے، سبز بھی ہوتی ہے، ٹمیالے رنگ میں بھی ہوتی ہے۔ سرخ اور نیلے رنگوں میں بھی ہوتی ہے۔ بعض جگہ کی مٹی ٹھنڈی ہوتی ہے۔ بعض مقامات کی مٹی نمکین ہوتی ہے بعض مقامات کی مٹی نرم ہوتی ہے، بعض مقامات کی مٹی سخت ہوتی ہے۔ اسی لیے مٹی سے پیدا ہونے والے بعض انسان نرم مزاج ہوتے ہیں، بعض سخت مزاج ہوتے ہیں، بعض سفید ہوتے ہیں، بعض پیلے ہوتے ہیں، بعض سرخ ہوتے ہیں، بعض سیاہ ہوتے ہیں۔

اصول کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو خلق کرنے کا ارادہ کیا تو جمعہ کے دن کی پہلی ساعت میں جبریلؑ کو روانہ کیا اور اس نے اپنا ہاتھ دراز کیا۔ وہ ساتویں آسمان سے آسمان دنیا تک پہنچا اور اس نے ہر آسمان سے کچھ نہ کچھ خاک اُٹھائی۔ پھر اس نے زمین پر اپنا ہاتھ دراز کیا اور ساتویں زمین سے لے کر پہلی زمین تک اس کا ہاتھ پہنچا۔ اس نے اس ہاتھ میں ساتوں زمینوں سے کچھ نہ کچھ خاک اٹھائی۔ آسمانوں کی خاک جبریلؑ کی داہنی مٹھی میں تھی اور زمین کی خاک جبریلؑ کی بائیں مٹھی میں تھی۔ پھر اللہ نے اپنے "کلمہ" کو حکم دیا جس نے دونوں مٹھیوں کی خاک جبریلؑ سے لے لی۔ اس مٹی کے دو علیحدہ علیحدہ ڈھیر بنائے گئے اور زمینی مٹی سے چیونٹیوں کی طرح سے مخلوق پیدا کی گئی اور آسمانی مٹی سے بھی مخلوق پیدا کی گئی۔

جو مخلوق دائیں ہاتھ کی مٹھی سے پیدا ہوئی تھی اللہ تعالیٰ نے اس سے کہا: تجھ سے انبیاء و رسل، اوصیاء، صدیقین، مومنین اور نیک بخت افراد پیدا کروں گا اور وہ لوگ تجھ سے پیدا ہوں گے جن کی عزت واحترام مجھے مطلوب ہوگی۔ چنانچہ اللہ نے جو چاہا تھا اس سے وہی کچھ پیدا کیا۔

پھر اللہ نے بائیں ہاتھ والی مٹھی سے فرمایا: میں تجھ سے جبار، مشرک، کافر، طاغوت پیدا کروں گا اور وہ لوگ تجھ سے پیدا ہوں گے جن کی مجھے توہین مطلوب ہوگی۔ چنانچہ اللہ نے جو چاہا تھا اس سے وہی کچھ پیدا کیا۔ اس کے بعد دونوں خاکوں کو آپس میں ملا دیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ مومن سے کافر پیدا ہوتا ہے اور کافر سے مومن پیدا ہوتا ہے۔

C21

تفسیر علی بن ابراہیم میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو سجدۂ آدمؑ کا حکم دیا تو ابلیس کے علاوہ باقی تمام ملائکہ نے سجدہ کیا۔ ابلیس نے اپنے دل میں چھپا ہوا حسد ظاہر کیا اور سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ خدا نے اس سے فرمایا کہ تو نے میرے حکم کے باوجود سجدہ کیوں نہیں کیا؟

اس نے کہا کہ میں آدم سے بہتر ہوں کیونکہ میں آگ سے پیدا ہوا ہوں جب کہ آدم مٹی سے پیدا ہوا ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: کائنات میں سب سے پہلے ابلیس نے قیاس کیا تھا اور اس کے نتیجے میں تکبر کیا تھا اور تکبر کے ذریعے سے اللہ کی پہلی نافرمانی عمل میں لائی گئی۔

ابلیس نے کہا: خدایا! مجھے آدم کے سجدہ سے معذور رکھ اور میں تجھ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں اس کے بدلے تیری اتنی عبادت کروں گا کہ کسی نے اتنی زیادہ عبادت نہیں کی ہوگی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مجھے تیری عبادت کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں وہ عبادت چاہتا ہوں جو میری مرضی کے مطابق ہو وہ عبادت نہیں چاہتا جو تیری مرضی کے مطابق ہو۔ الغرض ابلیس نے سجدۂ آدمؑ سے انکار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا: ''تو یہاں سے نکل جا تو راندۂ درگاہ ہے اور قیامت کے دن تک تجھ پر میری لعنت برستی رہے گی''۔

ابلیس نے کہا: پروردگار! تو عادل ہے اور تو کسی کی حق تلفی نہیں کرتا۔ میرے اعمال کا بدلہ کہاں چلا گیا؟

خدا نے فرمایا: تو اپنے اعمال کا بدلہ مجھ سے اسی دنیا میں مانگ لے میں تجھے دینے پر آمادہ ہوں۔

ابلیس نے کہا: مجھے روزِ قیامت تک بقا چاہیے۔ خدا نے فرمایا: میں نے تیری درخواست قبول کر لی ہے۔

ابلیس نے کہا: خدایا مجھے اولادِ آدمؑ پر تسلط عطا فرما۔

خدا نے فرمایا تیری یہ درخواست بھی قبول ہے۔

ابلیس نے کہا: مجھے ان کے جسم میں یوں گردش کرنے دے جس طرح سے خون ان کے جسم میں گردش کرتا ہے۔

خدا نے فرمایا: میں نے تیری یہ درخواست بھی قبول کر لی ہے۔

ابلیس نے کہا: اگر نسلِ آدم کا ایک فرزند پیدا ہو تو میری نسل میں دو بچے پیدا ہونے چاہییں۔

خدا نے فرمایا: میں نے تیری یہ درخواست بھی قبول کر لی ہے۔

ابلیس نے کہا: میں انھیں دیکھوں لیکن اولادِ آدم مجھے دیکھ نہ سکے اور میں جس صورت میں چاہوں انھیں دکھائی دے سکوں۔ خدا نے فرمایا: میں نے تیری یہ درخواست بھی قبول کر لی ہے۔

ابلیس نے کہا: خدایا! مجھے اور بھی کچھ مزید عطا فرما۔

خدا نے فرمایا: میں نے اولادِ آدم کے سینوں میں تیری اور تیری نسل کا وطن مقرر کیا ہے۔ ابلیس نے کہا: خدایا! اب میرے لیے کافی ہے۔ اس وقت ابلیس نے خدا سے کہا تھا:

فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٨٢﴾ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ﴿٨٣﴾ (ص:۸۲-۸۳)

''تیری عزت کی قسم! میں سب لوگوں کو بہکا کر رہوں گا' بجز تیرے ان بندوں کے جنھیں تو نے خالص کرلیا ہے''۔

ابلیس نے اسی موقع پر یہ کہا تھا: ثُمَّ لَآتِيَنَّهُم مِّن بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَن شَمَائِلِهِمْ ۖ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ ﴿١٧﴾ (الاعراف:۱۷) ''پھر میں ان کے آگے' ان کے پیچھے اور ان کے دائیں بائیں سے انھیں ایسا گھیروں گا کہ تو ان کی اکثریت کو شکر گزار نہیں پائے گا''۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جب ابلیس کو خدا کی طرف سے اتنی قوت مل گئی تو آدم علیہ السلام نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا: پروردگار! تو نے ابلیس کو میری نسل پر مسلط کر دیا اور تو نے اسے ان کے اندر خون کی طرح گردش کرنے کی اجازت دے دی' تو نے مجھے اور میری اولاد کو کیا دیا؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تجھے اور تیری اولاد کو میں نے یہ عطا کیا کہ وہ ایک برائی کریں گے تو وہ ایک لکھی جائے گی اور اگر وہ ایک نیکی کریں گے تو وہ کئی دس گنا شمار کی جائے گی۔ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا: خدایا! مجھے کچھ اور عطا کر۔

خدا نے فرمایا: تیری اولاد کے لیے توبہ کا دروازہ اس وقت تک کھلا رہے گا جب تک سانس حلق تک نہیں پہنچے گی۔

حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا: خدایا! اور بھی اضافہ فرما! خدا نے فرمایا: میں بخش دوں گا اور پرواہ نہیں کروں گا۔

حضرت آدم علیہ السلام نے کہا: میرے لیے یہ کافی ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے امام علیہ السلام سے پوچھا کہ ابلیس نے ایسی کون سی نیکی کی تھی جس کا خدا نے اتنا بڑا اجر دیا؟ آپؑ نے فرمایا: اس نے آسمان پر دو رکعت نماز پڑھی تھی جس میں اسے چار ہزار سال لگے تھے۔

تفسیر عیاشی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ ابلیس نے خدا کے سامنے یہ کہا تھا: لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ ﴿١٦﴾ ثُمَّ لَآتِيَنَّهُم مِّن بَيْنِ أَيْدِيهِمْ...... (میں صراط مستقیم پر بیٹھ جاؤں گا اور ان کے آگے' پیچھے اور دائیں بائیں سے انھیں بہکاؤں گا اور تو اکثریت کو شکر گزار نہیں پائے گا)۔ اس آیت میں صراط مستقیم سے حضرت علی علیہ

السلام مراد ہیں۔

(مقصد یہ ہے کہ ابلیس حضرت علی علیہ السلام کی محبت ومودت اور ان کی پیروی سے روکتا ہے)

تفسیر عیاشی میں ابوبصیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں مَیں اور زرارہ بیٹھے ہوئے تھے۔ آپؑ نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی کہ شیطان نے بارگاہِ احدیت میں کہا تھا: لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ۭ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ۝ (میں انھیں بہکانے کے لیے صراط مستقیم پر بیٹھ جاؤں گا اور ان کے آگے، پیچھے اور دائیں بائیں سے انھیں گمراہ کروں گا اور تو ان کی اکثریت کو شکرگزار نہیں پائے گا) یہ آیت پڑھ کر آپؑ نے فرمایا:

زرارہ! شیطان کا نشانہ تم اور تمھارے ساتھی ہو۔ دوسروں سے تو وہ فارغ ہو چکا ہے۔

نہج البلاغہ میں زیاد بن ابیہ کے نام حضرت علی علیہ السلام کا ایک مکتوب مرقوم ہے۔ جب حضرت کو معلوم ہوا کہ معاویہ زیاد کو خط لکھ کر اپنے خاندان میں منسلک کر لینے سے اسے چکمہ دینا چاہتا ہے تو آپؑ نے زیاد کو تحریر کیا:

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ معاویہ نے تمھاری طرف خط لکھ کر تمھاری عقل کو پھسلانا اور تمھاری دھار کو کُند کرنا چاہا ہے۔ تم اس سے ہوشیار رہو کیونکہ وہ شیطان ہے جو مومن کے آگے پیچھے اور داہنی بائیں جانب سے آتا ہے تاکہ اسے غافل پا کر اس پر ٹوٹ پڑے اور اس کی عقل پر چھاپہ مارے۔

مجمع البیان میں ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ (پھر میں ان کے آگے، ان کے پیچھے اور ان کے دائیں بائیں سے ان پر حملہ کروں گا) کی آیت مجیدہ کے متعلق مرقوم ہے کہ اس آیت مجیدہ کے مفہوم کے متعلق بہت سے اقوال مروی ہیں۔ ان میں سے ایک قول حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے یہ منقول ہے:

شیطان نے کہا تھا کہ میں ان کے آگے سے گھیروں گا' اس کا مفہوم یہ ہے کہ میں امر آخرت کو ان کی نظر میں حقیر کر کے پیش کروں گا اور وَمِنْ خَلْفِهِمْ (ان کے پیچھے سے) کا مفہوم یہ ہے۔ میں انھیں دنیا جمع کرنے کی ترغیب دوں گا اور انھیں حقوق کی عدم ادائیگی کا حکم دوں گا اور ان سے کہوں گا کہ زیادہ سے زیادہ دولت جمع کرو تاکہ تمھاری نسلیں بھی کسی کی محتاج نہ ہوں۔ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ (اور ان کو ان کی دائیں جانب سے گھیروں گا) کا مفہوم یہ ہے کہ میں گمراہی اور شبہات کو ان کی نظروں میں مزین کر کے پیش کروں گا اور اس طرح سے ان کا دین تباہ کروں گا اور وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ (اور ان کو بائیں

طرف سے گھیروں گا) کا مفہوم یہ ہے کہ میں انھیں لذات کے حصول میں منہمک کردوں گا اور ان کے دلوں پر خواہشات کو غالب کروں گا۔

عصمتِ انبیاءؑ

عیون الاخبار میں مرقوم ہے کہ مامون الرشید نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے کہا: فرزندِ رسولؐ! کیا آپ انبیاء کو معصوم مانتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں، ہم انبیاء کو معصوم مانتے ہیں۔

مامون نے کہا: اگر انبیاء معصوم ہیں تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ کیوں ارشاد فرمایا: وَعَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ۝ (طٰہٰ:۱۲۱۔ آدمؑ نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور وہ بھٹک گیا) کا کیا مطلب ہے؟

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آدم سے فرمایا تھا: یٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا ۪ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ (البقرہ:۳۵۔ آدمؑ تو اور تیری بیوی جنت میں رہو اور جنت کے پھلوں میں سے جہاں سے کھاؤ کسی روک ٹوک کے بغیر کھاؤ لیکن اس درخت کے قریب مت جانا) یہ کہہ کر گندم کے پودے کی طرف اشارہ کیا تھا اور فرمایا تھا: فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ (ورنہ تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے)

اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ نہیں کہا تھا کہ خبردار اس درخت کا پھل نہ کھانا اور یہ بھی نہیں کہا تھا کہ اس درخت کی جنس کے جتنے بھی پودے ہیں وہ سب کے سب تمھارے لیے ممنوع ہیں۔ چنانچہ آدم وحوا اس اشارہ کردہ درخت کے قریب نہیں گئے تھے البتہ انھوں نے اسی پودے کی جنس کے ایک اور پودے کا پھل چکھا تھا اور اس کی وجہ یہ تھی جب شیطان ان کے پاس گیا تو اس نے ان سے کہا تھا: مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ (اعراف:۲۰) خدا نے تمھیں اس درخت سے تو منع نہیں کیا تھا) اس کے بجائے خدا نے تمھیں ایک اور درخت کے قریب جانے سے منع کیا تھا اور اس نے تمھیں اس سے اگر منع کیا ہے تو اس کی وجہ دراصل یہ ہے: اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ۝ وَقَاسَمَهُمَاۤ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ۝ (اعراف:۲۱) ''کہ کہیں تم دونوں فرشتے نہ بن جاؤ یا تمھیں ہمیشہ کی زندگی ہی نہ مل جائے اور اس نے ان دونوں کے سامنے قسم کھائی کہ میں یقیناً تمھارے خیر خواہوں میں سے ہوں''۔

حضرت آدمؑ وحواؑ نے اس سے قبل خدا کی قسم کبھی سنی ہی نہ تھی انھیں قسم سے پہلی بار سابقہ پڑا تھا اور انھوں نے اس

سے قبل کسی کو خدا کی جھوٹی قسم کھاتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ اسی۔لیے انھوں نے اس کی قسم پر بھروسہ کیا اور یہ تمام واقعہ نبوت سے پہلے کا ہے اور حضرت کا یہ اقدام گناہِ کبیرہ نہیں تھا کہ اس کی وجہ سے وہ مستحقِ دوزخ بنتے۔ آپؑ کے اقدام کا تعلق ان صغیرہ گناہوں سے تھا جن کا صدور نزولِ وحی سے پہلے انبیاء سے ممکن ہوتا ہے۔ پھر جب اللہ نے ان کا انتخاب کیا اور انھیں نبی بنایا تو آپؑ معصوم قرار پائے' آپؑ سے نبوت کے بعد کوئی صغیرہ کبیرہ خطا سرزد نہیں ہوئی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَعَصٰۤی اٰدَمُ رَبَّہٗ فَغَوٰی ﴿۱۲۱﴾ ثُمَّ اجۡتَبٰہُ رَبُّہٗ فَتَابَ عَلَیۡہِ وَہَدٰی ﴿۱۲۲﴾ (طٰہٰ: ۱۲۱-۱۲۲) ''اور آدم نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی تو بھٹک گئے۔ اس کے بعد ان کے پروردگار نے ان کو برگزیدہ کیا' ان کی توبہ قبول کی اور ان کی ہدایت فرمائی''۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اِنَّ اللّٰہَ اصۡطَفٰۤی اٰدَمَ وَنُوۡحًا وَّاٰلَ اِبۡرٰہِیۡمَ وَاٰلَ عِمۡرٰنَ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۳۳﴾ (آل عمران: ۳۳) ''بے شک خدا نے آدم' نوح اور خاندانِ ابراہیم اور خاندانِ عمران کو تمام جہانوں سے برگزیدہ کیا ہے''۔

شجرۂ ممنوعہ

کتاب معانی الاخبار میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم و حوا کو جنت میں رہائش دی تو ان سے کہا تھا کہ جنت کے تمام پھل کسی روک ٹوک کے بغیر کھاؤ لیکن اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔ وہ درخت گندم کا پودا تھا۔ جنت میں جانے کے بعد آدم و حوا نے محمدؐ اور ان کی ذریت کے ائمہ کی منازل کا مشاہدہ کیا تو دیکھا کہ وہ جنت کی اعلیٰ ترین منازل پر فائز تھے۔

آدم و حوا نے عرض کیا: پروردگار! یہ عظیم منزلت کس کے لیے ہے؟

خدا نے فرمایا: سر بلند کرو اور ساقِ عرش پہ نگاہ دوڑاؤ۔ آدم و حوا نے سر بلند کیے اور ساقِ عرش پر نگاہ کی تو وہاں پنجتن پاک اور ائمہ کے نام نورِ الٰہی سے لکھے ہوئے دیکھے۔ آدم و حوا نے یہ منظر دیکھ کر کہا: پروردگار! یہ مخلوق تجھے کتنی پیاری ہے اور تیری نظر میں ان کا مقام کتنا بلند ہے؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر یہ نہ ہوتے تو میں تم دونوں کو پیدا ہی نہ کرتا۔ یہ میرے علم کے خازن ہیں اور میرے رازوں کے امین ہیں۔ خبردار میری اس مخلوق کو نگاہِ حسد سے نہ دیکھنا اور ان کے مقام کی تمنا نہ کرنا ورنہ میرے نافرمان قرار پاؤ گے اور تم دونوں ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔

آدم وحوا نے کہا: پروردگار ”ظالم“ کون ہیں؟ خدا نے فرمایا: جو ناجائز طور پر ان کی منزلت کا دعویٰ کریں۔

آدم وحوا نے عرض کیا: خدایا! جس طرح سے تو نے اپنے پیاروں کا مقام ہمیں دکھایا ہے اسی طرح سے ان پر ظلم کرنے والوں کا بھی دوزخ میں ہمیں ٹھکانا دکھا۔ اللہ تعالیٰ نے دوزخ کو حکم دیا تو اس نے اپنے تمام عذاب اور عقوبتوں کا انھیں مشاہدہ کروایا۔

خدا نے فرمایا: آدم وحوا! ان کے ظالموں کا مقام دوزخ کے پست ترین طبقہ میں ہے۔ وہ جب دوزخ سے نکلنا چاہیں گے تو انھیں اس میں دوبارہ ڈال دیا جائے گا اور جب ان کی کھالیں جل جائیں گی تو ہم اس کی جگہ انھیں اور کھال پہنا دیں گے۔ آدم وحوا! تم میرے انوار اور ان حجتوں کو چشمِ حسد سے مت دیکھنا ورنہ میں تمھیں اپنے قرب سے ہٹا دوں گا اور میری طرف سے تم پر ذلت طاری ہو جائے گی۔

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ۝۲۰ وَقَاسَمَهُمَاۤ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ۝۲۱ فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ”پھر شیطان نے ان کے دلوں میں وسوسہ ڈالا تاکہ ان کی شرم گاہیں جو ان سے چھپائی گئی تھیں ان کے سامنے کھول دے اور اس نے ان سے کہا تمھارے رب نے تمھیں اس درخت سے صرف اس لیے روکا ہے کہ کہیں تم فرشتے نہ بن جاؤ یا تمھیں ہمیشہ کی زندگی حاصل نہ ہو جائے۔ اس نے ان دونوں سے قسم کھا کر کہا کہ میں یقیناً تمھارے خیرخواہوں میں سے ہوں۔ وہ ان دونوں کو دھوکا دے کر رفتہ رفتہ اپنے مقصد پر لے آیا“۔ اور اس نے آدم وحوا کو ترغیب دی کہ وہ محمدؐ وآلِ محمدؐ کی منزلت کی تمنا کریں۔ چنانچہ ان دونوں نے ذوات طاہرہ کو چشمِ حسد سے دیکھا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ خدائی حفاظت سے محروم ہو گئے یہاں تک کہ انھوں نے گندم کے پودے کا پھل کھا لیا۔ انھوں نے جس پودے کا پھل کھایا تھا وہ جو کے پودے میں تبدیل ہو گیا۔ گندم کا پودا وہی ہے جسے انھوں نے نہیں کھایا تھا اور جَو کا پودا وہی ہے جسے انھوں نے کھایا تھا۔ جب وہ اس پودے کا ثمر کھا چکے تو ان کے بدن پر جنت کا جو لباس اور زیور موجود تھا وہ سب ان کے بدن سے اُڑ گیا اور دونوں ننگے ہو گئے۔

وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ؕ وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَاۤ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَاۤ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝۲۲ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَا ٚ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝۲۳ ”وہ اپنے جسم کو جنت کے پتوں سے ڈھانپنے لگے تب ان کے رب نے انھیں صدا دے کر کہا کیا میں نے تم دونوں کو اس درخت سے نہیں روکا تھا اور تم سے یہ نہ کہا تھا کہ شیطان تم دونوں کا کھلم کھلا دشمن ہے۔ ان دونوں نے کہا اے ہمارے پروردگارا ہم نے

اپنے آپ پر ستم کیا ہے اور اگر تو نے ہم سے درگزر نہ کیا اور رحم نہ کیا تو ہم خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے"۔

اللہ تعالیٰ نے ان دونوں سے فرمایا: تم دونوں میرے قرب سے چلے جاؤ۔ میری نافرمانی کرنے والا میری جنت میں نہیں رہ سکتا۔ اس کے بعد دونوں زمین پر اُترے اور خدا نے ان کو طلبِ معاش میں لگا دیا۔

جنتِ آدمؑ کہاں واقع تھی؟

تفسیر علی بن ابراہیم میں منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ آدم کی جنت کا تعلق دنیا کے باغات سے تھا یا وہ جنتِ آخرت تھی؟

آپؑ نے فرمایا: وہ دنیا کے باغات میں سے ایک باغ تھا۔ اس میں شمس و قمر کا طلوع ہوتا تھا اور اگر وہ آخرت کی جنت ہوتی تو آدم کو وہاں سے کبھی بھی نکالا نہ جاتا۔ جب اللہ نے آدم وحوا کو جنت میں رہائش دی تو ان سے کہا کہ تم اس درخت کے قریب مت جانا ورنہ تمھارا شمار ظالموں میں سے ہوگا۔

ابلیس لعین ان کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ اگر تم اس درخت کے قریب چلے گئے تو تم یا فرشتے بن جاؤ گے یا تمھیں ہمیشہ کی زندگی حاصل ہو جائے گی اور اگر تم اس درخت کے قریب نہ گئے تو خدا تمھیں جنت سے نکال دے گا۔ اس نے اپنی بات میں اعتماد پیدا کرنے کے لیے ان کے سامنے اللہ کی قسم کھائی اور کہا کہ میں تمھارا خیر خواہ ہوں۔

حضرت آدم علیہ السلام نے اس کی بات پر اعتماد کیا۔ انھوں نے اس درخت کا پھل کھایا۔ جیسے ہی انھوں نے شجرہ ممنوعہ کا پھل کھایا تو ان سے بہشتی لباس اُتار لیا گیا اور وہ ننگے ہو گئے۔ اپنی ستر پوشی کے لیے انھوں نے جنت کے پتے اکٹھے کیے اور اُن سے اپنے آپ کو چھپایا۔

اس وقت خدا نے انھیں صدا دے کر فرمایا: کیا میں نے تمھیں اس درخت سے منع نہیں کیا تھا اور میں نے تم سے یہ نہ کہا تھا کہ شیطان تمھارا واضح دشمن ہے؟ آدم وحوا نے اپنی خطا کا اعتراف کرتے ہوئے کہا:

اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے اور اگر تو نے ہم سے درگزر نہ کیا اور ہم پر رحم نہ کیا تو ہم خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہاں سے اُتر جاؤ۔ تمھارے بعض، بعض کے دشمن ہوں گے اور زمین میں تمھارے لیے خاص مدت تک جائے قرار اور سامانِ زیست ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: خاص مدت سے روزِ قیامت مراد ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب آدم جنت سے نکل کر زمین پر پہنچے تو حضرت جبریلؑ ان کے پاس آئے اور انھوں نے کہا: آدم! کیا خدا نے تجھے اپنے دستِ قدرت سے نہیں پیدا کیا تھا اور کیا اس نے تجھ میں اپنی روح نہیں پھونکی تھی اور کیا اس نے اپنی کنیز حوا سے تیری شادی نہیں کی تھی اور کیا اس نے تجھے جنت میں رہائش نہیں دی تھی اور کیا اس نے تجھے براہِ راست خطاب کر کے درخت کا پھل کھانے سے نہیں روکا تھا؟ مگر اس کے باوجود تو نے درخت کا پھل کھایا اور خدا کی نافرمانی کی۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟

حضرت آدم علیہ السلام نے کہا: جبریل! بات یہ ہے ابلیس نے میرے سامنے خدا کی جھوٹی قسم کھا کر مجھے یقین دلایا تھا کہ وہ میرا خیر خواہ ہے۔ میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ کوئی خدا کی جھوٹی قسم بھی کھا سکتا ہے۔

تفسیر عیاشی میں ہے کہ صادقین علیہما السلام میں سے ایک بزرگوار سے پوچھا گیا کہ آدم کو تو نسیان لاحق ہوا تھا۔ اللہ نے نسیان کے باوجود اس کا مؤاخذہ کیوں کیا جب کہ نسیان تو معاف ہوتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: آدم کو نسیان لاحق نہیں ہوا تھا۔ ابلیس تو انھیں یاد دلا رہا تھا کہ تمھارے رب نے تمھیں اس درخت سے اس لیے منع کیا ہے کہ کہیں تم فرشتے نہ بن جاؤ یا تمھیں ہمیشہ کی زندگی نہ مل جائے۔ اس کے باوجود انھیں نسیان کیسے لاحق ہوا تھا؟

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرین کی سند سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ روایت کی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: شب معراج جب مجھ پر نمازیں فرض ہوئیں تو اس حضرت موسیٰؑ نے خدا سے درخواست کی کہ وہ ان کی آدم سے ملاقات کرائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی درخواست قبول کی اور دونوں کی ملاقات کرائی۔ حضرت موسیٰؑ نے جناب آدم علیہ السلام سے کہا: آدم! خدا نے تجھے اپنے دستِ قدرت سے پیدا کیا تھا اور تجھ میں اپنی روح پھونکی تھی اور اپنے فرشتوں سے تیرا سجدہ کرایا تھا اور اس نے تیرے لیے اپنی جنت مباح کی تھی اور تجھے اپنے مقامِ قرب میں جگہ دی تھی اور تجھ سے براہِ راست گفتگو کی تھی۔ اس کے باوجود تو اپنے آپ پر ضبط نہ کر سکا اور جب ابلیس نے تجھے گمراہ کیا تو تو نے اُس کا کہا مان لیا اور تو نے اپنی معصیت کی وجہ سے ہمیں جنت سے نکلوا دیا۔

حضرت آدم علیہ السلام نے کہا: بیٹا! اپنے والد سے نرمی اختیار کرو۔ بات یہ ہے کہ میرے دشمن نے مکر وفریب سے کام لیا تھا۔ اس نے رب کی قسم کھا کر مجھے یقین دلایا تھا کہ وہ میرا خیر خواہ ہے۔ اس نے مجھ سے مغموم لہجہ میں کہا تھا کہ آدم میں تیرے لیے بڑا پریشان ہوں کیونکہ میں تجھ سے مانوس ہو چکا ہوں جب کہ تجھے یہاں سے نکالنے کا پروگرام بنایا جا رہا

ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ اب تم ہی کوئی طریقہ بتاؤ تا کہ میں یہاں آباد رہوں۔ ابلیس نے کہا تھا کہ میں تجھے شجرۂ خلد کی نشان دہی کرتا ہوں اور اس سے تجھے وہ بادشاہت ملے گی جو کبھی ختم نہ ہوگی۔ تو اپنی بیوی کو لے کر اس درخت کے پاس چلا جا اور اس درخت کا پھل کھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تو ہمیشہ جنت میں رہے گا۔ اس نے جھوٹی قسم کھا کر کہا تھا کہ میرا یہ مشورہ تمھاری خیر خواہی پر مبنی ہے اور میں یہ تصور بھی نہیں کرسکتا تھا کہ کوئی خدا کی جھوٹی قسم بھی کھا سکتا ہے۔ اسی لیے میں نے اس کی قسم پر اعتماد کرلیا۔ بیٹا! میرا یہ عذر ہے۔ اچھا تم یہ بتاؤ کہ کیا خدا نے تم پر جو کتاب بھیجی ہے اس میں میری تخلیق سے پہلے میری اس خطا کا تمھیں کہیں ذکر دکھائی دیتا ہے؟

موسیٰ علیہ السلام نے کہا: تیری تخلیق سے بہت عرصہ پہلے کتاب میں تیری خطا لکھ دی گئی تھی۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آدم و موسیٰؑ نے مل کر حج کیا۔ آپؐ نے یہ جملہ تین بار دہرایا۔

عبداللہ بن سنان راوی ہیں کہ میری موجودگی میں کسی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: آدم اور ان کی بیوی جنت میں کتنا عرصہ قیام پذیر رہے؟ پھر ان کی غلطی کی وجہ سے انھیں نکالا گیا تھا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جمعہ کے دن زوالِ آفتاب کے بعد آدم میں اپنی روح پھونکی۔ پھر اس کی نچلی پسلی سے اس کی زوجہ کو پیدا کیا۔ پھر اپنے ملائکہ سے ان کا سجدہ کرایا اور اس دن انھیں اپنی جنت میں ٹھہرایا۔ خدا کی قسم! آدمؑ نے اس دن صرف چھ گھنٹے جنت میں بسر کیے کہ انھوں نے خدا کی نافرمانی کی۔ اللہ نے غروبِ آفتاب کے بعد انھیں جنت سے نکال دیا تھا۔ انھوں نے جنت میں رات بسر نہیں کی تھی۔ ان کی شرم گاہیں کھل گئیں اور ان کے پروردگار نے انھیں صدا دے کر کہا کہ کیا میں نے تمھیں اس درخت سے منع نہیں کیا تھا؟

آدم کو اپنے رب سے حیا محسوس ہوئی اور انھوں نے کہا: پروردگار! ہم نے اپنے نفوس پر ظلم کیا ہے اور اگر تو نے درگزر نہ کیا اور ہم پر رحم نہ کیا تو ہم خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے ان دونوں سے فرمایا: تم میرے آسمانوں سے اُتر کر میری زمین پر چلے جاؤ کیونکہ میرے آسمانوں اور میری جنت میں کوئی نافرمان میری ہمسائیگی میں نہیں رہ سکتا۔

اس کے بعد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب آدم درخت کا پھل کھا چکے تو انھیں خدا کی ممانعت یاد آئی جس کی وجہ سے وہ شرمندہ ہوئے اور شرمندہ ہوکر درخت سے دُور جانے لگے۔ درخت کی ٹہنیوں نے ان کے سر کو پکڑ لیا

اور اپنی جانب کھینچ کر کہا: تم میرا پھل کھانے سے پہلے یہاں سے کیوں نہ بھاگے؟

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا کی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: شجرہ ممنوعہ کا پھل کھانے سے قبل ان کی شرم گاہیں ان سے مخفی تھیں اور جب انھوں نے اس درخت کا پھل کھایا تو وہ ظاہر ہوگئیں۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۭ
وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ۭ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ
يَذَّكَّرُوْنَ ۝٢٦ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ
اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ۭ اِنَّهٗ
يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ۭ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ
اَوْلِيَاۗءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝٢٧ وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا
وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَاۗءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ۭ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ
بِالْفَحْشَاۗءِ ۭ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَي اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝٢٨ قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ
بِالْقِسْطِ ۣ وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ
مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ڛ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ۝٢٩ۭ فَرِيْقًا هَدٰى
وَفَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ ۭ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ مِنْ
دُوْنِ اللّٰهِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝٣٠ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا

زِيۡنَتَكُمۡ عِنۡدَ كُلِّ مَسۡجِدٍ وَّكُلُوۡا وَاشۡرَبُوۡا وَلَا تُسۡرِفُوۡا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الۡمُسۡرِفِيۡنَ ۝۳۱ قُلۡ مَنۡ حَرَّمَ زِيۡنَةَ اللّٰهِ الَّتِىۡۤ اَخۡرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزۡقِ ؕ قُلۡ هِىَ لِلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا خَالِصَةً يَّوۡمَ الۡقِيٰمَةِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الۡاٰيٰتِ لِقَوۡمٍ يَّعۡلَمُوۡنَ ۝۳۲ قُلۡ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّىَ الۡفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنۡهَا وَمَا بَطَنَ وَالۡاِثۡمَ وَالۡبَغۡىَ بِغَيۡرِ الۡحَقِّ وَاَنۡ تُشۡرِكُوۡا بِاللّٰهِ مَا لَمۡ يُنَزِّلۡ بِهٖ سُلۡطٰنًا وَّاَنۡ تَقُوۡلُوۡا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ۝۳۳

''اے اولادِ آدم! ہم نے تمھارے لیے پوشاک نازل کی ہے جو تمھارے ستر کو چھپاتی ہے اور تمھارے لیے زینت کا ذریعہ بھی ہے اور بہترین لباس تقویٰ کا لباس ہے۔ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔

اے اولادِ آدم! کہیں ایسا نہ ہو کہ شیطان تمھیں پھر اسی طرح سے فتنہ میں ڈال دے جس طرح سے اس نے تمھارے والدین کو جنت سے نکلوایا تھا' ان کے لباس ان سے اُتروا دیئے تھے تاکہ ان کی شرم گاہیں ایک دوسرے کے سامنے کھولے۔ وہ اور اس کے ساتھی تمھیں ایسی جگہ سے دیکھتے ہیں جہاں سے تم انھیں نہیں دیکھ سکتے۔ ان شیاطین کو ہم نے ان لوگوں کا سرپرست بنا دیا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔

جب وہ کوئی برا کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے آباء واجداد کو اسی پر پایا تھا اور خدا نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے۔ آپ کہہ دیں کہ خدا ہرگز بُرے کام کا حکم نہیں دیتا۔ کیا تم

لوگ خدا پر افتراء کر کے وہ باتیں کہتے ہو جو تم نہیں جانتے۔

آپ کہہ دیں کہ میرے پروردگار نے انصاف کا حکم دیا ہے اور فرمایا کہ ہر نماز کے وقت اپنے منہ (قبلہ کی طرف) سیدھے کرلیا کرو اور اپنے دین کو اس کے لیے خالص کر کے اسے پکارو جس طرح سے اس نے تمہیں پیدا کیا تھا اور تم لوٹو گے۔ ایک گروہ کو اس نے سیدھا راستہ دکھا دیا ہے اور دوسرے گروہ پر گمراہی سوار ہوگئی ہے۔ ان لوگوں نے خدا کو چھوڑ کر شیطانوں کو اپنا سرپرست بنالیا اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ راہ راست پر ہیں۔

اے بنی آدم! ہر عبادت کے موقع پر اپنی زینت سے آراستہ رہو اور کھاؤ پیؤ اور حد سے آگے نہ بڑھو، اللہ حد سے آگے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ آپ کہہ دیجیے کس نے اللہ کی اس زینت کو حرام کیا ہے جو خدا نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی ہے اور پاکیزہ روزہ کو کس نے حرام کیا ہے؟ آپ کہہ دیں کہ یہ تمام پاکیزہ چیزیں قیامت کے دن ان لوگوں کے لیے مخصوص ہوں گی جو دنیا کی زندگی میں ایمان لائے تھے اسی طرح سے ہم اہلِ علم افراد کے لیے اپنی آیات وضاحت سے بیان کرتے ہیں۔

آپ کہہ دیں کہ میرے رب نے تمام بدکاریوں کو حرام کیا ہے خواہ وہ ظاہری ہوں یا باطنی اور میرے پروردگار نے گناہ اور ناحق زیادتی کو حرام کیا ہے اور اس نے اس بات کو بھی حرام کیا ہے کہ تم خدا کے ساتھ شرک کرو جس کی اس نے کوئی دلیل نازل نہیں کی اور اس سے بے سمجھے بوجھے ایسی بات کہو جس کا تمہیں علم نہ ہو۔ اس طرح کی بات کو بھی اللہ نے حرام کیا ہے''۔

لباس کی افادیت

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۭ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ۭ

ذٰلِكَ مِنۡ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمۡ يَذَّكَّرُوۡنَ ۝۲۶

''اے اولادِ آدم! ہم نے تمھارے لیے پوشاک نازل کی ہے جو تمھارے ستر کو چھپاتی ہے اور تمھارے لیے زینت کا ذریعہ بھی ہے اور بہترین لباس تقویٰ کا لباس ہے۔ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں''۔

تفسیر عیاشی میں صادقین علیہما السلام سے منقول ہے کہ لفظ بنی آدم ہے اور اس میں تمام انسان شامل ہیں۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں ہے کہ سفید لباس تقویٰ کا لباس ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اس آیت کو پڑھ کر فرمایا کہ لباس سے مراد تمھارے وہ کپڑے ہیں جنھیں تم پہنتے ہو اور ''ریش'' سے مال و دولت مراد ہے۔ پاک دامنی تقویٰ کا لباس ہے کیونکہ اگر متقی معمولی لباس میں بھی ہو پھر بھی وہ ڈھکا ہوا ہوتا ہے اور بدکار نے خواہ کتنے ہی کپڑے پہن رکھے ہوں وہ پھر بھی ننگا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ، تقویٰ کا لباس بہترین لباس ہے یعنی پاک دامنی بہترین لباس ہے۔ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔

کتاب الخصال میں ایک باب ہے جس میں امیرالمومنین کی چار سو تعلیمات نقل کی گئی ہیں' ان میں ایک بات یہ بھی ہے: لوگو! سوتی کپڑے پہنا کرو کیونکہ یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لباس ہے۔ آپ نے اُون اور بالوں کا لباس بھی استعمال کیا تھا تو صرف بیماری کی وجہ سے ہی کیا تھا ورنہ عام حالات میں آپ ہمیشہ سوتی لباس ہی پہنتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے:

''اللہ خود جمیل ہے اور وہ جمال سے محبت کرتا ہے اور اسے یہ بات پسند ہے کہ اپنی نعمت کا اثر اپنے بندے پر دیکھے''۔

ام الدرداء راویہ ہیں کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اس حالت میں صبح کرے کہ اس کا بدن تندرست ہو اور اسے امن و سکون میسر ہو اور اس کے پاس اس دن کی خوراک موجود ہو تو وہ یہ سمجھ لے کہ اس کے لیے دنیا کی خوبیاں جمع کر دی گئی ہیں۔

ابن آدم! تیرے لیے اتنی دنیا کافی ہے جس سے تیری بھوک مٹ سکے اور تیری شرمگاہ چھپ سکے۔ اگر تیرے پاس رہائش کے لیے گھر ہو تو اور بہتر ہے اور اگر تیرے پاس سواری کا جانور ہو تو تجھے مبارک ہو۔ یہی تو بھلائی ہے اور اس سے زیادہ کا حساب بھی ہے اور اس کا عذاب بھی ہے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عمامہ، موزوں اور چادر کے علاوہ سیاہ رنگ کا کپڑا مکروہ ہے"۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پانچ عادات کو میں مرتے وقت تک نہیں چھوڑوں گا: ۱- زمین پر بیٹھ کر غلاموں کے ساتھ کھانا کھانا ۲- گدھے پر ردیف بنا کر سوار ہونا ۳- اپنے ہاتھ سے بکری دوہنا ۴- اُون کا لباس پہننا ۵- چھوٹے بچوں پر سلام کرنا تاکہ میرے بعد سنت بن جائے۔

الکافی میں حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا: امابعد! جہاد جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے جسے خدا نے اپنے خاص پیاروں کے لیے کھولا ہے اور ان کی عزت افزائی کے لیے اسے ان کے لیے خوش گوار بنایا ہے۔ جہاد خدا کی ذخیرہ کردہ نعمت ہے۔ جہاد تقویٰ کا لباس ہے۔ خدا کی مضبوط زرہ ہے اور جہاد خدا کی محکم ڈھال ہے۔

یہ حدیث نہج البلاغہ میں بھی موجود ہے۔

شیاطین انسان کو دیکھتے ہیں جب کہ انسان انھیں نہیں دیکھتے

إِنَّهُ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ؕ

"بے شک وہ اور اس کے ساتھی تمھیں وہاں سے دیکھتے ہیں جہاں سے تم انھیں نہیں دیکھتے"۔

تفسیر علی بن ابراہیم سے ہم نے چند صفحات قبل یہ حدیث نقل کی ہے کہ شیطان نے خدا سے کچھ درخواستیں کی تھیں جنھیں خدا نے قبول کیا تھا ان میں یہ باتیں بھی شامل تھیں۔ اگر نسلِ آدم میں ایک فرد کا اضافہ ہو تو میری نسل میں دو افراد کا اضافہ ہو۔ میں انھیں دیکھوں لیکن وہ مجھے نہ دیکھ سکیں اور میں جس صورت میں ان کے پاس جانا چاہوں مجھے اس کا اختیار ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ میں نے تیری یہ تمام درخواستیں قبول کی ہیں۔

حق کی بجائے آباء واجداد کے طریقوں پر چلنا

وَإِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَآءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾

"اور جب وہ کوئی برا کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے آباء واجداد کو اسی پر پایا تھا اور خدا

نے بھی ہمیں اسی روش پر چلنے کا حکم دیا ہے۔ آپ کہہ دیں کہ خدا ہرگز برے کام کا حکم نہیں دیتا۔ کیا تم لوگ خدا پر افترا کر کے وہ باتیں کہتے ہو جو تم نہیں جانتے''۔

اصول کافی میں محمد بن منصور سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے یہ آیت پڑھی اور ان سے اس کا مفہوم دریافت کیا۔

آپؑ نے فرمایا کہ کیا تم نے کبھی یہ بھی دیکھا کہ کسی شخص نے یہ گمان کیا ہو یا یہ دعویٰ کیا ہو کہ اللہ نے زنا اور شراب یا دوسری محرمات میں سے کسی کے بجالانے کا حکم دیا ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔

آپؑ نے فرمایا: پھر سوچو وہ ''فاحشہ'' اور برائی کون سی ہے جس کے متعلق لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے آباء واجداد کو اس پر پایا ہے اور خدا نے بھی ہمیں اس کا حکم دیا ہے؟ میں نے کہا: اللہ بہتر جانتا ہے یا اس کا ولی بہتر جانتا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: اس سے ائمہِ جور کی وہ روش مراد ہے جو انھوں نے دوسرے ظالموں کی اپنائی ہوئی ہے۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم اس روش کو چھوڑ دو تو وہ کہتے ہیں کہ ہمارے آباء و اجداد سے یہی روش چلی آ رہی ہے اور جن کی ہم پیروی کر رہے ہیں اللہ نے بھی ہمیں ان کی پیروی کا حکم دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی تردید کرتے ہوئے فرمایا: یہ لوگ جھوٹ بول رہے ہیں۔ میں نے انھیں کسی برائی کے اپنانے کا حکم نہیں دیا ہے۔ یہ افترا پردازی کر رہے ہیں۔ الغرض خدا نے ائمہِ جور کی پیروی کو لفظ ''فاحشہ'' یعنی برائی سے تعبیر کیا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جو یہ گمان کرے کہ اللہ نے برائی کا حکم دیا ہے تو اس نے خدا پر جھوٹ تراشا ہے اور جو یہ گمان کرے کہ خیر و شر خدا کی جانب سے ہے تو اس نے خدا پر جھوٹ باندھا ہے۔

کتاب التوحید میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے' آپؐ نے فرمایا: جو شخص یہ گمان کرے کہ اللہ نے برائی اور بے حیائی کا حکم دیا ہے تو اس نے خدا پر جھوٹ باندھا ہے۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مذکور ہے کہ یہ آیت مجیدہ بت پرستوں کی تردید میں نازل ہوئی جو کہتے تھے کہ ہم نے اپنے آباء واجداد کو بت پرستی کرتے ہوئے پایا ہے اور خدا نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کی اور فرمایا: اِنَّ اللّٰہَ لَا یَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰہِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۞ ''خدا بے حیائی کا حکم ہرگز نہیں دیتا کیا تم خدا پر افترا کرتے ہوئے وہ باتیں کرتے ہو جن کا تمھیں علم نہیں ہے''۔

عبادت کے وقت چہرے کو سیدھا رکھو

قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ ۗ وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ﴿۲۹﴾

''آپ کہہ دیجیے میرے رب نے انصاف کا حکم دیا ہے اور اس نے یہ حکم دیا ہے کہ ہر نماز کے وقت اپنے منہ قبلہ کی طرف سیدھے کرلیا کرو اور اپنے دین کو خالص کر کے اسے پکارو جیسا کہ اس نے تمھیں پیدا کیا ہے اور تم لوٹو گے''۔

تفسیر عیاشی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ کی ایک تاویل یہ ہے کہ جب آئمہؑ کے پاس جاؤ تو خلوصِ دل کے ساتھ جاؤ۔

تہذیب الاحکام میں ابوبصیر سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ کا مفہوم دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: اس سے یہ مراد ہے کہ نماز کے وقت قبلہ کی طرف منہ کیا کرو۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ کی آیت پڑھ کر فرمایا: یہ حکم نئی تعمیر ہونے والی مساجد کے لیے ہے کہ انھیں مسجد الحرام کی طرف سیدھا بنایا جائے۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مذکور ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَرِيْقًا هَدٰى وَفَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ ۗ (جیسا کہ تم کو پیدا کیا اور لوٹو گے۔ ایک گروہ کو ہدایت کر دی اور ایک گروہ پر گمراہی سوار ہوگئی) کے متعلق فرمایا:

خدا نے کسی کو مومن بنا کر پیدا کیا کسی کو کافر بنا کر پیدا کیا۔ کسی کو نیک بخت اور کسی کو بدنصیب بنا کر پیدا کیا جس طرح سے اس نے پیدا کیا تھا اسی طرح سے مر کر خدا کے حضور قیامت کے دن پیش ہوں گے۔ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۰﴾ ''انھوں نے خدا کو چھوڑ کر شیاطین کو اپنا سرپرست بنا لیا ہے اور وہ اس کے باوجود یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں''۔

اس سے ''قدریہ'' فرقہ مراد ہے جو یہ کہتے ہیں کہ تقدیر کا کوئی عمل دخل نہیں ہے اور وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ ہدایت و گمراہی پر قدرت رکھتے ہیں اور یہ ان پر منحصر ہے چاہیں تو سیدھی راہ اختیار کریں اور چاہیں تو غلط راہ اختیار کریں۔ وہ لوگ اس اُمت کے مجوسی ہیں اور ان دشمنانِ خدا نے جھوٹ کہا ہے۔ مشیت و قدرت خدا کے ہاتھ میں ہے۔ خدا نے جسے خوش

نصیب بنا کر پیدا کیا ہے وہ خوش نصیب بن کر ہی خدا کے حضور پیش ہوگا اور جس کو اس نے بدنصیب بنا کر پیدا کیا ہے تو وہ بدنصیب بن کر ہی خدا کے سامنے حاضر ہوگا۔ کیونکہ رسولؐ خدا کا فرمان ہے کہ بدنصیب شکمِ مادر میں بھی بدنصیب ہے اور خوش نصیب شکمِ مادر میں ہی خوش نصیب ہے۔

کتاب علل الشرائع میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ سے مراد وہ لوگ مراد ہیں جنھوں نے ائمہ حق کو چھوڑ کر ائمہ باطل کا دامن تھاما ہے۔ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ۝ اس کے باوجود وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں۔

مجمع البیان میں كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ۝ (جیسے پیدا کیا اور لوٹو گے) کے تحت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث مرقوم ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن لوگ بے لباس اور ننگے پاؤں محشور کیے جائیں گے۔ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ۭ وَعْدًا عَلَيْنَا ۭ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ۝ (الانبیاء:۱۰۴) جس طرح پہلے ہم نے تخلیق کی ابتدا کی تھی اسی طرح ہم پھر اس کا اعادہ کریں گے یہ ایک وعدہ ہے ہمارے ذمے۔ یہ کام بہرحال ہمیں کرنا ہے۔

عبادت کے وقت اچھا لباس پہن کر آؤ

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ ......

"اے بنی آدم ہر عبادت کے وقت اپنی زینت سے آراستہ رہو......"

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ عیدین اور جمعہ کے لیے غسل کرو اور سفید لباس پہن کر آؤ۔ ایک روایت میں مذکور ہے کہ ہر نماز کے وقت کنگھی کر کے آؤ۔

من لایحضرہ الفقیہ میں مرقوم ہے کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ کا مفہوم دریافت کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا: اس کا مفہوم یہ ہے کہ ہر نماز کے وقت کنگھی کر کے مسجد میں جانا چاہیے۔

مجمع البیان میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ کا مقصد یہ ہے کہ جب عیدین اور جمعہ کے لیے آؤ تو اپنے اچھے لباس پہن کر آؤ۔

کتاب الخصال میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ کی آیت پڑھ کر فرمایا: کنگھی کیا کرو۔ کنگھی رزق کو کھینچ لاتی ہے۔ اس سے بال خوبصورت ہوتے ہیں، حاجات پوری

ہوتی ہیں۔ قوتِ باہ میں اضافہ ہوتا ہے اور بلغم میں کمی واقع ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول تھا کہ آپ روزانہ اپنی داڑھی میں نیچے سے اوپر کی طرف چالیس بار کنگھی کیا کرتے تھے اور اوپر سے نیچے کی طرف سات بار کنگھی کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس سے ذہن میں اضافہ ہوتا ہے اور بلغم میں کمی واقع ہوتی ہے۔

تفسیر عیاشی میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے۔ آپؑ نے يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ کی آیت پڑھ کر فرمایا کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ عبادت کے وقت اچھے اور صاف ستھرے کپڑے پہن کر جاؤ۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اس آیت کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ جب ائمہ کے پاس جاؤ تو اچھا لباس پہن کر جاؤ۔

حضرت امام حسن علیہ السلام کا معمول تھا کہ آپ جب نماز ادا کرتے تو بہترین لباس زیب تن کیا کرتے تھے۔ کسی نے آپ سے اس کی وجہ پوچھی تو آپؑ نے فرمایا: اللہ خود جمیل ہے اور اسے جمال سے محبت ہے اسی لیے میں اپنے خدا کے حضور جمیل بن کر پیش ہوتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے: يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ۔ اسی لیے میں نماز کے وقت عمدہ لباس پہنتا ہوں۔

ابوبصیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ کا مفہوم دریافت کیا۔ آپؑ نے فرمایا: اس کا ایک مفہوم یہ ہے کہ ہر نفل اور فرض نماز کے وقت کنگھی کیا کرو۔

تہذیب الاحکام میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے۔ آپؑ نے فرمایا: يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ جب امام سے ملاقات کے لیے جاؤ تو غسل کر کے جاؤ (نقلاً عن الحاشیہ)

اصول کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: اللہ نے اپنے ولی امر کی اطاعت کو اپنے رسول کی اطاعت کے ساتھ منسلک کیا اور اپنے رسول کی اطاعت کو اپنی اطاعت سے منسلک کیا ہے۔ جس نے صاحبانِ امر کی اطاعت کو چھوڑا تو اس نے خدا اور رسول کی اطاعت سے انحراف کیا۔ جب کہ اسلام خدا کی نازل کردہ اشیاء کی تصدیق اور اقرار سے عبارت ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے: خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ ''لوگو! ان گھروں کو تلاش کرو جن کی عظمت کا خدا نے اعلان کیا ہے اور جن گھروں میں خدا کا ذکر کیا جاتا ہے۔ خدا نے تمہیں ان کے متعلق یہ خبر دی ہے:

رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ

يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ (النور:۳۷)

''وہ ایسے مرد ہیں جنھیں تجارت اور خرید وفروخت اللہ کی یاد سے اور اقامتِ نماز اور زکوٰۃ کی ادائیگی سے غافل نہیں کرتی۔ وہ اس دن سے ڈرتے ہیں جب دل اُلٹ جائیں گے اور آنکھیں پتھرا جائیں گی''۔

حدیث کافی طویل ہے۔ ہم نے بقدر ضرورت اس کا ایک حصہ نقل کیا ہے۔ الکافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔ آپؑ نے يَبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ کی آیت پڑھ کر فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ عیدین اور جمعہ کے دن اچھا لباس پہنو۔

کھانے پینے میں اسراف کی ممانعت

وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ

''اور کھاؤ پیو اور حد سے آگے نہ بڑھو اللہ حد سے آگے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا''۔

عیون الاخبار میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے اپنے آبائے طاہرین کی سند سے رسولؐ خدا سے روایت کی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: اللہ کو بھرے ہوئے پیٹ سے زیادہ کوئی چیز ناپسند نہیں ہے۔

حضرت علی علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ ابوجحیفہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ وہ ڈکار مار رہے تھے۔ رسولؐ خدا نے فرمایا: ''اپنے ڈکار کو روکو جو لوگ اس دنیا میں اپنے شکم کو بھرنے کے عادی ہیں وہ قیامت کے دن بھوکے ہوں گے''۔ اس فرمان کے بعد ابوجحیفہ نے زندگی کے آخری لمحات تک کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا تھا۔

کتاب الخصال میں حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: ''جس شخص کا مقصد حیات جنسی خواہشات کی تکمیل اور شکم پروری ہو تو ایسا شخص خدا کی رحمت سے بہت دُور ہوتا ہے''۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''مومن ایک آنت کے ساتھ کھاتا ہے جب کہ کافر سات آنتوں کے ساتھ کھاتا ہے''۔

علل الشرائع میں حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے بھائی عیسیٰ علیہ السلام کا گزر ایک شہر سے ہوا۔ ایک دروازے کے پاس سے گزرے تو اندر سے مرد وعورت کے جھگڑنے کی آوازیں

آرہی تھیں۔ حضرت عیسیٰؑ رک گئے اور جھگڑنے والے مرد و عورت سے پوچھا کہ تم آپس میں کیوں جھگڑ رہے ہو؟

مرد نے کہا: اے نبی اللہ! یہ میری بیوی ہے اور یہ انتہائی نیک سیرت ہے۔ اس میں کوئی عیب نہیں ہے اس کے باوجود میں اسے طلاق دینا چاہتا ہوں۔

حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا: پوری حقیقت بیان کرو۔ اس شخص نے کہا: حضرت! یہ اگرچہ جوان ہے لیکن اس کا چہرہ بوڑھوں جیسا ہو چکا ہے۔ اسی وجہ سے میں اس سے علیحدگی چاہتا ہوں۔

حضرت عیسیٰؑ نے عورت سے فرمایا: بی بی! کیا تو چاہتی ہے کہ تیرا چہرہ تر و تازہ دکھائی دے؟ عورت نے کہا: جی ہاں۔

آپؑ نے فرمایا: آئندہ پیٹ بھر کر کھانا مت کھانا' زیادہ کھانا کھانے سے چہرے کی طراوت ختم ہو جاتی ہے۔

عورت نے حضرتؑ کے فرمان پر عمل کیا۔ اس کا چہرہ چند ہی دنوں میں تر و تازہ ہو گیا۔

الکافی میں منقول ہے کہ عباس بن ہلال شامی نے کہا کہ میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے کہا کہ جو شخص بالکل سادہ کھانا کھائے اور موٹے جھوٹے کپڑے پہنے اور اپنی عبادت گزاری کا مظاہرہ کرے تو لوگ اس کے جلد گرویدہ ہو جاتے ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: (یہ لوگوں کی غلط فہمی ہے) کیا تجھے معلوم نہیں کہ حضرت یوسفؑ خود بھی نبی تھے اور ان کا والد بھی نبی تھا اس کے باوجود وہ دیباج کی قبا پہنتے تھے جس کے کناروں پر سونے کی تاریں لگی ہوتی تھیں اور آپ آل فرعون کے دربار میں بیٹھ کر فیصلے کیا کرتے تھے۔ اصل بات یہ ہے کہ لوگوں کا ان کے لباس سے کوئی واسطہ نہیں تھا۔ لوگوں کو تو ان کے عدل کی ضرورت تھی۔ لوگوں کو ایسے رہبر کی ضرورت ہے جو بولے تو سچ بولے' وعدہ کرے تو پورا کرے اور فیصلہ کرے تو عدل کے تقاضوں کو بجا لائے۔ اللہ نے کسی حلال کھانے اور حلال مشروبات کو حرام نہیں کیا۔ اللہ نے حرام اشیاء کو ہی حرام قرار دیا ہے خواہ وہ کم ہوں یا زیادہ۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ''آپ کہہ دیں کہ کس نے اللہ کی اس زینت کو حرام کیا ہے جو اس نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی ہے اور پاکیزہ رزق کو کس نے حرام کیا ہے؟''

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: امیر المومنین علیہ السلام نے ابن عباس کو ابن کوا اور اس کے ساتھیوں کے پاس روانہ کیا تاکہ وہ اپنی باغیانہ روش کو چھوڑ کر آپ کی اطاعت قبول کریں۔ جب ابن عباس خوارج کے پاس گئے تو انھوں نے باریک قمیص اور خلعت پہنی ہوئی تھی۔ جب خوارج نے انھیں دیکھا تو انھوں نے کہا: ابن عباس! ہم تو تجھے اچھا

۱۴

مسلمان سمجھتے تھے اور تیری حالت یہ ہے کہ تو اس طرح کا لباس پہنتا ہے؟

ابن عباس نے کہا: میں پہلے اسی مسئلہ کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ (آپ کہہ دیں کہ اللہ کی اس زینت کو کس نے حرام کیا ہے جو اس نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی ہے، اور پاکیزہ رزق کو کس نے حرام کیا ہے؟)

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ ''ہر عبادت کے وقت اچھا لباس پہن کر آؤ''۔

ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام مسجد الحرام میں تشریف فرما تھے۔ آپؑ نے انتہائی قیمتی خوب صورت لباس زیب تن کیا ہوا تھا۔ سفیان ثوری کی آپ پر نظر پڑی تو اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ آج میں جعفر صادق کو تنبیہ کروں گا۔ یہ کہہ کر وہ آپ کے پاس آیا اور اس نے کہا:

فرزندِ رسولؐ! رسولؐ خدا نے ایسا لباس کبھی نہیں پہنا تھا۔ اور حضرت علی علیہ السلام نے بھی ایسا لباس کبھی زیب تن نہیں کیا تھا۔ آپ کے آباء میں سے بھی کسی نے ایسا لباس نہیں پہنا تھا۔ (اس کے باوجود آپ نے ایسا لباس کیوں پہن رکھا ہے؟)

امام علیہ السلام نے فرمایا: رسولؐ خدا کا زمانہ انتہائی غربت و افلاس کا زمانہ تھا۔ اسی لیے آنحضرتؐ نے بھی غریبانہ لباس پہنا تھا۔ آج خدا نے مسلمانوں کو فراخی دے دی ہے، نیک بندے خدا کی نعمات کے زیادہ حق دار ہیں۔ پھر آپؑ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ (آپ کہہ دیں کہ اللہ کی پیدا کردہ زینت اور پاکیزہ رزق کو کس نے حرام کیا ہے) خدا کی نعمات سے استفادہ کرنے کے لیے ہم زیادہ حق دار ہیں۔ البتہ یہ اور بات ہے کہ میں نے یہ لباس لوگوں کے دکھانے کے لیے پہنا ہے۔ یہ کہہ کر آپؑ نے اپنا قمیص ہٹایا تو اندر موٹا جھوٹا کپڑا موجود تھا۔ آپؑ نے وہ کھردرا کپڑا دکھا کر فرمایا: میں نے اپنے جسم کے لیے کھردرے کپڑے کا انتخاب کیا ہے۔

پھر آپؑ نے سفیان ثوری کی قمیص کو پکڑا، اس نے ٹاٹ کی قمیص پہنی ہوئی تھی۔ آپؑ نے وہ قمیص ہٹائی تو اس نے اندر نرم و نازک لباس پہنا ہوا تھا۔ آپؑ نے اس سے فرمایا: تم نے لوگوں کو دھوکا دینے کے لیے اُوپر کھردرا لباس پہنا ہوا ہے اور اپنے جسم کو راحت پہنچانے کے لیے تم نے اندر نرم و نازک لباس پہن رکھا ہے۔

ابن قداح کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام میرا سہارا لے کر لیٹے ہوئے تھے۔ اتنے میں عباد بن کثیر وہاں آیا۔ اس وقت امام نے بہترین لباس زیب تن کیا ہوا تھا۔

عباد بن کثیر نے آپؑ سے کہا: ابوعبداللہ! آپؑ نبوت کے گھرانے کے فرد ہیں، آپؑ کے والد بڑے سادہ تھے مگر آپؑ نے اس طرح کے قیمتی کپڑے پہن رکھے ہیں اگر آپؑ اس سے کم درجہ کا لباس استعمال کرتے تو زیادہ بہتر ہوتا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: عباد! تجھ پر افسوس کیا تو نے قرآن حکیم کی یہ آیت نہیں پڑھی: قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ (کہہ دیں کہ اللہ کی اس زینت کو کس نے حرام کیا ہے جو اس نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی ہے اور پاکیزہ رزق کو کس نے حرام کیا ہے؟)

جب اللہ کسی بندہ پر نعمت کرتا ہے تو وہ یہ بھی چاہتا ہے کہ نعمت کی نشانی بھی ظاہر ہونی چاہیے۔ عباد! میں رسولؐ خدا کے وجود کا ایک حصّہ ہوں۔ تم مجھے اذیت دینے سے پرہیز کرو۔ راوی کا بیان ہے کہ عباد دوسوتی کپڑے پہنا کرتا تھا۔

تفسیر عیاشی میں حکم بن عیینہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو سرخ چادر پہنے ہوئے دیکھا تو میں گھور گھور کر انھیں دیکھنے لگ گیا۔ میرے دیکھنے کے اس انداز کو امامؑ نے بھانپ لیا اور مجھ سے فرمایا:

ابومحمد! اس کے پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ پھر آپؑ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ (آپ کہہ دیں کہ خدا کی پیدا کردہ اس زینت کو جسے اس نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کیا ہے اور پاکیزہ رزق کو کس نے حرام کیا ہے؟)

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ امام زین العابدین علیہ السلام ریشم اور اُون سے سلا ہوا جبہ اور منقش چادر اور ٹوپی پہنا کرتے تھے۔ پھر منقش چادر فروخت کر دیتے تھے اور اس کی رقم بطور صدقہ تقسیم کر دیتے تھے اور فرماتے تھے: قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ ''خدا کی پیدا کردہ زینت اور پاکیزہ رزق کو کس نے حرام کیا ہے؟''

یوسف بن ابراہیم کا بیان ہے کہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت میں نے خز کا جبہ اور خز کی گول چادر پہنی ہوئی تھی۔ امام علیہ السلام نے میری طرف دیکھا تو میں نے عرض کیا کہ میں نے خز کا جبہ اور چادر پہنی ہوئی ہے۔ آپؑ اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: ''خز'' کا لباس پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

میں نے عرض کیا: اس میں ریشم کی تاریں بھی ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے تھے تو انھوں نے اس

وقت ''خز'' کا جبہ پہنا ہوا تھا۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام پانچ سو دینار قیمت کا لباس پہنتے تھے اور پچاس دینار قیمت کی منقش چادر پہنتے تھے اور سردیوں میں چادر کو استعمال کر کے گرمیوں میں اسے بیچ دیتے تھے اور اس سے جو قیمت حاصل ہوتی تھی اسے غرباء و مساکین میں تقسیم کر دیتے تھے اور یہ آیت پڑھا کرتے تھے: قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ

تفسیر عیاشی کی ایک روایت میں بھی یہی مفہوم منقول ہے۔

امالی طوسی میں امیر المومنین علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے جس میں آپؑ نے فرمایا: بندگانِ خدا! تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ متقین نے دنیا و آخرت کی بھلائیوں سے اپنے دامن کو بھرا ہے۔ وہ اہلِ دنیا کے ساتھ ان کی دنیا میں شریک رہے لیکن اہلِ دنیا ان کی آخرت میں ان کے شریک نہ بن پائے۔ اللہ نے دنیا میں ان کے لیے اتنی چیزیں مباح کی ہیں جو ان کی ضروریات کے لیے کافی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۭ قُلْ هِىَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝

''آپ کہہ دیں کہ کس نے اللہ کی اس زینت کو حرام کیا ہے جو اس نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی ہے اور پاکیزہ رزق کو کس نے حرام کیا ہے؟ آپ کہہ دیں کہ یہ تمام پاکیزہ چیزیں قیامت کے دن ان لوگوں کے لیے مخصوص ہوں گی جو دنیا کی زندگی میں ایمان لائے تھے۔ اس طرح سے ہم اہلِ علم افراد کے لیے اپنی آیات کو وضاحت سے بیان کرتے ہیں۔

اہلِ تقویٰ نے دنیا میں رہ کر اچھی سکونت اختیار کی اور انھوں نے بہترین کھانے کھائے۔ وہ اہلِ دنیا کی دنیا میں ان کے ساتھ شریک رہے۔ انھوں نے ان کے ساتھ پاکیزہ رزق کھایا اور پاکیزہ مشروبات استعمال کیں اور انھوں نے بہترین لباس پہنے اور بہترین رہائش رکھی۔ اور بہترین عورتوں سے شادیاں کیں اور بہترین سواریوں پر سوار ہوئے۔ اہلِ دنیا کے ساتھ مل کر انھوں نے دنیا کی لذات اٹھائیں اور کل وہ اللہ کے ہمسائے بنیں گے۔ وہ خدا سے جو کچھ طلب کریں گے خدا انھیں عطا فرمائے گا۔ ان کی کوئی درخواست مسترد نہ کی جائے گی اور ان کی لذات کے حصہ میں کوئی کمی واقع نہیں ہوگی۔

اے عقل رکھنے والے بندگانِ خدا! اس کی طرف اشتیاق پیدا کرو۔

اصول کافی میں یونس بن ظبیان یا معلّی بن خنیس سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ اس زمین میں تمھارا کیا حصّہ ہے؟

آپؑ مسکرائے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جبریلؑ کو بھیجا اور اسے حکم دیا کہ وہ اپنے انگوٹھے کا زور دے کر آٹھ دریا جاری کرے۔ چنانچہ جبریلؑ زمین پر آئے اور انھوں نے یہ دریا جاری کیے: ۱-سیحان (سیحون) ۲-جیحان (جیحون) اور وہ بلخ کا دریا ہے۔ ۳-خشوع اور اس کا دوسرا نام دریائے شاش ہے۔ ۴-مہران (دریائے سندھ) ۵-مصر کا دریائے نیل ۶-دجلہ ۷-فرات۔ یہ دریا جتنا بھی علاقہ سیراب کرتے ہیں وہ تمام رقبہ ہمارا ہے اور جو رقبہ ہمارا ہے وہ رقبہ ہمارے شیعوں کا ہے۔ ہمارے دشمن کا اس میں کوئی حصّہ نہیں ہے۔ البتہ جس پر وہ قابض ہے وہ اس کا غاصبانہ قبضہ ہے اور ہمارے دوست کے لیے زمین و آسمان سے بھی زیادہ وسعت ہے۔ پھر آپؑ نے یہ آیت پڑھی: قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ ”آپ کہہ دیں کہ تمام چیزیں قیامت کے دن ان لوگوں کے لیے ہوں گی جو دنیاوی زندگی میں ایمان لائے تھے“ یعنی ایسی تمام جائیداد جو دنیا میں ان سے غصب کی گئی ہوگی وہ آخرت میں ان کے لیے خالص ہوگی۔ ان سے غصب نہیں کی جائے گی۔

رہبانیت ممنوع ہے

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کو معلوم ہوا کہ عاصم بن زیاد نے دنیا چھوڑ دی ہے اور اس نے بالوں کی چادر اُوڑھ لی ہے جس کی وجہ سے اس کا خاندان پریشان ہے اور اولاد غمگین ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: اسے میرے پاس لے آؤ۔ جب اسے آپؑ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپؑ نے ناراض ہو کر اس سے فرمایا: کیا تجھے اپنے خاندان کا حیا نہیں ہے؟ تو نے اپنی اولاد پر رحم کیوں نہ کیا؟ تیرا کیا خیال ہے کہ اللہ نے تیرے لیے پاکیزہ چیزیں حلال تو کی ہیں لیکن جب تو انھیں استعمال کرے گا تو وہ اسے پسند نہیں کرے گا؟ کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ۙ فِيْهَا فَاكِهَةٌ ۠ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ۖ (الرحمٰن: ۱۰-۱۱) ”اللہ نے زمین انسانوں کے لیے بچھائی‘ اس میں پھل ہیں اور خوشوں والی کھجوریں ہیں“۔

کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ۙ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ۚ (الرحمٰن: ۱۹-۲۰) ”اللہ نے دو سمندر جاری کیے جو ایک دوسرے سے ملتے ہیں‘ ان کے درمیان ایک حد فاصل ہے جس سے وہ تجاوز نہیں کرتے اور ان

سے موتی اور مرجان برآمد ہوتے ہیں''۔ اللہ کو فعلی طور پر نعمات استعمال کرنا زیادہ پسند ہیں جب کہ اسے صرف زبانی جمع خرچ پسند نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴿الضحیٰ﴾ ''اپنے رب کی نعمت کو بیان کرو''۔

عاصم نے کہا: امیر المومنین! اگر یہ بات ہے تو پھر آپؑ نے موٹا جھوٹا پہناوا کیوں پہن رکھا ہے اور آپؑ کا کھانا روکھا سوکھا کیوں ہوتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: تم پر حیف ہے، اللہ نے ائمہ حق پر فرض کیا ہے کہ وہ اپنے کو مفلس و نادار لوگوں کی سطح پر رکھیں تاکہ مفلوک الحال افراد اپنے فقر کی وجہ سے پیچ و تاب نہ کھائیں۔

نہج البلاغہ میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام بصرہ میں اپنے ایک صحابی علاء بن زیاد حارثی کے ہاں عیادت کے لیے تشریف لے گئے تو اس کے گھر کی وسعت کو دیکھ کر فرمایا:

تم دنیا میں اس گھر کی وسعت کو کیا کرو گے؟ جب کہ تم آخرت میں گھر کی وسعت کے زیادہ محتاج ہو۔ ہاں! اگر اس کے ساتھ تم آخرت میں بھی وسیع گھر چاہتے ہو تو اس میں مہمانوں کی مہمان نوازی، قریبیوں سے اچھا برتاؤ اور موقع و محل کے مطابق حقوق کی ادائیگی کرو۔ اگر ایسا کیا تو اس کے ذریعے سے آخرت کی کامرانیوں کو پا لو گے۔

علاء بن زیاد نے کہا کہ یا امیر المومنینؑ! مجھے اپنے بھائی عاصم بن زیاد کی آپؑ سے شکایت کرنا ہے۔

حضرتؑ نے پوچھا کیوں اسے کیا ہوا؟ علاء نے کہا کہ اس نے بالوں کی چادر اوڑھ لی ہے اور دنیا سے بالکل بے لگاؤ ہو گیا ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا: اسے میرے پاس لاؤ۔ جب وہ آیا تو آپؑ نے فرمایا: اے اپنی جان کے دشمن تمھیں شیطان خبیث نے بھٹکا دیا ہے۔ تمھیں اپنی آل اولاد پر ترس نہیں آتا؟ کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ اللہ نے جن پاکیزہ چیزوں کو تمھارے لیے حلال کیا ہے اگر تم انھیں کھاؤ، برتو گے تو اسے ناگوار گزرے گا۔ تم اللہ کی نظروں میں اس سے کہیں زیادہ گرے ہوئے ہو کہ وہ تمھارے لیے یہ چاہے۔

اس نے کہا کہ یا امیر المومنینؑ! آپؑ کا پہناوا بھی تو موٹا جھوٹا ہے اور کھانا روکھا سوکھا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: تم پر حیف ہے۔ میں تمھارے مانند نہیں ہوں۔ خدا نے ائمہ حق پر فرض کیا ہے کہ وہ اپنے کو مفلس و نادار لوگوں کی سطح پر رکھیں تاکہ مفلوک الحال اپنے فقر کی وجہ سے پیچ و تاب نہ کھائے۔

خدا نے ظاہری و باطنی فواحش کو حرام کیا ہے

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ وَ الْاِثْمَ وَ الْبَغْیَ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَ اَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

"آپ کہہ دیں کہ میرے رب نے تمام بدکاریوں کو حرام کیا ہے خواہ وہ ظاہری ہوں یا باطنی اور میرے پروردگار نے گناہ اور ناحق زیادتی کو حرام کیا ہے اور اس نے اس بات کو بھی حرام کیا ہے کہ تم خدا کے ساتھ شرک کرو جس کی اس نے کوئی دلیل نازل نہیں کی اور اس نے خدا پر بے سوچے سمجھے بات کرنے کو بھی حرام کیا ہے"۔

اصول کافی میں محمد بن منصور سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ کا مفہوم دریافت کیا۔ آپؑ نے فرمایا: قرآن کا ظاہر بھی ہے اور باطن بھی ہے۔ ظاہر میں اس سے خدا کی حرام کردہ تمام اشیاء مراد ہیں اور اس کی باطنی تفسیر یہ ہے کہ ائمہِ جور کی پیروی حرام ہے اور جتنی چیزیں حلال ہیں وہ ظاہر ہے اور ائمہِ عدل کی اطاعت اس کا باطن ہے۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے: قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ سے ائمہِ جور مراد ہیں۔

الکافی میں علی بن یقطین سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ عباسی خلیفہ مہدی نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا کتابِ خدا میں شراب کی حُرمت کا بیان بھی موجود ہے کیونکہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس سے ممانعت کا حکم تو ہے لیکن اس کی حرمت کے حکم کا انھیں علم نہیں ہے؟

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: امیر! شراب کی حُرمت قرآن مجید میں موجود ہے۔

مہدی عباسی نے کہا: ابوالحسن! بیان کریں اس کی واضح حرمت کا حکم قرآن کی کس آیت میں دیا گیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ وَ الْاِثْمَ وَ الْبَغْیَ بِغَیْرِ الْحَقِّ چنانچہ مَا ظَهَرَ مِنْهَا سے اعلانیہ زنا مراد ہے اور بدکار عورتوں کے وہ جھنڈے مراد ہیں جو انھوں نے زمانۂ جاہلیت میں اپنے گھروں پر لگائے ہوئے تھے اور وَ مَا بَطَنَ سے یہ مراد ہے کہ مرنے کے بعد بیٹا اپنے باپ کی مدخولہ سے نکاح

کرے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے وَمَا بَطَنَ کہہ کر حرام کیا ہے اور ''اثم'' سے شراب مراد ہے۔[1]

اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر فرمایا ہے: يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۭ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۡ وَاِثْـمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ۭ (البقرہ:۲۱۹) ''لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ آپ کہہ دیں کہ ان میں بہت بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے فائدے بھی ہیں' ان کا گناہ ان کے فوائد سے کہیں بڑا ہے''۔

کتاب اللہ میں ''اثم'' سے شراب اور جوا مراد ہیں کیونکہ ان کا ''اثم'' (گناہ) بہت بڑا ہے۔

امام علیہ السلام کا یہ جواب سن کر مہدی عباسی نے کہا: علی بن یقطین! یہ ہے ہاشمی فتویٰ۔

ابن یقطین کہتے ہیں کہ میں نے کہا: امیرالمومنینؑ! آپؑ نے سچ کہا۔ اس ذات کی حمد ہے جس نے خاندانِ رسولؐ سے علم کو باہر نہیں جانے دیا۔

ابن یقطین کہتے ہیں کہ خدا کی قسم مہدی صبر نہ کرسکا۔ اس نے مجھ سے کہا: رافضی! تو نے بھی سچ کہا ہے۔

من لایحضرہ الفقیہ میں مرقوم ہے کہ امیرالمومنین علیہ السلام نے محمد بن حنفیہ کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا: بیٹا! جو بات معلوم نہ ہو وہ نہ کہو بلکہ ہر معلوم بات بھی نہ کہو۔

نہج البلاغہ میں مذکور ہے کہ امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا: ''ایمان کی علامت یہ ہے کہ جہاں تمہارے لیے سچائی باعثِ نقصان ہو اسے جھوٹ پر ترجیح دو۔ خواہ وہ تمہارے فائدہ کا باعث ہو رہا ہو اور تمہاری باتیں تمہارے عمل سے زیادہ نہ ہوں اور دوسروں کے متعلق بات کرنے میں اللہ کا خوف کرتے رہو''۔

عیون الاخبار میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے' آپؐ نے فرمایا: ''جو علم کے بغیر لوگوں کو فتویٰ دے تو اس پر آسمانوں اور زمین کے فرشتے لعنت کرتے ہیں''۔

کتاب الخصال میں مفضل بن یزید سے منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: میں تجھے دو باتوں سے منع کرتا ہوں اور انہی باتوں سے لوگ ہلاک ہوئے ہیں: ۱- خدا کے دین میں باطل باتیں داخل نہ کرنا ۲- جس مسئلہ کا علم نہ ہو اس کے متعلق فتویٰ جاری نہ کرنا۔

۱- ایک عرب شاعر نے کہا تھا:

شربت الاثم حتی ضل عقلی   کذاك الاثم یفعل بالعقول

میں نے شراب پی یہاں تک کہ میری عقل گم ہوگئی۔ شراب عقول سے ہمیشہ یہی سلوک کرتی ہے۔ اس شعر میں ''اثم'' سے شراب مراد ہے۔

عبدالرحمن بن حجاج کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

دو باتوں سے بچتے رہنا، انھی باتوں کی وجہ سے لوگ ہلاک ہوئے ہیں: ۱- اپنی رائے سے لوگوں کو فتویٰ نہ دینا ۲- وہ عقیدہ اختیار نہ کرنا جس کا تمھیں علم نہ ہو۔

کتاب التوحید میں زرارہ بن اعین سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ بندوں سے خدا کا مطالبہ کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: خدا کے دو مطالبے ہیں: ۱- ایسی بات کہیں جس کا انھیں علم ہو ۲- جس بات سے لاعلم ہوں تو وہاں رک جائیں۔

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۴﴾ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۶﴾ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۙ قَالُوْٓا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿۳۷﴾ قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِي النَّارِ ؕ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ

لَعَنَتْ اُخْتَهَا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ
لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰۤؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ۬ؕ قَالَ
لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا
كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ
تَكْسِبُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا
تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ
الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۴۰﴾ لَهُمْ
مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى
الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۱﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا
اِلَّا وُسْعَهَاۤ ۫ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۴۲﴾
وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ۚ
وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۗ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَاۤ
اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ؕ وَنُوْدُوْۤا اَنْ
تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾ وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ
الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ

وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ۭ قَالُوْا نَعَمْ ۚ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ
اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۙ﴿۴۴﴾ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ
وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَ كُلًّا بِسِيْمٰهُمْ ۚ وَنَادَوْا
اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۣ لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَهُمْ
يَطْمَعُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَاۗءَ اَصْحٰبِ النَّارِ ۙ
قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ
الْاَعْرَافِ رِجَالًا يَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ قَالُوْا مَآ اَغْنٰى عَنْكُمْ
جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ اَهٰٓؤُلَاۗءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا
يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ ۭ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَنْتُمْ
تَحْزَنُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا
عَلَيْنَا مِنَ الْمَاۗءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ۭ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا
عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۙ﴿۵۰﴾ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ
الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَاۗءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ۙ وَمَا
كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى

عِلۡمٍ هُدًى وَّرَحۡمَةً لِّقَوۡمٍ يُّؤۡمِنُوۡنَ ﴿۵۲﴾ هَلۡ يَنۡظُرُوۡنَ اِلَّا تَاۡوِيۡلَهٗ ؕ يَوۡمَ يَاۡتِىۡ تَاۡوِيۡلُهٗ يَقُوۡلُ الَّذِيۡنَ نَسُوۡهُ مِنۡ قَبۡلُ قَدۡ جَآءَتۡ رُسُلُ رَبِّنَا بِالۡحَـقِّ ۚ فَهَلۡ لَّنَا مِنۡ شُفَعَآءَ فَيَشۡفَعُوۡا لَنَاۤ اَوۡ نُرَدُّ فَنَعۡمَلَ غَيۡرَ الَّذِىۡ كُنَّا نَعۡمَلُ ؕ قَدۡ خَسِرُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ وَضَلَّ عَنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا يَفۡتَرُوۡنَ ﴿۵۳﴾

''ہر قوم کے لیے مہلت کی ایک مدت مقرر ہے جب کسی قوم کی مدت پوری ہوتی ہے تو اس میں ایک گھڑی بھر کی بھی تقدیم و تاخیر نہیں ہوتی۔

اے بنی آدم! اگر تمھارے پاس خود تم ہی میں سے ایسے رسول آئیں جو تمھیں میری آیات آ کر سنائیں تو اس وقت جو کوئی نافرمانی سے بچے اور اپنی اصلاح کر لے تو اس کے لیے کسی خوف اور رنج کا موقع نہیں ہے۔ اور جو لوگ ہماری آیات کو جھٹلائیں اور ان کے مقابلے میں سرکشی کی روش اپنائیں تو وہی دوزخ جانے والے ہوں گے جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

بھلا اس سے بڑھ کر اور ظالم کون ہو سکتا ہے جو جھوٹی باتیں بنا کر اللہ کی طرف منسوب کرے یا اللہ کی سچی آیات کو جھٹلائے؟ ایسے لوگ اپنے نوشتۂ تقدیر کے مطابق اپنا حصہ پاتے رہیں گے یہاں تک کہ وہ گھڑی آ جائے گی جب ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ان کی روحیں قبض کرنے کے لیے ان کے پاس پہنچیں گے۔ وہ اس وقت ان سے پوچھیں گے کہ بتاؤ اب تمھارے وہ معبود کہاں ہیں جن کو تم خدا کے بجائے پکارتے تھے؟ وہ کہیں گے: ''سب ہم سے گم ہو گئے''۔ اور وہ خود اپنے خلاف گواہی دیں گے کہ ہم واقعی حق کے منکر تھے۔

اللہ فرمائے گا جاؤ تم بھی اسی دوزخ میں چلے جاؤ جس میں تم سے پہلے گزرے ہوئے جن و

انس کے گروہ جا چکے ہیں۔ ہر گروہ جب دوزخ میں جائے گا تو اپنے پیش رو گروہ پر لعنت کرتا ہوا داخل ہوگا اور جب سب کے سب وہاں جمع ہو جائیں گے تو ہر بعد والا گروہ پہلے گروہ کے متعلق کہے گا کہ اے ہمارے پروردگار! ان لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا' انھیں آگ کا دہرا عذاب دے۔ خدا فرمائے گا ہر ایک کے لیے دوہرا عذاب ہے مگر تم نہیں جانتے۔ پہلا گروہ دوسرے سے کہے گا کہ تمھیں ہم پر کون سی فضیلت حاصل تھی۔ اب اپنی کمائی کے نتیجہ میں عذاب کا ذائقہ چکھو۔

یقیناً وہ لوگ جنھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور ان کے مقابلہ میں تکبر کیا تو ان کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے اور ان کا جنت میں جانا اتنا ہی ممکن ہے جتنا سوئی کے ناکے سے اُونٹ کا گزرنا اور ہم مجرموں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ ان کے لیے جہنم کا بچھونا ہوگا اور جہنم کا ہی اُوڑھنا ہوگا اور ہم ظالموں کو ایسی ہی جزا دیا کرتے ہیں۔

وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے ہم ہر ایک کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے وہ اہلِ جنت ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

ان کے سینوں میں ایک دوسرے کے خلاف جو کدورت ہوگی اسے ہم نکال دیں گے۔ ان کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ کہیں گے: ''تمام تعریفیں اس خدا کے لیے ہیں جس نے ہمیں یہ راستہ دکھایا۔ اگر خدا ہماری رہنمائی نہ کرتا تو ہم خود راستہ نہیں پا سکتے تھے۔ ہمارے رب کے بھیجے ہوئے رسول حق لے کر ہی آئے تھے۔ اس وقت انھیں ندا دی جائے گی: ''یہ جنت ہے جس کے تم وارث بنائے گئے ہو اور یہ تمھیں ان اعمال کے بدلے میں ملی ہے جو تم کیا کرتے تھے۔

جنت کے رہائشی دوزخ کے مکینوں کو پکار کر کہیں گے: ''ہم نے ان تمام وعدوں کو سچا پایا جو ہمارے رب نے ہم سے کیے تھے تو کیا تم نے بھی اپنے رب کے وعدوں کو سچا پایا ہے؟'' وہ

کہیں گے جی ہاں۔ تب ایک پکارنے والا ان کے درمیان پکار کر کہے گا: ''ان ظالموں پر خدا کی لعنت ہو جو اللہ کے راستے سے لوگوں کو روکتے تھے اور اسے ٹیڑھا کرنا چاہتے تھے اور آخرت کے منکر تھے''۔

ان دونوں گروہوں کے درمیان ایک اوٹ حائل ہوگی اور اعراف (بلندیوں) پر کچھ اور لوگ ہوں گے جو ہر ایک کو اس کی علامت سے پہچانیں گے اور جنت والوں سے پکار کر کہیں گے: ''تم پر سلامتی ہو''۔ یہ لوگ جنت میں داخل تو نہیں ہوئے مگر اس کے امیدوار ہوں گے۔

جب ان کی نگاہیں اہلِ دوزخ کی جانب پھریں گی تو کہیں گے: اے ہمارے پروردگار! ہمیں ظالم لوگوں کے ساتھ شامل نہ کرنا۔ پھر اعراف والے ان اہلِ دوزخ سے کہیں گے جنھیں وہ ان کی علامتوں سے پہچانیں گے کہ آج تمھارے جتھے تمھارے کسی کام نہ آئے اور نہ ہی وہ ساز و سامان تمھارے کسی کام آیا جن کو تم بڑی چیز سمجھتے تھے۔

کیا یہ اہلِ جنت وہی لوگ نہیں ہیں جن کے متعلق تم قسمیں کھا کر کہتے تھے کہ خدا انھیں اپنی رحمت میں سے کچھ حصّہ نہ دے گا؟ آج انھی سے کہا گیا ہے کہ تم جنت میں چلے جاؤ، تم پر کوئی خوف اور رنج نہ ہوگا۔

اہلِ دوزخ اہلِ جنت کو پکار کر کہیں گے کہ ہم پر تھوڑا سا پانی ڈال دو یا جو رزق اللہ نے تمھیں دیا ہے اس میں سے کچھ ہماری طرف پھینک دو۔ وہ جواب میں کہیں گے کہ اللہ نے یہ دونوں چیزیں کافروں پر حرام کی ہیں۔ جنھوں نے اپنے دین کو کھیل اور تفریح بنا لیا تھا اور جنھیں دنیاوی زندگی نے فریب میں مبتلا کر رکھا تھا۔ اللہ فرمائے گا کہ آج ہم بھی انھیں اسی طرح سے بھلا دیں گے جس طرح سے وہ اس دن کی ہماری ملاقات کو بھولے ہوئے تھے اور ہماری آیات کا انکار کیا کرتے تھے۔

ہم ان لوگوں کے پاس ایسی کتابیں لے آئے ہیں جس کو ہم نے علم کی بنا پر مفصل بنایا ہے اور جو ایمان لانے والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔ اب کیا یہ لوگ صرف اس بات کے منتظر ہیں کہ وہ انجام سامنے آ جائے جس کی یہ کتاب خبر دے رہی ہے؟ جس دن وہ انجام سامنے آ گیا تو وہی لوگ جنھوں نے پہلے اسے نظرانداز کیا ہوگا کہیں گے کہ واقعی ہمارے رب کے رسول حق لے کر آئے تھے۔ پھر کیا اب ہمیں کوئی سفارشی ملیں گے جو ہمارے حق میں سفارش کریں؟ یا پھر ہمیں دوبارہ واپس ہی بھیج دیا جائے تاکہ جو کچھ ہم پہلے کیا کرتے تھے اس کے بجائے اب دوسرے طریقے پر کام کر کے دکھائیں۔
انھوں نے اپنے آپ کو خسارہ میں ڈال دیا اور ان سے وہ تمام جھوٹ گم ہو جائیں گے جو انھوں نے اختراع کر رکھے تھے۔

موت کی گھڑی مقرر ہے

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ۝

''ہر قوم کے لیے مہلت کی ایک مدت مقرر ہے جب کسی قوم کی مدت پوری ہوتی ہے تو اس میں ایک گھڑی بھر کی بھی تقدیم و تاخیر نہیں ہوتی''۔

الکافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: پہلے سال شمار کیے جاتے ہیں' پھر مہینے شمار کیے جاتے ہیں' پھر دن شمار کیے جاتے ہیں' پھر گھنٹے شمار کیے جاتے ہیں' پھر سانسیں شمار کی جاتی ہیں۔ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ۝ ''جب ان کی مدت پوری ہوتی ہے تو پھر اس میں ایک گھڑی کی بھی تقدیم و تاخیر نہیں ہوتی''۔

تفسیر عیاشی میں ثُمَّ قَضٰٓى اَجَلًا ۭ وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ کے تحت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: ''اجل'' کی دو قسمیں ہیں: ۱۔ غیر مسمّٰی اجل، یہ اللہ کی صوابدید پر منحصر ہے اس میں وہ کمی بیشی کرتا رہتا ہے۔ ۲۔ مسمّٰی اجل، یہ وہ مدت حیات ہے جس کے اختتام کا فیصلہ شب قدر میں نازل کر دیا جاتا ہے۔ اس میں کوئی کمی بیشی نہیں

ہوتی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿﴾ "جب ان کا مقرر کردہ وقت آ جاتا ہے تو پھر اس میں ایک گھڑی کی بھی تقدیم و تاخیر نہیں ہوتی"۔

حمران بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ثُمَّ قَضٰۤى اَجَلًا ؕ وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ کی آیت کا مفہوم دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: اجل کی دو قسمیں ہیں: پہلی قسم "اجل مسمّٰی" کہلاتی ہے اور یہ وہ مدت حیات ہے جس کے ختم ہونے کے متعلق ملک الموت کو شب قدر میں مطلع کر دیا جاتا ہے۔ اس میں ایک لمحہ کی تاخیر و تقدیم نہیں ہوسکتی۔ دوسری قسم "اجل غیر مسمّٰی" کہلاتی ہے وہ خدا کی مشیت پر موقوف ہوتی ہے چاہے تو آگے کر دے چاہے تو پیچھے کر دے۔

کتاب التوحید میں ابن حیان تیمی کا بیان ہے کہ میرے والد جنگِ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ موجود تھے اور انھوں نے کہا تھا کہ حضرت علی علیہ السلام دشمن فوج کے گروہ فنا کرنے میں مصروف تھے۔ آپؑ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھوڑے "مرتجز" پر سوار تھے اور آپؑ کے ہاتھ میں رسول اکرم کا نیزہ تھا اور آپؑ نے ذوالفقار حمائل کر رکھی تھی۔ سامنے سے معاویہ گھوڑا دوڑاتا ہوا آنے لگا۔ آپؑ کے ایک ساتھی نے کہا: امیرالمومنینؑ! خیال رکھیں یہ بدبخت آپؑ کو قتل نہ کر دے۔

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا: اگرچہ یہ شخص دین کی دولت سے آزاد ہے اور قاسطین کا سربراہ ہے اور ائمہ ہدیٰ کے خلاف خروج کرنے والوں میں سے سب سے بڑا نالائق ہے اس کے باوجود یہ بات یاد رکھو کہ موت سب سے بڑی محافظ ہے۔ ہر شخص کے ساتھ کچھ محافظ فرشتے ہوتے ہیں جو اسے کنوئیں میں گرنے اور دیوار میں دب کر ہلاک ہونے اور کوئی تکلیف وارد ہونے سے بچاتے ہیں اور جب اس کی مقررہ گھڑی آ جاتی ہے تو وہ اس سے علیحدہ ہو جاتے ہیں اور جب میرا مقررہ وقت آئے گا تو کائنات کا سب سے بڑا بدبخت حرکت میں آئے گا اور وہ میری داڑھی کو میرے سر کے خون سے خضاب کرے گا۔ یہ پکا عہد ہے اور یہ ایک ایسا وعدہ ہے جسے جھٹلانا ناممکن ہے۔

اصبغ بن نباتہ بیان کرتے ہیں کہ امیرالمومنین علیہ السلام نے ایک جھکی ہوئی دیوار کو دیکھا تو آپؑ نے اس کے ساتھ چلنا چھوڑ دیا۔ آپؑ دوسری مضبوط دیوار کے ساتھ چلنے لگے۔ کسی نے یہ کہا کہ امیرالمومنینؑ! کیا آپؑ اللہ کی قضا سے بھاگ رہے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: میں اللہ کی قضا سے بھاگ کر اس کی تقدیر کی طرف جا رہا ہوں۔

ایک مرتبہ حضرت امام حسین علیہ السلام معاویہ کے دربار میں گئے۔ معاویہ نے کہا: آپؑ کے والد نے اہل بصرہ سے جنگ کی تھی اور جب جنگ ختم ہوگئی تو آپؑ کے والد عام سوتی کپڑے پہن کر شام کے وقت بصرہ میں چلنے پھرنے لگ گئے تھے۔ آخر اس کی کیا وجہ تھی؟

حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اس کی وجہ ان کا وہ یقین تھا کہ جو مصیبت ان پر آنے والی ہے وہ ہر صورت میں آ کر رہے گی اور جو مصیبت ان کے مقدر میں نہیں ہے وہ انھیں کبھی نہیں پہنچ سکتی۔

جب امیر المومنین علیہ السلام خوارج سے جنگ کے لیے روانہ ہوئے تو کسی نے آپؑ سے کہا کہ آپؑ اپنی حفاظت کا خصوصی انتظام کروائیں۔ یہ سن کر آپؑ نے فرمایا:

ای یومی من الموت افر   یوم ما قدر او یوم قدر

یوم لم یقدر لا اخشی الردی   واذ قدر لم یغن الحذر

"میں موت سے بھاگوں تو کس دن بھاگوں؟ آیا اس دن بھاگوں جس دن میری موت مقرر ہی نہیں ہوئی یا اس دن بھاگوں جو میری موت کا دن ہے۔

جو دن مقرر ہی نہیں تو اس دن مجھے موت کا کوئی خطرہ نہیں ہے اور جو دن مقرر ہو چکا ہے تو اس دن کے لیے احتیاط فائدہ مند ہی نہیں ہے"۔

مناقب ابن شہر آشوب میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام کی زرہ پر بھی یہ اشعار لکھے ہوئے تھے' آپؑ کے پرچم پر بھی یہ اشعار لکھے ہوئے تھے:

الحرب ان باشرتها   فلا یکن منك الفشل

واصبر علی اهوالها   لاموت الا بالاجل

"جب تجھے جنگ درپیش ہو تو تیری طرف سے کمزوری کا اظہار نہیں ہونا چاہیے۔ جنگ کی مشکلات پر صبر کر کیونکہ مقررہ وقت سے پہلے موت نہیں آسکتی"۔ (نقلاً عن الحاشیہ)

حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے اپنے والد کے متعلق ایک خطبہ دیا تھا جس میں آپؑ نے یہ الفاظ بھی ارشاد فرمائے تھے: حضرت علی علیہ السلام کی جتنی زندگی خدا کی طرف سے مقرر تھی انھوں نے اپنی زندگی کے ایام پورے کیے اور جب ان کی مدتِ حیات ختم ہوئی تو وہ دنیا سے رخصت ہوئے۔

یحییٰ بن کثیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام سے کہا گیا کہ کیا ہم آپؑ کی حفاظت نہ کریں؟
آپؑ نے فرمایا: موت ہر شخص کی محافظ ہوا کرتی ہے۔

سعید بن قیس کہتے ہیں کہ ہم جنگِ صفین میں سعید بن قیس کے ساتھ تھے۔ رات کا وقت تھا دونوں صفیں ایک دوسرے کے خلاف صف آراء تھیں۔ اتنے میں حضرت علی علیہ السلام تشریف لائے۔ سعید بن قیس نے عرض کیا: امیرالمومنینؑ! آپؑ اس وقت کیوں تشریف لائے کیا آپؑ کو کسی چیز کا خوف نہیں تھا؟

آپؑ نے فرمایا: میں کسی چیز سے آخر کیوں ڈرتا؟ ہر شخص کے ساتھ اللہ نے دو فرشتے مقرر کیے ہیں جو اسے کنوئیں میں گرنے اور جانور کی ٹکر اور پہاڑ سے گرنے سے بچاتے ہیں۔ پھر جب کسی کا وقت مقررہ آ جاتا ہے تو وہ اسے تنہا چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔

دوزخی ایک دوسرے پر لعنت کریں گے

......كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ۖ حَتّٰۤى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰۤؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ۬ؕ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۸﴾

......"جب بھی کوئی گروہ دوزخ میں جائے گا تو وہ اپنے پیش رو گروہ پر لعنت کرتا ہوا داخل ہوگا اور جب سب کے سب وہاں جمع ہو جائیں گے تو ہر بعد والا گروہ پہلے گروہ کے متعلق کہے گا کہ اے ہمارے پروردگار! ان لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا انھیں آگ کا دوہرا عذاب دے۔ خدا فرمائے گا ہر ایک کے لیے دوہرا عذاب ہے مگر تمھیں معلوم نہیں ہے"۔

اصول کافی کی ایک روایت کا ماحصل یہ ہے کہ جب دوزخی دوزخ میں جائیں گے تو وہ ایک دوسرے پر لعنت کریں گے اور کہیں گے کہ خدایا ہمیں کم سے کم عذاب دے۔ ہمارے پیش رووں کو دگنا عذاب دے۔ ان لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا۔ لہٰذا ہمارا اس میں کوئی کردار نہیں ہے۔ سارا کیا دھرا ان لوگوں کا ہے لہٰذا ہمیں عذاب سے مستثنیٰ رکھ مگر خدا ان کا کوئی عذر قبول نہیں کرے گا اور فرمائے گا کہ تم میں سے ہر گروہ کے لیے دگنا عذاب ہے۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: گمراہ کرنے والوں سے ائمہ جور مراد ہیں۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ جب بعد میں آنے والے اپنے پیش رووں کو لعنت ملامت کریں گے تو وہ پیش روبطور شماتت ان سے کہیں گے: فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ ﴿٣٩﴾ ''تمھیں ہم پر کون سی فضیلت حاصل تھی۔ اب اپنی کمائی کے نتیجے میں عذاب کا ذائقہ چکھو''۔

آیاتِ الٰہی کی تکذیب کرنے والے جنت میں نہیں جائیں گے

إِنَّ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّىٰ يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِينَ ﴿٤٠﴾

''یقیناً وہ لوگ جنھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور ان کے مقابلہ میں تکبر کیا تو ان کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے اور ان کا جنت میں جانا اتنا ہی ناممکن ہے جتنا سوئی کے ناکے سے اُونٹ کا گزرنا اور ہم مجرموں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں''۔

تفسیر عیاشی اور تفسیر علی بن ابراہیم میں حضرت امام محمد باقر اور حضرت امام جعفر صادق علیہما السلام سے ایک روایت مروی ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ یہ آیت اگرچہ تمام مکذبین آیات الٰہی کے لیے ہے مگر اس میں جنگِ جمل کے محرکین اور ان کا اونٹ خاص طور پر مراد ہے۔

کتاب الخصال میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ آسمان کے دروازے پانچ مواقع پر کھلتے ہیں: ۱- بارش کے وقت ۲- جہاد کے وقت ۳- اذان کے وقت ۴- جب زوالِ آفتاب کے وقت قرآن پڑھا جائے ۵- طلوع فجر کے وقت۔

حضرت علی علیہ السلام نے ایک یہودی کے مسائل کے جواب میں فرمایا: آسمانوں کا تالا اللہ کے ساتھ شرک کرنا ہے اور آسمانوں کی چابی ''لا الٰہ الا اللہ'' ہے۔

مجمع البیان میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: اہلِ ایمان کے اعمال اور ان کی ارواح کو آسمان کی طرف لے جایا جاتا ہے۔ آسمان کے دروازے ان کے لیے کھول دیے جاتے ہیں اور کافر کے اعمال اور اس کی روح کو فرشتے جب آسمان کے پاس لے جاتے ہیں تو اس وقت منادی ندا دے کر کہتا ہے کہ اسے ''سجین'' لے جاؤ اور وہ ''حضرموت'' کے علاقہ میں ایک وادی ہے اسے ''برہوت'' بھی کہا جاتا ہے۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ خدا کا فرمان ہے: وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غِلٍّ ۔اس کا مفہوم یہ ہے کہ

جب مومن جنت میں جائیں گے تو اگر ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف کچھ کدورت ہوگی تو وہ نکال دی جائے گی۔

خدا کی ہدایت پر حمد بجالانے کا حکم

وَ قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۗ وَ مَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَاۤ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ

''اور وہ کہیں گے کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں یہ راستہ دکھایا اور اگر خدا ہماری رہنمائی نہ کرتا تو ہم خود راستہ نہیں پا سکتے تھے''۔

اصول کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا تو نبی اکرمؐ، علی مرتضیٰؑ اور ائمہ ہدیٰ کو میدانِ محشر میں بلایا جائے گا۔ وہ نور کے منابر پر لوگوں کے سامنے جلوہ فگن ہوں گے۔ جب ان کے شیعہ انہیں دیکھیں گے تو وہ خدا کی حمد بجالاتے ہوئے یہ کہیں گے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۗ وَ مَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَاۤ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ''تمام تعریفیں اس خدا کے لیے ہیں جس نے ہمیں یہ راستہ دکھایا اور اگر خدا ہماری رہنمائی نہ کرتا تو ہم ازخود راستہ نہیں پا سکتے تھے''۔

ان کا مقصد یہ ہوگا کہ خدا نے ہمیں امیر المومنینؑ اور ائمہ ہدیٰ کی ولایت کا راستہ دکھایا ہے اسی لیے وہ لائق حمد ہے اور اگر اللہ ہمیں ان کی ولایت کی راہ نہ دکھاتا تو ہم ازخود راہِ ولایت کو نہیں دیکھ سکتے تھے۔

احتجاج طبرسی میں مرقوم ہے کہ جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقامِ غدیر خم میں حضرت علی علیہ السلام کا بازو پکڑ کر دکھایا تو اس کے بعد آپؐ نے صحابہ سے فرمایا: لوگو! علی کو امیر المومنین کہہ کر سلام کرو اور یہ کلمات کہو: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۗ وَ مَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَاۤ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ۔

مجمع البیان میں حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: جب اہلِ ایمان جنت میں داخل ہوں گے تو خدا کی طرف سے انہیں عظیم الشان محلات دیے جائیں گے جو موتیوں سے بنے ہوں گے ان کے لیے بہترین بستر ہوں گے اور ہزاروں نعمات ہوں گی جنہیں دیکھ کر ان کی آنکھیں خیرہ ہو جائیں گی۔ وہ تختوں پر بیٹھ کر اپنی ازواج سے گلے ملیں گے تو اس وقت وہ خدا کی حمد بجالائیں گے اور کہیں گے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۗ وَ مَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَاۤ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ۔

دعا برائے سلامتی سفر

الکافی میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے' آپؐ نے فرمایا: جب تم سواری کے جانور پر بیٹھو تو یہ دعا پڑھو: بِسْمِ اللّٰهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۫ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَاۤ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ؕ وَنُوْدُوْۤا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ، سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ۔

اس دعا کے پڑھنے سے سواری بھی محفوظ رہے گی اور اس کا سوار بھی محفوظ رہے گا۔

مجمع البیان میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے: ہر شخص کے لیے ایک جگہ جنت میں مقرر ہے اور ایک جگہ دوزخ میں مقرر ہے۔ کافر' مومن کے دوزخی ٹھکانے کو آباد کرتا ہے اور مومن' کافر کے جنتی ٹھکانے کو آباد کرتا ہے اور اسی چیز کو اللہ نے قرآن میں لفظ ''وراثت'' سے تعبیر کیا ہے اور فرمایا ہے: اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾

حضرت علیؑ مؤذن بھی ہیں اور اذان بھی ہیں

فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾

''ان کے درمیان ندا کرنے والا ندا کرے گا کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو''۔

اصول کافی میں احمد بن عمر الحلال سے منقول ہے کہ میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے اس آیت مجیدہ کے متعلق دریافت کیا کہ مؤذن کون ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا: مؤذن امیر المومنین علیہ السلام ہوں گے۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ حاکم ابوالقاسم الحسکانی نے اپنی اسناد سے محمد بن حنفیہ سے روایت کی ہے۔ انھوں نے اپنے والد حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی' آپؑ نے فرمایا: اِنا ذٰلك المؤذن ''وہ مؤذن میں ہوں گا''۔

کتاب معانی الاخبار میں حضرت علی علیہ السلام سے ایک خطبہ منقول ہے جس میں آپؑ نے یہ کلمات بھی فرمائے:

''آگاہ رہو اللہ نے قرآن میں مجھے کچھ ناموں سے یاد کیا ہے ان ناموں پر قبضہ نہ کرنا ورنہ دین میں گمراہ ہو جاؤ گے۔ دنیا و آخرت میں مَیں ہی مؤذن ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾ اور وہ مؤذن میں ہی ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا: واذان من اللّٰه ورسوله (خدا اور اس کے رسول کی طرف

سے اعلان ہے) وہ اذان بھی میں ہی ہوں۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں اس آیت کے ضمن میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے کہ موذن امیرالمومنینؑ ہوں گے۔ وہ ایسی اذان دیں گے جسے ساری مخلوق سنے گی۔

اعراف کیا ہے اور رجال اعراف کون ہیں؟

وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ ۚ وَنَادَوْا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ أَنْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ ۚ لَمْ يَدْخُلُوهَا وَهُمْ يَطْمَعُونَ ۝

''اور ان دونوں گروہوں کے درمیان ایک اُوٹ حائل ہوگی اور ''اعراف'' (بلندیوں) پر کچھ لوگ ہوں گے جو ہر ایک کو اس کی علامت سے پہچانیں گے اور وہ جنت والوں سے پکار کر انھیں ''سلام علیکم'' (تم پر سلامتی ہو) کہیں گے۔ یہ ابھی جنت میں داخل نہیں ہوئے ہوں گے مگر اس کے امیدوار ہوں گے''۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: ہر اُمت کا حساب اس کا امامِ زمانہ کرے گا اور ائمہ اپنے دوستوں اور دشمنوں کو ان کی علامات سے پہچانیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ (اعراف پر کچھ لوگ ہوں گے جو ہر ایک کو اس کی علامت سے پہچانیں گے)۔ چنانچہ ائمہ اپنے دوستوں کو ان کا نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیں گے اور وہ کسی حساب کے بغیر جنت میں چلے جائیں گے اور ائمہ اپنے دشمنوں کو ان کا نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں دیں گے انھیں بھی کسی حساب کے بغیر جہنم میں بھیج دیا جائے گا۔

معانی الاخبار میں حضرت علی علیہ السلام کا ایک خطبہ منقول ہے جس میں آپؑ نے اپنے اور اپنے خاندان پر ہونے والی اللہ کی نعمات کا تذکرہ کیا ہے۔ اس میں آپؑ نے یہ کلمات بھی ارشاد فرمائے:

ونحن اصحاب الاعراف انا وعمی واخی وابن عمی واللہ فالق الحب والنویٰ لا یلج النار لنا صحاب ولا یدخل الجنۃ لنا مبغض لقول اللہ "وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ"

''اعراف والے ہم ہیں اعراف پر میں' میرا چچا حمزہ' میرا بھائی جعفر طیار اور میرے ابن عم حضرت

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں گے۔ اس خدا کی قسم! جس نے دانے اور گٹھلی کو شگافتہ کیا ہے۔ ہمارا کوئی محب دوزخ میں نہیں جائے گا اور ہمارا کوئی دشمن جنت میں نہیں جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''اعراف پر کچھ لوگ ہوں گے جو ہر ایک کو اس کی نشانی سے پہچانتے ہوں گے''۔

اصول کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: ابن الکوا امیر المومنین علیہ السلام کے پاس آیا اور اس نے آپؑ کے سامنے یہ آیت پڑھی: وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ ۔اس کے بعد اس نے کہا کہ اعراف پر کون لوگ ہوں گے؟

آپؑ نے فرمایا: ''اعراف'' پر ہم ہوں گے۔ ہم اپنے مددگاروں کو ان کی علامت سے پہچانیں گے۔ ہم ہی وہ ''اعراف'' ہیں جن کی معرفت کے بغیر خدا کی پہچان ممکن نہیں ہے اور ہم ہی وہ اعراف ہیں جن کا تعارف اللہ پُل صراط پر کرائے گا۔ جنت میں وہی جائے گا جو ہمیں پہچانتا ہوگا اور ہم اسے پہچانتے ہوں گے اور دوزخ میں وہی جائے گا جو ہمارا ناواقف ہوگا اور ہم اس کے ناواقف ہوں گے۔

سید ابن طاوؤس کشف المحجہ میں رقم طراز ہیں کہ امیر المومنین علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے جس میں آپؑ نے یہ کلمات بھی ارشاد فرمائے:

اوصیاء جنت و دوزخ کے درمیان تمھارے نگران ہوں گے۔ جنت میں وہی جائے گا جو ان کو پہچانتا ہوگا اور جسے یہ پہچانتے ہوں گے اور دوزخ میں وہی جائے گا جو اُن سے ناواقف ہوگا اور یہ اس سے ناواقف ہوں گے۔ وہ بندوں میں خدا کی طرف سے ''عریف'' ہیں۔ اللہ نے جب بندوں سے ان کی اطاعت کا میثاق لیا تھا تو بندوں کو ان کا تعارف کرایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ان کا وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ (اور اعراف پر کچھ لوگ موجود ہوں گے جو ہر شخص کو اس کی علامت سے پہچانیں گے) وہ خدا کی طرف سے بندوں پر گواہ ہیں اور انبیاء ان پر گواہ ہیں۔ انبیاء ان کی اطاعت کے لیے لوگوں سے میثاق لیتے ہیں۔

تفسیر عیاشی میں امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: میں اہلِ ایمان کا ''یعسوب'' (سردار) ہوں اور میں سابقین کے گروہ کا پہلا فرد ہوں اور میں رب العالمین کے رسول کا جانشین ہوں اور میں جنت و دوزخ کے بانٹنے والا

ہوں اور میں صاحب اعراف ہوں۔

ہشام کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ کی آیت مجیدہ کا مفہوم پوچھا' آپؑ نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ حکومت نے ہر قبیلہ کا ایک "عریف" (نمبردار وغیرہ) مقرر کیا ہوا ہوتا ہے اور وہ عریف اپنے قبیلہ کے ہر نیک و بد کو پہچانتا ہے؟

میں نے کہا: جی ہاں "عریف"۔ اپنے قبیلہ کے ہر نیک و بد کا واقف ہوتا ہے۔ یہ سن کر آپؑ نے فرمایا: بس یہی سمجھ لو کہ وہ اعراف والے "عریف" ہم ہیں اور ہم ہر شخص کی علامت سے انھیں پہچانیں گے۔

زاذان نے حضرت سلمان فارسی سے روایت کی۔ انھوں نے کہا کہ رسول مقبولؐ نے دس سے زائد بار حضرت علی علیہ السلام سے یہ فرمایا:

> یاعلی انك والاوصیاء من بعدك اعراف بین الجنة والنار ولا یدخل الجنة الا من عرفکم وعرفتموہ ولا یدخل النار الا من انکرکم وانکرتموہ
>
> "علیؑ تو اور تیرے بعد والے اوصیاء جنت و دوزخ کے درمیان اعراف کا مقام رکھتے ہیں' جنت میں وہی جائے گا جو تمھیں پہچانتا ہوگا اور جسے تم پہچانتے ہو گے اور دوزخ میں وہی جائے گا جو تمھارا ناواقف ہوگا اور تم اس سے ناواقف ہو گے"۔

سعد بن طریف کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ کا مفہوم پوچھا' آپؑ نے فرمایا:

سعد! وہ آلِ محمدؐ ہیں۔ جنت میں وہی جائے گا جو انھیں پہچانتا ہوگا اور وہ انھیں پہچانتے ہوں گے اور دوزخ میں وہی جائے گا جو ان کا ناواقف ہوگا اور یہ ان سے ناواقف ہوں گے۔

ثمالی بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ کی آیت مجیدہ کے متعلق پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا:

ہم وہ عراف ہیں جن کی معرفت کے بغیر خدا کی معرفت ناممکن ہے اور ہم وہ اعراف ہیں کہ جنت میں جانے والا ہمیں پہچانتا ہوگا اور ہم اسے پہچانتے ہوں گے اور دوزخ میں جانے والا ہمارا ناواقف ہوگا اور ہم اس سے ناواقف ہوں گے۔ اگر خدا چاہتا تو لوگوں کو اپنی معرفت کرا سکتا تھا لیکن اس نے ہمیں اپنی معرفت کا سبب بنایا اور اس نے ہمیں اپنا راستہ بنایا اور

اس نے ہمیں اپنے تک آنے کا دروازہ بنایا۔

مصباح الشریعہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: اہلِ تواضع کی علامت ہوتی ہے۔ اس علامت کو دیکھ کر آسمان کے فرشتے انھیں پہچان لیتے ہیں اور اہلِ زمین میں عارفین انھیں پہچان لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَ كُلًّا بِسِيْمٰىهُمْ (اعراف پر کچھ افراد ہوں گے جو ہر شخص کو اس کی علامت سے پہچان لیں گے)

تفسیر علی بن ابراہیم میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: ''اعراف'' جنت و دوزخ کے درمیان ایک بلند ٹیلہ ہوگا اور اس پر ائمہ علیہم السلام اپنے شیعوں کے ساتھ کھڑے ہوں گے۔ کچھ مومن ان سے پہلے جنت میں جاچکے ہوں گے' اس وقت ائمہ اپنے گناہ گار شیعوں سے فرمائیں گے۔ اپنے بھائیوں کو دیکھو یہ تم سے پہلے جنت میں جاچکے ہیں اور اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے ان کلمات سے بیان کیا ہے: سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۣ لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ ۝ یعنی وہ گناہ گار شیعہ جنت میں جانے والے مومنین سے کہیں گے ''تم پر سلامتی ہو'' ابھی وہ جنت میں داخل نہیں ہوئے ہوں گے البتہ جنت کے متمنی ہوں گے۔

پھر ان سے کہا جائے گا کہ اپنے دشمنوں کو دیکھو جو دوزخ میں جل رہے ہیں: وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ ۙ قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا يَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمٰىهُمْ ''اور جب ان کی نگاہیں اہلِ دوزخ کی طرف پھریں گی تو کہیں گے اے ہمارے پروردگار! ہمیں ظالم لوگوں کے ساتھ شامل نہ کرنا''۔

پھر جب اعراف پر کھڑے ہوئے بزرگ ان لوگوں کو دوزخ میں دیکھیں گے جنھیں وہ ان کی علامت سے پہچانتے ہوں گے تو وہ ان سے کہیں گے: مَآ اَغْنٰى عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ ''آج تمھارے دنیاوی جتھے تمھارے کسی کام نہ آئے اور وہ ساز و سامان کام نہ آیا جسے تم بڑی چیز سمجھتے تھے''۔

پھر ائمہ ہدیٰ اپنے جنتی شیعوں کی طرف اشارہ کر کے دوزخ میں جلنے والے اپنے دشمنوں سے کہیں گے: اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ ''کیا یہ وہی لوگ نہیں ہیں جن کے متعلق تم قسمیں کھا کر کہتے تھے کہ اللہ اپنی رحمت میں سے انھیں کچھ حصہ نہ دے گا''۔ اس کے بعد ائمہ اپنے شیعوں سے کہیں گے: اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ۝ ''تم جنت میں چلے جاؤ تم پر کوئی خوف اور رنج نہ ہوگا''۔

اہلِ اعراف کا ایک اور مفہوم

اصول کافی میں حمزہ بن طیار سے منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: لوگوں کی چھ قسمیں ہوں گی۔ میں نے کہا: اگر آپؑ اجازت دیں تو اس حدیث کو لکھ لوں؟ آپؑ نے فرمایا: جی ہاں اجازت ہے۔ میں نے قلم اٹھایا اور عرض کیا: اب فرمائیں کیا لکھوں؟ آپؑ نے فرمایا: لکھو ''اصحاب اعراف''۔ میں نے کہا: اصحاب اعراف کون ہوں گے؟ آپؑ نے فرمایا: اصحاب اعراف وہ افراد ہوں گے جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی۔ اگر خدا انھیں دوزخ میں بھیج دے تو ان کے گناہوں کی وجہ سے بھیج سکتا ہے اور اگر انھیں جنت میں بھیج دے تو یہ اس کی رحمت ہوگی۔

زرارہ کہتے ہیں کہ میں اور حمران یا میں اور بکیر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور میں نے کہا: ہمارے پاس ایک میزان ہے اور وہ میزان یہ ہے کہ جو علوی اور غیر علوی ہمارے عقیدہ میں ہمارے موافق ہو تو ہم اس سے محبت کرتے ہیں اور جو ہمارے عقیدہ کے خلاف ہو ہم اس سے بیزاری اختیار کرتے ہیں۔

میری یہ بات سن کر امام علیہ السلام نے فرمایا: زرارہ! خدا کا فرمان تیری بات سے زیادہ سچا ہے۔ تو نے ان لوگوں کو شمار کیوں نہ کیا جن کے متعلق خدا نے کہا ہے: خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ؕ (التوبہ:۱۰۲۔ وہ لوگ جنھوں نے کچھ نیک اور برے عمل مخلوط کیے ہیں) اس کے علاوہ ''اصحاب اعراف اور مؤلفۃ القلوب کے متعلق کیا کہو گے؟

تفسیر علی بن ابراہیم میں حمزہ بن طیار سے منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: لوگوں کے چھ گروہ ہیں اور اگر انھیں سمیٹ دیا جائے تو تین گروہ بنتے ہیں اور وہ فرقے یہ ہیں: ۱۔ اہلِ ایمان ۲۔ اہلِ کفر ۳۔ اہلِ ضلالت ۴۔ اللہ نے اہلِ ایمان سے جنت اور اہلِ کفر سے دوزخ کا وعدہ کیا ہے اس کے علاوہ تیسرا گروہ مستضعفین اور ان لوگوں کا ہے جو خدا کی رحمت کے امیدوار ہیں۔ خدا چاہے تو انھیں عذاب دے چاہے تو ان کی توبہ قبول کرے اور یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے نیک اعمال کے ساتھ برے اعمال کو مخلوط کیا ہے اور یہی اہلِ اعراف ہیں۔

زرارہ کہتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام میری طرف متوجہ ہوئے اور مجھ سے فرمایا: اصحاب اعراف کے متعلق کیا کہتے ہو؟

میں نے کہا وہ اگر مومن ہوں گے تو جنت میں جائیں گے اور اگر کافر ہوں گے تو دوزخ میں جائیں گے۔

میرا جواب سن کر امام علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم! وہ نہ تو مومن ہوں گے اور نہ کافر ہوں گے۔ کیونکہ اگر وہ مومن ہوتے تو دوسرے ایمان داروں کی طرح سے جنت میں جاتے اور اگر وہ کافر ہوتے تو دوسرے کافروں کی طرح سے دوزخ

میں جاتے۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی۔ ان کے اعمال انھیں جنت و دوزخ میں جانے سے مانع ہوں گے۔ ان کی وہی حالت ہوگی جیسا کہ قرآن میں بیان کی گئی ہے۔

میں (راوی) نے کہا: یہ بتائیں وہ جنتی ہوں گے یا دوزخی؟ آپؑ نے فرمایا: تم انھیں وہاں رہنے دو جہاں خدا نے انھیں رکھا ہے۔ میں (راوی) نے کہا: کیا آپؑ ان کے متعلق پُرامید ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: میں ان کے متعلق اتنی امید رکھتا ہوں جتنا کہ خدا نے ان کے متعلق امید دلائی ہے۔ اگر خدا ان پر رحمت کرے تو وہ جنت میں چلے جائیں گے۔ اور اگر خدا انھیں دوزخ میں ڈال دے تو یہ ان کے گناہوں کی وجہ سے ہوگا اور خدا کی طرف سے ظلم تصور نہیں کیا جائے گا۔ میں (راوی) نے کہا: کیا جنت میں کافر جائے گا؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں، کافر جنت میں نہیں جائے گا۔ میں نے کہا: تو کیا دوزخ میں صرف کافر ہی جائیں گے؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں، کافروں کے علاوہ بدکار مسلمان بھی دوزخ میں جائیں گے۔

تفسیر عیاشی میں کرام عبدالکریم بن عمرو الخثعمی سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا تو سبز اور سفید یاقوت کے سات نورانی قُبّے نصب کیے جائیں گے۔ ہر قبہ میں زمانے کا امام تشریف فرما ہوگا۔ صاحبِ قبہ کی شان و شوکت دیکھ کر نیک و بد افراد کسی تخصیص کے بغیر اس کے گرد جمع ہو جائیں گے یہاں تک کہ جنت کے دروازے پر جا کر رک جائیں گے۔ اس وقت قبہ میں بیٹھا ہوا امام اس قبہ سے باہر آئے گا اور اپنے دوستوں، دشمنوں کو الگ الگ کرے گا اور دشمنوں سے کہے گا: ذرا دیکھو "کیا یہ وہی لوگ نہیں ہیں جن کے متعلق تم قسمیں کھا کر کہا کرتے تھے کہ خدا ان پر رحمت نہیں کرے گا۔

پھر صاحبِ قبہ اپنے ماننے والوں سے کہے گا: اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ "جنت میں چلے جاؤ آج تم پر کوئی خوف اور رنج نہیں ہوگا"۔ جب ظالم یہ منظر دیکھیں گے تو ان کے چہرے کالے سیاہ ہو جائیں گے۔ جب دوسرے قبہ کے گرد کھڑے ہوئے افراد دیکھیں گے کہ جنت میں جانے والوں کی تعداد کم ہے اور دوزخ جانے والوں کی تعداد زیادہ ہے تو وہ گھبرا جائیں گے کہ کہیں وہ جنت میں داخل ہونے سے محروم نہ ہو جائیں جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے:

لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ "وہ ابھی جنت میں داخل نہ ہوئے ہوں گے مگر انھیں جنت کی تمنا ہوگی"۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ عبداللہ بن مسعود اور سالم کی قرائتوں میں وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ کے الفاظ وارد ہیں۔ بعض روایات کے مطابق حضرت امام جعفر صادق علیہ

السلام سے بھی یہ قرأت مروی ہے۔

احتجاج طبرسی میں مرقوم ہے کہ ہشام بن عبدالملک حج کے لیے آیا اور وہ اپنے غلام سالم کے ہاتھ کا سہارا لے کر مسجد الحرام میں داخل ہوا۔ اس وقت حضرت امام محمد باقر علیہ السلام بھی مسجد الحرام میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ہشام کے غلام سالم نے اس سے کہا کہ یہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام بیٹھے ہوئے ہیں۔

ہشام نے کہا: وہی جس پر اہلِ عراق شیفتہ ہیں؟ سالم نے کہا: جی ہاں یہ وہی ہیں۔

ہشام نے اس سے کہا تم ان کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ امیر یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ قیامت کے دن فیصلہ ہونے تک اہلِ محشر کیا کھائیں گے اور کیا پئیں گے؟

ہشام کا غلام آیا اور اس نے آپؑ سے یہی سوال پوچھا۔ آپؑ نے فرمایا: قیامت کا میدان سفید میدہ کی روٹی کی طرح سے بالکل سفید ہوگا وہاں نہریں بہہ رہی ہوں گی، حساب ختم ہونے تک لوگ وہاں کھاتے پیتے رہیں گے۔

جب ہشام نے حضرتؑ کا یہ جواب سنا تو اس نے سمجھا کہ امامؑ نے یہ خودساختہ جواب دیا ہے۔ اس نے کہا: اللہ اکبر! تم ان کے پاس دوبارہ جاؤ اور ان سے کہو کہ قیامت کا دن بڑا سخت دن ہوگا۔ اس دن لوگوں کو کھانے پینے کا ہوش ہی کہاں ہوگا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس سے جا کر کہو کہ روزِ محشر زیادہ سخت ہوگا یا دوزخ میں جلنا زیادہ سخت ہوگا؟ قرآن مجید میں اہلِ نار کے متعلق یہ جملے موجود ہیں کہ وہ اہلِ جنت سے کہیں گے: اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ "ہم پر تھوڑا سا پانی ڈال دو یا جو رزق خدا نے تمھیں دیا ہے اس میں سے کچھ ہماری طرف پھینک دو"۔ جب جہنم میں جا کر بھی لوگوں کو کھانے پینے کا ہوش باقی رہتا ہے تو قیامت کے دن انھیں کھانا پینا کیسے بھول سکتا ہے؟

امام علیہ السلام کا جواب سن کر ہشام خاموش ہوگیا۔

تفسیر عیاشی میں مرقوم ہے کہ صادقین علیہما السلام میں سے ایک بزرگوار سے منقول ہے، انھوں نے فرمایا: اہلِ نار پیاسے ہو کر مریں گے اور قبر میں پیاس کی حالت میں داخل ہوں گے اور پیاس کی حالت میں ہی دوزخ جائیں گے۔ جب وہ دوزخ میں تشنگی محسوس کریں گے تو اہلِ جنت کو صدا دے کر کہیں گے: اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ "ہم پر تھوڑا سا پانی ڈال دو یا جو رزق خدا نے تمھیں دیا ہے اس میں سے کچھ ہماری طرف پھینک دو"۔

زہری کہتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ ''یوم التناد'' کون سا دن ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا: جس دن اہلِ نار اہلِ جنت کو ندا دے کر کہیں گے کہ ہم پر کچھ پانی ڈال دو یا جو رزق خدا نے تمھیں دیا ہے اس میں سے کچھ ہماری طرف پھینک دو۔ وہی دن ''یوم التناد'' ہے۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ خلیفہ ثانی کے آزاد کردہ غلام نافع نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: یوم تبدل الارض غیر الارض (جس دن زمین تبدیل کر دی جائے گی) وہ زمین تبدیل ہو کر کیا شکل اختیار کرے گی؟ آپؑ نے فرمایا: قیامت کے دن زمین سفید روٹی میں بدل جائے گی حساب سے فراغت تک لوگ اسے کھاتے رہیں گے۔

نافع نے کہا کہ قیامت کا دن بہت سخت ہوگا اس دن بھلا کسی کو کھانے پینے کا ہوش ہی کہاں ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا: اچھا یہ بتاؤ قیامت کے دن کی سختی زیادہ ہوگی یا دوزخ کے عذاب میں جلنے کی سختی زیادہ ہوگی؟ نافع نے کہا کہ دوزخ میں جلنا اور زیادہ سخت ہوگا۔

آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اہلِ نار کے متعلق فرمایا ہے کہ جب وہ دوزخ میں جل رہے ہوں گے تو اس وقت بھی انھیں کھانے پینے کا ہوش ہوگا اور وہ اہلِ جنت سے کہیں گے کہ ہم پر کچھ پانی ڈال دو یا جو خدا نے تمھیں رزق دیا ہے اس میں کچھ حصہ ہم پر بھی پھینک دو۔ جب دوزخی دوزخ میں پہنچ کر بھی کھانے پینے کو نہیں بھلا سکے تو اہلِ محشر کھانے پینے کو کیسے فراموش کر دیں گے۔

نسیانِ الٰہی کا مفہوم

فَالْيَوْمَ نَنْسٰهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ۙ وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۵۱﴾

''آج ہم انھیں اسی طرح سے بھلا دیں گے جس طرح سے وہ اس دن کی ہماری ملاقات کو بھولے ہوئے تھے اور ہماری آیات کا انکار کیا کرتے تھے''۔

عیون الاخبار میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے صفاتِ توحید کی ایک طویل حدیث منقول ہے اس حدیث کے ضمن میں آپؑ نے یہ کلمات بھی فرمائے:

جو شخص خدا کو فراموش کر دے اور روزِ آخرت کو بھلا دے تو اللہ تعالیٰ سزا کے طور اس سے خود اس کا نفس فراموش

کرادیتا ہے جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے: وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللّٰهَ فَأَنْسٰهُمْ أَنْفُسَهُمْ ۚ أُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ۝ (الحشر:۱۹) ''ان لوگوں کی طرح سے مت بنو جنھوں نے خدا کو بھلا دیا' خدا نے انھیں ان کے نفوس فراموش کرا دیئے۔ یہی لوگ فاسق ہیں''۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَالْيَوْمَ نَنْسٰهُمْ كَمَا نَسُوا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ۔اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جس طرح سے انھوں نے روزِ آخرت کی تیاری کو چھوڑ دیا تھا آج ہم بھی انھیں چھوڑ دیں گے۔ (مقصد یہ ہے کہ جب لفظ ''نسیان'' اللہ کی طرف منسوب ہو تو اس کا معنی چھوڑ دینا ہوتا ہے کیونکہ نسیان یعنی بھولنا' بندوں کی صفت ہے خدا کی صفت نہیں ہے)

کتاب التوحید میں ایک طویل حدیث منقول ہے جس میں بیان کیا گیا کہ ایک شخص نے حضرت علی علیہ السلام سے کچھ ایسی آیات کا مفہوم پوچھا جو اسے متشابہ دکھائی دیتی تھیں۔ اس نے آپ سے فَالْيَوْمَ نَنْسٰهُمْ كَمَا نَسُوا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا کے متعلق بھی پوچھا اور کہا کہ خدا کے لیے لفظ نسیان کا کیا مفہوم ہے؟

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں وہ ثواب نہیں دے گا جو وہ ان لوگوں کو دے گا جو دنیا میں اس کے اطاعت گزار تھے اور اسے یاد کرتے تھے جو اس پر اور اس کے انبیاء پر اَن دیکھے ایمان لائے تھے۔ عربی زبان کا ایک محاورہ ہے: قد نسينا فلان فلا يذكرنا ۔اس کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ وہ شخص ان کے لیے کسی بھلائی کا حکم جاری نہیں کرتا اور ان کا ذکر خیر بھی نہیں کرتا۔

اس حدیث کا مفہوم بھی یہی ہے کہ جب لفظ نسیان خدا کی طرف منسوب ہو تو اس کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ خدا فلاں کے لیے بھلائی کا حکم نہیں دیتا۔

قیامِ قائمؑ کی طرف اشارہ

هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا تَأْوِيلَهُ ۚ يَوْمَ يَأْتِي تَأْوِيلُهُ ......

''اب کیا یہ لوگ اس کے انجام کے منتظر ہیں تو جس دن اس کا انجام سامنے آئے گا تو جنھوں نے پہلے اسے نظر انداز کیا ہوگا وہ کہیں گے کہ واقعی ہمارے رب کے رسول حق لے کر آئے تھے......''

تفسیر علی بن ابراہیم میں مذکور ہے کہ یہ آیت ان آیات میں سے ہے جن کی تنزیل ظاہر ہو چکی ہے اور ابھی تک ان کی تاویل آنا باقی ہے۔ اس کی تاویل قائم آلِ محمدؐ کے ظہور کے وقت منظرِ عام پر آئے گی۔

إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ قف يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا لا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ مُسَخَّرٰتٍ بِأَمْرِهِ ط أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ ط تَبٰرَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعٰلَمِينَ ﴿٥٤﴾ اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ط إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ﴿٥٥﴾ ج وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا وَادْعُوهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ط إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٥٦﴾ وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ ط حَتّٰى إِذَا أَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَأَنْزَلْنَا بِهِ الْمَاءَ فَأَخْرَجْنَا بِهِ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ط كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿٥٧﴾ وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ ج وَالَّذِي خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا ط كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُونَ ﴿٥٨﴾ ع لَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلٰى قَوْمِهِ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِّنْ إِلٰهٍ غَيْرُهُ ط إِنِّيْ أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿٥٩﴾ قَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِهِ إِنَّا لَنَرٰكَ فِي ضَلٰلٍ مُّبِينٍ ﴿٦٠﴾ قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِي ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّي رَسُولٌ مِّنْ

رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۶۱ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنْصَحُ لَكُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ
اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۶۲ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ
عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْا وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝۶۳
فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ
كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ ۝۶۴ ع وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ
هُوْدًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا
تَتَّقُوْنَ ۝۶۵ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ
سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝۶۶ قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ
سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۶۷ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ
رَبِّيْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ ۝۶۸ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ
مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ ؕ وَاذْكُرُوْۤا اِذْ جَعَلَكُمْ
خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ۚ فَاذْكُرُوْۤا
اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۶۹ قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ
وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ
الصّٰدِقِيْنَ ۝۷۰ قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ ؕ

اَتُجَادِلُوْنَنِیْ فِیْۤ اَسْمَآءٍ سَمَّیْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ
بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ فَانْتَظِرُوْۤا اِنِّیْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ ۝۷۱
فَاَنْجَیْنٰهُ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا
بِاٰیٰتِنَا وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ ۝۷۲ وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ
یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَیِّنَةٌ
مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰیَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِیْۤ اَرْضِ
اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَیَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝۷۳ وَاذْكُرُوْۤا اِذْ
جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْ بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ فِی الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ
سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُیُوْتًا ۚ فَاذْكُرُوْۤا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَلَا
تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ۝۷۴ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا
مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ
صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قَالُوْۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ۝۷۵
قَالَ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا بِالَّذِیْۤ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝۷۶ فَعَقَرُوا
النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوْا یٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ
كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۝۷۷ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ

جٰثِمِیۡنَ ﴿۷۸﴾ فَتَوَلّٰی عَنۡہُمۡ وَ قَالَ یٰقَوۡمِ لَقَدۡ اَبۡلَغۡتُکُمۡ رِسَالَۃَ رَبِّیۡ وَ نَصَحۡتُ لَکُمۡ وَ لٰکِنۡ لَّا تُحِبُّوۡنَ النّٰصِحِیۡنَ ﴿۷۹﴾ وَ لُوۡطًا اِذۡ قَالَ لِقَوۡمِہٖۤ اَتَاۡتُوۡنَ الۡفَاحِشَۃَ مَا سَبَقَکُمۡ بِہَا مِنۡ اَحَدٍ مِّنَ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۸۰﴾ اِنَّکُمۡ لَتَاۡتُوۡنَ الرِّجَالَ شَہۡوَۃً مِّنۡ دُوۡنِ النِّسَآءِ ؕ بَلۡ اَنۡتُمۡ قَوۡمٌ مُّسۡرِفُوۡنَ ﴿۸۱﴾ وَ مَا کَانَ جَوَابَ قَوۡمِہٖۤ اِلَّاۤ اَنۡ قَالُوۡۤا اَخۡرِجُوۡہُمۡ مِّنۡ قَرۡیَتِکُمۡ ۚ اِنَّہُمۡ اُنَاسٌ یَّتَطَہَّرُوۡنَ ﴿۸۲﴾ فَاَنۡجَیۡنٰہُ وَ اَہۡلَہٗۤ اِلَّا امۡرَاَتَہٗ ۫ۖ کَانَتۡ مِنَ الۡغٰبِرِیۡنَ ﴿۸۳﴾ وَ اَمۡطَرۡنَا عَلَیۡہِمۡ مَّطَرًا ؕ فَانۡظُرۡ کَیۡفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الۡمُجۡرِمِیۡنَ ﴿۸۴﴾ ع

''اس میں شک نہیں کہ تمھارا رب اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں (ادوار) میں پیدا کیا۔ اس کے بعد عرش پر اپنا اقتدار قائم کیا۔ وہ رات کو دن پر ڈھانپ دیتا ہے۔ رات تیزی سے اس کے پیچھے دوڑا کرتی ہے اور آفتاب و ماہتاب اور ستارے سب اسی کے حکم کے تابع ہیں۔ آگاہ رہو اسی کے لیے خلق بھی ہے اور امر بھی ہے۔ وہ نہایت صاحب برکت اللہ ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

تم اپنے رب کو گڑگڑا کر اور چپکے چپکے پکارو۔ بے شک وہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور زمین میں اصلاح کے بعد فساد پیدا نہ کرنا اور خدا کو پکارو خوف کے ساتھ اور طمع کے ساتھ یقیناً اللہ کی رحمت صاحبانِ حسنِ عمل سے قریب ہے۔

وہ خدا ہی ہے جو ہواؤں کو اپنی رحمت کے آگے آگے خوشخبری لیے ہوئے بھیجتا ہے۔ پھر

جب وہ پانی سے لدے ہوئے بادل اُٹھا لیتی ہیں تو ہم انھیں مُردہ شہروں کو زندہ کرنے کے لیے لے جاتے ہیں۔ پھر پانی برسا دیتے ہیں اور اس کے ذریعہ مختلف پھل پیدا کر دیتے ہیں اور اسی طرح سے ہم مُردوں کو زندگی دیتے ہیں تا کہ تم اس سے سبق حاصل کرو۔

جو زمین اچھی ہوتی ہے وہ اپنے رب کے حکم سے خوب پھل پھول لاتی ہے اور جو زمین خراب ہوتی ہے تو اس سے ناقص پیداوار کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔ اسی طرح سے ہم شکر کرنے والی قوم کے لیے اپنی آیتیں اُلٹ پلٹ کر بیان کرتے ہیں۔ بے شک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تو انھوں نے کہا: اے برادرانِ قوم! اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمھارا کوئی خدا نہیں ہے۔ میں تمھارے متعلق ہولناک عذاب سے ڈرتا ہوں۔

اس کی قوم کے سرداروں نے جواب دیا ہم کو تو یہ دکھائی دیتا ہے کہ تم صریح گمراہی میں مبتلا ہو۔ نوح نے کہا: اے برادرانِ قوم! میں کسی گمراہی میں پڑا ہوا نہیں ہوں۔ میں تو رب العالمین کی طرف سے بھیجا ہوا نمائندہ ہوں۔ میں تمھیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور تمھاری خیر خواہی کرتا ہوں اور خدا کی طرف سے میں وہ کچھ جانتا ہوں جو تمھیں معلوم نہیں ہے۔

کیا تمھیں اس بات پر تعجب ہوا ہے کہ تمھارے پاس خود تمھاری اپنی قوم کے ایک آدمی کے ذریعہ سے تمھارے رب کی یاد دہانی آئی تا کہ وہ تمھیں خبردار کرے تا کہ تم غلط روش سے بچ جاؤ اور تم پر رحم کیا جائے؟

پھر ان لوگوں نے نوحؑ کو جھٹلا دیا تو ہم نے اسے اور اس کے ان ساتھیوں کو جو کشتی میں سوار تھے، نجات دے دی اور ہم نے ان لوگوں کو ڈبو دیا جنھوں نے ساری آیات کو جھٹلایا تھا۔ یقیناً وہ اندھے لوگ تھے۔

اور ہم نے قومِ عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھیجا تو انھوں نے کہا کہ اے قوم والو! اللہ کی

عبادت کرو اس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں ہے۔ کیا تم اپنی غلط روش سے پرہیز نہ کرو گے۔ اس کی قوم کے سرداروں نے جو اس کی بات ماننے سے انکار کر دیا تھا' جواب میں کہا: ہم تو تمھیں بے عقلی میں مبتلا سمجھتے ہیں اور ہم تمھیں جھوٹوں میں سے سمجھتے ہیں۔
انھوں نے جواب دیا کہ مجھ میں کوئی حماقت نہیں ہے۔ میں تو رب العالمین کا رسول ہوں۔ میں تم کو اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور میں تمھارے لیے ایک امانت دار خیر خواہ ہوں۔ کیا تمھیں اس بات پر تعجب ہوا کہ تمھارے پاس خود تمھاری قوم کے ایک آدمی کے ذریعہ سے تمھارے رب کی یاد دہانی آئی تا کہ وہ تمھیں خبردار کرے؟ اور یاد کرو کہ تم کو اس نے قومِ نوح کے بعد اس کا جانشین بنایا ہے اور اس نے تمھیں خوب تنومند کیا۔ اللہ کی نعمات کو یاد کرو تا کہ تم کامیابی حاصل کرسکو۔

قوم والوں نے کہا کیا آپ ہمارے پاس یہ پیغام لائے ہیں کہ ہم صرف ایک خدا کی عبادت کریں اور ان معبودوں کو چھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے آباء و اجداد کیا کرتے تھے۔ اگر آپ سچے ہیں تو ہم پر وہ عذاب لے آئیں جس کی ہمیں تم دھمکی دیتے رہتے ہو۔ اس نے کہا کہ تم پر خدا کی طرف سے پھٹکار پڑ گئی اور اس کا غضب ٹوٹ پڑا۔ کیا تم مجھ سے ان ناموں پر جھگڑتے ہو جو تم نے اور تمھارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں جن کے لیے اللہ نے کوئی سند نازل نہیں کی؟ اچھا اب تم انتظار کرو اور میں بھی تمھارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔

ہم نے ہود اور اس کے ساتھیوں کو اپنی رحمت سے بچالیا اور ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی جو ہماری آیات کو جھٹلا چکے تھے اور ایمان لانے والے تھے اور قومِ ثمود کی طرف ہم نے ان کے بھائی صالح کو بھیجا۔ اس نے کہا: اے برادرانِ قوم! خدا کی عبادت کرو اس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں ہے۔ تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے کھلی دلیل آ چکی ہے۔

یہ اللہ کی اُونٹنی تمھارے لیے ایک نشانی ہے اسے چھوڑ دو کہ خدا کی زمین میں چرتی پھرے اور اس کو کوئی تکلیف نہ پہنچانا ورنہ ایک دردناک عذاب تمھیں آ کر گھیر لے گا۔

اور وہ وقت یاد کرو جب خدا نے قومِ عاد کے بعد تمھیں جانشین بنایا اور تمھیں زمین میں اس شان سے بسایا کہ تم ہموار میدانوں پر عالی شان محل بناتے ہو اور اس کے پہاڑوں کو مکانات کی شکل میں تراشتے ہو۔ اللہ کی نعمات کو یاد رکھو اور زمین میں فساد نہ پھیلاتے پھرو۔

اس کی قوم کے سرداروں نے جو بڑے بنے ہوئے تھے' کمزور طبقہ ان لوگوں سے جو ایمان لے آئے تھے' کہا کہ کیا تمھیں اس بات کا یقین ہے کہ صالح خدا کی طرف سے بھیجا گیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا: بے شک ہم اس کے پیغام پر ایمان رکھتے ہیں۔ بڑائی کے ان دعویداروں نے کہا جس چیز کو تم نے مانا ہے ہم اس کے منکر ہیں۔ پھر انھوں نے ناقہ کی کونچیں کاٹ دیں اور حکمِ خدا سے سرتابی کی اور کہا کہ صالح! اگر تو رسولوں میں سے ہے تو ہم پر وہ عذاب لے آ جس کی تو ہمیں دھمکیاں دیتا رہتا ہے۔

آخرکار ایک دہلا دینے والی آفت نے انھیں آلیا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے کے پڑے رہ گئے۔ اور صالح یہ کہتا ہوا ان کی بستیوں سے چلا کہ اے میری قوم میں نے تمھیں اپنے رب کا پیغام پہنچایا اور میں نے تمھاری خیرخواہی کی مگر تمھیں خیرخواہ پسند ہی نہیں ہیں۔

اور لوط کو یاد کرو جب انھوں نے اپنی قوم سے کہا کہ تم ایسے بے حیا ہو چکے ہو کہ وہ فحش کام کرتے ہو جو تم سے پہلے دنیا میں کسی نے نہیں کیا۔ تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے اپنی خواہش پوری کرتے ہو یقیناً تم لوگ حد سے گزر جانے والے لوگ ہو مگر اس کی قوم کا جواب اس کے سوا اور کچھ نہ تھا کہ ان لوگوں کو اپنی بستیوں سے باہر نکال دو' یہ بڑے پاکباز

بنتے ہیں۔ ہم نے انھیں اور ان کے گھر والوں کو نجات دے دی بجز اس کی بیوی کے جو پیچھے رہ جانے والوں میں تھی۔ ہم نے ان کے اُوپر (پتھروں کی) بارش برسائی۔ دیکھو مجرمین کا کیا انجام ہوا۔

آسمان اور زمین چھ دنوں (ادوار) میں پیدا ہوئے

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ......

''تمھارا رب وہ اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا......''

احتجاج طبرسی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے' آپؐ نے فرمایا:

اگر خدا چاہتا تو آسمانوں اور زمین کو پلک جھپکنے کی دیر میں بھی بنا سکتا تھا لیکن اس نے اچانک تخلیق کی بجائے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں (چھ ادوار) میں پیدا کیا۔ اسی طرح سے اگر خدا چاہتا تو اپنے اوامر ونواہی ایک مرتبہ ہی نازل کر سکتا تھا۔ لیکن اس نے اپنے امناء و حجج کے دلوں کو مضبوط کرنے کے لیے مرحلہ وار احکام نازل کیے۔

کتاب الخصال میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: اللہ نے بارہ مہینے پیدا کیے اور ان کے تین سو ساٹھ دن مقرر فرمائے۔ آسمانوں اور زمین کی تخلیق کے چھ دن ان سے کاٹ لیے گئے۔ اسی لیے ہر مہینہ تیس دن کا نہیں ہوتا۔

عبدالعزیز کے والد کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ ایک سال کے کتنے دن ہوتے ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: سال تین سو ساٹھ دن کا ہوتا ہے لیکن ارض و سماء کی تخلیق کے چھ دن نفی کرنے کے بعد سال کے ۳۵۴ دن باقی بچے۔

ویرانے میں حفاظت کی دعا

اصول کافی میں اصبغ بن نباتہ سے مروی ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: جس شخص کو ویرانے میں رات بسر کرنا پڑے تو وہ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ یَطْلُبُهٗ حَثِیْثًا ۙ وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ؕ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ؕ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ

الْعٰلَمِیْنَ۝ تک اس آیت مجیدہ کو پڑھے۔ ملائکہ اس کا پہرہ دیں گے اور شیاطین اس سے دُور رہیں گے۔

جب امیرالمومنین علیہ السلام نے یہ ارشاد فرمایا تو اس کے کچھ دن بعد ایک شخص سفر پر نکلا اور اتفاق سے اسے ویرانے میں رات آ گئی اور اس نے یہ آیت نہ پڑھی اور سو گیا۔ کچھ دیر بعد شیاطین نے اسے گھیر لیا۔ سوتے میں اس نے محسوس کیا کہ کسی نے اس کی ناک پکڑ رکھی ہے۔ وہ بیدار ہوا' اس نے حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کی بتائی ہوئی مندرجہ بالا آیت کو پڑھ کر اپنے اوپر دم کیا۔ شیطان نے اپنے چیلے سے کہا: تیری ناک خاک آلود ہو' اب صبح ہونے تک اس کی حفاظت کر۔

اس کے بعد وہ شخص آرام سے سو گیا۔ صبح ہوئی تو وہ امیرالمومنین علیہ السلام کے پاس آیا اور اس نے آپ سے سارا واقعہ بیان کیا۔ آپؑ نے اس کا واقعہ سن کر فرمایا کہ تمہاری گفتگو میں مجھے سچائی کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ پھر آپؑ اسے ساتھ لے کر اس ویرانے میں گئے' وہاں بالوں کا ایک گچھا دکھائی دی۔ آپؑ نے فرمایا: یہ گچھا شیطان کے بالوں کا ہے۔

من لایحضرہ الفقیہ میں مرقوم ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا: علی! جس کو جادوگر یا شیطان (آسیب) کا ڈر ہو تو وہ یہ آیت پڑھے: اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ...... تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ۝ خدا نے چاہا تو وہ محفوظ رہے گا۔

شیخ مفید روضۃ الواعظین میں رقم طراز ہیں کہ یہودیو کا ایک گروہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور انھوں نے آپؐ سے آسمانوں اور زمین کی تخلیق کے متعلق سوال کیا۔ آپؐ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے اتوار اور سوموار کے دن زمین کو پیدا کیا اور پہاڑوں اور ان میں مدفون خزائن کو منگل کے دن پیدا کیا۔ درخت' پانی اور آباد و یران مقامات کو بدھ کے دن پیدا کیا' جمعرات کے دن آسمان پیدا فرمایا۔ جمعہ کے دن ستارے' سورج' چاند اور فرشتوں کو پیدا کیا"۔

یہودیوں نے کہا: اس کے بعد کیا ہوا؟ آپؐ نے فرمایا: اس کے بعد اللہ نے عرش پر اپنا اقتدار قائم کیا۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ اللہ نے جمعرات کے دن جنت کو پیدا کیا اور اس کا نام "مونس" رکھا۔

احتجاج طبرسی میں حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى۝ کا مفہوم یہ ہے کہ خدا نے اپنی تدبیر جاری کی اور اپنے فرمان صادر کیے۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے اس آیت کا مفہوم دریافت کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا: اس کا مفہوم یہ ہے۔ اس نے ہر چھوٹی بڑی چیز کا نظام سنبھالا۔

مؤلف کتاب ہذا عرض کرتا ہے کہ اَلرَّحۡمٰنُ عَلَى الۡعَرۡشِ اسۡتَوٰى ۝ کی مزید وضاحت آپ سورہ ہود کی آیت وَهُوَ الَّذِىۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ فِىۡ سِتَّةِ اَيَّامٍ اور سورۂ طٰہٰ کی آیت اَلرَّحۡمٰنُ عَلَى الۡعَرۡشِ اسۡتَوٰى ۝ کے ضمن میں ملاحظہ کریں گے۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں حضرت علی علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے جس میں آپ نے یہ کلمات بھی ارشاد فرمائے:

''زمین کا طول وعرض پانچ سو سال کی مسافت کے مساوی ہے جس میں سے ویران زمین کا طول وعرض چار سال کی مسافت کے برابر ہے اور آباد زمین کا طول وعرض ایک سو سال کی مسافت کے برابر ہے۔ سورج کا قطر ۶۰×۶۰ فرسخ ہے اور چاند کا قطر ۴۰×۴۰ فرسخ ہے۔ ان کا اندرونی حصہ اہلِ آسمان کو روشنی فراہم کرتا ہے اور ان کا بیرونی حصہ اہلِ زمین کو روشنی دیتا ہے۔ ستارے زمین پر قائم بڑے بڑے پہاڑ جیسے ہیں۔ اللہ نے سورج کو چاند سے پہلے بنایا تھا۔

سلام بن مستنیر کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے کہا کہ سورج چاند سے زیادہ گرم کیوں ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ نے سورج کو آگ کی روشنی اور صاف پانی سے پیدا کیا۔ ایک حصہ آگ کی روشنی کا رکھا اور ایک حصہ پانی کا رکھا اور جب سات طبقات مکمل ہو گئے تو اسے آگ کا لباس پہنایا۔ اسی وجہ سے سورج چاند سے زیادہ گرم ہے۔

میں (راوی) نے کہا کہ اللہ نے چاند کو کس سے بنایا؟

آپؑ نے فرمایا: اللہ نے چاند کو آگ کے نور کی روشنی اور صاف پانی سے بنایا۔ ایک حصہ آگ کی روشنی کا رکھا اور ایک حصہ پانی کا رکھا اور یوں اس کے ساتھ طبقات مکمل کیے۔ اس کے بعد اسے پانی کا لباس پہنا دیا۔ یہی وجہ ہے کہ چاند سورج کی بہ نسبت ٹھنڈا ہے۔

الخرائج والجرائح میں مذکور ہے کہ محمد بن صالح نے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سے لِلّٰهِ الۡاَمۡرُ مِنۡ قَبۡلُ وَمِنۡۢ بَعۡدُ (الروم:۴) کے متعلق سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا:

امر سے پہلے بھی اسی کا امر نافذ ہوتا ہے اور امر کے بعد بھی اسی کا امر کارفرما رہتا ہے۔

میں (راوی) نے اپنے دل میں کہا کہ یہی بات اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی اس آیت میں ارشاد فرمائی ہے: اَلَا لَهُ الۡخَلۡقُ وَالۡاَمۡرُ ؕ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۝ (اعراف:۵۴) (اسی کے لیے خلق بھی ہے اور امر بھی ہے، وہ نہایت صاحب

برکت خدا ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے)۔

حضرت امام علیہ السلام میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: معاملہ وہی ہے جس کے متعلق اللہ نے بیان کیا ہے اور جسے تم نے ابھی دل میں سوچا ہے۔ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ ؕ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۵۴﴾

جب میں نے یہ محسوس کیا کہ امام میرے دل کے راز سے واقف ہیں تو میں نے بے ساختہ کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ حجت خدا ہیں اور مخلوق میں حجتِ خدا کے فرزند ہیں۔

چیخ چیخ کر دعا نہیں مانگنی چاہیے

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْیَةً ؕ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ﴿۵۵﴾

''تم اپنے رب کو گڑگڑا کر اور چپکے چپکے پکارو بے شک وہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو ناپسند کرتا ہے''۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک غزوہ سے واپس آرہے تھے۔ راستہ میں آپ ایک وادی سے گزرے تو آپؐ کے صحابہ نے زور زور سے تہلیل وتکبیر کی آوازیں بلند کیں۔ آپؐ نے ان سے فرمایا:

لوگو! ٹھہر جاؤ، تم کسی بہرے یا غائب کو نہیں پکار رہے، تم اسے پکار رہے ہو جو سننے والا بھی ہے اور قریب بھی ہے۔ وہ تمھارے ساتھ ہے۔

اصول کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

دعائے تضرع یہ ہے کہ تم دعا کے وقت اپنے چہرے کے سامنے والی انگشت سبابہ (انگشت شہادت) کو حرکت دو اور ''دعائے خفیہ'' بھی یہی ہے۔

مصباح شریعہ میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: دن رات کے اوقات میں نہایت تضرع اور عاجزی کے ساتھ اپنے تمام معاملات کی تکمیل کے لیے خدا سے مدد طلب کرو۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْیَةً ؕ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ﴿۵۵﴾ (تم اپنے رب کو گڑگڑا کر اور چپکے چپکے پکارو بے شک وہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو ناپسند کرتا ہے) جب کہ ہمارے زمانے کے قُراء کی عادت ہی زور زور سے پکارنا ہے۔

اصلاح کے بعد زمین میں فساد نہ کرو

وَلَا تُفۡسِدُوۡا فِی الۡاَرۡضِ بَعۡدَ اِصۡلَاحِهَا ''اور زمین میں اصلاح کے بعد فساد پیدا نہ کرو''۔

روضہ کافی میں میسر سے منقول ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے اس آیت کا مفہوم پوچھا تو آپؑ نے فرمایا: میسر زمین پہلے فاسد تھی۔ اللہ نے اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ سے اس کی اصلاح کی ہے اسی لیے خدا نے حکم دیا ہے کہ اب جب کہ اصلاح ہو چکی ہے تم دوبارہ اس میں فساد پیدا نہ کرو۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ زمین کی اصلاح رسولؐ خدا اور امیر المومنین علیہ السلام سے وابستہ تھی۔ آنحضرت نے اپنے دور میں زمین کی اصلاح فرمائی۔ امیر المومنینؑ کے دور میں لوگوں نے آپ کو چھوڑ کر زمین میں فساد برپا کیا تھا۔

اچھی زمین اچھی پیداوار دیتی ہے

وَالۡبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخۡرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذۡنِ رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِیۡ خَبُثَ لَا يَخۡرُجُ اِلَّا نَكِدًا ؕ

''جو زمین اچھی ہوتی ہے وہ اپنے رب کے حکم سے خوب پھل پھول لاتی ہے اور جو زمین خراب ہوتی ہے تو اس کی پیداوار بھی ناقص ہوتی ہے''۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں ہے کہ اس آیت کی ایک تاویل یہ ہے کہ اس سے ائمہ اور ان کے مخالفین کے علم کی تمثیل بیان کی گئی ہے۔ ائمہ علیہم السلام ''بلد طیب'' کا حکم رکھتے ہیں اسی لیے وہ بہترین علم پھیلاتے ہیں اور ان کے مخالف ''بلد خبیث'' کی مانند ہیں لہٰذا ان کا علم بھی شورہ زار ہوتا ہے اور کذب و فساد پر مبنی ہوتا ہے۔

کتاب المناقب میں محاسن برقی کے حوالہ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ عمرو بن العاص نے امام حسین علیہ السلام سے کہا تھا کہ آپ حضرات کی داڑھیاں بھرپور ہوتی ہیں جب کہ ہماری داڑھیاں درمیان میں خالی ہوتی ہیں آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ حضرت امام علیہ السلام نے جواب میں یہ آیت پڑھی: وَالۡبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخۡرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذۡنِ رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِیۡ خَبُثَ لَا يَخۡرُجُ اِلَّا نَكِدًا ؕ ''اچھی زمین خوب پھل پھول لاتی ہے اور خراب زمین کی پیداوار بھی ناقص ہوتی ہے''۔

حضرت نوحؑ

لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا اِلٰی قَوۡمِهٖ فَقَالَ يٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمۡ مِّنۡ اِلٰهٍ غَيۡرُهٗ ؕ اِنِّیۡۤ اَخَافُ

عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿٥٩﴾

''بے شک ہم نے نوحؑ کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تو انھوں نے کہا: اے برادرانِ قوم! اللہ کی عبادت کرو اس کے علاوہ تمھارا کوئی معبود نہیں ہے مجھے تمھارے متعلق یوم عظیم کے عذاب کا اندیشہ ہے''۔

روضہ کافی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے جس میں آپؑ نے یہ کلمات بھی فرمائے:

''حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت نوح علیہ السلام کی بشارت دی تھی اور انھوں نے کہا تھا کہ اللہ ایک نبی بھیجے گا جس کا نام نوح ہوگا۔ وہ لوگوں کو خدا کی طرف بلائے گا لیکن لوگ اس کی تکذیب کریں گے' اللہ ان پر طوفان بھیج کر انھیں ہلاک کر دے گا''۔ حضرت آدم اور نوح علیہما السلام کے درمیان دس پشتوں کا فاصلہ ہے اور دس کے دس انبیاء و اوصیاء تھے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے فرزند شیث ہبۃ اللہ کو وصیت کی تھی کہ اپنی اولاد سے کہہ دینا کہ ان میں سے نوح کا زمانہ جسے بھی میسر آئے گا تو وہ اس پر ایمان لے آئے اور اس کی پیروی کرے، اور جو ایسا کرے گا وہ غرق ہونے سے بچ جائے گا۔

اس وصیت کے بعد حضرت آدمؑ بیمار ہوئے اور ان کی وفات ہوگئی۔ پھر حضرت شیث ہبۃ اللہ نے اپنے والد کی تجہیز و تکفین کی۔ جب تدفین سے فارغ ہو کر شیث ہبۃ اللہ اپنے گھر آئے تو اس وقت ان کا بھائی قابیل ان کے پاس آیا اور اس نے ان سے کہا:

ہبۃ اللہ! میں جانتا ہوں کہ میرے والد آدم نے اپنے آپ کو خاص علم عطا کیا ہے جس سے انھوں نے مجھے محروم رکھا تھا اور تم سے پہلے انھوں نے یہی علم ''ہابیل'' کو دیا تھا اور اسی علم کی وجہ سے ہابیل کی قربانی قبول ہوئی تھی اور میری قربانی مسترد ہوئی تھی۔ میں نے ہابیل کو اس لیے قتل کیا تاکہ کہیں اس کی ہونے والی اولاد میری اولاد پر یہ فخر نہ کر سکے کہ ہمارے باپ کی قربانی قبول ہوئی تھی اور ان کے باپ کی قربانی مسترد ہوئی تھی۔ اب میں آپ کو یہی بات کہنے آیا ہوں کہ اگر آپ نے اپنے والد کے بتائے ہوئے علم کا اظہار کیا تو میں آپ کو بھی ہابیل کی طرح سے قتل کر دوں گا۔

اس دھمکی کی وجہ سے حضرت ہبۃ اللہ اور ان کی اولاد نے اپنے علم' ایمان' اسم اکبر' میراثِ نبوت اور علمِ نبوت کے آثار کو اپنے پاس مخفی رکھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کو بھیجا۔ اس وقت ہبۃ اللہ کی اولاد نے تبرکاتِ انبیاء کو دیکھا تو اس میں حضرت آدمؑ کی وصیت لکھی ہوئی تھی کہ عنقریب اللہ نوح کو نبی بنا کر مبعوث کرے گا اور انھیں یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر سال میں ایک دن حضرت ہبۃ اللہ اپنی تمام اولاد کو جمع کرتے تھے اور انھیں نوحؑ کے آنے کی بشارت دیتے تھے اور اس دن

وہ اچھا خاصا جشن مناتے تھے۔ چنانچہ جب انھیں آدمؑ کی اس وصیت اور ہبۃ اللہ کے اس طرزِ عمل کا علم ہوا تو کچھ خوش نصیب نوحؑ پر ایمان لائے۔

پھر حضرتؑ کے بعد ان کی اولاد اور ان کی وصیت کے مطابق ابراہیمؑ کا انتظار کرنے لگی اور ابراہیمؑ نے حضرت محمدؐ کے آنے کی دعا مانگی تھی اور ان کی بشارت دی تھی۔ چنانچہ وصیت کا وہ سلسلہ جو آدمؑ سے جاری ہوا وہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک چلتا آیا۔ آدمؑ و نوحؑ کے درمیان جو انبیاء تھے انھوں نے اپنے آپ کو دشمنوں کے خوف سے مخفی رکھا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ نے بھی قرآن مجید میں ان کے ذکر کو مخفی رکھا ہے اور جن انبیاء نے کھل کر تبلیغ کی تھی اللہ تعالیٰ نے ان کے ناموں کا بھی قرآن میں تذکرہ کیا ہے۔

مجمع البیان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تو انھوں نے اپنی قوم کو اعلانیہ طور پر دین کی دعوت دی اور جب ہبۃ اللہ کی نسل نے سنا کہ نوحؑ ان کے علم کی تصدیق کرتے ہیں تو انھیں یقین ہوگیا کہ یہ سچے ہیں۔ چنانچہ وہ ان پر ایمان لائے اور ان کی تصدیق کی جب کہ قابیل کی اولاد نے ان کی تکذیب کی اور انھوں نے کہا: اگر خدا نے رسول بنا کر کسی کو بھیجا ہی تھا تو وہ کسی فرشتہ کو رسول بنا کر روانہ کرتا۔

مؤلف کتاب ہذا عرض کرتا ہے کہ حضرت نوحؑ کا تفصیلی واقعہ سورہ ہود کے ضمن میں بیان کیا جائے گا۔

کتاب کمال الدین وتمام النعمۃ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب نوحؑ کی وفات کا وقت آیا تو انھوں نے اپنے پیروکاروں کو بلا کر ان سے کہا: میرے بعد کچھ عرصہ تک غیبت کا دور جاری رہے گا جس میں طاغوتوں کا غلبہ ہوگا۔ میری اولاد میں سے اللہ ہود کو بھیجے گا، وہ قیام کرے گا۔ خدا اسے حسن و وقار دے گا۔ وہ خلقت اور اخلاق میں میرے مشابہہ ہوگا۔

حضرت ہود اور قومِ عاد

وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۶۵﴾

"اور ہم نے قومِ عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھیجا تو انھوں نے کہا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں ہے کیا تم اپنی غلط روش سے پرہیز نہ کرو گے؟"

کتاب کمال الدین وتمام النعمۃ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا: جب اللہ نے

حضرت ہودؑ کو مبعوث کیا تو سام بن نوح کی اولاد ان پر ایمان لائی۔ ان کے علاوہ دوسرے لوگوں نے اپنی طاقت پر گھمنڈ کیا اور کہا: مــن اشد منا قوة (فصلت: ۱۵) ''ہم سے زیادہ طاقتور اور کون ہے؟'' جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خدا نے ان پر ''ریح عقیم'' (بے فیض ہوا) کا عذاب نازل کیا اور وہ تباہ و برباد ہو گئے۔ حضرت ہودؑ نے حضرت صالحؑ کی بشارت دی تھی۔

روضہ کافی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک حدیث منقول ہے جس کا ایک حصہ حسب ذیل ہے: نوح علیہ السلام نے اپنے فرزند سام کو ہود علیہ السلام کی بشارت دی تھی۔ حضرت نوح اور ہود کے درمیان کافی انبیاء گزرے ہیں مگر حضرت نوحؑ نے خصوصیت سے ان کی بشارت دی تھی اور فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ ایک نبی بھیجے گا جس کا نام ہود ہوگا۔ وہ اپنی قوم کو خدا کی دعوت دے گا مگر اس کی قوم اس کی دعوت کو قبول نہیں کرے گی۔ اللہ تعالیٰ اس کے منکرین پر تیز ہوا کا عذاب نازل کرے گا اور انھیں اس سے ہلاک کر دے گا۔ میں تمھیں نصیحت کرتا ہوں کہ جو اس کا زمانہ پائے گا وہ اس پر ایمان لائے گا اور اس کی پیروی کرے اور جو اس کی پیروی کرے گا وہ ہَوا کے عذاب سے بچ جائے گا۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے سام سے فرمایا کہ تم سال کا ایک دن مقرر کر لو۔ اس دن کو عید اور تہوار کا درجہ دو اور اس دن ہود کے آنے کا اعلان کرو۔ اور لوگوں کو بتاؤ کہ ہودؑ کے پاس علم و ایمان اور اسم اکبرؑ میراثِ علم اور علمِ نبوت کے آثار کا خزانہ ہوگا۔ پھر جب حضرت ہودؑ دنیا میں تشریف لائے تو اولاد سام نے کہا: یہ وہی نبی ہے جس کی نوحؑ نے ہمیں بشارت دی تھی۔ وہ اس پر ایمان لائے، اس کی پیروی کی اور اس کی تصدیق کی اور وہ خدا کے عذاب سے بچ گئے۔

کتاب کمال الدین وتمام النعمۃ میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ کچھ انبیاء کی دعوت عام تھی اور کچھ انبیاء کی دعوت خاص قوم قبیلہ یا شہر تک محدود تھی۔ حضرت ہودؑ کی نبوت صرف قومِ عاد کے لیے تھی۔

احتجاج طبرسی میں حضرت امام علی زین العابدین کے متعلق منقول ہے کہ آپؑ نے ایک بار فرمایا کہ اصحاب جمل و صفین ونہروان غلطی پر تھے اور وہ خدا کے عذاب کے حقدار ہیں۔

ایک کوئی نے کہا: مگر آپؑ کے دادا امیر المومنینؑ نے تو اپنے مخالفین کے متعلق فرمایا تھا: اخوانـنـا بـغـوا عـلـيـنـا (یہ ہمارے بھائی ہیں انھوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے)

امام سجاد علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں ان کی اخوت بھی وہی ہے جس کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے: وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا، جس طرح سے حضرت ہودؑ قومِ عاد کے بھائی تھے اسی طرح سے میرے دادا بھی ان کے بھائی تھے۔ لیکن یہ بات یاد رکھو کہ جب عذاب آیا تو ہود اور اس کے پیروکاروں کو نجات ملی۔ باقی تمام بھائی بند ہو گئے تھے۔ اسی طرح سے قیامت کے

دن حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام اور ان کے پیروکار ہی نجات پائیں گے' ان سے جنگ کرنے والے ان کے بھائی بند ہلاک ہو جائیں گے۔

تفسیر عیاشی میں سفیان سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کیا انسان اپنی زبان سے اپنی تعریف کر سکتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جب مجبوری ہو تو ایسا کرنا جائز ہے کیا تم دیکھتے ہو کہ یوسف علیہ السلام نے شاہِ مصر سے کہا تھا: انی حفیظ علیم (یوسف:۵۵) ''میں حفاظت کرنے والا اور علم رکھنے والا ہوں''۔ حضرت ہودؑ نے کہا تھا: انا لکم ناصح امین ''میں تمہارے لیے قابلِ اعتماد خیر خواہ ہوں''۔

مجمع البیان میں وَّزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْطَةً کے تحت مرقوم ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: قومِ عاد کے قد بہت بڑے تھے ان کے قد کھجور جتنے ہوتے تھے اور وہ اتنے طاقتور تھے کہ پہاڑ کو ہلا کر اس سے ایک ٹکڑا اکھاڑ لیتے تھے۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: خدا نے ایک گھر میں ہوا کو مقفل کر کے رکھا ہے اگر اس کا تالا کھول دیا جائے تو زمین و آسمان کی تمام چیزوں کو زیر و زبر کر کے رکھ دے۔ قومِ عاد کے لیے ایک انگوٹھی برابر اسے کھولا گیا تھا۔

حضرت ہودؑ صالحؑ شعیبؑ اسماعیل علیہم السلام اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عربی زبان بولا کرتے تھے۔

اصول کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ (اللہ کی نعمات کو یاد کرو) کی تلاوت کر کے ابو یوسف بزاز سے فرمایا: جانتے ہو نعمات سے کیا مراد ہے؟ اس نے کہا: مولا! آپؑ ہی بتائیں۔

آپؑ نے فرمایا: ویسے تو اللہ کی نعمات بے شمار ہیں ان میں عظیم نعمت ہماری ولایت ہے۔

تفسیر عیاشی میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: صبر اور کشائش کا انتظار بہت ہی بلند مرتبہ چیز ہے۔ کیا تم نے خدا کے نیک بندے کا یہ قول نہیں سنا: فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ۝ ''تم انتظار کرو' میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں''۔

مجمع البیان میں وَتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا (اور تم پہاڑ تراش کر مکان بناتے ہو) کے ضمن میں مرقوم ہے: وہ پہاڑ تراش کر اس میں اپنا گھر اس لیے بناتے تھے کہ ان کی عمریں زیادہ تھیں' عام مکانات ان کا عمر بھر ساتھ نہیں دے سکتے تھے۔

قومِ ثمود اور حضرت صالحؑ

وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْۤ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

''اور قومِ ثمود کی طرف ہم نے ان کے بھائی صالحؑ کو بھیجا اس نے کہا کہ اے برادرانِ قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے علاوہ کوئی تمہارا معبود نہیں ہے۔ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے کھلی دلیل آ چکی ہے۔ یہ اللہ کی اونٹنی تمہارے لیے ایک نشانی ہے، اسے چھوڑ دو کہ خدا کی زمین میں چرتی پھرتی رہے اور اس کو کوئی تکلیف نہ پہنچانا ورنہ ایک دردناک عذاب آ کر تمہیں گھیر لے گا''۔

کتاب احتجاج طبرسی میں مذکور ہے کہ شام کے ایک یہودی عالم نے امیرالمومنین علیہ السلام سے کہا: آپ صالحؑ نبی کو دیکھیں، اللہ نے ان کے لیے پہاڑ سے ناقہ برآمد کی تھی اور وہ ناقہ قومِ ثمود کے لیے خدا کی نشانی تھی۔ خدا نے تمہارے رسولؐ کو بھی کیا کوئی ایسا معجزہ دیا تھا؟

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں یہ سچ ہے کہ اللہ نے حضرت صالحؑ کو ناقہ کا معجزہ دیا تھا مگر اللہ نے ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان سے بھی بہتر معجزہ عطا کیا تھا۔ حضرت صالحؑ کی ناقہ نے ان سے کلام نہیں کیا تھا اور اس نے حضرت سے گفتگو نہیں کی تھی اس نے اپنی زبان سے حضرت کی نبوت کی گواہی نہیں دی تھی۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ہم ایک غزوہ کے سلسلہ میں آنحضرتؐ کے ساتھ تھے کہ اچانک ایک اونٹ آیا، اللہ تعالیٰ نے اسے بولنے کی طاقت عطا کی۔ اس نے فصیح زبان میں آپ سے گفتگو کی اور کہا کہ یارسولؐ اللہ! فلاں شخص ایک طویل عرصہ تک مجھ سے استفادہ کرتا رہا یہاں تک کہ اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں تو وہ مجھے نحر کرنا چاہتا ہے اور میں آپؐ سے پناہ طلب کرنے کے لیے آیا ہوں۔

رسولؐ خدا نے اس کے مالک کو طلب کیا اور فرمایا: تم یہ اونٹ مجھے بخش دو۔ اس شخص نے وہ اونٹ آنحضرت کو تحفہ میں دے دیا۔ آپؐ نے اس اونٹ کو آزاد کر دیا۔

دوسری بار کا ذکر ہے کہ ہم حبیبؐ خدا کے ساتھ تھے کہ لوگ ایک اعرابی کو پکڑ کر رسولؐ خدا کے پاس لے آئے اور ساتھ میں ایک ناقہ بھی تھی۔ گواہوں کی گواہی تھی کہ اس اعرابی نے اس ناقہ کو چوری کیا ہے لہٰذا اس کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں۔ ناقہ کو اللہ تعالیٰ نے بولنے کی قوت عطا کی۔ اس نے فصیح عربی زبان میں کہا: یارسولؐ اللہ! یہ شخص چور نہیں ہے،

گواہوں نے غلط گواہی دی۔ ہے میرا چور فلاں یہودی ہے۔

کتاب الخصال میں ابن عباس سے منقول ہے کہ رسولؐ خدا نے ایک دن علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: اے گروہ انصار! اے گروہ بنی ہاشم! اے اولاد عبدالمطلب! سنو! میں محمد اللہ کا رسول ہوں، اللہ نے میرے ساتھ میرے خاندان کے تین افراد کو قابلِ احترام طینت سے پیدا کیا۔ میں، علی، حمزہ اور جعفر ایک ہی محترم طینت سے پیدا ہوئے۔ ایک کہنے والے نے کہا: یا رسولؐ اللہ! یہ بتائیں کیا یہ سب افراد قیامت کے دن سوار ہوں گے؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: تیری ماں تیرے غم میں روئے۔ اس دن چار افراد سوار ہوں گے۔ میں سوار ہوں گا، علیؑ سوار ہوں گے، میری بیٹی فاطمہ زہراءؑ سوار ہوگی اور صالح نبی سوار ہوں گے۔ میں براق پر سوار ہوں گا۔ میری بیٹی فاطمہ "ناقہ عضباء" پر سوار ہوگی۔ صالح نبی اپنی ناقہ پر سوار ہوں گے اور علیؑ نور کی ناقہ پر سوار ہوں گے جس کی مہار یاقوت کی ہوگی اس پر دو سبز خلعتیں ہوں گی۔

اصول کافی میں امیرالمومنین علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا: کفر کے ستون چار ہیں: جس نے خدا کے فرمان سے تکبر کیا وہ شک میں مبتلا ہوا اور جو شک میں مبتلا ہوگا خدا اپنی سلطنت و جبروت کے ذریعہ سے اسے ذلیل کردے گا اور خدا اپنے جلال کے ذریعہ سے اسے چھوٹا کردے گا۔

واقعہ صالح علیہ السلام

روضہ کافی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی۔ آنحضرتؐ نے جبریل امینؑ سے پوچھا کہ قومِ صالح کس طرح سے ہلاک ہوئی تھی؟

جبریل امینؑ نے عرض کیا: صالح علیہ السلام کو سولہ برس کی عمر میں نبوت کے لیے مبعوث کیا گیا تھا۔ آپ اپنی قوم کو مسلسل تبلیغ کرتے رہے یہاں تک کہ آپ کی عمر ایک سو بیس برس کی ہوگئی۔ اس پورے ایک سو چار برس کی تبلیغ کے باوجود ان کی قوم ان پر ایمان نہ لائی۔ قومِ ثمود کے ستر بت تھے جن کی وہ لوگ عبادت کرتے تھے۔

حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ برادرانِ قوم! میں نے تمھیں ایک سو چار برس تک تبلیغ کی ہے لیکن تم نے میری تبلیغ کو مسترد کر دیا ہے اور تم بتوں کی عبادت پر بضد ہو۔ اب میں تمھارے سامنے اپنی طرف سے یہ پیش کش کرتا ہوں کہ میں تمھارے بتوں سے سوال کروں گا۔ اگر تمھارے بتوں نے مجھے جواب دیا تو میں تمھارے دین کو قبول کرلوں گا

ورنہ تمھاری جو خواہش ہو اس کا مجھ سے مطالبہ کرو۔ میں اپنے خدا سے سوال کروں گا وہ تمھاری حاجت پوری کرے گا۔

اگر تمھارے بتوں نے میری حاجت پوری کر دی تو میں تمھارا دین قبول کرلوں گا اور اگر تمھارے بت خاموش رہے اور کوئی جواب تک نہ دیا تو تم میرا دین قبول کر لینا اور تمھاری جو حاجت ہوگی خدا اسے پوری کرے گا۔

قومِ ثمود نے کہا: صالح! اب تم نے انصاف کی بات کی ہے۔ چند دنوں بعد ہماری عید ہے اور ہم اس دن اپنے بتوں کو جنگل میں لے جائیں گے اور پوری قوم بھی ان کی عبادت کے لیے جنگل میں جمع ہوگی۔ اس دن تم ہمارے بتوں سے گفتگو کرنا، ہمیں یقین ہے کہ ہمارے بت تم سے کلام کریں گے اور تمھاری حاجت پوری کریں گے۔

چنانچہ جب ان کی عید کا دن ہوا تو مشرکین نے بت خانہ سے اپنے بتوں کو اٹھایا اور جنگل میں لے آئے۔ قوم نے وہاں خوب لذیذ کھانے کھائے اور مشروبات پیئے۔ جب وہ کھانے پینے سے فارغ ہوئے تو انھوں نے کہا کہ اب صالح کو بلاؤ۔ چنانچہ صالح علیہ السلام کو بلایا گیا۔ آپ وہاں تشریف لائے جہاں بتوں کو بڑی ترتیب اور سلیقہ سے رکھا گیا تھا۔ بت پرستوں نے حضرتؑ سے کہا کہ اب آپؑ ہمارے معبودوں سے کلام کریں۔

آپؑ نے بت خانہ کے بڑے پروہت سے کہا کہ تمھارے اس بڑے بت کا نام کیا ہے؟ پروہت نے اس بت کا نام بتایا۔ آپ اس بت کے قریب گئے اور اس کا نام لے کر اسے آواز دی۔ لیکن بت کی طرف سے کوئی جواب موصول نہ ہوا۔ صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ دیکھو یہ جواب کیوں نہیں دیتا؟

قوم نے کہا کہ تم کسی اور بت کو صدا دو۔ حضرت صالح علیہ السلام نے ترتیب وار تمام بتوں کو آوازیں دیں لیکن کسی بھی بت نے جواب نہ دیا۔ مشرکین نے جب اپنے بتوں کی بے حسی اور لاچاری دیکھی تو وہ اپنے بتوں کی طرف آئے اور انھوں نے کہا کہ اے ہمارے خداؤ! کیا بات ہے تم جواب کیوں نہیں دیتے؟ پھر انھوں نے صالح علیہ السلام سے کہا کہ تم کچھ دیر کے لیے علیحدہ ہو جاؤ اور ہمیں اپنے خداؤں سے راز و نیاز کی باتیں کر لینے دو۔

صالح علیہ السلام وہاں سے ہٹ گئے۔ مشرکین نے اپنے سروں پر خاک ڈالی اور بتوں کے سامنے اپنے چہروں کو زمین پر رگڑنے لگے اور رو رو کر بتوں سے کہنے لگے: اے ہمارے معزز خداؤ! اگر تم نے آج صالح کو جواب نہ دیا تو ہمیں رسوائی اٹھانی پڑے گی۔ لہٰذا آج ہمیں رسوا ہونے سے بچالو اور صالح سے گفتگو کرو۔

پھر انھوں نے صالح علیہ السلام کو بلایا اور ان سے کہا کہ اب آپ ہمارے بتوں سے گفتگو کریں۔ صالح علیہ السلام پھر آگے بڑھے اور باری باری ہر بت سے گفتگو کی لیکن بتوں نے کوئی جواب نہ دیا۔

حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا: لوگو! اب سورج ڈھلنے والا ہے' تمھارے بتوں نے ابھی تک کوئی جواب نہیں دیا۔ اب تم نے میرے خدا سے جو کچھ طلب کرنا ہو وہ مجھ سے بیان کرو' میں اپنے خدا سے تمھارا سوال پورا کروں گا۔

قومِ صالح نے ستر افراد کا انتخاب کیا اور ان سے کہا کہ تم آپس میں خوب اچھی طرح سے صلاح مشورہ کر کے صالح سے کسی ناممکن چیز کا مطالبہ کرو تا کہ وہ بھی ہماری طرح سے عاجز ولاچار دکھائی دے۔

پھر انھوں نے صالح علیہ السلام سے کہا کہ یہ ہمارے نمائندہ افراد ہیں اور اگر آپؑ نے ان کا تجویز کردہ مطالبہ منظور کرا دیا تو ان کے ساتھ ہم سب کے سب آپ پر اور آپ کے خدا پر ایمان لائیں گے۔

قوم کے منتخب افراد نے پہلے تو آپس میں صلاح مشورہ کیا پھر انھوں نے صالح علیہ السلام سے کہا: صالح! ہم تجھ سے ایک چیز کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اگر تیرے رب نے ہمارا یہ مطالبہ پورا کر دیا تو ہم آپ کی پیروی کریں گے اور آپ کی اطاعت کریں گے۔ ہمارے ساتھ ہماری پوری قوم آپؑ کی بیعت کرے گی۔

حضرت صالح علیہ السلام نے کہا: تمھارا جو بھی مطالبہ ہو وہ بے دریغ بیان کرو۔

انھوں نے کہا کہ آپؑ ہمارے ساتھ قریبی پہاڑ تک چلیں۔ حضرت صالحؑ ان کے ساتھ پہاڑ تک آئے۔ اس وقت انھوں نے کہا: آپ اپنے رب سے درخواست کریں کہ وہ اس وقت اس پہاڑ سے ایک اونٹنی برآمد کرے' اونٹنی کا رنگ گہرا سرخ ہو اور اس پر بہت زیادہ بال ہوں اور وہ حاملہ ہو۔

حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا: تم نے جو مطالبہ کیا ہے یہ میرے لیے مشکل ہے لیکن میرے خدا کے لیے انتہائی آسان ہے۔ حضرت صالحؑ نے اللہ سے ناقہ کے لیے درخواست کی۔ آپ کی دعا جیسے ہی ختم ہوئی تو پہاڑ پھٹ گیا اور اس کی گڑگڑاہٹ اتنی زیادہ تھی کہ حاضرین کے عقل حیران رہ گئے۔ اس کے بعد پہاڑ سے ایسی آوازیں آئی جیسے کوئی حاملہ بچہ نکالنے کے وقت منہ سے نکالتی ہے۔ پھر لوگوں نے دیکھا کہ پہاڑ سے ناقہ کا سر برآمد ہوا پھر آہستہ آہستہ اس کا سارا وجود پہاڑ سے نکلا اور وہ زمین پر کھڑی ہوگئی۔

جب قومِ ثمود نے یہ معجزہ دیکھا تو انھوں نے حضرت صالح علیہ السلام سے کہا: صالح! تیرے رب نے تیری دعا فوراً سن لی ہے اب تم خدا سے دعا مانگو کہ یہ بچہ جنے۔ حضرت نے دعا مانگی تو اُونٹنی نے فوراً بچہ دیا۔ اس کے بعد حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا:

برادرانِ قوم! کیا اب بھی تمھارا کوئی مطالبہ باقی رہ گیا ہے؟ قوم کے نمائندوں نے کہا: نہیں' ہمارا مطالبہ پورا ہو چکا

ہے۔اب آپ ہمارے ساتھ چلیں' ہم اپنی قوم کو اس معجزہ کی خبر دیں گے تا کہ وہ بھی آپ پر ایمان لائیں۔ چنانچہ وہ ستر افراد حضرت صالح علیہ السلام کے ساتھ روانہ ہوئے لیکن گھر پہنچنے سے پہلے چونسٹھ افراد مرتد ہو گئے اور کہنے لگے کہ یہ سب کچھ جادو ہے۔ جب وہ لوگ قوم کے پاس پہنچے تو چھ افراد نے کہا کہ یہ صالح کی نبوت کا معجزہ ہے۔ چونسٹھ نے کہا: یہ سب جادو ہے۔ پھران چھ افراد میں سے بھی ایک مرتد ہو گیا اور وہ ان لوگوں میں شامل ہوا جنھوں نے ناقہ صالح کو قتل کیا تھا۔

ابن محبوب (راوی) کا بیان ہے کہ میں نے جب یہ روایت ایک مجمع میں بیان کی تو مجمع میں ایک شخص بیٹھا ہوا تھا جس کا نام سعد بن یزید تھا۔ اس نے کہا کہ میں نے ملک شام میں وہ پہاڑ دیکھا ہے جس سے ناقہ صالح برآمد ہوئی تھی۔ ناقہ نے اپنا پہلو پہاڑ سے کھجلایا تو پہاڑ پر اس کے پہلو کا نشان پڑ گیا اور وہ نشان آج بھی موجود ہے۔ اس پہاڑ سے ایک میل کے فاصلہ پر دوسرا پہاڑ بھی وہاں موجود ہے۔

روضہ کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب ناقہ برآمد ہو چکی تو اللہ تعالیٰ نے صالح علیہ السلام سے فرمایا کہ تم اپنی قوم سے کہہ دو کہ ایک دن وہ پانی پئیں اور دوسرے دن ناقہ پانی پیئے گی اور جس دن ناقہ پانی پیئے گی اس دن پوری قوم ناقہ کا دودھ پیئے گی۔ چنانچہ ایک دن چشمہ کا پانی لوگ پیتے تھے اور دوسرے دن ناقہ پانی پیتی تھی اور اس دن پوری قوم کے چھوٹے بڑے مرد و عورت ناقہ کا دودھ پیا کرتے تھے۔

کچھ عرصہ تک یہ تقسیم کار چلتی رہی۔ پھر قوم ثمود نے مزید سرکشی کا راستہ اختیار کیا اور انھوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ اس ناقہ کو نحر کر دو اور اس سے جان چھڑاؤ۔ ہمیں یہ تقسیم کار منظور نہیں ہے۔ پھر انھوں نے کہا کہ یہ کام کس کے ذمہ لگایا جائے۔ آخر کار ایک سرخ رنگ اور نیلی آنکھوں والا شخص ان کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ یہ کام میں کروں گا البتہ تم سے اس کا انعام حاصل کروں گا۔ وہ شخص خالص حرام زادہ تھا۔ اس کا باپ نامعلوم تھا۔ اس کا نام "قدار" تھا اور وہ اولین میں سے سب سے بڑا بدبخت تھا۔

قوم کے سرداروں نے اسے انعام دیا اور وہ ایک جگہ چھپ کر بیٹھ گیا۔ جب ناقہ پانی پینے کے بعد واپس آ رہی تھی تو وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور اس نے ناقہ کی کونچوں پر تلوار کا وار کیا' اس کا وہ وار خالی گیا۔ پھر اس نے دوسرا وار کیا جس سے ناقہ کی ایک ٹانگ کٹ گئی۔ اس نے اور وار کیے جس سے اس کی کونچیں کٹ گئیں اور وہ زمین پر گر پڑی۔ ناقہ کا بچہ دوڑا اور وہ اس پہاڑ پر گیا جہاں سے اس کی ماں برآمد ہوئی تھی۔ وہاں پہنچ کر اس نے آسمان کی طرف دیکھا اور تین بار بلبلایا۔ پہاڑ پھٹا اور وہ پہاڑ میں گم ہو گیا۔ پھر ناقہ کے گوشت کے حصے بخرے بنائے گئے اور پوری قوم کے چھوٹے بڑے تمام افراد نے اس کا

گوشت کھایا۔

صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا: تم نے بہت ہی برا کام سرانجام دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی ہے: تیری قوم سرکشی اور بغاوت پر اُتر آئی ہے انھوں نے اس ناقہ کو ذبح کر دیا جسے میں نے حجت بنا کر بھیجا تھا اور وہ انھیں کوئی نقصان تو نہیں دیتی تھی۔ وہ تو پوری قوم کو دودھ پلاتی تھی۔ اب تم اس بد بخت قوم سے کہہ دو کہ میں ان کو تین دنوں میں ہلاک کر دوں گا۔ اگر وہ توبہ کرلیں اور سچے دل سے میری بارگاہ میں جھک جائیں تو میں ان کی توبہ قبول کروں گا اور اگر انھوں نے توبہ نہ کی تو میں تیسرے دن ان پر عذاب نازل کر دوں گا۔

حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا: لوگو! خدا تم پر ناراض ہو چکا ہے اور وہ فرما رہا ہے کہ اگر تم نے توبہ کرلی اور سچے دل سے میری بارگاہ میں جھک گئے تو میں تمھاری توبہ قبول کرلوں گا۔

جب حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو خدا کا یہ پیغام دیا تو ان کی سرکشی میں اضافہ ہوگیا اور انھوں نے آپؑ سے کہا: یاصالح ائتنا بما تعدنا ان کنت من الصادقین "صالح! ہم پر وہ عذاب لے آ جس کی تو ہمیں دھمکیاں دیتا رہتا ہے اگر تو سچا ہے"۔

حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا: میری قوم! کل تمھارے چہرے زرد ہوں گے اور پرسوں سرخ ہوں گے اور تیسرے دن سیاہ ہو جائیں گے اور اس دن تم پر عذاب آ جائے گا"۔

چنانچہ جب دوسرا دن ہوا تو سب کے چہرے زرد ہوگئے اور انھوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ صالح کی بات سچی ثابت ہو رہی ہے۔ متکبر اور سرکش لوگوں نے کہا: چاہے کچھ بھی ہو جائے ہم صالح پر ایمان نہیں لائیں گے۔ تیسرے دن سب کے چہرے سرخ ہوگئے تو لوگوں نے ایک دوسرے سے کہنا شروع کر دیا کہ اب صالح کا وعدہ پورا ہونے والا ہے۔ اس وقت متکبر اور سرکش لوگوں نے کہا: ہمیں مرنا قبول ہے لیکن اپنے خداؤں کو چھوڑنا منظور نہیں ہے۔ چنانچہ اس دن بھی لوگوں نے توبہ نہ کی۔ وعدہ کا آخری دن ہوا تو سب کے چہرے سیاہ ہوگئے۔ اس وقت لوگوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

اس وقت بھی متکبر افراد نے یہی کہا کہ ہم صالح کی کبھی بھی تصدیق نہیں کریں گے۔ چنانچہ وہ دن امید وبیم کی حالت میں گزرا۔ رات ہوئی، جیسے ہی آدھی رات کا وقت ہوا تو جبریل امینؑ نے ایک چیخ بلند کی جس سے ان کے دل پھٹ گئے اور آنِ واحد میں ہلاک ہوگئے۔ ان سب کو اپنی ہلاکت کا یقین ہو چکا تھا۔ اسی لیے سب نے کفن پہن رکھے تھے۔ جب خدا کا

عذاب آیا تو چشم زدن میں پوری قوم ہلاک ہوگئی۔ جبریل امین کی چیخ کے بعد آسمان سے ان پر آگ نازل ہوئی جس نے انھیں جلا کر خاکستر کر دیا۔

قومِ لوط کی سرگزشت

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ۝ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ۝

''اور لوط کو یاد کرو جب انھوں نے اپنی قوم سے کہا کہ تم ایسے بے حیا ہو چکے ہو کہ وہ فحش کام کرتے ہو جو تم سے پہلے دنیا میں کسی نے نہیں کیا۔ تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے خواہش پوری کرتے ہو یقیناً تم لوگ حد سے گزر جانے والے لوگ ہو''۔

کتاب علل الشرائع میں صادقین علیہما السلام میں سے ایک بزرگوار سے منقول ہے۔ انھوں نے فرمایا: ابلیس ان کے پاس زنانہ صورت میں گیا اور اس نے خوب صورت لباس پہنا ہوا تھا اور وہ ایک جوان کے پاس گیا اور اس سے یہ تقاضا کیا کہ تم میرے ساتھ بدفعلی کرو۔ اگر ابلیس کسی بدفعلی کا ان سے مطالبہ کرتا تو وہ انکار کرتے لیکن اس خبیث نے انھیں اپنے ساتھ بدفعلی کی دعوت دی اور جب ایک جوان نے اس سے غیر فطری کام کیا تو اسے لذت محسوس ہوئی۔ اس کے بعد ابلیس چلا گیا لیکن قومِ لوط کو غیر فطری کام کا عادی کر گیا۔ اس کے بعد یہ برائی ان میں عام ہوگئی۔

عیون الاخبار میں مذکور ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام سے مسجد کوفہ میں کسی نے پوچھا کہ غیر فطری تعلقات کی ابتدا کس سے ہوئی؟ آپؑ نے فرمایا: اس کا آغاز ابلیس سے ہوا اور اس نے سب سے پہلے یہ مکروہ فعل کرایا تھا۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے محمد بن سنان کے نام اپنے ایک مکتوب میں لکھا: مردوں کی آپس میں اغلام بازی اور عورتوں کی ہم جنس پرستی حرام ہے کیونکہ اس سے نسل منقطع ہوتی ہے اور دنیا کا نظام و انصرام تباہ ہوتا ہے۔

کتاب الخصال میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: ہمارا شیعہ کبھی بھی ''مفعول'' نہیں ہوگا''۔

مجمع البیان میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: حضرت لوط علیہ السلام نے جس قوم کو تبلیغ کی تھی وہ ان کی اپنی قوم نہیں تھی آپ اس قوم میں بطور مبلغ وارد ہوئے تھے۔ آپؑ نے اس قوم کو خدا پرستی اور برائیوں سے

اجتناب کی دعوت دی لیکن ان لوگوں نے آپ کی دعوت قبول نہیں کی تھی۔ وہ لوگ اتنے گندے تھے کہ غسلِ جنابت تک نہیں کرتے تھے اور وہ بدترین کنجوس تھے۔ اسی بخل نے انھیں غیر فطری فعل جیسی لعنت میں مبتلا کیا تھا۔ ان کی بستیاں شام اور مصر کی شاہراہ پر واقع تھیں جہاں سے مسافروں کے کاروان گزرا کرتے تھے اور مسافر ان کے ہاں آ کر مہمان بنتے تھے۔ انھوں نے مہمانوں سے جان چھڑانے کے لیے غیری فطری طریقہ ایجاد کیا۔ بعدازاں وہ اس کی لذت میں اتنے مست ہوئے کہ انھوں نے اپنی بیویوں کے ساتھ جنسی تعلقات منقطع کر دیئے۔

حضرت لوط علیہ السلام سخی اور کریم انسان تھے۔ آپؑ اعلیٰ درجہ کے مہمان نواز تھے۔ ان کی قوم نے انھیں مہمان ٹھہرانے سے منع کیا اور انھوں نے آپ سے یہ کہا کہ اگر آپ نے کسی کو مہمان ٹھیرایا تو ہم اسے بے آبرو کریں گے۔ ان کی اس دھمکی کے بعد آپؑ کے پاس کوئی مہمان آتا تو آپ اسے چھپا کر اس کی خاطر مدارات کرتے تھے کہ کہیں بستی کے بدمعاش اس کی تذلیل نہ کریں۔ آخرکار یہی برائی ان کی ہلاکت کا سبب ثابت ہوئی۔

تفسیر عیاشی میں مرقوم ہے کہ ایک شخص نے امیرالمومنین علیہ السلام سے پوچھا کہ آیا بیوی کے ساتھ وطی فی الدبر جائز ہے؟

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: تو نے انتہائی گھٹیا بات کہی ہے۔ خدا تجھے گھٹیا بنائے۔ کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا: اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝ ''تم اتنے بے حیا ہو کہ تم وہ برائی سرانجام دیتے ہو جسے تم سے پہلے کسی نے بھی سرانجام نہیں دیا تھا''۔

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۗ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۗ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ۗ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۸۵ وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ ۠ وَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَاِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِیْٓ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَطَآئِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۸۷﴾

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَا ؕ قَالَ اَوَلَوْ كُنَّا كٰرِهِيْنَ ﴿۸۸﴾ۚ قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِیْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَا ؕ وَمَا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَآ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا ؕ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا ؕ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ؕ رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ ﴿۸۹﴾ وَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۹۰﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۹۱﴾ۚۖ اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۛ اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۹۲﴾

فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ ۚ فَكَيْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿۹۳﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ ﴿۹۴﴾ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا وَّقَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۹۵﴾ وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۹۶﴾ اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ ﴿۹۷﴾ؕ اَوَ اَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ ﴿۹۸﴾ اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۹۹﴾ اَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِ اَهْلِهَآ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ۚ وَنَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآئِهَا ۚ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۱﴾

وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ ۚ وَاِنْ وَّجَدْنَآ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ ﴿۱۰۲﴾

''اور مدین والوں کی طرف سے ہم نے ان کے بھائی شعیب کو بھیجا اس نے کہا: اے برادرانِ قوم! اللہ کی بندگی کرو، اس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں ہے۔ تمھارے پاس تمھارے رب کی صاف رہنمائی آ گئی ہے لہٰذا وزن اور پیمانے پورے کرو۔ لوگوں کو ان کی چیزوں میں گھاٹا نہ دو اور زمین میں فساد برپا نہ کرو جب کہ اس کی اصلاح ہو چکی ہے۔ اسی میں تمھاری بھلائی ہے اگر تم واقعی مومن ہو۔ اور (زندگی کے) ہر راستے پر رہزن بن کر نہ بیٹھ جاؤ کہ لوگوں کو خوف زدہ کرنے اور ایمان لانے والوں کو خدا کے راستے سے روکنے لگو اور سیدھی راہ کو ٹیڑھا کرنے کے درپے ہو جاؤ اور وہ دور یاد کرو جب تم تھوڑے تھے۔ پھر اللہ نے تمھیں کثرت عطا کی اور اچھی طرح سے دیکھو کہ مفسدوں کا انجام کیا ہوا ہے؟

اگر تم میں سے ایک گروہ اس تعلیمات پر ایمان لاتا ہے جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں اور دوسرا گروہ ایمان نہیں لاتا تو صبر کے ساتھ دیکھتے رہو یہاں تک کہ اللہ ہمارے درمیان فیصلہ کر دے اور وہی سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

اس کی قوم کے متکبر سرداروں نے کہا کہ اے شعیب! ہم تجھے اور ان لوگوں کو جو تیرے ساتھ ایمان لائے ہیں اپنی بستی سے نکال دیں گے یا پھر تم ہماری ملت میں واپس آ جاؤ۔

شعیب نے کہا کیا ہمیں زبردستی پھیرا جائے گا خواہ ہم راضی نہ ہوں؟

اگر ہم تمھاری ملت میں پلٹ کر آئے تو ہم خدا پر جھوٹ تراشنے والے قرار پائیں گے جب کہ اللہ ہمیں اس سے نجات دے چکا ہے۔ ہمارے لیے اب اس کی طرف پلٹنا کسی طرح سے ممکن نہیں ہے مگر یہ کہ ہمارا خدا ہی ایسا چاہے۔ ہمارے رب کا علم ہر چیز پر حاوی ہے

اس پر ہم نے بھروسہ کیا ہے۔ اے ہمارے پروردگار! ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کا فیصلہ فرما تو بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

اس کی قوم کے سرداروں نے جو اس کی بات ماننے سے انکار کر چکے تھے آپس میں کہا اگر تم نے شعیب کی پیروی کر لی تو تم خسارہ میں رہو گے۔ انھیں ایک دہلا دینے والی آفت نے آلیا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے منہ پڑے کے پڑے رہ گئے۔

جن لوگوں نے شعیب کو جھٹلایا تھا وہ ایسے مٹے گویا اپنے گھروں میں بسے ہی نہ تھے۔ شعیب کے جھٹلانے والے ہی آخرکار برباد ہو گئے۔ شعیب یہ کہہ کر ان کی بستیوں سے نکل گیا۔ اے قوم! میں نے اپنے رب کے احکامات تمھیں پہنچا دیے اور میں نے تمھاری خیرخواہی کی تھی اب میں اس قوم پر کیسے افسوس کروں جو قبولِ حق سے انکار کرتی ہے۔

ہم نے جس بھی بستی میں کسی نبی کو روانہ کیا تو اس بستی کے لوگوں کو پہلے تنگی اور سختی میں مبتلا کیا تاکہ وہ عاجزی پر اتر آئیں۔ پھر ہم نے ان کی بدحالی کو خوش حالی میں بدل دیا یہاں تک کہ وہ خوب پھلے پھولے اور کہنے لگے کہ ہمارے اسلاف پر بھی اچھے اور برے دن آتے ہی رہے تھے۔ آخرکار ہم نے انھیں اچانک پکڑ لیا اور انھیں خبر تک نہ ہوئی۔

اگر بستیوں کے لوگ ایمان لاتے اور تقویٰ اپناتے تو ہم ان پر آسمان و زمین سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے لیکن انھوں نے جھٹلایا لہٰذا ہم نے انھیں اس بری کمائی کے حساب میں پکڑ لیا جسے وہ سمیٹ رہے تھے۔

کیا بستیوں کے رہنے والے اس بات سے بے خوف ہو چکے ہیں کہ ہماری گرفت ان پر اچانک رات کے وقت نہ آپڑے جب کہ وہ سوئے ہوئے ہوں؟ یا انھیں اطمینان ہو چکا ہے کہ ہمارا مضبوط ہاتھ کبھی اچانک دن کے وقت ان پر نہ پڑے گا جب کہ وہ کھیل رہے ہوں؟ کیا یہ لوگ اللہ کی تدبیر سے بے خوف ہیں حالانکہ اللہ کی تدبیر سے وہی قوم بے خوف

ہوتی ہے جو تباہ ہونے والی ہو۔

اور کیا ان لوگوں کو جو سابق اہلِ زمین کے بعد زمین کے وارث ہوئے ہیں، اس امرِ واقعی نے کچھ سبق نہیں دیا کہ اگر ہم چاہیں تو ان کے گناہوں کی پاداش میں انھیں پکڑ سکتے ہیں اور ہم ان کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں۔ پھر وہ کچھ نہیں سنتے۔

یہ قومیں جن کے قصے ہم تمھیں سنا رہے ہیں ان کے رسول ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے تھے مگر وہ جس چیز کو ایک بار جھٹلا چکے تھے پھر وہ اسے ماننے پر آمادہ نہ تھے۔ اللہ اس طرح سے حق کے منکروں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے۔ ہم نے ان میں سے اکثر میں پاسِ عہد نہ پایا بلکہ ہم نے تو اکثر کو فاسق ہی پایا''۔

بدمعاملہ قوم کا انجام

قرآن مجید میں اہلِ مدین کو ''اصحاب الایکہ'' کے نام سے بھی یاد کیا گیا ہے اور انھیں ''اصحاب الایکہ'' کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ ایک درخت کی پوجا کرتے تھے اور درخت کو ''ایکہ'' کہا جاتا ہے۔

یہ لوگ ایک تجارتی شاہراہ پر قیام پذیر تھے، مسافروں کو لوٹتے تھے اور یہ لوگ اپنے دور کے انتہائی بدمعاملہ تھے اور ناپ تول میں کمی کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کو ان کے پاس مبعوث کیا۔ انھوں نے اپنی قوم کو تبلیغ کی لیکن وہ اپنی حرکات سے باز نہ آئے اور حضرت شعیبؑ کو دھمکیاں دینے لگے کہ ہم آپ کو اور آپ پر ایمان لانے والوں کو اپنی بستی سے نکال دیں گے۔ اگر تم نے اس بستی میں رہنا ہے تو پھر خاموشی اختیار کرو اور ہمارے طور طریقوں کو اپناؤ۔

حضرت شعیبؑ نے انھیں بڑی تبلیغ کی لیکن ان لوگوں کی اکثریت اپنی ضد پر قائم رہی۔ اللہ تعالیٰ نے کچھ دنوں کے لیے ان پر حبس مسلط کر دی اور ہوا کا چلنا روک دیا۔ جب وہ لوگ حبس سے تنگ ہوئے تو وہ شہر چھوڑ کر باہر کھلی فضا میں آئے تاکہ سانس لینے میں آسانی ہو۔ اتنے میں ایک بادل اُٹھا اور یہ لوگ اس بادل کو اپنی سمت آتے دیکھ کر خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ اب خوب بارش برسے گی۔ جیسے ہی بادل ان کے اوپر پہنچا اور پوری قوم بادل کے سائے تلے جمع ہوئی تو بادل سے آگ برسنے لگی اور زمین پہ زلزلہ آ گیا اور آسمان سے ایک چیخ بلند ہوئی جس سے وہ لوگ تباہ و برباد ہو گئے۔ حضرت شعیب

علیہ السلام اور ان کے ساتھی اس عذابِ الٰہی سے محفوظ رہے تھے۔ (اضافہ من المترجم)

ایمان وتقویٰ سے برکتوں کے دروازے کھل جاتے ہیں

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰۤى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ

''اگر بستیوں کے لوگ ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان کے لیے آسمان وزمین سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے''۔

جس معاشرہ میں ایمان اور تقویٰ کے تقاضوں پر عمل ہوتا ہوتو وہاں ہر طرح کا آرام وسکون پیدا ہوجاتا ہے اور جس معاشرہ میں امن وسکون ہوتو شاہراہیں محفوظ ہوجاتی ہیں اور پرسکون معاشرہ ہر طرح کی معاشی، صنعتی اور زرعی ترقی کرتا ہے اور جس معاشرہ میں انارکی ہو اور کسی کی جان و مال محفوظ نہ ہو، شاہراہوں پر کارواں لٹتے ہوں تو وہاں کسی بھی قسم کی معاشی ترقی ناممکن ہوجاتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ امام علی زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: زمانہ رجعت میں آسمان وزمین سے برکتوں کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور زمین کی پیداواری صلاحیت کئی گنا بڑھ جائے گی اور پھل دار درخت اتنے زیادہ پھل دیں گے کہ لوگ گرمیوں کے میوے سردیوں میں اور سردیوں کے میوے گرمیوں میں کھائیں گے۔ (بحوالہ الخرائج والجرائح)

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ میں ''مکراللہ'' سے اللہ کا عذاب مراد ہے۔

نہج البلاغہ میں حضرت علی علیہ السلام سے یہ جملے مذکور ہیں: اس خیرِ اُمت کو بھی اللہ کے عذاب سے مطمئن نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۹۹﴾ ''اللہ کے عذاب سے وہی قوم بے خوف ہوتی ہے جو تباہ ہونے والی ہو''۔

نہج البلاغہ میں ہی حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے: سچا اور مکمل فقیہہ وہ ہے جو لوگوں کو اللہ کی رحمت سے مایوس نہ کرے اور انھیں خدا کی پکڑ سے بے خوف نہ کرے۔

تفسیر عیاشی میں صفوان جمال سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پیچھے نماز پڑھی۔ آپؑ نے نماز کے بعد دعا مانگی اور کہا: اللهم لاتؤمنی مکرك ''خدا مجھے اپنے عذاب سے بے خوف نہ کرنا'' کیونکہ تیرے عذاب سے خسارہ اٹھانے والے لوگوں کے علاوہ اور کوئی تیرے عذاب سے بے خوف نہیں رہ سکتا۔

اصول کافی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے' آپؑ نے فرمایا: اللہ نے مخلوق پیدا کی' اس نے اپنی پیاری مخلوق کو طینتِ جنت سے پیدا کیا اور اپنی مبغوض مخلوق کو طینتِ نار سے پیدا کیا' پھر انھیں سائے میں کھڑا کیا۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے پوچھا سائے کا کیا مقصد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: کیا تو نے کبھی دھوپ میں اپنے سائے کو نہیں دیکھا وہ کچھ بھی نہیں ہوتا۔ پھر اللہ نے اس عالمِ ذر میں انبیاء کو بھیجا کہ وہ انھیں اقرارِ خدا کی دعوت دیں۔ یہی وجہ ہے کہ خدا کا اقرار لوگوں کی فطرت میں شامل ہے جیسا کہ خدا نے فرمایا: وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ مَّنۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ لَيَقُوۡلُنَّ اللّٰهُ ؕ (لقمان:۲۵) ''اور اگر آپ ان سے یہ سوال کریں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو وہ ضرور کہیں گے کہ انھیں اللہ نے پیدا کیا ہے''۔

پھر لوگوں کو انبیاء کے اقرار کی دعوت دی گئی۔ کچھ نے اس دعوت کو قبول کیا اور کچھ نے اس سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد خدا نے لوگوں کو ہماری ولایت کی دعوت دی۔ اس دعوت کو خدا کی پیاری مخلوق نے قبول کیا اور خدا کی ناپسندیدہ مخلوق نے اس کا انکار کیا اور اس دنیا میں آ کر بھی قبول نہیں کریں گے جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے: فَمَا كَانُوۡا لِيُـؤۡمِنُوۡا بِمَا كَذَّبُوۡا مِنۡ قَبۡلُ ''وہ جس چیز کو پہلے جھٹلا چکے ہیں وہ اس پر ایمان نہیں لائیں گے''۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ تکذیب کی وجہ بھی یہی ہے۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مذکور ہے کہ فَمَا كَانُوۡا لِيُـؤۡمِنُوۡا بِمَا كَذَّبُوۡا مِنۡ قَبۡلُ کا مقصد یہ ہے کہ جس چیز کا وہ عالمِ ذر میں انکار کر چکے ہیں اس دنیا میں وہ اس پر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔

ابن مسکان کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے آیت میثاق پڑھی تو میں نے پوچھا کیا یہ سب کچھ ظاہر ظہور طور پر ہوا تھا؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں۔ اَلَسۡتُ بِرَبِّكُمۡ ؕ قَالُوۡا بَلٰى (اعراف:۱۷۲) کے اقرار کی وجہ سے معرفتِ خدا فطرت میں شامل ہو گئی البتہ لوگوں کو اس میثاق کا مقام بھول چکا ہے اور عنقریب وہ انھیں یاد آ جائے گا اور اگر عالمِ ازل میں اقرارِ ربوبیت کا واقعہ پیش نہ آیا ہوتا تو کسی کو یہ معلوم نہ ہوتا کہ اس کا خالق و رازق کون ہے؟ مخلوق میں سے کچھ وہ ہیں جنھوں نے ''عالمِ ذر'' میں اپنی زبان سے اقرار کیا تھا لیکن ان کے دلوں نے اقرار نہیں کیا تھا۔ ایسے افراد کے متعلق اللہ نے فرمایا: فَمَا كَانُوۡا لِيُـؤۡمِنُوۡا بِمَا كَذَّبُوۡا مِنۡ قَبۡلُ ''جس کا وہ پہلے انکار کر چکے ہیں اب وہ اس پر ایمان نہیں لائیں گے''۔

اکثریت فاسقین کی ہے

وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ ۚ وَاِنْ وَّجَدْنَاۤ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ ۝۱۰۲

''ہم نے ان میں سے اکثر میں عہد کا پاس نہیں پایا بلکہ ہم نے ان کی اکثریت کو فاسق ہی پایا''۔

اصول کافی میں حسین بن الحکم کی زبانی منقول ہے کہ میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو ایک خط تحریر کیا: س میں مَیں نے لکھا کہ مجھے آپؑ کے امرِ امامت میں شک ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی اطمینانِ قلب کے لیے خدا سے نشانی دکھانے کی درخواست کی تھی۔ میں بھی چاہتا ہوں کہ آپ بھی مجھے کوئی نشانی دکھائیں تاکہ میرا شک دُور ہوسکے۔

حضرت امام علیہ السلام نے مجھے جواب میں لکھا: ابراہیم پہلے سے مومن تھے وہ اپنے ایمان میں اضافہ کے خواہش مند تھے جب کہ تو شک میں مبتلا ہے اور شک کرنے والے میں کوئی بھلائی نہیں ہوتی۔ بسب تک شک دُور نہ ہو اس وقت تک یقین نہیں آتا اور جب یقین آجائے تو پھر شک کا گزر نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ نے کیا ہی خوب فرمایا ہے: وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ ۚ وَاِنْ وَّجَدْنَاۤ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ ۝ ''ہم نے ان کی اکثریت میں پاسِ عہد نہیں پایا۔ ہم نے ان کی اکثریت کو فاسق ہی پایا''۔

روضہ کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ابوبصیر سے فرمایا: خدا نے تم سے ہماری ولایت کا جو اقرار لیا تھا تم نے اسے پورا کیا' تم نے ہمیں چھوڑ کر غیروں کی پیروی نہیں کی۔ اگر تم اپنے عہد کا پاس نہ کرتے تو خدا تمھیں بھی اسی طرح سے طعنہ دیتا جیسا کہ اس نے اکثریت کو طعنہ دیتے ہوئے فرمایا ہے: وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ ۚ وَاِنْ وَّجَدْنَاۤ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ ۝ ''ہم نے ان کی اکثریت میں پاسِ عہد نہیں پایا۔ ہم نے ان کی اکثریت کو فاسق ہی پایا''۔

تفسیر عیاشی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: خدا کے میثاق پر نبی کی اہلِ بیت اور ان کے تھوڑے شیعوں کے علاوہ کوئی قائم نہ رہا اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ ۚ وَاِنْ وَّجَدْنَاۤ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ ۝ ''ہم نے ان کی اکثریت میں پاسِ عہد نہیں پایا۔ ہم نے ان کی اکثریت کو فاسق ہی پایا''۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ (ہود:۱۷) ''لوگوں کی اکثریت ایمان نہیں لائے گی''۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَظَلَمُوْا

بِهَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَقَالَ مُوْسٰى

يٰفِرْعَوْنُ اِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ۙ حَقِيْقٌ عَلٰٓى اَنْ لَّآ

اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ

فَاَرْسِلْ مَعِيَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۰۵﴾ؕ قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ

فَاْتِ بِهَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ

مُّبِيْنٌ ﴿۱۰۷﴾ۚۖ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ۧ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ

قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۹﴾ۙ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ

اَرْضِكُمْ ۚ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَاَرْسِلْ فِي

الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۱۱۱﴾ۙ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ﴿۱۱۲﴾ وَجَآءَ

السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْٓا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ

الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى

اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ قَالَ اَلْقُوْا ۚ

فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ

عَظِيْمٍ ﴿۱۱۶﴾ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۚ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ

مَا يَأْفِكُونَ ﴿١١٧﴾ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١١٨﴾ فَغُلِبُوا
هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوا صٰغِرِينَ ﴿١١٩﴾ وَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِينَ ﴿١٢٠﴾ قَالُوٓا
اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِينَ ﴿١٢١﴾ رَبِّ مُوسٰى وَهٰرُونَ ﴿١٢٢﴾ قَالَ فِرْعَوْنُ
اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ أَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ إِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوهُ فِي
الْمَدِينَةِ لِتُخْرِجُوا مِنْهَآ أَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿١٢٣﴾ لَأُقَطِّعَنَّ
أَيْدِيَكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَأُصَلِّبَنَّكُمْ أَجْمَعِينَ ﴿١٢٤﴾ قَالُوٓا
إِنَّآ إِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُونَ ﴿١٢٥﴾ وَمَا تَنْقِمُ مِنَّآ إِلَّآ أَنْ اٰمَنَّا بِاٰيٰتِ
رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا ۚ رَبَّنَآ أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا
مُسْلِمِينَ ﴿١٢٦﴾ وَقَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ أَتَذَرُ مُوسٰى وَقَوْمَهٗ
لِيُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ ۚ قَالَ سَنُقَتِّلُ
أَبْنَآءَهُمْ وَنَسْتَحْيِ نِسَآءَهُمْ ۚ وَإِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُونَ ﴿١٢٧﴾ قَالَ
مُوسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِينُوا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوا ۚ إِنَّ الْأَرْضَ لِلّٰهِ
يُورِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴿١٢٨﴾ قَالُوٓا
أُوذِينَا مِنْ قَبْلِ أَنْ تَأْتِيَنَا وَمِنْ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ۚ قَالَ عَسٰى
رَبُّكُمْ أَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ

تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ
الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۳۰﴾ فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا
هٰذِهٖ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ ؕ اَلَآ
اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَقَالُوْا
مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا ۙ فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۲﴾
فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ
اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ ۫ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ وَلَمَّا
وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ
لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيْٓ
اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۳۴﴾ ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰٓى اَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوْهُ اِذَا
هُمْ يَنْكُثُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِى الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ
كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ
الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ
بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ
بِمَا صَبَرُوْا ؕ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا

يَعۡرِشُوۡنَ ﴿۱۳۷﴾ وَجٰوَزۡنَا بِبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ الۡبَحۡرَ فَاَتَوۡا عَلٰی قَوۡمٍ یَّعۡکُفُوۡنَ عَلٰۤی اَصۡنَامٍ لَّہُمۡ ۚ قَالُوۡا یٰمُوۡسَی اجۡعَلۡ لَّنَاۤ اِلٰـہًا کَمَا لَہُمۡ اٰلِـہَۃٌ ؕ قَالَ اِنَّکُمۡ قَوۡمٌ تَجۡہَلُوۡنَ ﴿۱۳۸﴾ اِنَّ ہٰۤؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا ہُمۡ فِیۡہِ وَ بٰطِلٌ مَّا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۳۹﴾ قَالَ اَغَیۡرَ اللّٰہِ اَبۡغِیۡکُمۡ اِلٰـہًا وَّہُوَ فَضَّلَکُمۡ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۱۴۰﴾ وَ اِذۡ اَنۡجَیۡنٰکُمۡ مِّنۡ اٰلِ فِرۡعَوۡنَ یَسُوۡمُوۡنَکُمۡ سُوۡٓءَ الۡعَذَابِ ۚ یُقَتِّلُوۡنَ اَبۡنَآءَکُمۡ وَ یَسۡتَحۡیُوۡنَ نِسَآءَکُمۡ ؕ وَ فِیۡ ذٰلِکُمۡ بَلَآءٌ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ عَظِیۡمٌ ﴿۱۴۱﴾

''پھر ان مذکورہ قوموں کے بعد ہم نے موسیٰؑ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کی قوم کے سرداروں کے پاس بھیجا مگر انھوں نے ہماری نشانیوں کے ساتھ ظلم کیا دیکھو اُن مفسد لوگوں کا انجام کیا ہوا؟

موسیٰؑ نے کہا: اے فرعونؑ میں عالمین کے رب کی طرف سے بھیجا ہوا آیا ہوں اور میرا منصب یہ ہے کہ اللہ کا نام لے کر حق کے سوا کوئی بات نہ کہوں۔ میں تم لوگوں کے پاس تمھارے رب کی طرف سے واضح دلیل لے کر آیا ہوں لہٰذا تو بنی اسرائیل کو میرے ساتھ بھیج دے۔ اس نے کہا کہ اگر تم معجزہ لائے ہو اور اپنی بات میں سچے ہو تو وہ معجزہ پیش کرو۔ موسیٰؑ نے اپنا عصا پھینک دیا اور وہ اچھا خاصا سانپ بن گیا۔ اور پھر اپنے ہاتھ کو نکالا تو وہ دیکھنے والوں کے لیے انتہائی روشن اور چمک دار تھا۔ فرعون کی قوم کے رؤسا نے کہا کہ یہ تو سمجھ دار جادوگر ہے۔ جو تم لوگوں کو تمھاری سرزمین سے نکالنا چاہتا ہے۔ اب تم لوگوں کا کیا

خیال ہے؟

لوگوں نے کہا کہ ان کو اور ان کے بھائی کو روک لیجیے اور مختلف شہروں میں جمع کرنے والوں کو بھیجئے جو تمام ماہر جادوگروں کو بلا کر لے آئیں۔ جادوگر فرعون کے پاس حاضر ہو گئے اور انھوں نے کہا کہ اگر ہم غالب آ گئے تو کیا ہمیں اس کی اُجرت ملے گی؟ فرعون نے کہا کہ بے شک تم میرے دربار میں مقرب ہو جاؤ گے۔

ان لوگوں نے کہا کہ موسیٰؑ آپ عصا پھینکیں گے یا ہم اپنے کام کا آغاز کریں۔ موسیٰؑ نے کہا کہ تم ابتداء کرو۔ ان لوگوں نے رسیاں پھینکیں تو لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا اور انھیں خوفزدہ کر دیا اور بہت بڑے جادو کا مظاہرہ کیا۔ اور ہم نے موسیٰؑ کو اشارہ کیا کہ اب تم بھی اپنا عصا ڈال دو وہ ان کے تمام جادو کے سانپوں کو نگل جائے گا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حق ثابت ہو گیا اور ان کا کاروبار باطل ہو گیا۔ وہ سب مغلوب ہو گئے اور ذلیل ہو کر واپس ہو گئے اور جادوگر سب کے سب سجدہ میں گر پڑے۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہم عالمین کے پروردگار پر ایمان لے آئے۔ یعنی موسیٰؑ اور ہارون کے رب پر۔

فرعون نے کہا کہ تم میری اجازت سے پہلے کیسے ایمان لے آئے۔ یہ تمھارا مکر ہے جو تم شہر میں پھیلا رہے ہو تا کہ لوگوں کو شہر سے باہر نکال سکو تو عنقریب تمھیں اس کا انجام معلوم ہو جائے گا۔ میں تمھارے ہاتھ اور پاؤں مختلف سمتوں سے کاٹ دوں گا اور اس کے بعد تم سب کو سولی پر لٹکا دوں گا۔

ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہم لوگ بہرحال اپنے پروردگار کی بارگاہ میں پلٹ کر جانے والے ہیں اور تو ہم سے اس بات پر ناراض ہے کہ ہم اپنے رب کی نشانیوں پر ایمان لے آئے ہیں۔ خدایا ہم پر صبر کی بارش فرما اور ہمیں مسلمان دنیا سے اُٹھانا۔

اور فرعون کی قوم کے ایک گروہ نے کہا کہ کیا موسیٰؑ اور ان کی قوم کو یونہی چھوڑ دے گا کہ یہ

زمین میں فساد برپا کریں اور تجھے اور تیرے خداؤں کو چھوڑ دیں۔ اس نے کہا کہ ہم عنقریب ان کے لڑکوں کو قتل کرڈالیں گے اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھیں گے۔ ہم ان پر قوت اور غلبہ رکھتے ہیں۔

موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ سے مدد مانگو اور صبر کرو۔ زمین اللہ کی ہے' وہ اپنے بندوں میں جس کو چاہتا ہے وارث بناتا ہے اور انجام کار بہر حال صاحبانِ تقویٰ کے لیے ہے۔

قوم نے کہا کہ ہم تمھارے آنے سے پہلے بھی ستائے گئے اور تمھارے آنے کے بعد بھی ستائے گئے۔ موسیٰؑ نے جواب دیا کہ عنقریب تمھارا پروردگار تمھارے دشمن کو ہلاک کردے گا اور تمھیں زمین میں اس کا جانشین بنادے گا اور پھر دیکھے گا کہ تمھارا طرزِ عمل کیسا ہوتا ہے۔ اور ہم نے آلِ فرعون کو قحط اور ثمرات کی کمی کی گرفت میں دے دیا کہ شاید وہ اسی طرح نصیحت حاصل کرسکیں۔

اس کے بعد جب ان کے پاس کوئی نیکی آئی تو انھوں نے کہا کہ یہ تو ہمارا حق ہے اور جب برائی آئی تو کہنے لگے کہ یہ موسیٰؑ اور ان کے ساتھیوں کا اثر ہے۔ آگاہ ہوجاؤ کہ ان کی بدشگونی کے اسباب خدا کے یہاں معلوم ہیں لیکن ان کی اکثریت اس راز سے بے خبر ہے۔

اور قومِ فرعون نے کہا کہ موسیٰ تم کتنی ہی نشانیاں جادو کرنے کے لیے لاؤ' ہم تم پر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ پھر ہم نے ان پر طوفان' ٹڈی' جوں' مینڈک اور خون کو مفصل نشانی بنا کر بھیجا لیکن ان لوگوں نے استکبار سے کام لیا اور یہ لوگ واقعاً مجرم لوگ تھے اور جب ان پر عذاب نازل ہوگیا تو کہنے لگے کہ موسیٰؑ اپنے رب سے دعا کرو جس بات کا اس نے وعدہ کیا ہے اگر تم نے اس عذاب کو دُور کرادیا تو ہم تم پر ایمان بھی لائیں گے اور بنی اسرائیل کو تمھارے حوالے بھی کردیں گے۔

اس کے بعد جب ہم نے ایک مدت کے لیے عذاب کو برطرف کردیا تو پھر اپنے عہد کو

توڑنے والوں میں شامل ہوگئے۔ پھر ہم نے ان سے انتقام لیا اور انھیں دریا میں غرق کر دیا کہ انھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تھا اور ان کی طرف سے غفلت برتنے والے تھے۔

اور ہم نے مستضعفین کو شرق و غرب میں زمین کا وارث بنا دیا اور اس میں برکت عطا کر دی اور اس طرح بنی اسرائیل پر اللہ کی بہترین بات تمام ہوگئی کہ انھوں نے صبر کیا تھا اور جو کچھ فرعون اور اس کی قوم والے بنا رہے تھے ہم نے سب کو برباد کر دیا اور ان کی اُونچی اُونچی عمارتوں کو مسمار کر دیا۔

اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا پار پہنچایا تو وہ ایک ایسی قوم کے پاس پہنچے جو اپنے بتوں کے گرد مجمع لگائے بیٹھی تھی۔ ان لوگوں نے موسیٰؑ سے کہا کہ موسیٰؑ ہمارے لیے بھی ایسا ہی خدا بنا دو کہ جیسا ان کا خدا ہے۔

انھوں نے کہا کہ تم لوگ بالکل جاہل ہو۔ ان لوگوں کا نظام برباد ہونے والا اور ان کے اعمال باطل ہیں۔ کیا میں خدا کے علاوہ تمھارے لیے دوسرا خدا تلاش کروں جب کہ اس نے تمھیں عالمین پر فضیلت دی ہے۔ اور جب ہم نے تم کو فرعون والوں سے نجات دی جو تمھیں بدترین عذاب میں مبتلا کر رہے تھے۔ تمھارے لڑکوں کو قتل کر رہے تھے اور لڑکیوں کو خدمت کرنے کے لیے باقی رکھ رہے تھے اور اس میں تمھارے لیے پروردگار کی طرف سے سخت ترین امتحان تھا''۔

کتاب کمال الدین وتمام النعمۃ میں امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے' آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے بعد بارہ اسباط میں سے ایک ایک ہادی بھیجا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ کو فرعون اور اس کی قوم کے سرداروں کی طرف روانہ کیا تھا۔

تفسیر عیاشی میں مرقوم ہے کہ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے محفوظ رہنے کے لیے سات فصلیں تعمیر کرائیں اور اس نے ان میں گھنے جنگلات کاشت کرائے اور اس نے وہاں ایک شیر چھوڑ دیا کہ اگر موسیٰؑ آئیں تو شیر کا نوالہ بن جائیں۔ جب

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کو فرعون کی طرف مبعوث کیا تو موسیٰ فرعون کی فصیل میں داخل ہوئے۔ جب شیر نے انھیں دیکھا تو وہ ان کے سامنے دُم ہلانے اور ان کے پاؤں چاٹنے لگ گیا۔ اس کے بعد وہ دوسری طرف منہ کر کے بھاگ گیا۔ حضرت موسیٰ جس بھی فصیل کے دروازے پر جاتے فصیل کے دروازے خود بخود کھل جاتے۔ آپ تمام فصیلوں کو عبور کر کے قصرِ فرعون کے دروازے پر پہنچے۔ آپ وہاں جا کر اس کے صدر دروازے پر بیٹھ گئے۔ آپ نے اُون کا پھٹا ہوا لباس پہنا ہوا تھا اور آپ کے ہاتھ میں عصا تھا۔ آپ نے فرعون کے دربان سے فرمایا:

میرے لیے دروازہ کھولو میں فرعون سے ملنے کے لیے آیا ہوں۔ مگر دربان نے آپ کی طرف کوئی توجہ تک نہ کی۔ آپ نے اس سے فرمایا: میرے لیے دروازہ کھولو، میں رب العالمین کا رسول ہوں۔ مگر دربان نے پھر بھی کوئی توجہ نہ کی۔ جب آپ نے تیسری بار فرمایا کہ میں رب العالمین کا رسول ہوں تو دربان نے چڑ کر کہا: کیا رب العالمین کو اپنا رسول بنانے کے لیے صرف تم ہی ملے تھے؟

حضرت موسیٰ کو غصہ آیا۔ آپ نے قصرِ فرعون کے دروازے پر ڈنڈا مارا، دروازہ کھل گیا اور آپ اندر داخل ہوئے۔ جب فرعون نے انھیں دیکھا تو اس نے کہا: انھیں آنے دو۔ اس وقت فرعون ایک بلند و بالا تخت پر بیٹھا ہوا تھا جس کی بلندی اسی ہاتھ کی تھی۔

آپ نے اس سے فرمایا کہ میں رب العالمین کا رسول بن کر تمھارے پاس آیا ہوں۔ فرعون نے کہا کہ کیا کوئی نشانی بھی لائے ہو؟ اور اگر نشانی لائے ہو تو تم وہ نشانی پیش کرو۔

آپ نے اپنا عصا پھینکا تو وہ اژدہا بن گیا اور جب اس نے اپنا منہ کھولا تو اس کا نچلا جبڑا زمین پر تھا اور اوپر والا فرعون کے تخت کے اوپر پہنچ گیا۔ فرعون نے دیکھا تو اس کے منہ کے اندر آگ کے شعلے لپک رہے تھے۔ سانپ جیسے ہی فرعون کی طرف بڑھا تو اس کا پیشاب خطا ہو گیا اور چیخ کر کہنے لگا: موسیٰ اسے پکڑ لو۔

انبیاء کے معجزات زمانہ کے تقاضوں کے عین مطابق تھے

عیون الاخبار میں مرقوم ہے کہ ابن السکیت نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے عرض کیا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عصا اور ید بیضاء کا معجزہ دیا گیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مُردہ زندہ کرنے کا معجزہ دیا گیا اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرآن و خطابت کا معجزہ دیا گیا؟

حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا: انبیاء کے معجزات ان کے زمانہ کے تقاضوں کے عین مطابق تھے کیونکہ حضرت موسیٰ کے زمانہ میں جادو کا زور تھا اسی لیے انھیں جادو توڑنے کے لیے عصا اور ید بیضاء کا معجزہ دیا گیا۔ حضرت عیسیٰؑ کے زمانہ میں طبیبوں کا زور تھا اسی لیے انھیں مُردے زندہ کرنے کا معجزہ دیا گیا اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں شعر و شاعری کا زور تھا اسی لیے خدا نے انھیں قرآن اور خطابت کا معجزہ عطا کیا۔

ایک شامی نے مسجد کوفہ میں امیر المومنین علیہ السلام سے پوچھا کہ وہ کون سی چیز ہے جب زندہ تھی تو وہ پیتی تھی اور جب مُردہ تھی تو وہ کھاتی تھی؟ اور وہ کون سا درخت ہے جو زمین پر سب سے پہلے اُگا؟

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: وہ موسیٰؑ کا عصا تھا جب تک وہ درخت کا حصہ تھا تو وہ پانی پیتا تھا اور جب درخت سے علیحدہ ہو کر حضرت موسیٰؑ کے ہاتھ میں آیا تو جادوگروں کی رسیوں کو کھاتا تھا۔

روئے زمین پر سب سے پہلے اُگنے والا درخت ''عوسجہ'' ہے اور عصائے موسیٰؑ اسی کا ایک ٹکڑا تھا۔

تفسیر عیاشی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: جب موسیٰؑ و ہارونؑ پہلی بار دربار فرعون میں گئے اور انھوں نے اپنی رسالت کا اعلان کیا اور عصا اور ید بیضاء کا معجزہ دکھایا تو فرعون نے اپنے اہلِ دربار سے مشورہ کیا۔ اس وقت جتنے درباری تھے وہ سب کے سب حلال زادے تھے' ان میں کوئی حرام زادہ نہیں تھا۔ اسی لیے انھوں نے فرعون کو مشورہ دیا کہ آپ فی الحال صبر سے کام لیں اور جادوگروں کو بلائیں اور ان سے مقابلہ کرائیں۔

اگر ان میں کوئی حرام زدہ ہوتا تو وہ فرعون سے کہتا کہ آپ انھیں فی الفور قتل کر دیں۔ یہ کہہ کر آپ نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: ہم سے بھی برائی میں جلدی وہی کرتا ہے جس کی ولادت مشکوک ہو۔

اصول کافی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: عصائے موسیٰؑ دراصل آدم علیہ السلام کا عصا تھا۔ پھر وہی عصا میراثِ نبوت کے طور پر حضرت شعیبؑ تک پہنچا۔ پھر شعیبؑ کے ذریعہ سے حضرت موسیٰؑ تک پہنچا اور اس وقت وہ ہمارے پاس موجود ہے اور میں نے اسے ابھی دیکھا ہے وہ اس وقت بھی یوں سرسبز ہے جیسے ابھی درخت سے جدا ہوا ہو۔ جب اس سے بلوایا جائے تو وہ بولتا ہے۔ وہ ہمارے قائمؑ کے لیے رکھا ہوا ہے۔ وہ اس سے وہی کام لیں گے جو موسیٰ علیہ السلام اس سے لیا کرتے تھے۔ وہ دشمنانِ دین کو ڈراتا بھی ہے اور لوگوں کی خود ساختہ نظر بندی کے سامان کو کھاتا بھی ہے اور اسے جو حکم دیا جاتا ہے وہ اسے بجا لاتا ہے اور جب وہ اہلِ باطل کے سامان کو نگلتا ہے تو سانپ بن جاتا ہے اور چالیس ہاتھ کا منہ کھولتا ہے۔

الکافی میں امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: خدا کی ان نعمات کی زیادہ امید رکھو جو تمھارے وہم وگمان میں بھی نہ ہوں۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ جادوگر چاہتے تھے کہ انھیں فرعون کا تقرب حاصل ہو لیکن خدا نے انھیں ایمان اور شہادت کی دولت سے مالا مال کر دیا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: روضہ کافی میں مرقوم ہے کہ جو شخص اپنے متعلق یہ تصور کرے کہ میں دوسروں سے افضل ہوں تو ایسا شخص متکبر ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے کہا کہ اگر ایک شخص دوسرے کو گناہوں میں آلودہ دیکھے اور خود وہ ان گناہوں سے آزاد ہو تو کیا پھر بھی اپنے آپ کو اس سے افضل نہ جانے؟

آپؑ نے فرمایا: پھر بھی انسان کو چاہیے کہ اپنے آپ کو دوسرے گناہ گار سے افضل نہ سمجھے کیونکہ عین ممکن ہے کہ جسے وہ گناہ گار سمجھ کر چشمِ حقارت سے دیکھ رہا ہے اس کے گناہ معاف ہو چکے ہوں اور یہ حساب میں مبتلا ہو۔ کیا تو نے جادوگروں کا قصہ نہیں پڑھا کہ وہ کتنے بڑے گناہ گار تھے اور کس طرح سے وہ اچانک ناجی بن گئے۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مذہب فرعون کے متعلق مروی ہے کہ وہ ابتدا میں بت پرستی کیا کرتا تھا۔ اس کے بعد اس نے ربوبیت کا دعویٰ کیا۔

مجمع البیان میں حضرت علی علیہ السلام سے ویــذرك والھتك کے تحت منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: فرعون لوگوں کو گائے اور بیل کی عبادت کا حکم دیا کرتا تھا۔ اسی لیے سامری نے لوگوں کے سامنے گئو سالہ کو پیش کیا تھا اور کہا تھا کہ یہ تمھارا اور موسیٰؑ کا معبود ہے۔

وارثانِ زمین

تفسیر عیاشی میں عمار ساباطی سے مروی ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا آپؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ (زمین خدا کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اس کا وارث بنائے) جو چیز اللہ کی ہو وہ رسول کی ہوتی ہے اور جو چیز رسول کی ہو وہ رسول کے بعد امام کی ملکیت قرار پاتی ہے۔

الکافی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا کہ ہم نے کتابِ علیؑ میں یہ جملے پڑھے: اِنَّ

الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ یُوْرِثُهَا مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿۱۲۸﴾ (زمین خدا کی ہے وہ جسے چاہتا ہے اس کا وارث بناتا ہے اور بہتر انجام اہلِ تقویٰ کے لیے ہے) میں اور میری اہلِ بیت وہ ہیں جنھیں خدا نے زمین کا وارث بنایا ہے اور ہم ہی اہلِ تقویٰ ہیں۔ ساری زمین ہماری میراث ہے۔ جو شخص کسی بنجر زمین کو آباد کرے تو وہ زمین اس کی ملکیت ہے۔ اسے چاہیے کہ وہ زمین کا خراج میری اہلِ بیتؑ کے امام کو پہنچائے۔ باقی پیداوار وہ خود استعمال کرے اور اگر وہ اس زمین کو چھوڑ دے اور اس کی جگہ کوئی دوسرا مسلمان اس زمین کو آباد کرے تو وہ زمین اس کی ملکیت قرار پائے گی۔ وہ اس کا خراج امام اہلِ بیت تک پہنچائے اور زمین کی پیداوار کو خود استعمال کرے۔ جب میری اولاد میں سے قائم آلِ محمدؑ کا ظہور ہوگا تو وہ تمام زمینوں پر قبضہ کرلیں گے جیسا کہ رسولؐ خدا نے تمام زمینیں اپنے قبضہ میں لے لیں تھیں البتہ جو زمین ہمارے شیعوں کے ہاتھ میں ہوگی وہ اس پر قبضہ نہیں کریں گے اور وہ بدستور ان کے تصرف میں رہے گی۔

اصول کافی کی ایک روایت کا ماحصل یہ ہے کہ ہشام بن عبدالملک کے حکم پر امام محمد باقر علیہ السلام کو شام لے جایا گیا اور جب آپؑ اس کے دربار میں پہنچے تو آپؑ نے تمام حاضرین پر سلام کیا اور بیٹھ گئے۔ آپؑ نے ہشام کو علیحدہ طور پر سلام نہ کیا جس کی وجہ سے وہ سخت ناراض ہوا اور اس نے کہا کہ تم لوگ ہمیشہ سے مسلمانوں کا اتحاد و اتفاق تباہ کرتے آئے ہو اور اپنے آپ کو امام کے طور پر متعارف کراتے ہو جب کہ یہ تمھاری نادانی ہے۔

اس کے بعد تمام اہلِ دربار نے حضرتؑ کو برا بھلا کہا۔ جب اہلِ دربار خاموش ہوگئے تو آپؑ نے کھڑے ہو کر فرمایا: لوگو! تم کہاں جا رہے ہو اور تمھیں کس طرف دھکیلا جا رہا ہے اللہ تعالیٰ نے ہمارے ذریعہ سے تمھارے پہلے فرد کو ہدایت دی اور ہمارے ذریعہ سے تمھارے آخری فرد کا خاتمہ کرے گا اگر آج یہ حکومت تمھارے پاس موجود ہے تو اس پر مغرور ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمھارے بعد ہماری حکومت قائم ہوگی اور ہماری حکومت کے بعد کسی دوسرے کی حکومت قائم نہ ہوگی اور ہم ہی وہ اہلِ عاقبت ہیں جن کے متعلق خدا نے فرمایا ہے: وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿۱۲۸﴾ ''انجام کار اہلِ تقویٰ کے لیے ہے''۔ حضرتؑ کی اس تقریر کے بعد ہشام نے آپؑ کو زندان بھیج دیا۔

بنی اسرائیل کی فریاد

قَالُوْٓا اُوْذِیْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِیَنَا وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ۭ

''قومِ موسیٰؑ نے کہا کہ اے موسیٰ ہمیں تمھارے آنے سے پہلے ستایا گیا ہے اور تمھارے آنے کے

بعد بھی ہم ستائے جا رہے ہیں''۔

مقصد یہ ہے کہ جب تک تم نہیں آئے تھے اس وقت تک فرعون ہمارے بیٹوں کو ذبح کرتا رہا اور جب آپ آئے ہیں تو ہم پر ان کے ظلم و ستم میں اضافہ ہو گیا ہے۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں ہے کہ فَاِذَا جَآءَتۡهُمُ الۡحَسَنَةُ قَالُوۡا لَـنَا هٰذِهٖ ۚ کا مقصد یہ ہے کہ جب آلِ فرعون کو صحت سلامتی، امن اور وسعت رزق نصیب ہوتی تو وہ کہتے تھے کہ یہ ہمارا حصہ ہے اور ہم اس کا استحقاق رکھتے ہیں۔ وَاِنۡ تُصِبۡهُمۡ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوۡا بِمُوۡسٰى وَمَنۡ مَّعَهٗ کا مقصد یہ ہے کہ جب ان پر پریشانی، بھوک، خوف اور مرض کی وجہ سے مصیبت نازل ہوتی تو وہ کہتے تھے کہ یہ موسیٰ اور اس کے ساتھیوں کی نحوست ہے جس کے برے اثرات ہم پر پڑ رہے ہیں۔

آلِ فرعون پر آنے والے عذاب

وَقَالُوۡا مَهۡمَا تَاۡتِنَا بِهٖ مِنۡ اٰيَةٍ لِّـتَسۡحَرَنَا بِهَا ۙ فَمَا نَحۡنُ لَكَ بِمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۱۳۲﴾ فَاَرۡسَلۡنَا عَلَيۡهِمُ الطُّوۡفَانَ وَالۡجَـرَادَ وَالۡقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ فَاسۡتَكۡبَرُوۡا وَكَانُوۡا قَوۡمًا مُّجۡرِمِيۡنَ ﴿۱۳۳﴾

''اور قومِ فرعون نے کہا کہ اے موسیٰ خواہ تم کتنی ہی نشانیاں ہم پر جادو کے لیے لے آؤ ہم پھر بھی تم پر ایمان نہیں لائیں گے۔ پھر ہم نے ان پر طوفان، ٹڈی، جوں، مینڈک اور خون کو مفصل نشانی بنا کر روانہ کیا لیکن ان لوگوں نے تکبر سے کام لیا اور وہ مجرم لوگ تھے''۔

مجمع البیان میں امام محمد باقر اور حضرت امام جعفر صادق علیہما السلام سے منقول ہے، انھوں نے فرمایا: جب جادوگروں نے فرعون کے دربار میں اسلام قبول کیا تو فرعون کو اس سے شکست فاش ہوئی مگر اس واضح شکست کے باوجود فرعون اور اس کی قوم کفر و انکار پر ہی قائم رہی۔

اس دوران ہامان نے فرعون کو مشورہ دیا کہ جو بھی موسیٰ پر ایمان لائے اور اس کے دین کی تائید کرے تو اسے قید کر دو۔ فرعون نے ہامان کی اس تجویز کو سراہا اور جتنے اسرائیلی ایمان لائے تھے اس نے سب کو زندان میں ڈال دیا۔ اس کے بعد اللہ نے آلِ فرعون پر قحط نازل کیا اور پھلوں کی کمی سے ان پر آزمائش نازل کی۔ اس کے بعد اللہ نے ان پر پانی کا طوفان بھیجا جس سے ان کے گھر برباد ہو گئے اور اتنے تنگ ہوئے کہ انھیں شہر چھوڑ کر باہر صحرا میں خیمے لگانے پڑے۔ ان کے گھروں میں

پانی بھر گیا لیکن طوفان کا پانی کسی بھی اسرائیلی کے گھر میں داخل نہ ہوا۔ پانی کی وجہ سے ان کے گھر ہی منہدم نہیں ہوئے تھے بلکہ وہ اس سال اپنی فصلیں بھی کاشت نہ کر سکے۔

فرعون اور اس کے مقرب افراد نے حضرت موسیٰ سے رابطہ کیا اور کہا کہ آپ اپنے خدا سے دعا مانگیں' وہ ہم سے بارش اور طوفان کا سلسلہ روک دے۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ہم آپ پر ایمان لائیں گے اور بنی اسرائیل کو بھی آزاد کر دیں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا مانگی۔ اللہ تعالیٰ نے طوفانی بارشوں کا سلسلہ روک دیا اور طوفان بھی ختم ہو گیا مگر اس کے باوجود وہ اپنے کفر و عناد پر قائم رہے۔ ہامان نے فرعون سے کہا اگر آپ نے بنی اسرائیل کو آزادی دے دی تو موسیٰ آپ پر غالب آ جائے گا اور آپ کی حکومت و سلطنت ختم کر دے گا۔

فرعون نے ہامان کی تجویز پر عمل کیا اور بنی اسرائیل کو رہا کرنے سے انکار کر دیا۔ اس سال خوب گھاس پیدا ہوئی اور اچھی فصلات پیدا ہوئیں۔ جب آلِ فرعون نے اپنے کھیتوں کو لہلہاتا ہوا دیکھا تو انھوں نے کہا کہ ہم تو سمجھے تھے کہ طوفان اور بارشیں عذاب تھیں۔ دراصل یہ عذاب نہیں تھا یہ تو ہمارے لیے رحمت کا پیغام تھا۔ اللہ تعالیٰ کو ان کی یہ بات پسند نہیں آئی۔ ان کی فصلات پر ٹڈی دل کو بھیج دیا جس نے ایک ہفتہ کے اندر اندر ان کی فصلات کو اُجاڑ کر رکھ دیا اور ان کے درختوں کی کھال تک چٹ کر گئی۔

ٹڈی دل کے وقت خدا کا کرشمہ یہ ہوا کہ کسی بھی اسرائیلی کے گھر میں ٹڈی دل داخل نہ ہوا۔ جب فرعون اور اس کی قوم نے یہ بربادی دیکھی تو انھوں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ خدارا ہمیں اس بلائے ناگہانی سے بچائیں اور ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ہم آپ پر ایمان لائیں گے اور بنی اسرائیل کو آزادی دیں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام شہر سے باہر آئے اور آپؑ نے اپنے عصا کے ساتھ مشرق و مغرب کی طرف اشارہ کیا۔ اس کے بعد ٹڈی دل جہاں سے آیا تھا وہاں چلا گیا اور پورے علاقہ میں ٹڈی دل کا نام و نشان تک دکھائی نہ دیتا تھا۔ مگر اس کے باوجود فرعون نے اسرائیلیوں کو آزادی نہ دی۔

اس کے کچھ عرصہ بعد اللہ تعالیٰ نے قوم فرعون پر جوؤں کا عذاب نازل کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام شہر سے باہر ایک ٹیلے پر گئے اور آپؑ نے وہاں اپنا عصا مارا تو زمین میں سے جوؤں کے لشکر برآمد ہوئے اور وہ آلِ فرعون کے گھروں میں پھیل گئے اور ان کے لباس میں گھس گئے اور حالت یہ ہوئی کہ وہ انھیں کاٹتی تھیں اور ان کا لہو چوستی تھیں جس سے ان کا

آرام وسکون برباد ہوگیا۔ جب فرعون اور اس کا خاندان اس افتاد سے تنگ آ گیا تو انھوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ آپ ہم پر رحم کریں اور اس مصیبت سے ہماری جان چھڑائیں' ہم بنی اسرائیل کو آزاد کر دیں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دعا کی تو جوؤں کا لشکر غائب ہوگیا۔ مگر فرعون نے اپنا وعدہ پورا نہ کیا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد اللہ نے ان پر مینڈکوں کی شکل میں اپنا عذاب نازل کیا۔ دریا سے مینڈکوں کا ایک لشکر برآمد ہوا اور آلِ فرعون کے گھروں میں گھس گیا۔ وہ ہانڈی پکاتے تو پھدک کر اس میں چلے جاتے' وہ کھاتے تو روٹی پر مینڈک آ کر بیٹھ جاتے اور جب کوئی شخص بات کرنے کے لیے ذرا سا منہ کھولتا تو مینڈک پھدک کر اس کے منہ میں چلے جاتے۔

اس عذاب سے ان کی چیخیں نکل گئیں اور انھوں نے رو رو کر حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ خدارا اس عذاب سے ہماری جان چھڑائیں' ہم آپ پر ایمان لائیں گے اور بنی اسرائیل کو آزادی دیں گے۔ حضرت موسیٰؑ نے دعا مانگی۔ مینڈک واپس دریاؤں میں چلے گئے مگر فرعون اور اس کی قوم نے اپنے وعدہ کا پاس نہ کیا اور بدستور کفر وعناد پر قائم رہے۔

اس کے کچھ عرصہ بعد اللہ تعالیٰ نے ان پر خون کا عذاب نازل کیا۔ نیل کا پانی خاندانِ فرعون کے لیے خون کی شکل اختیار کر گیا۔ خدا کا کرشمہ یہ تھا کہ اسرائیلی نیل کا پانی پیتے تو وہ انھیں پانی کی شکل میں دکھائی دیتا تھا اور انھیں پانی کا ذائقہ محسوس ہوتا تھا لیکن جب آلِ فرعون اسے دیکھتی تو انھیں خون دکھائی دیتا تھا اور جب وہ اسے منہ میں ڈالتے تو انھیں خون کا ذائقہ محسوس ہوتا تھا۔

جب آزمائش زیادہ بڑھی تو فرعون کی قوم والے اسرائیلیوں سے کہتے تھے کہ تم اپنے منہ میں پانی بھر کر ہمارے منہ میں ڈالو۔ پانی جب تک اسرائیلی کے منہ میں ہوتا تھا اس وقت تک وہ پانی ہی ہوتا تھا اور جب وہ اپنے منہ سے قبطیوں کے منہ میں ڈالتا تو وہ خون بن جاتا تھا۔ فرعون نے کئی دن تک پیاس بجھانے کے لیے درختوں کے تازہ پتے چبائے لیکن جب ان کا پانی اس کے منہ میں جاتا تو وہ خون بن جاتا تھا۔ چنانچہ فرعون اور اس کی قوم نے ایک ہفتہ تک تو صبر کیا۔ اس کے بعد انھوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی کہ خدارا ہمیں اس مصیبت سے نجات دلائیں۔ ہم آپ پر ایمان لائیں گے اور بنی اسرائیل کو آزادی دیں گے۔

حضرت موسیٰؑ نے دعا مانگی تو یہ کیفیت ختم ہوگئی لیکن اس کے باوجود فرعون اور اس کی قوم نے اپنے کفر سے توبہ نہ کی اورا ۔ وعدہ کا پاس نہ کیا۔ زید بن اسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ وہ خون نکسیر جیسا ہوتا تھا۔

تفسیر عیاشی میں مرقوم ہے کہ محمد بن قیس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ ''طوفان'' سے کیا مراد

ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس سے پانی اور طاعون کا طوفان مراد ہے۔

سلیمان نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ اگر آپ نے ہم سے "رجز" کو دُور کر دیا تو ہم آپ پر ایمان لائیں گے اس "رجز" سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس سے برف مراد ہے۔ چنانچہ خراسان کا علاقہ "ارض رجز" ہے۔

مجمع البیان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: آلِ فرعون پر سرخ رنگ کی برف باری ہوئی تھی اور اس طرح کی برف باری انھوں نے نہ دیکھی تھی اور نہ سنی تھی۔ اس برف باری کی وجہ سے ان کا بہت سا جانی نقصان ہوا تھا۔ اس کے علاوہ ان کا اتنا نقصان ہوا جس کی پہلے مثال موجود نہیں تھی۔ آخر کار انھوں نے حضرت موسیٰؑ سے التجا کی کہ آپؑ ہمیں اس مصیبت سے نجات دلائیں۔ اگر آپؑ نے ہمیں نجات دلا دی تو ہم آپؑ پر ایمان لائیں گے اور بنی اسرائیل کو رہا کر دیں گے۔ حضرت موسیٰؑ نے دعا کی تو برف باری کا سلسلہ رک گیا۔ فرعون نے بنی اسرائیل کو آزاد کر دیا جب وہ آزاد ہوئے تو وہ حضرت موسیٰؑ کے پاس جمع ہوئے اور آپ انھیں لے کر مصر سے روانہ ہو گئے۔

جب ہامان کو معلوم ہوا کہ موسیٰؑ بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر مصر سے چلے گئے ہیں تو اس نے فرعون سے کہا: میں تو تم سے پہلے ہی کہتا تھا کہ انھیں رہا مت کرو۔ اب آپ نے انھیں رہا کر دیا ہے تو وہ ہمارا ملک چھوڑ کر یہاں سے چلے گئے ہیں۔

فرعون نے پورے شہر میں اپنے پیادے بھیجے جنھوں نے لوگوں کو بنی اسرائیل کے تعاقب کے لیے جمع کیا۔

صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے

اصول کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے اپنے ایک شاگرد حفص بن غیاث سے فرمایا: جو بھی صبر کرتا ہے اسے تھوڑے ہی عرصہ کے لیے صبر کرنا پڑتا ہے جب کہ اس کا پھل دیرپا ہوتا ہے اور جو بے صبری کا مظاہرہ کرتا ہے وہ تھوڑے ہی وقت کے لیے بے صبری دکھاتا ہے لیکن وہ ابدی اجر سے محروم ہو جاتا ہے۔ تم دیکھو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صبر کیا تھا' اللہ نے اسے اجرِ عظیم دیا اور اس کی اولاد میں امامت کو رکھ دیا اور اس کی نسل کے ائمہ کی غالب صفت صبر کو قرار دیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَ جَعَلْنَا مِنْهُمْ اَىِٕمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ؕ۟ وَ كَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یُوْقِنُوْنَ ﴿۲۴﴾ (السجدہ: ۲۴) "جب انھوں نے صبر کیا تو ہم نے ان کو امام مقرر کیا اور وہ ہماری آیات پر یقین رکھتے تھے"۔

حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اَلصَّبْرُ مِنَ الْاِیْمَانِ کَالرَّأْسِ مِنَ الْجَسَدِ ''ایمان میں صبر کو وہی مقام حاصل ہے جو بدن میں سر کو حاصل ہے''۔ اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے والوں کی قدردانی کی ہے اور ان کے متعلق فرمایا ہے: وَ تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ۙ۬ بِمَا صَبَرُوْا ؕ وَ دَمَّرْنَا مَا كَانَ یَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَ قَوْمُهٗ وَ مَا كَانُوْا یَعْرِشُوْنَ۝ (بنی اسرائیل پر اللہ کی بہترین بات تمام ہوگئی اس وجہ سے کہ انھوں نے صبر کیا تھا اور جو کچھ فرعون اور اس کی قوم والے بنا رہے تھے ہم نے سب کو برباد کر دیا اور ان کی اُونچی عمارتوں کو مسمار کر دیا۔)

نہج البلاغہ میں مرقوم ہے کہ ایک یہودی نے حضرت علی علیہ السلام کو طعنہ دیتے ہوئے کہا: ابھی تمھارا نبی دفن نہیں ہوا تھا کہ تم نے آپس میں اختلاف شروع کر دیا۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: ہمارا اختلاف حضورؐ کی جانشینی کے لیے تھا خود حضورؐ کے متعلق نہیں تھا جب کہ تمھاری حالت تو یہ ہے کہ ابھی تمھارے پاؤں خشک نہیں ہوئے تھے کہ تم نے اپنے نبی سے یہ کہا تھا کہ ہمارے لیے بھی ایسے ہی معبود بناؤ جیسا کہ ان کے لیے معبود ہیں۔

وَ وٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِیْنَ لَیْلَةً وَّ اَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِیْقَاتُ رَبِّهٖۤ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً ۚ وَ قَالَ مُوْسٰى لِاَخِیْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ وَ اَصْلِحْ وَ لَا تَتَّبِعْ سَبِیْلَ الْمُفْسِدِیْنَ۝۱۴۲ وَ لَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِیْقَاتِنَا وَ كَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِیْۤ اَنْظُرْ اِلَیْكَ ؕ قَالَ لَنْ تَرٰىنِیْ ۚ وَ لٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّ خَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّاۤ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَیْكَ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ۝۱۴۳ قَالَ یٰمُوْسٰۤى اِنِّی اصْطَفَیْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِیْ وَ بِكَلَامِیْ ۖ٘

فَخُذْ مَاۤ اٰتَیْتُكَ وَ كُنْ مِّنَ الشّٰكِرِیْنَ ﴿۱۴۴﴾ وَ كَتَبْنَا لَهٗ فِی الْاَلْوَاحِ
مِنْ كُلِّ شَیْءٍ مَّوْعِظَةً وَّ تَفْصِیْلًا لِّكُلِّ شَیْءٍ ۚ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ
وَّ اْمُرْ قَوْمَكَ یَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا ؕ سَاُورِیْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِیْنَ ﴿۱۴۵﴾
سَاَصْرِفُ عَنْ اٰیٰتِیَ الَّذِیْنَ یَتَكَبَّرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ ؕ
وَ اِنْ یَّرَوْا كُلَّ اٰیَةٍ لَّا یُؤْمِنُوْا بِهَا ۚ وَ اِنْ یَّرَوْا سَبِیْلَ الرُّشْدِ لَا
یَتَّخِذُوْهُ سَبِیْلًا ۚ وَ اِنْ یَّرَوْا سَبِیْلَ الْغَیِّ یَتَّخِذُوْهُ سَبِیْلًا ؕ
ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ كَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِیْنَ ﴿۱۴۶﴾ وَ الَّذِیْنَ
كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ لِقَآءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ؕ هَلْ یُجْزَوْنَ
اِلَّا مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۷﴾ ع وَ اتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ
حُلِیِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ؕ اَلَمْ یَرَوْا اَنَّهٗ لَا یُكَلِّمُهُمْ وَ لَا
یَهْدِیْهِمْ سَبِیْلًا ۘ اِتَّخَذُوْهُ وَ كَانُوْا ظٰلِمِیْنَ ﴿۱۴۸﴾ وَ لَمَّا سُقِطَ فِیْۤ
اَیْدِیْهِمْ وَ رَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا ۙ قَالُوْا لَىِٕنْ لَّمْ یَرْحَمْنَا رَبُّنَا
وَ یَغْفِرْ لَنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۱۴۹﴾ وَ لَمَّا رَجَعَ مُوْسٰۤى اِلٰى
قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۙ قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِیْ مِنْۢ بَعْدِیْ ۚ
اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ ۚ وَ اَلْقَى الْاَلْوَاحَ وَ اَخَذَ بِرَاْسِ اَخِیْهِ

C28

يَجُرُّهٗٓ اِلَيْهِ ؕ قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِيْ وَكَادُوْا
يَقْتُلُوْنَنِيْ ۖ فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْاَعْدَآءَ وَلَا تَجْعَلْنِيْ مَعَ الْقَوْمِ
الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۵۰﴾ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِاَخِيْ وَاَدْخِلْنَا فِيْ رَحْمَتِكَ ۖ
وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۵۱﴾ ع اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ
سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَكَذٰلِكَ
نَجْزِي الْمُفْتَرِيْنَ ﴿۱۵۲﴾ وَالَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ
بَعْدِهَا وَاٰمَنُوْٓا ۫ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۵۳﴾ وَلَمَّا
سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ اَخَذَ الْاَلْوَاحَ ۚۖ وَفِيْ نُسْخَتِهَا هُدًى
وَّرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ
سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا ۚ فَلَمَّآ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ
شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ ؕ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ
مِنَّا ۚ اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ؕ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَتَهْدِيْ مَنْ
تَشَآءُ ؕ اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ ﴿۱۵۵﴾
وَاكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَآ اِلَيْكَ ؕ
قَالَ عَذَابِيْٓ اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ ۚ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ؕ

فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۵۶﴾ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ۡ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۵۷﴾

''اور ہم نے موسیٰؑ سے تیس راتوں کا وعدہ کیا تھا بعد میں اس میں ہم نے دس دن کا اضافہ کر دیا۔ اس طرح سے اس کے رب کی مقرر کردہ مدت پورے چالیس دن ہوگئی اور موسیٰؑ نے اپنے بھائی ہارونؑ سے کہا: میرے بعد میری قوم میں تم میری جانشینی کرنا اور ٹھیک کام کرتے رہنا اور فساد کرنے والوں کی راہ کی پیروی نہ کرنا۔

اور جب وہ ہمارے مقرر کردہ وقت پر پہنچا اور اس کے رب نے اس سے کلام کیا تو اس نے کہا کہ اے میرے رب مجھے اپنے دیکھنے کی صلاحیت عطا کر تا کہ میں تجھے دیکھوں۔ خدا نے کہا کہ تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکے گا۔ ہاں ذرا پہاڑ کی طرف دیکھ اگر وہ جگہ پر قائم رہ گیا تو تو مجھے دیکھ لے گا۔ چنانچہ جب اس کے رب نے پہاڑ پر تجلی کی اور اسے ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰؑ غش کھا کر گر پڑا۔ جب ہوش آیا تو اس نے کہا: تیری ذات پاک ہے میں تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں اور سب سے پہلا ایمان لانے والا میں ہوں۔

خدا نے کہا: اے موسیٰ! میں نے تمام لوگوں پر تجھے ترجیح دے کر منتخب کیا کہ تو میری پیغمبری کرے اور مجھ سے ہم کلام ہو سکے۔ پس جو کچھ میں تجھے دوں اسے لے جا اور شکر گزاروں میں سے بن جانا۔

اس کے بعد ہم نے موسیٰؑ کو ہر شعبۂ زندگی کے متعلق نصیحت اور ہر پہلو کے متعلق واضح ہدایت تختیوں پر لکھ کر دے دی اور اس سے کہا: اسے مضبوطی سے تھام لو اور اپنی قوم کو حکم دو کہ وہ اس کے بہتر مفہوم کی پیروی کریں۔ میں عنقریب تمھیں فاسقوں کے گھر دکھاؤں گا۔

میں اپنی نشانیوں سے ان لوگوں کی نگاہیں پھیر دوں گا جو کسی حق کے بغیر زمین میں بڑے بنتے ہیں وہ اگر تمام نشانیاں بھی دیکھیں پھر بھی ان پر ایمان نہیں لائیں گے اور اگر وہ سیدھا راستہ دیکھیں تو وہ اسے نہیں اپنائیں گے اور اگر وہ ٹیڑھا راستہ دیکھیں تو اس پر چل پڑیں گے۔ یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ انھوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا اور ان سے بے پرواہی کرتے رہے۔

وہ لوگ جنھوں نے ہماری آیات اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا ان کے سارے اعمال ضائع ہو گئے تو کیا لوگ اس کے سوا کچھ اور جزا پا سکتے ہیں کہ وہ جیسا کریں ویسا بھریں۔

موسیٰؑ کے بعد اس کی قوم نے اپنے زیوروں سے ایک بچھڑے کا پتلا بنایا جس میں سے بیل کی آواز نکلتی تھی کیا انھیں نظر نہ آتا تھا کہ وہ نہ تو ان سے بول سکتا ہے اور نہ ہی ان کی رہنمائی کر سکتا ہے مگر پھر بھی انھوں نے اسے معبود بنا لیا تھا اور وہ سخت ظالم تھے۔

اور جب ان کی فریب خوردگی کا طلسم ٹوٹ گیا اور انھوں نے دیکھ لیا کہ وہ گمراہ ہو چکے ہیں تو کہنے لگے اگر ہمارے رب نے ہم پر رحم نہ کیا اور ہم سے درگزر نہ کیا تو ہم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

اور جب موسیٰؑ غصہ اور رنج سے بھرا ہوا اپنی قوم کی طرف پلٹا اس نے آ کر کہا تم نے میرے

بعد بہت بری جانشینی کی کیا تم سے اتنا صبر نہ ہوا کہ اپنے رب کے حکم کا انتظار کر لیتے ؟ اور اس نے تختیاں پھینک دیں اور اپنے بھائی کے سر سے پکڑ کر اپنی جانب کھینچا۔ ہارون نے کہا: اے میری ماں کے بیٹے' ان لوگوں نے مجھے کمزور بنا دیا تھا اور قریب تھا کہ مجھے مار ڈالتے تو دشمنوں کو مجھ پر ہنسنے کا موقع نہ دے اور اس ظالم گروہ کے ساتھ مجھے شامل نہ کر۔

تب موسیٰؑ نے کہا: اے رب مجھے اور میرے بھائی کو معاف کر دے اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل فرما تو سب سے بڑھ کر مہربان ہے۔ جن لوگوں نے بچھڑے کو معبود بنایا وہ ضرور اپنے رب کے غضب میں گرفتار ہوں گے اور دنیا کی زندگی میں ذلیل ہوں گے اور جھوٹ تراشنے والوں کو ہم ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔

وہ لوگ جو برے عمل کریں اس کے بعد توبہ کرلیں اور ایمان لے آئیں تو یقیناً توبہ کے بعد تیرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔ اور جب موسیٰؑ کا غصہ ٹھنڈا ہوا تو اس نے وہ تختیاں اٹھائیں جن کی تحریر میں ہدایت اور رحمت تھی ان لوگوں کے لیے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔

موسیٰؑ نے ہمارے مقرر کردہ وقت کے لیے اپنی قوم کے ستر افراد کا انتخاب کیا۔ جب ان لوگوں کو سخت زلزلہ نے آ پکڑا تو موسیٰؑ نے کہا: پروردگار! اگر تو چاہتا تو مجھے اور ان کو اس سے پہلے بھی ہلاک کرسکتا تھا۔ کیا تو ہمارے چند نادانوں کے فعل کی وجہ سے ہمارا مؤاخذہ کررہا ہے۔ یہ تو آپ کی ڈالی ہوئی ایک آزمائش ہے جس کے ذریعہ سے تو جسے چاہتا ہے گمراہی میں مبتلا دیکھتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے تو ہی ہمارا سرپرست ہے۔ ہماری مغفرت فرما اور ہم پر رحم فرما اور تو ہی سب سے بڑھ کر معاف کرنے والا ہے۔

اور ہمارے لیے اس دنیا کی بھلائی بھی لکھ دے اور آخرت کی بھلائی بھی لکھ دے۔ ہم نے تیری طرف رجوع کیا ہے۔

خدا نے فرمایا: میں جسے چاہتا ہوں اس پر اپنا عذاب نازل کرتا ہوں مگر میری رحمت ہر چیز پر

چھائی ہوئی ہے اور اسے میں ان لوگوں کے لیے لکھوں گا جو نافرمانی سے پرہیز کرتے ہیں' زکوٰۃ دیتے ہیں اور میری آیات پر ایمان رکھتے ہیں۔

وہ لوگ جو اس پیغمبر نبی اُمی کی پیروی کرتے ہیں جس کا ذکر اپنے ہاں تورات اور انجیل میں پاتے ہیں وہ انھیں نیکی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے منع کرتا ہے اور ان کے لیے پاک چیزیں حلال کرتا ہے اور ان پر ناپاک چیزوں کو حرام کرتا ہے اور ان سے وہ بوجھ اُتارتا ہے جو ان پر لدے ہوئے تھے اور وہ ان بندشوں کو کھولتا ہے جن میں وہ جکڑے ہوئے تھے۔ وہ لوگ جو اس پر ایمان لائیں اور اس کی حمایت و نصرت کریں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ نازل کیا گیا ہے وہ لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

ایک ماہ کا وعدہ جو چالیس دنوں میں پورا ہوا

وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖۤ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ۚ

''اور ہم نے موسیٰؑ سے تیس راتوں کا وعدہ کیا تھا' بعد میں ہم نے اس میں دس دن کا اضافہ کر دیا اس طرح سے اس کے رب کی مقرر کردہ مدت پورے چالیس دن ہوگئی''۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں براہِ راست چالیس راتوں کے وعدے کا ذکر نہیں کیا بلکہ فرمایا کہ وعدہ تیس راتوں کا تھا اور اس میں دس دنوں کا اضافہ کر دیا گیا یوں اس کی تکمیل چالیس راتوں میں ہوئی۔

اس کلام بالا کی بھی چند وجوہات ہیں جن میں سے ایک ممکن وجہ یہ بھی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا کہ میں تورات لینے کے لیے طورسینا پر جا رہا ہوں اور میں تم سے تیس دن ملاقات نہیں کرسکوں گا۔ اور اب جو خدا نے اس میں دس دنوں کا اضافہ کیا تو اس سے موسیٰ علیہ السلام کے قول میں کوئی فرق نہیں پڑا کیونکہ انھوں نے تیس دن تو بہرصورت باہر بسر کیے تھے۔

اصول کافی میں فضیل بن یسار سے منقول ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا قائم آلِ محمدؑ کے ظہور کا وقت بھی مقرر ہے؟

آپؑ نے اس کے جواب میں تین بار فرمایا: کذب الوقاتون ، کذب الوقاتون ، کذب الوقاتون ''وقت مقرر کرنے والوں نے جھوٹ کہا' وقت مقرر کرنے والوں نے جھوٹ کہا' وقت مقرر کرنے والوں نے جھوٹ کہا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام تورات لینے کے لیے گئے تھے تو ان سے تیس راتوں کا وعدہ تھا۔ جب خدا نے تیس میں دس دنوں کا اضافہ کیا تو قومِ موسیٰ نے کہا کہ موسیٰؑ نے ہم سے وعدہ خلافی کی ہے۔ اس کے بعد انھوں نے وہ کام سرانجام دیا جسے جہان جانتا ہے لہٰذا جب ہم تم سے کوئی بات کریں اور وہ بات اپنے وقت پر ظہور پذیر ہو جائے تو تم ''صدق اللہ'' کہو اور اگر وہ بات اپنے وقت پر ظاہر نہ ہو تو بھی تم ''صدق اللہ'' کہو۔ خدا تمھیں دو بار اجر عطا کرے گا۔

کتاب معانی الاخبار میں اور تفسیر عیاشی کی دو روایات کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام یکم ذی قعدہ کو تورات لینے گئے تھے اور دس ذی الحجہ کو واپس آئے تھے۔

ہارون محمدی

امالی طوسی میں ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ تبوک کے لیے مدینہ سے روانہ ہوئے تو آپؐ نے حضرت علی علیہ السلام کو مدینہ میں ٹھہرایا اور فرمایا کہ تم میرے اہل میں میرے خلیفہ بن جاؤ۔

حضرت علی علیہ السلام نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! اہلِ عرب طعنے دیں گے کہ علی علیہ السلام نے اپنے ابن عم کو چھوڑ دیا تھا اور گھر میں بیٹھ گیا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اما ترضٰی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسٰی ''کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ تجھے مجھ سے وہی منزلت ہو جو ہارون کو موسیٰؑ سے تھی؟

حضرت علی علیہ السلام نے کہا: کیوں نہیں (میں راضی ہوں)۔ نبی کریمؐ نے فرمایا: تو تم میرے خلیفہ بن جاؤ۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں محمد بن مسلم سے منقول ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپؑ یہ فرمائیں کہ جب حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام دونوں نبی تھے تو احکام' قضایا' اوامر و نواہی کا تعلق بیک وقت دونوں سے ہوتا تھا یا کسی ایک سے ہوتا تھا؟

آپؑ نے فرمایا: موسیٰ علیہ السلام خدا سے مناجات کیا کرتے تھے اور آپؑ علم لکھتے تھے اور بنی اسرائیل کے درمیان فیصلے کرتے تھے جب آپؑ مناجات کے لیے باہر جاتے تو ہارونؑ آپؑ کے خلیفہ ہوتے تھے۔

روضہ کافی میں حضرت علی علیہ السلام سے ایک خطبہ منقول ہے جسے ''خطبہ وسیلہ'' کہا جاتا ہے اس میں آپؑ نے فرمایا:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنی وصیت کے لیے خاص کیا تھا اور انھوں نے اپنی اُمت میں مجھے خلیفہ مقرر کیا تھا۔ آنحضرتؐ نے مہاجرین وانصار کے بھرے مجمع میں یہ فرمایا تھا:

اَيُّهَا النَّاسُ! اِنَّ عَلِيًّا مِنِّي كَهَارُونَ مِن مُّوسٰى اِلَّا اِنَّهٗ لَا نَبِي بَعدِي

''لوگو! علیؑ کو مجھ سے وہی منزلت حاصل ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے حاصل تھی لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا''۔

اہلِ دانش مسلمان آنحضرتؐ کے اس فرمان کا مقصد سمجھ گئے تھے کہ جب آنحضرتؐ نے مجھے ہارون سے تشبیہ دی اور اپنی تشبیہ موسیٰ سے دی تو میں آنحضرت کا مادری پدری بھائی نہیں تھا جس طرح سے کہ ہارون حضرت موسیٰ کے مادری پدری بھائی تھے۔ نبی اکرمؐ نے مجھے ہارون سے تشبیہ دی تھی جب کہ ہارون نبی تھے اور مجھ تک نبوت نے منتقل ہونا ہی نہیں تھا مگر اس کے باوجود آپؐ نے مجھے ہارونؑ سے تشبیہ دی تھی۔ اس تشبیہ کی بس ایک وجہ تھی کہ جس طرح سے ہارون حضرت موسیٰؑ کے خلیفہ تھے اسی طرح میں بھی آنحضرتؐ کا خلیفہ ہوں۔

کتاب کمال الدین وتمام النعمۃ میں سلیم بن قیس الہلالی سے مروی ہے کہ امیرالمومنین علیہ السلام نے مہاجرین و انصار کے مجمع میں حضرت عثمان کے عہدِ خلافت میں یہ کہا:

میں تمھیں خدا کا واسطہ دے کر تم سے پوچھتا ہوں کہ کیا جب رسول مقبول غزوۂ تبوک پر جانے لگے تھے تو انھوں نے مجھے اپنا جانشین نہیں بنایا تھا اور جب میں نے آنحضرتؐ سے عرض کیا کہ آپؐ مجھے مدینہ میں چھوڑ کر کیوں جا رہے ہیں؟ تو آپؐ نے فرمایا تھا: مدینہ میں میرا یا تمھارا رہنا ضروری ہے اور تجھے مجھ سے وہی منزلت حاصل ہے جو ہارون کو موسیٰؑ سے حاصل تھی مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا؟ تمام حاضرین نے گواہی دی کہ بے شک آپؑ نے سچ کہا۔

خواہشِ دیدار

......قَالَ رَبِّ اَرِنِيٓ اَنظُرْ اِلَيْكَ ۚ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

''موسیٰ نے کہا کہ پروردگار مجھے اپنا دیدار کرا میں تجھے دیکھنا چاہتا ہوں۔ خدا نے کہا تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکے گا۔ ہاں ذرا پہاڑ کی طرف دیکھ۔ اگر وہ اپنی جگہ پر قائم رہ گیا تو تو مجھے دیکھ لے گا۔ چنانچہ جب اس کے رب نے پہاڑ پر تجلی کی اور اسے ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ غش کھا کر گر پڑا۔ جب ہوش آیا تو اس نے کہا: تیری ذات پاک ہے' میں تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں اور سب سے پہلے ایمان لانے والا میں ہوں''۔

تفسیر عیاشی میں صادقین علیہما السلام سے منقول ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے دیدار کا سوال کیا تو اس وقت آسمان کے دروازے کھل گئے اور ملائکہ کے گروہ نازل ہونے لگے۔ ہر ایک کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی اور اس کے سر پر نور تھا اور ان فرشتوں نے موسیٰ سے کہا: فرزندِ عمران! تو نے بہت بڑا سوال کیا ہے اب ثابت قدم رہنا۔

حضرت موسیٰ ٹھہرے رہے یہاں تک کہ اللہ نے پہاڑ پر اپنا جلوہ گرایا جس سے پہاڑ ریزہ ریزہ ہوگیا اور موسیٰ بے ہوش ہوگئے۔ اور جب انھیں افاقہ ہوا تو انھوں نے کہا: سُبۡحٰنَكَ تُبۡتُ اِلَیۡكَ وَ اَنَا اَوَّلُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱۴۳﴾ ''تیری ذات پاک ہے میں تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں اور سب سے پہلے ایمان لانے والا میں ہوں''۔ ابن عمیر کہتے ہیں کہ موسیٰ کو چاروں طرف سے آگ نے گھیر لیا تھا۔ وہ اس دہشت ناک منظر کو دیکھ کر بھاگ تک نہیں سکتے تھے۔

ابوبصیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا' آپؑ نے فرمایا: جب موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے دیدار کا تقاضا کیا تھا تو اللہ نے فرمایا کہ اس پہاڑ پر بیٹھ جاؤ۔ اس کے بعد اللہ نے ملائکہ کو حکم دیا کہ وہ صف در صف برق' رعد' ہوا اور کڑک کو لے کر موسیٰ کے پاس سے گزر کریں۔ چنانچہ جب ایک گروہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرتا تو آپ اس سے پوچھتے کہ کیا تم میں میرا رب بھی ہے؟ وہ گروہ کہتا کہ نہیں وہ آنے ہی والا ہے۔ فرزندِ عمران! تم نے بہت بڑا سوال کیا ہے۔

حفص بن غیاث کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا' آپؑ نے فرمایا کہ جب پہاڑ پر جلوہ پڑا تو پہاڑ سمندر میں دھنس گیا اور وہ قیامت تک اس میں دھنستا ہی رہے گا۔

ایک اور روایت میں مذکور ہے کہ موسیٰ کو چاروں طرف سے آگ نے گھیر لیا تاکہ وہ ہیبت ناک منظر سے گھبرا کر ادھر اُدھر دوڑنے نہ پائیں اور جب موسیٰ گرے تھے تو ان کی روح پرواز کر گئی تھی پھر اللہ نے ان کے جسم میں روح کو داخل کیا تو انھیں ہوش آیا اور جیسے ہی ہوش میں آئے تو انھوں نے کہا تھا: سُبۡحٰنَكَ تُبۡتُ اِلَیۡكَ وَ اَنَا اَوَّلُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱۴۳﴾ ''تیری

ذات پاک ہے میں تیرے حضور توبہ کرتا ہوں اور میں سب سے پہلے ایمان لانے والا ہوں"۔

بصائر الدرجات میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے' آپؑ نے فرمایا: آغازِ تخلیق کے وقت اللہ نے "کروبیین" کو پیدا کیا اور وہ ہمارے شیعہ ہیں۔ اللہ نے انھیں عرش کے قریب جگہ دی۔ اگر ان میں سے ایک کا نور تمام اہلِ زمین پر تقسیم کیا جائے تو انھیں کافی ہوگا۔

پھر آپؑ نے فرمایا: جب موسیٰ علیہ السلام نے خدا سے دیدار کی درخواست کی تھی تو اللہ تعالیٰ نے ایک "کروبی" کو حکم دیا تھا۔ اس نے پہاڑ پر اپنا جلوہ گرایا تھا جس سے پہاڑ ریزہ ریزہ ہوگیا تھا۔

کتاب احتجاج طبرسی میں مذکور ہے کہ ایک زندیق نے حضرت علی علیہ السلام سے کہا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ اللہ نے انبیاء کی لغزشوں کا قرآن میں تفصیلی ذکر کیا ہے؟

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: خدا جانتا تھا کہ انبیاء کی کرامات و معجزات دیکھ کر بہت سے لوگ بھٹک جائیں گے اور وہ انھیں خدا کہنے لگ جائیں گے اسی لیے اللہ نے ان کی لغزشوں کا تذکرہ کیا ہے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ وہ خدا نہیں تھے جیسا کہ اللہ نے حضرت موسیٰؑ کی خواہشِ دیدار کا تذکرہ کیا ہے اور ان کی بے ہوشی کا ذکر کیا ہے تو اس میں بھی خدا کی یہی مصلحت ہے۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ تجلّی، ظہر کے معنی میں ہے جیسا کہ "حدث" اور "تحدث" کا ایک ہی معنی ہے اور یوں آیت کا مقصود یہ ہے کہ اللہ نے اپنے امر کا تھوڑا اظہار پہاڑ پر کیا جس سے پہاڑ پھٹ گیا۔ اس مفہوم کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چھوٹی انگشت کے برابر عرش سے اپنے امر کو ظاہر کیا جس سے پہاڑ پھٹ گیا۔

ایک قول ضعیف یہ ہے کہ وہ پہاڑ چھ حصوں میں بٹ گیا اس کے تین حصے مکہ میں آ کر گرے اور تین حصے مدینہ میں آ کر گرے۔ مدینہ میں جو پہاڑ آ کر گرے ان کے نام یہ ہیں: ۱- احد' ۲- ورقان' ۳- رضویٰ۔ اور جو تین حصے مکہ میں گرے تھے ان کے نام یہ ہیں: ۱- ثور' ۲- ثبیر' ۳- حری۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام کے اس قول اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ (۱۴۳) کا مفہوم یہ ہے کہ میں سب سے پہلے اس بات کی تائید و تصدیق کرتا ہوں کہ تو غیر مرئی ہے اور تیرا دیکھنا محال ہے۔

ابن عباس اور حسن سے یہی روایت منقول ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ میں سب سے پہلے اس بات کی تائید کرتا ہوں کہ تجھے دیکھنا ناممکن ہے۔

عیون الاخبار میں شیخ صدوق نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی ایک نشست کا تذکرہ کیا ہے اور اس نشست میں آپؑ نے انبیاء کی عصمت ثابت کی تھی۔ اس طویل روایت میں یہ کلمات بھی مذکور ہیں:

مامون الرشید نے کہا کہ آپؑ کا عقیدہ ہے کہ انبیاء معصوم ہیں جب کہ قرآن مجید میں واضح طور پر خدا نے بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا سے دیدار کی درخواست کی تھی اور خدا نے فرمایا کہ تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے کلیم تھے مگر اس کے باوجود انھیں یہ معلوم نہ تھا کہ اللہ غیر مرئی ہے اور اسے آنکھوں سے دیکھنا محال ہے اگر انھیں علم نہ تھا تو اس سے ان کے علم میں نقص پیدا ہوتا ہے اور اگر علم تھا تو پھر انھوں نے خدا سے یہ سوال کیوں کیا تھا؟ اور کیا ان کا یہ سوال مقامِ عصمت کے منافی نہیں ہے؟

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: حضرت موسیٰ بن عمران جانتے تھے کہ خدا رؤیت سے بلند و بالا ہے۔ بات یہ ہے کہ جب اللہ نے ان سے کلام کیا اور انھیں اپنا مقرب بنایا اور ان سے رازدارانہ گفتگو کی تو آپؑ نے اپنی قوم سے کہا کہ خدا نے مجھ سے کلام کیا ہے اور مجھے اپنا مقرب بنایا ہے اور مجھ سے رازدارانہ گفتگو کی ہے۔

ان کی قوم نے کہا جب تک ہم آپ کی طرح سے خدا کا کلام سن نہ لیں اس وقت تک ہم تیری تصدیق نہیں کریں گے۔ اس وقت آپؑ کی قوم کی تعداد سات لاکھ تھی۔ آپؑ نے ان میں سے ستر ہزار کا انتخاب کیا۔ ستر ہزار میں سے سات سو کا انتخاب کیا۔ پھر سات سو میں سے ستر افراد کا انتخاب کیا اور انھیں اپنے ساتھ لے کر طور سینا کی طرف آئے اور انھیں پہاڑ کے دامن میں کھڑا کیا اور خود پہاڑ پر تشریف لے گئے اور آپؑ نے اللہ سے درخواست کی کہ خدایا مجھ سے کلام کر اور اپنا کلام انھیں بھی سنا۔

اللہ تعالیٰ نے ان سے کلام کیا جسے ان کی قوم نے بھی اپنے کانوں سے سنا لیکن کلام خدا کا کرشمہ یہ تھا کہ وہ ایک سمت کے بجائے تمام اطراف سے سنائی دیا۔ خدا نے کلام کو درخت میں پیدا کیا تھا وہ کلام درخت سے نکل کر ہر طرف سے سنائی دے رہی تھی۔ جب بنی اسرائیل کے ستر افراد نے خدا کا کلام سنا تو انھوں نے موسیٰ سے کہا کہ جب تک ہم خدا کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیں اس وقت تک ہم یہ ماننے پر آمادہ نہیں ہیں کہ یہ کلام خدا کا کلام ہے۔

جب انھوں نے یہ بات کہی اور تکبر و سرکشی کا مظاہرہ کیا تو ان پر بجلی گری جس سے وہ مر گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: خدایا! جن افراد کو میں اپنے ساتھ لایا تھا وہ مر چکے ہیں اب میں ان کے متعلق اپنی قوم کو کیا جواب دوں گا؟ لوگ تو یہی کہیں گے کہ تم نے کلامِ خدا سننے کا غلط دعویٰ کیا تھا اور جب تو انھیں کلام الٰہی سنوانے میں ناکام ہوا تو تو نے انھیں قتل

کردیا۔

اللہ تعالیٰ نے انھیں دوبارہ زندہ کردیا۔ زندہ ہونے کے بعد انھوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا: اگر آپ خدا سے دیدار کی درخواست کرتے تو ہمیں یقین ہے کہ وہ ہمیں ضرور اپنا دیدار کراتا اور اگر ہم دیدار الٰہی سے مشرف ہوجاتے تو ہماری معرفت میں اضافہ ہوجاتا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انھیں فرمایا: لوگو! خدا کو آنکھوں سے دیکھنا ناممکن ہے' اللہ کیفیات سے پاک ہے اللہ کی پہچان اس کی نشانیوں سے ہوتی ہے اور وہ اپنی علامات سے پہچانا جاتا ہے۔

اسرائیلیوں نے کہا: جب تک آپؑ خدا سے دیدار کی درخواست نہ کریں گے اس وقت تک ہم آپؑ پر ایمان نہیں لائیں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا: پروردگار! جو کچھ اسرائیلی کہہ رہے ہیں تو اسے جانتا ہے اور ان کی اصلاح وفلاح کا تجھے زیادہ علم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کی اور فرمایا: موسیٰ جو کچھ انھوں نے تجھ سے سوال کیا ہے تو ان کا سوال میرے سامنے بیان کر۔ ان کی جاہلانہ گفتگو کی وجہ سے میں تیرا مؤاخذہ نہیں کروں گا۔

اس وقت حضرت موسیٰ نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا: رَبِّ اَرِنِیۡۤ اَنۡظُرۡ اِلَیۡکَ ؕ قَالَ لَنۡ تَرٰىنِیۡ وَ لٰکِنِ انۡظُرۡ اِلَی الۡجَبَلِ فَاِنِ اسۡتَقَرَّ مَکَانَہٗ فَسَوۡفَ تَرٰىنِیۡ ''خدایا مجھے اپنا دیدار کرا۔ خدا نے کہا: تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکے گا لیکن پہاڑ کی طرف دیکھ اگر یہ اپنی جگہ پر قائم رہا تو تو عنقریب مجھے دیکھ لے گا''۔

پھر خدا نے اپنی ایک آیت کا پہاڑ پر جلوہ گرایا جس کی وجہ سے پہاڑ ریزہ ریزہ ہوگیا اور موسیٰ بے ہوش ہوکر گر پڑے اور جب ہوش میں آئے تو کہا: سُبۡحٰنَکَ تُبۡتُ اِلَیۡکَ ''تو پاک و منزہ ہے''۔ اب میں اپنی قوم کی جہالت کو چھوڑ کر اپنی معرفت کی طرف رجوع کر رہا ہوں۔ وَ اَنَا اَوَّلُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ''اور میں سب سے پہلے اس امر کی تصدیق کرتا ہوں کہ تجھے دیکھنا محال ہے''۔

مامون نے حضرت کی تقریر سن کر کہا: ابوالحسن! خدا آپ کو جزائے خیر دے۔

کتاب التوحید میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے ایک خطبہ میں یہ الفاظ وارد ہیں: خدا جلوہ فگن ہوتا ہے لیکن کسی کو دکھائی نہیں دیتا۔

کتاب مذکور میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک خطبہ منقول ہے جس میں آپؐ نے فرمایا: فتجلّٰی لخلقه

من غیر ان یرٰی وھو بالمنظر الاعلیٰ ''اللہ نے اپنی مخلوق کے لیے جلوہ دکھایا اس کے بغیر کہ اسے دیکھا جائے اور وہ خود منظر اعلیٰ پر رہا''۔

کتاب علل الشرائع میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: اللہ نے اپنی مخلوق کے لیے جلوہ دکھایا وہ خود دکھائی نہیں دیا جب کہ وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ گھر کے کمروں میں سورج کی روشنی کے سامنے جو انتہائی باریک ذرات دکھائی دیتے ہیں وہ کیا ہیں؟

آپؑ نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے دیدار کی درخواست کی تھی۔ خدا نے فرمایا کہ تم پہاڑ پر نظریں جماؤ اگر پہاڑ اپنی جگہ قائم رہا تو تم مجھے دیکھ لو گے اور اگر پہاڑ اپنی جگہ پر قائم نہ رہا تو تم مجھے نہیں دیکھ سکو گے کیونکہ تمھاری نگاہ کمزور ہے تم میرے دیدار کی تاب نہیں لا سکتے۔

اس کے بعد اللہ نے پہاڑ پر جلوہ گرایا۔ پہاڑ کے تین حصے ہو گئے۔ ایک حصہ اُڑ کر آسمان کی طرف گیا۔ دوسرا حصہ زمین کے نیچے دھنس گیا اور ایک حصہ زمین پر رہ گیا۔ تمھیں گھر کے کمروں میں جو باریک ذرات دکھائی دیتے ہیں یہ اسی پہاڑ کا غبار ہیں۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حجاب ہٹایا اور پہاڑ کی طرف نظر کی۔ پہاڑ سمندر میں جا گرا اور وہ قیامت تک سمندر میں دھنستا رہے گا۔ ملائکہ نازل ہوئے اور آسمان کے دروازے کھل گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے کہا کہ موسیٰ کا خیال رکھو وہ دوڑنے نہ پائے۔ ملائکہ نازل ہوئے اور انھوں نے موسیٰ کو گھیر لیا اور اس سے کہا:

اے فرزندِ عمران! تو نے بہت بڑا سوال کیا ہے۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ پہاڑ اپنی جگہ دھنس چکا ہے اور ہر طرف سے ملائکہ کے گروہ انھیں گھیرے ہوئے ہیں تو اس دہشت ناک منظر کو دیکھ کر ان کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے جسم میں روح داخل فرمائی۔ موسیٰؑ نے آسمان کی طرف دیکھا اور انھوں نے افاقہ میں آتے ہی کہا: سُبۡحٰنَكَ تُبۡتُ اِلَيۡكَ وَاَنَا اَوَّلُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ۝ ''تو پاک و منزہ ہے میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور میں سب سے پہلے اس بات کی تصدیق کرتا ہوں کہ تو غیر مرئی ہے' تجھے دیکھنا محال ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ سے فرمایا: يٰمُوۡسٰۤى اِنِّى اصۡطَفَيۡتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِىۡ وَبِكَلَامِىۡ ۖ فَخُذۡ مَاۤ اٰتَيۡتُكَ وَكُنۡ مِّنَ الشّٰكِرِيۡنَ۝ ''اے موسیٰ! میں نے تمام لوگوں میں سے اپنی رسالت اور اپنے کلام کے لیے تیرا انتخاب کیا ہے پس جو کچھ میں

تجھے دوں تو اسے پکڑ اور شکر گزاروں میں سے بن جا''۔

اس وقت جبریلؑ نے انھیں صدا دے کر کہا کہ موسیٰ! میں تیرا بھائی جبریلؑ ہوں۔

اللہ کو موسیٰؑ کی کون سی ادا پسند آئی کہ انھیں نبی بنا دیا؟

يٰمُوْسٰٓى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِىْ وَبِكَلَامِىْ ۖ فَخُذْ مَآ اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝

''اے موسیٰ! میں نے تمام لوگوں میں سے اپنی رسالت اور اپنے کلام کے لیے تیرا انتخاب کیا ہے، پس میں جو کچھ تجھے دوں تو اسے پکڑ اور شکر گزاروں میں سے بن جا''۔

اصول کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ جانتے ہو میں نے تمام لوگوں میں سے تمھیں اپنے کلام کے لیے کیوں منتخب کیا ہے؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: خدایا! تو خود ہی بتا!

اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کر کے فرمایا: میں نے پوری روئے زمین پر رہنے والوں کو اُلٹ پلٹ کر دیکھا تو تم مجھے سب سے زیادہ متواضع نظر آئے۔ موسیٰ! مجھے تیری یہ ادا پسند آئی کہ جب تو نماز پڑھتا ہے تو اپنے رخسار زمین پر رکھتا ہے۔

کتاب علل الشرائع میں بھی یہی مفہوم مذکور ہے۔

تفضیلِ علیؑ

احتجاج طبرسی میں عبداللہ بن ولید السمان سے منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا کہ لوگ اولی العزم انبیاء اور تمھارے ساتھی حضرت علی علیہ السلام کے متعلق کیا عقیدہ رکھتے ہیں؟

میں نے کہا کہ لوگ اولی العزم انبیاء پر کسی کو فضیلت نہیں دیتے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا: وَكَتَبْنَا لَهٗ فِى الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَىْءٍ مَّوْعِظَةً (ہم نے تختیوں میں ہر چیز کے متعلق کچھ نہ کچھ نصیحت لکھ دی تھی)۔ اللہ نے یہاں لفظ ''مِنْ'' استعمال کیا ہے جس کے معنی تبعیض کے ہیں یعنی کچھ نہ کچھ نصیحت لکھ دی تھی اور اللہ نے ''كُلِّ شَىْءٍ'' کا لفظ مطلق

نہیں کہا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا: ولا بین لکم بعض الذی تختلفون فیہ'' تاکہ میں تمہارے لیے بعض ایسی چیزیں بیان کروں جن کے متعلق تم آپس میں اختلاف کرتے ہو''۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی لفظ ''بعض'' استعمال کیا۔ ان کے متعلق کے الفاظ کُلِّ شَیْءٍ کے الفاظ استعمال نہیں کیے جب کہ اللہ نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ (الرعد: ۴۳) آپ کہہ دیں کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ بطور گواہ کافی ہے اور میری نبوت کا خدا کے بعد گواہ وہ ہے جس کے پاس پوری کتاب کا علم ہے''۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ (الانعام: ۵۹) ''ہر خشک و تر کا ذکر کتاب مبین میں موجود ہے''۔ اور تمام کتاب کا علم حضرت علی علیہ السلام کے پاس موجود ہے۔

بصائر الدرجات میں عبداللہ بن ولید اسمان سے منقول ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: عبداللہ! یہ بتاؤ شیعہ حضرت علی اور موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

میں نے عرض کیا کہ آپ کس حوالے سے یہ بات پوچھ رہے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: میں علم کے متعلق پوچھ رہا ہوں۔ پھر آپؑ نے کہا: خدا کی قسم! امیر المومنینؑ ان دونوں سے بڑے عالم تھے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وَكَتَبْنَا لَهٗ فِي الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ اس آیت میں ''مِنْ'' برائے تبعیض ہے یعنی ہر چیز کی نصیحت میں سے اس کے لیے ہم نے کچھ نہ کچھ لکھ دیا تھا۔ جب کہ حضرت علی رسولؐ خدا کے تمام علم کے وارث ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب سے فرمایا: وَجِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ ۭ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (النحل: ۸۹) ''اور ہم آپ کو ان پر گواہ بنا کر لائیں گے اور ہم نے آپ پر ایسی کتاب بھیجی جس میں ہر چیز کا بیان موجود ہے''۔

مقصد یہ ہے کہ قرآن میں ہر چیز کا بیان موجود ہے اور حضرت علی علیہ السلام کے پاس تمام قرآن کا علم موجود ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ آپؑ کا علم حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام سے زیادہ تھا۔

عبداللہ بن ولید کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ بتاؤ کہ شیعہ امیر المومنینؑ کو حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام سے افضل جانتے ہیں یا ان دو بزرگواروں کو حضرت علیؑ سے افضل مانتے ہیں؟

میں نے عرض کیا کہ شیعہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام امیر المومنین علیہ السلام سے افضل تھے۔
آپؑ نے فرمایا: کیا شیعہ یہ عقیدہ بھی رکھتے ہیں کہ رسولؐ خدا کے جملہ علم کے وارث حضرت علیؑ تھے؟
میں نے کہا: جی ہاں وہ یہ عقیدہ رکھ کر کہتے ہیں اولی العزم انبیاء پر کسی دوسرے کو فضیلت دینا صحیح نہیں ہے۔
حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ان کے سامنے قرآن کی یہ آیات پڑھو کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کے متعلق فرمایا: وَكَتَبْنَا لَهُ فِي الْأَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ''ہم نے ہر چیز میں سے بقدرِ ضرورت الواح میں موسیٰ کے لیے لکھ دیا''۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فرمان ہے: ولا بين لكم بعض الذى تختلفون فيه ''تاکہ میں تمھارے لیے کچھ ایسی چیزیں بیان کروں جن میں تم اختلاف کرتے ہو''۔
معلوم ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی کچھ چیزوں کا علم عطا ہوا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی چند چیزوں کا علم عطا ہوا تھا جب کہ اللہ نے اپنے حبیبؐ سے فرمایا: وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ ۚ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ (النحل:۸۹) ''اور ہم نے آپ پر وہ کتاب نازل فرمائی جس میں ہر چیز کا واضح بیان موجود ہے''۔
اس سے معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کی کتابوں میں جزوی علم تھا اور کتابِ مقدس قرآن میں کلی علم موجود ہے اور امیر المومنین علی علیہ السلام پوری کتاب کا علم رکھتے ہیں۔

اَلواحِ موسیٰؑ

تفسیر عیاشی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ پر لکھی ہوئی الواح نازل فرمائی تھیں جن میں بہت سی چیزوں کی وضاحت موجود تھی اور ماضی و مستقبل کے حالات اس میں مرقوم تھے۔
جب حضرت موسیٰؑ کی زندگی کے آخری ایام قریب آئے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں وحی کی اور فرمایا: موسیٰ! تم جنت کے زبرجد کی یہ الواح ''زینت'' نامی پہاڑ میں بطور امانت لکھ دو۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام وہ الواح لے کر اس پہاڑ کے قریب پہنچے۔ حکمِ خدا سے وہ پہاڑ پھٹ گیا۔ آپؑ نے اس میں وہ تختیاں رکھ دیں۔ جب آپؑ تختیاں رکھ کر فارغ ہوئے تو پہاڑ پھر دوبارہ مل گیا۔ وہ تختیاں ایک عرصہ دراز تک اس پہاڑ میں محفوظ رہیں۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ نے دنیا میں روانہ کیا اور آپؐ نے نبوت کا اعلان کیا اس دوران یمن کے کچھ افراد رسول اکرمؐ کی زیارت کے لیے روانہ ہوئے اور اتفاق سے ان کا گزر اسی پہاڑ کے پاس سے ہوا۔ جب وہ

پہاڑ کے قریب پہنچے تو حکم خداوندی سے پہاڑ کا منہ کھل گیا اور وہ الواح ملفوف حالت میں پہاڑ سے اسی طرح برآمد ہوئیں جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے رکھی تھیں۔

یمن والوں نے وہ تختیاں اُٹھائیں پڑھنا چاہا مگر ان کے دلوں میں ایسا رعب چھا گیا کہ وہ ان تختیوں کو کھول نہ سکے یہاں تک کہ حبیبؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب وہ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو جبریل امینؑ آپؐ پر نازل ہوئے اور انھوں نے آپ سے کہا کہ ان لوگوں کے پاس الواح موسیٰؑ موجود ہیں۔ آپؐ ان سے وہ الواح لے لیں۔ آنحضرتؐ نے قافلہ والوں سے کہا کہ تمھارے پاس الواح موجود ہیں وہ الواح میرے سپرد کردو۔

انھوں نے کہا کہ آپ کو کس نے کہا ہے کہ ہمارے پاس کوئی الواح ہیں؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: مجھے میرے خدا نے خبر دی ہے۔

یہ سن کر انھوں نے کہا: ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔ پھر انھوں نے وہ تختیاں آنحضرتؐ کے سپرد کیں۔ رسولؐ خدا نے وہ تختیاں دیکھیں، وہ عبرانی میں لکھی ہوئی تھیں۔ آنحضرتؐ نے وہ تختیاں امیرالمومنینؑ کے سپرد کیں اور فرمایا: یہ الواح اپنے پاس محفوظ رکھو، ان میں اوّلین و آخرین کا علم ہے۔ یہ الواح موسیٰؑ ہیں۔ خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ یہ الواح تمھارے سپرد کروں۔

حضرت علی علیہ السلام نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! میں یہ زبان روانی سے نہیں پڑھ سکتا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جبریل امینؑ نے مجھ سے کہا ہے کہ علیؑ سے کہہ دو کہ وہ ان الوارح کو آج رات سوتے وقت اپنے سر کے نیچے رکھیں اور جب صبح کے وقت اٹھیں گے تو وہ ان کے عالم ہوں گے۔

حضرت علیؑ نے رسولؐ خدا کے فرمان پر عمل کیا۔ جیسے ہی صبح ہوئی تو آپؑ ان تمام الواح کے عالم بن چکے تھے۔ رسولؐ خدا نے حضرت علیؑ سے فرمایا: تم ان الواح کے مطالب کسی اور جگہ پر لکھو۔ حضرت علیؑ نے ان کے مطالب ایک چمڑے پر لکھے۔ چنانچہ وہ علم جفر کہلایا۔ اس میں اوّلین و آخرین کا علم ہے اور وہ علم ہمارے پاس موجود ہے اور وہ الواح بھی ہمارے پاس موجود ہیں۔ عصائے موسیٰؑ بھی ہمارے پاس موجود ہے، ہم انبیاء کے وارث ہیں۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: میں اس چٹان کو پہچانتا ہوں جس میں الواحِ موسیٰؑ رکھی گئی تھیں۔ وہ چٹان ایک درخت کے نیچے ہے اور فلاں وادی میں موجود ہے۔

متکبر آیاتِ الٰہی کو نہیں مانتے

سَاَصۡرِفُ عَنۡ اٰیٰتِیَ الَّذِیۡنَ یَتَکَبَّرُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ بِغَیۡرِ الۡحَقِّ ؕ

''میں اپنی نشانیوں سے ان لوگوں کی نگاہیں پھیر دوں گا جو کسی حق کے بغیر زمین میں بڑے بنتے ہیں''۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو ایمان، صداقت، وفا اور عملِ صالح کے راستے کو دیکھ کر اس سے منہ موڑتے ہیں اور جب انھیں شرک، زنا اور دوسری نافرمانیوں کا موقع ملتا ہے تو وہ ان پر فوراً آمادہ ہو جاتے ہیں۔

گئوسالہ پرستی

وَاتَّخَذَ قَوۡمُ مُوۡسٰی مِنۡۢ بَعۡدِہٖ مِنۡ حُلِیِّہِمۡ عِجۡلًا جَسَدًا لَّہٗ خُوَارٌ ؕ

''موسیٰ کے بعد اس کی قوم نے اپنے زیوروں سے ایک بچھڑے کا پتلا بنایا جس میں سے بیل کی آواز نکلتی تھی''۔

تفسیر عیاشی میں ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام تورات لینے کے لیے طورِ سینا پر گئے اور جب انھیں تیس راتوں سے زیادہ دیر کے لیے خدا نے ٹھہرایا تو اس دوران سامری نے بنی اسرائیل سے سونے کے زیور اکٹھے کیے اور انھیں آگ میں ڈال کر خالص سونا حاصل کیا۔ پھر اس نے اس سونے سے ایک بچھڑا بنایا جس میں جبریلؑ کے قدموں کی خاک ڈالی تو اس بچھڑے میں سے بیل کے ڈکارنے کی آوازیں پیدا ہوئیں۔ سامری نے لوگوں سے کہا کہ یہ حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کا معبود ہے لہٰذا تم بھی اس کی عبادت کرو۔ لوگ گمراہ ہوگئے اور بچھڑے کو پوجنے لگ گئے۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے لوگوں کو بہت نصیحت کی اور انھیں بچھڑا پرستی سے منع کیا لیکن چند افراد کے علاوہ کسی دوسرے نے ان کی پیروی نہ کی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور سے واپس آنے لگے تو خدا نے انھیں بتایا کہ ہم نے تیری قوم کی آزمائش کی ہے۔ سامری نے ایک گئوسالہ بنایا جس میں سے بیل کی آواز آتی ہے۔ تیری قوم کی اکثریت اس وقت گئوسالہ پرستی میں مبتلا ہو چکی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ احدیت میں عرض کیا: خدایا! یہ تو سچ ہے کہ گئوسالہ سامری نے بنایا مگر اس میں آواز کس نے پیدا کی؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تیری قوم کی آزمائش کے لیے وہ آواز میں نے پیدا کی ہے۔ اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اِنۡ ھِیَ اِلَّا فِتۡنَتُکَ ؕ تُضِلُّ بِھَا مَنۡ تَشَآءُ وَ تَھۡدِیۡ مَنۡ تَشَآءُ ؕ ''خدایا! یہ تیری طرف سے آزمائش ہے اس طرح سے تو جسے چاہتا ہے گمراہی میں پاتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے''۔ ابن مسکان سے بھی یہی روایت منقول ہے۔

مجمع البیان میں ویذرك والھتك کے ضمن میں حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: فرعون گائے پرستی کیا کرتا تھا اسی لیے سامری نے بھی بچھڑا بنایا تھا اور بنی اسرائیل سے کہا تھا کہ یہ تمھارا اور موسیٰ کا معبود ہے۔

سننے اور دیکھنے میں بڑا فرق ہے

''شنیدہ کے بود مانندِ دیدہ؟''

تفسیر عیاشی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خبر دی کہ ان کی عدم موجودگی میں سامری نے ایک بچھڑا بنا کر ان کی قوم کو گمراہ کر دیا ہے تو یہ خبر سن کر انھیں غصہ آیا لیکن وہ غصہ قابلِ برداشت تھا۔ اور جب انھوں نے اپنی آنکھوں سے لوگوں کی گمراہی کو دیکھا تو ان کا غصہ اتنا بڑھا کہ ان کے ہاتھوں سے الواح گر پڑیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سننے کی بہ نسبت دیکھنے کا اثر زیادہ ہوتا ہے۔

مجمع البیان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: سننے والا دیکھنے والے کی مانند نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ میرے بھائی موسیٰؑ پر رحم فرمائے جب خدا نے انھیں بتایا کہ ان کی عدم موجودگی میں ان کی قوم گمراہ ہو چکی ہے تو انھوں نے کمالِ صبر سے یہ خبر سنی اور الواح ہاتھوں میں تھامے رہے۔ جب انھوں نے اپنی قوم کو اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ وہ بچھڑا پرستی میں مبتلا ہو چکے ہیں تو ان کے غصہ میں شدت پیدا ہوئی اور شدتِ غضب سے ان کے ہاتھ سے الواح گر پڑیں۔

بصائر الدرجات میں ابن مسکان سے منقول ہے کہ لیث مرادی نے مجھے سدیر کی زبانی امام محمد باقر علیہ السلام کی ایک روایت بیان کی۔ میں مزید تحقیق کے لیے سدیر کے پاس گیا اور میں نے اس سے کہا کہ لیث مرادی نے آپ کی سند سے مجھ سے ایک روایت بیان کی ہے۔ میں آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ کیا وہ روایت صحیح ہے؟

سدیر نے کہا کہ اس نے کیا روایت بیان کی ہے؟ میں نے کہا کہ اس نے یمانی کی روایت بیان کی ہے۔

سدیر نے کہا: جی ہاں یہ روایت بالکل صحیح ہے۔ ایک مرتبہ میں امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس بیٹھا تھا' ایک یمنی کا وہاں سے گزر ہوا۔ حضرت امام علیہ السلام نے اسے بلایا اور اس سے یمن کے متعلق گفتگو شروع کی۔ پھر آپؑ نے یمنی سے

فرمایا: کیا تم فلاں فلاں مقام جانتے ہو؟ یمنی نے کہا: جی ہاں وہ جگہ میری دیکھی ہوئی ہے۔ پھر آپؑ نے فرمایا: فلاں مقام پر ایک چٹان ہے کیا تم نے وہ چٹان دیکھی ہے؟ اس شخص نے کہا: جی ہاں۔

پھر اس شخص نے کہا: کیا آپ نے وہ جگہ دیکھی ہے؟ میں نے اپنی زندگی میں آپ سے بڑھ کر جغرافیہ دان شخص نہیں دیکھا۔ جب وہ شخص چلا گیا تو امام محمد باقر علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا:

ابوالفصل! یہ وہی چٹان ہے جہاں حضرت موسیٰؑ غضبناک ہوئے تھے اور ان کے ہاتھ سے تختیاں گر پڑی تھیں۔ ان تختیوں کو اس چٹان نے نگل لیا تھا۔ جب اللہ نے اپنے حبیب کو روانہ کیا تو وہ تختیاں ان کے پاس بھجوا دی تھیں۔ اس وقت یہ تختیاں ہمارے پاس محفوظ ہیں۔

امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس اہلِ بلخ میں سے ایک شخص آیا تو آپؑ نے اس سے فرمایا: خوزستانی! فلاں فلاں وادی کو جانتے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ آپؑ نے فرمایا: اس وادی کے شگاف سے دجال برآمد ہوگا۔

کچھ دیر بعد ایک یمنی شخص آپؑ کے پاس آیا۔ آپؑ نے اس سے فرمایا: یمانی! فلاں فلاں وادی اور گھاٹی کو جانتے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ آپؑ نے فرمایا: اس گھاٹی میں ایک درخت ہے جس کی یہ یہ نشانی ہے بھلا اس درخت کو بھی جانتے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ آپؑ نے فرمایا: اس درخت کے نیچے ایک چٹان ہے کیا تم اس چٹان کو بھی جانتے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ آپؑ نے فرمایا: اسی چٹان میں اَلواحِ موسیٰؑ مدت دراز تک محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے محفوظ رہیں۔

جب ماں ایک ہو تو بھائیوں میں محبّت ہوتی ہے

يَبْنَؤُمَّ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِي وَلَا بِرَأْسِي (طٰہٰ:۹۴)

''اے میری ماں کا فرزند! میری داڑھی اور میرے سر کو نہ پکڑ''۔

کتاب علل الشرائع میں مرقوم ہے کہ علی بن سالم کے والد نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ اس کی کیا وجہ تھی کہ حضرت ہارونؑ نے جنابِ موسیٰ کو ''ماں جایا'' کہہ کر مخاطب کیا: ''باپ جایا'' کہہ کر مخاطب کیوں نہ کیا تھا جب کہ دونوں کا والد بھی ایک تھا؟

آپؑ نے فرمایا: جب بھائی مختلف عورتوں سے ہوں تو ان میں عداوت زیادہ ہوتی ہے اور جب ماں ایک ہو تو ان میں نفرت و عداوت بہت کم ہوتی ہے۔ البتہ شیطان ان میں دشمنی پیدا کر دے تو پھر اور بات ہے۔ اسی نفسیاتی نکتہ کو مدنظر رکھ کر

حضرت ہارونؑ نے جناب موسیٰؑ سے کہا تھا کہ اے میری ماں کے فرزند! میری داڑھی اور میرے سر سے مت پکڑ۔

سائل نے کہا: اس کی وجہ کیا تھی کہ موسیٰ علیہ السلام نے ان کے سر اور ان کی داڑھی کو پکڑ کر اپنی جانب کیوں کھینچا تھا جب کہ بچھڑا پرستی میں ان کا تو کوئی گناہ نہیں تھا؟

آپؑ نے فرمایا: اس کی وجہ یہ تھی کہ موسیٰ علیہ السلام کو ان پر غصہ اس لیے آیا تھا کہ وہ قوم میں موجود کیوں رہے۔ وہ قوم کو چھوڑ کر موسیٰ کے پاس کیوں نہ چلے گئے تھے، جب کہ حقیقت یہ تھی کہ اگر ہارونؑ قوم کو چھوڑ کر چلے جاتے تو اس قوم پر خدا کا عذاب آ جاتا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ موسیٰ علیہ السلام نے جب ہارونؑ سے یہ کہا تھا:

مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْٓا ۙ اَلَّا تَتَّبِعَنِ ۭ اَفَعَصَيْتَ اَمْرِيْ ؀ (طٰہٰ: ۹۳) "تمھیں کس بات نے میرے پیچھے آنے سے روک دیا تھا جب کہ تم نے دیکھ لیا تھا کہ وہ گمراہ ہو چکے ہیں کیا تم نے میرے فرمان کی نافرمانی کی؟"

حضرت ہارون علیہ السلام نے اس کے جواب میں فرمایا: اِنِّىْ خَشِيْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِيْ ؀ (طٰہٰ: ۹۴) مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ آپ مجھ سے یہ نہ کہیں کہ تو نے بنی اسرائیل میں تفریق پیدا کر دی اور میرے فرمان کا انتظار نہ کیا"۔

تفسیر علی بن ابراہیم اور روضہ کافی کی دو مختلف روایات میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ہارون و موسیٰ علیہما السلام سگے بھائی تھے، دونوں کی والدہ ایک تھی اور دونوں کا والد ایک تھا۔

ہارونِ محمدی کی مجبوری

روضہ کافی کے خطبہ "طالویۃ" کے آخر میں مذکور ہے کہ امیر المومنین مسجد نبویؐ سے باہر آئے، آپؑ کا گزر ایک باڑہ سے ہوا، جس میں تقریباً تیس بکریاں موجود تھیں۔ آپؑ نے فرمایا:

اگر ان بکریوں کی تعداد کے برابر بھی مجھے ایسے لوگ مل جاتے جو خدا اور اس کے رسول کے سچے خیر خواہ ہوتے تو میں "اپنے سیاسی حریف" کے اقتدار کا خاتمہ کر دیتا۔

شام ہوئی تو تین سو ساٹھ افراد نے موت پر آپ کی بیعت کی۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ کل صبح سویرے سر منڈا کر مدینہ سے باہر "احجار الزیت" نامی مقام پر پہنچ جانا۔ دوسری صبح آپ سر منڈا کر وہاں پہنچے اور آپ کے علاوہ ابوذرؓ، مقدادؓ، حذیفہؓ بن الیمان اور عمار یاسرؓ سر منڈا کر وہاں پہنچے جب کہ سلمان فارسیؓ سب سے آخر میں آئے۔ اس وقت آپ نے

آسمان کی طرف اپنے ہاتھ بلند کیے اور بارگاہ احدیت میں عرض کیا:

''خدایا گواہ رہنا! قوم نے مجھے اسی طرح سے کمزور کر دیا ہے جیسا کہ بنی اسرائیل نے ہارونؑ کو کمزور کر دیا تھا''۔

کتاب احتجاج طبرسی میں سلیم بن قیس سے مروی ہے' اس نے حضرت سلمان فارسیؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ امیرالمومنین علیہ السلام نے اپنے سیاسی حریف اور اس کے ساتھیوں سے خطاب کر کے فرمایا:

جن چالیس افراد نے میری بیعت کی تھی اگر وہ اپنی بیعت پر پوری طرح سے قائم رہتے تو میں راہِ خدا میں تم سے جہاد کرتا اور جہاد کا حق ادا کرتا۔ یاد رکھو! قیامت تک تمھاری اولاد میں سے کوئی بھی یہ منصب حاصل نہیں کر پائے گا۔

پھر آپؑ نے قبرِ رسولؐ کی طرف رخ کیا اور آپ نے یہ جملے کہے: ابْنَ أُمَّ إِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُونِي وَكَادُوا يَقْتُلُونَنِي (اعراف:۱۵۰) ''اے میری ماں کے فرزند! قوم نے مجھے کمزور کر دیا تھا اور قریب تھا کہ وہ مجھے قتل کر دیتے''۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ستر ہزار افراد سے اپنے بھائی ہارون کی خلافت کی بیعت لی تھی لیکن جب سامری نے گئوسالہ بنایا تو لوگوں کی بھاری اکثریت نے ہارون کو چھوڑ دیا تھا اور سامری اور اس کے گئوسالہ کے پیچھے لگ گئے تھے۔ اسی طرح سے رسولؐ خدا نے بھی حجۃ الوداع سے واپسی پر ستر ہزار یا اس سے بھی زائد افراد سے حضرت علی علیہ السلام کی بیعت لی تھی لیکن جب آنحضرتؐ کی وفات ہوئی تو اُمت اسلامیہ نے بھی حضرت علی علیہ السلام کو اسی طرح سے چھوڑ دیا تھا جیسا کہ اُمتِ موسیٰؑ نے حضرت ہارونؑ کو چھوڑ دیا تھا۔

حضرت علیؑ نے جنگ کیوں نہ کی؟

کتاب علل الشرائع میں ابن مسعود[1] سے منقول ہے۔ انھوں نے کہا کہ لوگوں نے مسجدِ کوفہ میں بیٹھ کر یہ بحث کی کہ اگر سابقہ حکمران صحیح نہ ہوتے تو حضرت علی علیہ السلام ان سے بھی اسی طرح جنگ کرتے جیسا کہ انھوں نے طلحہ' زبیر' حضرت بی بی عائشہ اور معاویہ سے جنگ کی ہے؟ مگر حضرت نے ان سے جنگ نہیں کی تھی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حق پر تھے۔

آپ کو لوگوں کی اس گفتگو کا علم ہوا تو آپ نے ''الصلاۃ جامعۃ'' کی منادی کرائی۔ جب تمام لوگ مسجد میں جمع

---

[1] اس روایت میں پریشانی یہ ہے کہ یہ ابن مسعود سے منقول ہے جب کہ عبداللہ بن مسعود حضرت عثمان کے دورِ خلافت میں وفات پا گئے تھے۔ جنگِ جمل اور جنگِ صفین کے مواقع پر وہ موجود ہی نہیں تھے۔ اسی لیے ان سے روایت بیان کرنا عجیب ہے۔ البتہ اگر ابن مسعود سے کوئی دوسری شخصیت مراد ہے تو پھر علیحدہ بات ہے (من المترجم)

ہو گئے تو آپؑ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور خدا کی حمد وثنا کے بعد فرمایا: لوگو! مجھے معلوم ہوا ہے کہ لوگ ایسی ایسی باتیں کر رہے ہیں۔ لوگوں نے کہا: جی ہاں امیر المومنین! یہ سچ ہے۔ ہم نے اس طرح کی باتیں کی ہیں۔ آپؑ نے فرمایا: سنو! میں نے اپنے مخالفین سے جنگ نہ کر کے چھ انبیاء کی پیروی کی ہے۔ جب کہ انبیاء کی سیرت اسوہ حسنہ کا درجہ رکھتی ہے۔

لوگوں نے کہا: امیر المومنینؑ! وضاحت کریں کہ آپؑ نے کون سے انبیاء کی پیروی کی ہے؟

آپؑ نے فرمایا: ۱- میں نے سب سے پہلے حضرت ابراہیمؑ کی پیروی کی ہے۔ انھوں نے اپنی قوم سے کہا تھا: وَاَعۡتَزِلُكُمۡ وَمَا تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ (مریم:۴۸) "میں تم سے اور خدا کے علاوہ جن کی تم پوجا کرتے ہو ان سے بھی علیحدگی اختیار کرتا ہوں"۔ اب اگر تم کہو کہ ابراہیم علیہ السلام نے کسی وجہ کے بغیر قوم سے علیحدگی اختیار کی تھی تو کافر بن جاؤ گے اور اگر تم کہو کہ انھیں کوئی تکلیف پہنچی تھی اسی لیے انھوں نے قوم سے علیحدگی اختیار کر لی تھی تو تمھاری یہ بات یقیناً صحیح ہوگی۔ جب ابراہیمؑ نے نبی ہو کر جنگ نہیں کی تھی تو میں وصی ہو کر کیوں جنگ کرتا؟

۲- میں نے جنگ نہ کر کے حضرت لوط علیہ السلام کی پیروی کی ہے۔ جب لوطؑ نے کہا تھا: لَوۡ اَنَّ لِىۡ بِكُمۡ قُوَّةً اَوۡ اٰوِىۡۤ اِلٰى رُكۡنٍ شَدِيۡدٍ۝ (ہود:۸۰) "کاش مجھے تمھارے مقابلہ پر قوت حاصل ہوتی یا میں کسی مضبوط پناہ گاہ کی پناہ لے سکتا"۔ اب اگر تم کہو کہ لوط علیہ السلام کے پاس قوت موجود تھی پھر بھی انھوں نے بدمعاش لوگوں سے جنگ نہیں کی تھی تو تم کافر بن جاؤ گے۔ اگر یہ کہو کہ ان کے پاس قوت نہیں تھی اسی لیے انھوں نے جنگ نہ کی تھی تو تمھاری یہ بات سچ پر مبنی ہوگی۔ جب لوط علیہ السلام نے نبی ہو کر قوت نہ ہونے کی وجہ سے جنگ نہیں کی تھی تو میں نے بھی وصی ہو کر جنگ نہیں کی تھی۔

۳- میں نے جنگ نہ کر کے حضرت یوسف علیہ السلام کی پیروی کی ہے کیونکہ حضرت یوسفؑ نے زنانِ مصر کے ہاتھوں مجبور ہو کر یہ دعا کی تھی: رَبِّ السِّجۡنُ اَحَبُّ اِلَىَّ مِمَّا يَدۡعُوۡنَنِىۡۤ اِلَيۡهِ‌ (یوسف:۳۳) "خدایا! ان عورتوں کی دعوت قبول کرنے سے مجھے زندان جانا زیادہ پسند ہے"۔ اب اگر تم کہو کہ یوسفؑ پر خدا ناراض تھا اسی لیے خدا نے اسے زندان بھیجا تھا تو کافر ہو جاؤ گے۔ اور اگر یہ کہو کہ انھوں نے زندان جانے کی اس لیے درخواست کی تھی کہ کہیں خدا ان پر ناراض نہ ہو جائے اور وہ عورتوں کے چکر میں نہ اُلجھ جائیں۔ جب یوسفؑ نبی ہو کر جنگ نہیں کرتے تو میں وصی ہو کر جنگ کیوں کرتا؟

۴- میں نے جنگ نہ کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیروی کی ہے۔ انھوں نے فرمایا تھا: فَفَرَرۡتُ مِنۡكُمۡ لَمَّا خِفۡتُكُمۡ (الشعراء:۲۱) "جب میں تم سے خوفزدہ ہوا تو میں تمھارے ہاں سے بھاگ گیا تھا"۔ اب اگر تم کہو کہ موسیٰ علیہ السلام کسی خوف کے بغیر بھاگ گئے تھے تو کافر ہو جاؤ گے۔ اور اگر تم یہ کہو کہ انھیں واقعی خوف لاحق تھا اسی لیے وہ مصر سے بھاگنے

پر مجبور ہوئے تھے تو تمھاری یہ بات درست ہوگی۔ جب موسیٰؑ نبی ہوکر خوفزدہ ہوسکتے ہیں اور وہ جنگ نہیں کرتے تو میں وصی ہوکر آخر جنگ کیوں کرتا؟

۵- میں نے جنگ نہ کرکے حضرت ہارون علیہ السلام کی پیروی کی ہے۔ جب گئوسالہ پرستی کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام ان پر ناراض ہونے لگے تھے تو انھوں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا: ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِیْ وَ کَادُوْا یَقْتُلُوْنَنِیْ (اعراف:۱۵۰) ''میری ماں کے فرزند! قوم نے مجھے کمزور کردیا تھا اور قریب تھا کہ وہ مجھے قتل کردیتے''۔ اگر تم کہو کہ قوم نے ہارونؑ کو کمزور نہیں کیا تھا اور ان کے قتل کے درپے نہیں ہوئی تھی تو تم کافر بن جاؤ گے۔ اور اگر تم کہو کہ قوم نے واقعی انھیں کمزور کیا تھا اور ان کے قتل کی منصوبہ بندی کی تھی تو یہ بات صحیح ہوگی۔ جب ہارون نے نبی ہوکر سامری اور اس کے ساتھیوں سے جنگ نہیں کی تو میں وصی ہوکر کیسے جنگ کرتا؟

(آپ ویسے بھی مثلِ ہارونؑ تھے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپؑ سے فرمایا تھا کہ تمھیں مجھ سے وہی منزلت حاصل ہے جو حضرت ہارونؑ کو حضرت موسیٰؑ سے حاصل تھی مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔) جب حضرت ہارونؑ نے جنگ نہیں کی تھی تو مثلِ ہارونؑ جنگ کیسے کرسکتے تھے؟

۶- میں نے جنگ نہ کرکے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کی ہے کیونکہ رسولؐ خدا نے مکہ میں کوئی جنگ نہیں کی تھی۔ آپ نے مکہ سے ہجرت کی تھی اور اپنے بستر پر مجھے سلا کر خود ایکؐ غار میں جا چھپے تھے۔ اب اگر تم یہ کہو کہ نبی اکرمؐ کسی خوف کے بغیر غار میں جا چھپے تھے تو کافر ہوجاؤ گے۔ اور اگر کہو کہ آپ کو واقعی خوف لاحق تھا اسی لیے آپؐ غار میں جا چھپے تھے۔ اگر رسولؐ خدا نے رسول ہوکر کفارِ مکہ سے جنگ نہیں کی تو میں وصی ہوکر کیسے جنگ کرسکتا تھا؟ (اگر یہ کہا جائے کہ رسولؐ خدا نے مدینہ پہنچ کر تو جنگیں کی تھیں۔ ہم بھی یہی کہیں گے کہ وصی محمد نے بھی کوفہ پہنچ کر جنگیں کی تھیں)۔

کتاب کمال الدین وتمام النعمۃ میں سلمان فارسیؓ سے منقول ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا تھا: میرے بھائی! میرے بعد آپؑ زندہ رہیں گے اور قریش کی طرف سے تمھیں ظلم وستم کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اگر تمھیں مددگار مل جائیں تو ان سے جنگ کرنا اور اپنے موافق افراد کی مدد سے مخالفین سے لڑائی کرنا اور اگر تمھیں مددگار نہ ملیں تو صبر اختیار کرنا اور ہاتھ نہ اٹھانا اور اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالنا۔ تجھے مجھ سے وہی منزلت حاصل ہے جو ہارون کو موسیٰؑ سے تھی۔ تمھیں ہارونؑ کی سیرت پر عمل کرنا ہوگا اور جب بنی اسرائیل نے ہارون کو کمزور کردیا تھا اور ان کے قتل کے درپے ہوگئے تھے تو انھوں نے خاموشی اختیار کرلی تھی۔ لہٰذا جب دیکھو کہ قریش آپؑ کے خلاف اجتماع کرچکے ہیں تو تم

بھی ہارونؑ کی طرح سے خاموشی اختیار کرنا۔

ذکرِ خدا کا فائدہ

اصول کافی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: جو شخص چالیس دنوں تک اللہ کے لیے اپنے ایمان کو خالص رکھے یا جو شخص چالیس دن تک اچھے انداز سے اللہ کا ذکر کرے تو خدا اسے دنیا کا زہد عطا کرے گا اور اسے دنیا کی بیماری اور اس کی دوائی کی پہچان عطا کرے گا اور اس کے دل میں حکمت کو مستحکم کرے گا اور اس کی زبان پر حکمت کو جاری کرے گا۔

پھر آپؑ نے یہ آیت پڑھی: اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَیَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ ذِلَّةٌ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُفْتَرِیْنَ ۝ (اعراف: ۱۵۲) ''بے شک جن لوگوں نے گئوسالہ کو معبود بنایا تو ان کے رب کی طرف سے ان پر غضب نازل ہوگا اور دنیاوی زندگی میں انھیں ذلت نصیب ہوگی اور ہم افترا کرنے والوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ تم ہمیشہ بدعتی اور خدا' رسول اور اہلِ بیت پر افترا پردازی کرنے والے کو ذلیل و رُسوا ہی پاؤ گے۔

بصائر الدرجات میں حبۃ العرنی سے منقول ہے کہ میں نے حضرت علی علیہ السلام سے سنا' آپ فرما رہے تھے: موسیٰؑ بن عمران کے وصی یوشع بن نون تھے۔ حضرت موسیٰؑ کو قدرت کی طرف سے جو الواح ملی تھیں وہ سبز زمرد کی تھیں۔ جب موسیٰ علیہ السلام غضب ناک ہوئے تو انھوں نے وہ تختیاں اپنے ہاتھ سے رکھ دیں ان میں سے کچھ ٹوٹ گئیں اور کچھ ٹوٹنے سے محفوظ رہیں' کچھ تختیاں اُوپر چلی گئیں۔ جب آپ کا غصہ ختم ہوا تو آپؑ نے اپنے وصی یوشع بن نون سے فرمایا: ان الواح میں جو کچھ لکھا ہوا ہے کیا تمھارے پاس اس کی وضاحت موجود ہے؟

حضرت یوشع نے کہا: جی ہاں۔ یوشع کے بعد بنی اسرائیل کے گروہ درگروہ ان الواح کے وارث بنتے رہے۔ یہاں تک کہ یمن کے چار گروہوں کے پاس وہ الواح آئیں۔ اس عرصہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تہامہ میں مبعوث فرمایا اور آپ کی بعثت کی خبر ان لوگوں تک پہنچی جن کے پاس اَلواحِ موسیٰؑ موجود تھیں۔

انھوں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ نبی کیا کہتا ہے؟ لوگوں نے انھیں بتایا کہ یہ نبی شراب اور زنا سے منع کرتا ہے' اعلیٰ اخلاق اور ہمسایوں کے حقوق کی تبلیغ کرتا ہے۔ یہ سن کر انھوں نے کہا: ہمارے پاس اس وقت جو الواح موجود ہیں ان کا یہ حقیقی وارث ہے۔

پھر انھوں نے وقت مقرر کیا کہ فلاں ماہ کی فلاں تاریخ کو رسولؐ خدا کے پاس جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے جبریل امینؑ کو آنخضرتؐ کے پاس بھیجا اور آنخضرت کو بتایا کہ فلاں فلاں افراد فلاں ماہ کی فلاں تاریخ کو آپؐ کے پاس پہنچیں گے' ان کے پاس الواحِ موسیٰؑ موجود ہوں گی۔ چنانچہ جب موعودہ شب ہوئی تو آنخضرت کو شدتِ اشتیاق سے نیند نہ آئی۔ صبح ہوئی تو وہ آپؐ کے دروازے پر پہنچے اور انھوں نے دستک دی اور کہا: کیا محمدؐ موجود ہیں؟

اندر سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ولدیت سمیت سب کے نام لے کر جواب دیا کہ جی ہاں میں موجود ہوں۔ پھر آپؐ باہر تشریف لائے اور فرمایا: وہ الواح کہاں ہیں جو تمھیں وصی موسیٰ یوشع بن نون سے بطور میراث ملی ہیں؟

ان لوگوں نے جیسے ہی اپنے نام سنے اور الواحِ موسیٰؑ کا حوالہ سنا تو انھوں نے بے ساختہ کہا: نشهد ان لا الـه الا الله وحده لاشریك له وانك رسول الله۔

پھر کہا کہ خدا گواہ ہے ہمارے اس سفر کا مطلب خدا کے علاوہ کسی اور کو معلوم نہیں تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے آپ کو ہماری آمد کی خبر دی ہے۔ پھر انھوں نے وہ الواح آپؐ کی خدمت میں پیش کیں۔ آپؐ نے ان الواح کو دیکھا وہ عبرانی زبان میں لکھی ہوئی تھیں۔ آنخضرتؐ نے وہ الواح میرے سپرد کیں اور رات کو سوتے وقت میں نے انھیں اپنے سرہانے رکھا۔ جب صبح کو اٹھا تو وہ عبرانی الواح عربی زبان میں تبدیل ہو چکی تھیں۔ ان الواح میں خدا نے ابتدائے خلقت سے لے کر قیامِ قیامت تک کا علم جمع کیا ہے۔

کتاب التوحید میں مختلف ملل و ادیان کے علماء سے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کا مناظرہ مرقوم ہے۔ اس مناظرہ میں آپ نے نصرانی علماء سے یہ جملے بھی ارشاد فرمائے: جب تم عیسیٰؑ کو رب مان چکے ہو تو تمھیں چاہیے کہ الیسع اور حزقیل کو بھی اپنا ربّ مان لو کیونکہ انھوں نے بھی حضرت عیسیٰؑ کی طرح سے معجزات پیش کیے تھے...... کیا تمھیں موسیٰؑ کا واقعہ بھول گیا ہے جب انھوں نے ستر افراد کا انتخاب کیا اور انھیں پہاڑ پر لے گئے اور بارگاہ احدیت میں عرض کیا: پروردگار! یہ لوگ کہتے ہیں کہ جب تک ہم خدا کو دیکھ نہ لیں گے اس وقت تک ہم آپ پر ایمان نہیں لائیں گے۔

خدا نے ان پر بجلیاں گرائیں وہ سب جل کر مر گئے۔ حضرت موسیٰؑ اکیلے بچ گئے۔ اس وقت آپؑ نے خدا کی بارگاہ میں عرض کیا: خدایا! ان افراد کو میں اپنے ساتھ لایا تھا۔ اب اگر یہ یہاں مر گئے تو میں اپنی قوم کو کیا جواب دوں گا؟ اگر تو چاہتا تو مجھے اور انھیں پہلے بھی ہلاک کر سکتا تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی درخواست پر اللہ نے ان ستر افراد کو دوبارہ زندہ کیا۔ اب اگر حضرت عیسیٰؑ مردے زندہ

کرنے کی وجہ سے رب ہیں تو حضرت موسٰی علیہ السلام کے متعلق کیا رائے قائم کرو گے؟

بندوں کو نبی اور امام چننے کا اختیار نہیں ہے

کتاب کمال الدین وتمام النعمۃ میں سعد بن عبداللہ قمی سے مروی ہے کہ میں نے امام حجت علیہ السلام سے پوچھا تھا کہ کیا بندوں کو یہ حق ہے کہ وہ اپنے لیے امام کا انتخاب کریں؟

حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا: امام کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ پہلے یہ واضح کرو کہ تم مصلح امام کا پوچھتے ہو یا مفسد امام کے متعلق پوچھتے ہو؟ میں نے کہا کہ میں مصلح امام کے متعلق پوچھتا ہوں۔

حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا: کیا ایسا ممکن نہیں ہے کہ لوگ کسی کو اچھا سمجھ کر اس کا انتخاب کریں جب کہ وہ شخص اچھا نہ ہو؟ میں تمھیں حقیقت سمجھانے کے لیے مزید واضح کرنا چاہتا ہوں کہ بھلا یہ بتاؤ اگر جناب موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام جیسے عظیم القدر نبی کسی کا انتخاب کریں تو کیا ان کے چناؤ میں کوئی غلط شخص منتخب ہوسکتا ہے؟

میں نے کہا: نہیں، نبی کا انتخاب غلط نہیں ہوسکتا۔

آپؑ نے فرمایا تم غلط سمجھتے ہو۔ حضرت موسیٰؑ معصوم تھے، صاحب کتاب تھے انھوں نے ستر افراد کا انتخاب کیا تھا لیکن عجیب بات یہ ہے کہ وہ سب کے سب منافق تھے۔ انھوں نے تو کہا تھا: لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝ (البقرہ: ۵۵) "ہم جب تک اللہ کو سامنے دیکھ نہ لیں گے اس وقت تک تم پر ایمان نہ لائیں گے۔ پھر تم کو بجلی نے گھیر لیا اور تم دیکھ رہے تھے"۔ جب اولی العزم نبی کا انتخاب غلط ثابت ہوسکتا ہے تو افرادِ اُمت کے انتخاب کی کیا حیثیت ہے؟

تفسیر عیاشی میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ میں نے تیری عدم موجودگی میں تیری قوم کی آزمائش کی ہے۔ حضرت موسیٰ نے عرض کیا: پروردگارا! تو نے ان کی کیا آزمائش کی ہے؟

خدا نے فرمایا: ہم نے انھیں سامری کے ذریعہ سے آزمایا ہے۔ سامری نے ان کے زیورات سے ایک بچھڑا تیار کیا ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا: پروردگار میری قوم کے پاس اتنے زیور تو موجود نہیں تھے جن سے ہرن یا کوئی مجسمہ یا بچھڑا بنایا جا سکے، پھر تو نے انھیں کیسے آزمایا ہے؟ خدا نے فرمایا: بچھڑا بن چکا ہے اور اس سے ڈکرانے کی آوازیں آتی ہیں۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا: خدایا! بچھڑا تو سامری نے بنایا ہے اس میں آواز کس نے پیدا کی ہے؟ خدا نے فرمایا: آواز میں نے پیدا

کی ہے۔

اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اِنْ هِیَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ۚ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَ تَهْدِیْ مَنْ تَشَآءُ ۚ "یہ تیری طرف سے ایک آزمائش ہے اس ذریعہ سے تو جسے چاہتا ہے گمراہی میں پاتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت میں پاتا ہے"۔

اللہ کی رحمت بڑی وسیع ہے

وَ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ ...... "اور میری رحمت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے"۔

مجمع البیان میں صحیح بخاری کے حوالہ سے مرقوم ہے کہ ایک اعرابی نے مسجد نبویؐ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ نماز کے دوران اس نے یہ دعا مانگی: "خدایا صرف مجھ پر اور محمد پر ہی رحمت فرما' ہمارے ساتھ اور کسی کو اپنی رحمت میں شامل نہ فرما"۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام کے بعد اس سے فرمایا: تو نے تو انتہائی وسیع چیز کو تنگ کر دیا۔

شیخ مفید روضۃ الواعظین میں لکھتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو یہ وحی فرمائی: داؤد! جس طرح سے سورج کی روشنی ہر بیٹھنے والے کے لیے وسیع ہوتی ہے اسی طرح سے میری رحمت بھی ہر داخل ہونے والے کے لیے وسیع ہے۔

وسعتِ رحمت

رحمت الٰہی اتنی وسیع اور جامع اور عظیم القدر ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے دعائے کمیل کے آغاز میں ہی اللہ کو اس کی رحمتِ واسعہ کا واسطہ دیا ہے اور بارگاہِ احدیت میں عرض کیا ہے: اللھم انی اسئلك برحمتك التی وسعت کل شئی "خدایا! میں تجھے تیری اس رحمت کا واسطہ دے کر تجھ سے سوال کرتا ہوں جو ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے"۔ قرآن مجید میں اللہ کی رحمت واسعہ کو متعدد مقامات پر آشکار کیا گیا ہے۔

حاملین عرش کی دعا کے یہ الفاظ ہیں: ربنا وسعت کل شئی رحمۃ وعلما ...... "پروردگار! تو علم و رحمت کے لحاظ سے ہر چیز پر چھایا ہوا ہے"۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب سے فرمایا: فقل ربکم ذو رحمۃ واسعۃ "آپ کہہ دیں کہ تمھارا رب وسیع رحمت کا

مالک ہے''۔

دعائے سحر میں امام محمد باقر علیہ السلام سے یہ کلمات منقول ہیں: اللھم انی اسئلك من رحمتك باوسعھا وکل رحمتك واسعة ''خدایا! میں تیری رحمت کے وسیع ترین مراتب کا تجھے واسطہ دے کر تجھ سے سوال کرتا ہوں جب کہ تیری رحمت کے تمام مراتب وسیع ہیں''۔

پوری کائنات کی ظاہری و باطنی نعمات کا سرچشمہ رحمت الٰہی ہے مثلاً نعمت وجود، رزق کا پھیلاؤ، انبیاء کی آمد، آسمانی کتابوں کا نزول اور ہر دور میں اپنی حجت کو باقی رکھنا الغرض کائنات کی بقا رحمت خدا سے مربوط ہے۔ اللہ تعالیٰ نے افاضہ رحمت کو اپنے لیے ضروری قرار دیا ہے اور فرمایا ہے: کتب ربکم علی نفسه الرحمة ''تمھارے رب نے اپنی ذات پر رحمت کو لکھ دیا ہے''۔

یہی وجہ ہے کہ دنیا اسم ''رحمٰن'' کے فیضان پر قائم ہے اور آخرت اسم ''رحیم'' کے فیضان پر قائم ہے اور دونوں کا مادہِ اشتقاق رحمت ہے۔ لفظ ''رحمٰن'' حق کی فیوضات تکوینی کے ساتھ مربوط ہے جو تمام موجودات کو شامل ہے جب کہ اسم ''رحیم'' کا تعلق ہدایت وسعادت سے ہے۔

اللہ کی رحمت بڑی وسیع ہے وہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کے لیے خاص کر دیتا ہے۔ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ (البقرہ:۱۰۵) ''وہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کے لیے مخصوص کر لیتا ہے''۔ نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ (یوسف:۵۶) ''ہم جس پر چاہتے ہیں اپنی رحمت کی بارش برساتے ہیں''۔

لیکن اس اختصاص کے لیے بندہ کو اس کے مقدمات فراہم کرنے پڑتے ہیں۔ اگر کوئی انسان رحمت کے مقدمات فراہم کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت کے دائرہ میں ضرور داخل کرتا ہے: فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ (النساء:۱۷۵) ''وہ لوگ جو خدا پر ایمان لائیں اور اس کی کتاب سے تمسک کریں تو اللہ انھیں اپنی رحمت اور فضل میں داخل کرتا ہے''۔

اسی نکتہ کی وضاحت اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ سے فرمائی ہے: اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (اعراف:۵۶) ''اللہ کی رحمت نیکوکاروں کے قریب ہے''۔

اس سلسلہ میں قابلِ توجہ نکتہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبؐ سے فرمایا: وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ (الانبیاء:۱۰۷) ''ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے''۔

اصول کافی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے ورحمتی وسعت کل شئی فسا کتبھا للذین یتقون کی ایک تاویل یہ بھی منقول ہے کہ علمِ امام ہر چیز پر پھیلا ہوا ہے البتہ صاحبانِ تقویٰ یعنی ان کے شیعوں کو ہی اس تک رسائی حاصل ہوتی ہے۔

نبی اُمی

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ

''وہ لوگ جو پیروی کرتے ہیں اس رسول کی جو کہ نبی اُمی ہے جسے وہ اپنے ہاں تورات وانجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں وہ انھیں نیکی کا حکم دیتا ہے اور انھیں برائی سے منع کرتا ہے اور ان کے لیے پاکیزہ چیزوں کو حلال کرتا ہے اور ناپاک اشیاء ان کے لیے حرام کرتا ہے اور ان سے وہ بوجھ اُتارتا ہے جو ان پر پڑا ہوا تھا اور ان سے وہ زنجیریں دُور کرتا ہے جن میں وہ جکڑے ہوئے تھے''۔

لفظ ''اُمی'' کا مفہوم

کتاب علل الشرائع میں جعفر بن محمد الصوفی سے منقول ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ فرزندِ رسولؐ! آپؑ یہ بتائیں ہمارے نبی کا ایک لقب ''اُمی'' کیوں ہے؟

آپؑ نے فرمایا: پہلے یہ بتاؤ اس کے متعلق لوگ کیا کہتے ہیں؟

میں نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ ''اُمی'' (اَن پڑھ) کو کہتے ہیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے اسی لیے خدا نے ان کو ''اُمی'' کہا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: انھوں نے جھوٹ بولا ان پر خدا کی ناراضگی ہو۔ اگر نبی اکرم کورے اَن پڑھ تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ کیوں فرمایا: هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ''وہی تو خدا ہے جس نے ''اُمیین'' میں ایک رسول بھیجا جو ان میں سے ہے جو ان کے سامنے اللہ کی آیات کی تلاوت کرتا ہے اور ان

کے ناپاک نفوس کو پاک بناتا ہے اور انھیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے''۔

اگر رسولؐ خدا خود ہی اَن پڑھ تھے تو وہ معلمِ کتاب و حکمت کیسے بن سکتے تھے؟ رسولؐ خدا ۷۲ یا ۷۳ زبانیں لکھ سکتے تھے اور ان میں کلام کر سکتے تھے البتہ انھیں ''اُمی'' مکہ کی وجہ سے کہا گیا ہے کیونکہ آپ مکہ کے رہائشی تھے اور مکہ کو ''اُم القریٰ'' کہا جاتا تھا جیسا کہ اللہ نے فرمایا: وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا (الانعام:۹۲) ''تاکہ آپ اُم القریٰ اور اس کے گردوپیش رہنے والوں کو تبلیغ کریں''۔ لہٰذا مکہ اُم القریٰ ہے اور آنحضرتؐ مکی تھے اسی لیے آپ کو اُمی'' کہا گیا ہے۔ یہ روایت علی بن اسباط کی زبانی بھی منقول ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ہمارے نبی کریمؐ پر اللہ کا یہ احسان تھا کہ آپ پڑھ لیتے تھے لیکن آپؐ (مصلحت نبوت کی وجہ سے) لکھتے نہیں تھے۔ جس زمانے میں ابوسفیان نے جنگ اُحد کا ارادہ کیا تھا تو آپ کے چچا عباس نے ایک خط لکھ کر آپ کو اس کے منصوبہ کی اطلاع دی تھی۔ جب آپ کو خط ملا تو اس وقت آپؐ مدینہ کے ایک باغ میں تشریف فرما تھے۔ آپؐ نے وہ خط پڑھا۔ صحابہ کو اس کے مضمون سے آگاہ نہ کیا اور آپؐ نے حکم دیا کہ مدینہ چلو۔ جب سب لوگ مدینہ پہنچ گئے تو اس وقت آپؐ نے بتایا کہ ابوسفیان جنگ کے لیے روانہ ہو رہا ہے۔

ہشام بن سالم کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھ لیتے تھے لکھتے نہیں تھے۔

حسن بن زیاد صیقل کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اللہ نے ہمارے نبیؐ پر احسان کیا تھا کہ وہ اُمی ہونے کے باوجود پڑھ لیتے تھے البتہ لکھتے نہیں تھے۔

سابقہ کتابوں میں آنحضرتؐ کا ذکر موجود تھا

امالی صدوق میں حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ ایک یہودی نے آنحضرتؐ سے عرض کیا: میں نے تورات میں آپ کے اوصاف پڑھے ہیں۔ وہاں لکھا ہوا ہے کہ محمد بن عبداللہ مکہ میں پیدا ہوگا اور ''طیبہ'' کی طرف ہجرت کرے گا۔ وہ درشت خو اور سخت مزاج نہیں ہوگا اور چلا چلا کر باتیں نہ کرے گا اور وہ فحش گو نہ ہوگا۔ مذکورہ تمام صفات آپؐ میں موجود ہیں لہٰذا میں دل و جان سے کہتا ہوں: اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وانک رسول اللّٰہ۔ میرا تمام ترکہ آپ کی ملکیت میں ہے۔ آپ حکمِ خدا کے تحت جہاں چاہیں اسے خرچ کریں۔

الخرائج والجرائح میں مرقوم ہے کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے ایک جاثلیق سے کہا تھا کہ تم اپنے آپ کو خدا اور اس کے پیغمبر کی زیرِ حفاظت سمجھو۔ ہماری طرف سے تمھارے ساتھ کوئی ناروا سلوک نہیں کیا جائے گا۔ اب تم ہمیں بتاؤ کیا تمھاری کتاب میں ہمارے نبی کا ذکر موجود ہے؟

جاثلیق نے کہا: ہماری کتاب میں محمد نامی نبی کا ذکر موجود ہے اور اس کے ذکر میں یہ لکھا ہوا ہے کہ اس کے وصی کا نام علیؑ ہوگا اور اس کی بیٹی کا نام فاطمہؑ ہوگا اور اس کے نواسے حسنؑ و حسینؑ ہوں گے۔ چنانچہ توراۃ' زبور اور انجیل میں یہ ذکر موجود ہے۔

امام علی رضاؑ کا مباحثہ

کتاب عیون الاخبار میں مختلف ادیان وملل کے علماء سے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے ایک مباحثہ کی تفصیل مذکور ہے۔ اس طویل مناظرہ میں سے ہم یہاں ایک اقتباس نقل کرتے ہیں:

حضرت امام رضا علیہ السلام ایک یہودی عالم کی طرف متوجہ ہوئے اور اس سے فرمایا کہ تم مجھ سے سوال کرو گے یا میں تم سے سوال کروں؟ یہودی عالم نے کہا: میں آپؑ سے سوال کروں گا اور جواب کے لیے توراۃ' زبور' صحائف ابراہیم و موسیٰ پر انحصار کروں گا۔

آپؑ نے فرمایا: ٹھیک ہے تم وہی بات قبول کرنا جس کی گواہی توراۃ' زبور اور صحفِ انبیاء میں موجود ہو۔

یہودی عالم: آپ محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نبوت ثابت کریں۔

امام علی رضاؑ: محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت موسیٰ' عیسیٰ اور داؤد علیہم السلام کے فرامین سے ثابت ہے۔

یہودی عالم: آپ حضرت موسیٰ بن عمران کے فرمان سے ان کی نبوت ثابت کریں۔

امام علی رضاؑ: یہودی! کیا تجھے یہ بات معلوم ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو وصیت کرتے ہوئے کہا تھا: ''تمھارے بھائیوں میں سے نبی آئے گا تم اس کی بات ماننا''۔ اور کیا تم مجھے یہ بتا سکتے ہو کہ اولادِ اسماعیل کے علاوہ اسرائیل کا کوئی اور بھائی بھی تھا اور تم جانتے ہو کہ اسماعیلؑ و اسحاقؑ دونوں حضرت ابراہیمؑ کے فرزند تھے اور اسحاقؑ بنی اسرائیل کے جدِ اعلیٰ تھے۔

یہودی عالم: ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے فرمان کو نہیں ٹھکرا سکتے۔

امام علی رضاؑ: کیا بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے حضرت محمد مصطفیؐ کے علاوہ کوئی اور نبی مبعوث ہوا ہے؟

یہودی عالم: مجھے معلوم نہیں ہے۔

امام علی رضاؑ: کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرمان تمہاری نظر میں صحیح نہیں ہے؟

یہودی عالم: آپؑ کا فرمان درست ہے لیکن یہ الفاظ تورات میں نہیں ہیں۔ اگر تورات میں اس طرح کا اشارہ ہوتا تو ہم مان لیتے۔

امام علی رضاؑ: کیا تم تورات کے ان جملوں کا انکار کر سکتے ہو؟ ''طورِ سینا سے نور چمکا' جبلِ ساعیر کو روشن کیا اور کوہِ فاران سے بلند ہوا''۔

یہودی عالم: یہ الفاظ تورات میں موجود ہیں لیکن مجھے ان کی تشریح کا علم نہیں ہے۔

امام علی رضاؑ: میں تمہیں ان الفاظ کا مفہوم سمجھاتا ہوں: ''طورِ سینا سے نور چمکا'' اس کا مقصد یہ ہے کہ اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر طورِ سینا کے مقام پر وحی نازل کی۔ ''جبلِ ساعیر کو روشن کیا'' ساعیر وہ پہاڑ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل کی تھی۔ ''کوہِ فاران سے بلند ہوا'' فاران مکہ کے قریب ایک پہاڑ ہے اور ان الفاظ کا اشارہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وحی اور کتاب کی طرف ہے۔

علاوہ ازیں عہدِ نامہ قدیم میں شعیا نبی کا یہ قول موجود ہے: ''میں نے دو سوار دیکھے جن کے نور سے زمین روشن ہوگئی ان میں سے ایک گدھے پر اور دوسرا اُونٹ پر سوار تھا''۔

اب تم بتاؤ کہ گدھے پر سوار ہونے والا کون ہے اور اُونٹ پر سوار ہونے والا کون ہے؟

یہودی عالم: مجھے معلوم نہیں ہے آپ ان دونوں کا تعارف کروائیں؟

امام علی رضاؑ: گدھا سوار سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور شتر سوار سے حضرت محمد مصطفیؐ مراد ہیں۔

پھر آپؑ نے فرمایا: کیا تم ''حیقوق'' نبی پر ایمان رکھتے ہو؟

یہودی عالم: جی ہاں' میں ان کو جانتا ہوں اور ان پر ایمان رکھتا ہوں۔

امام علی رضاؑ: تمہاری کتاب گواہی دیتی ہے کہ حیقوق نے فرمایا: اللہ کا بیان کوہِ فاران سے احمد پر آیا اور اس کی اُمت کی تسبیح سے آسمان بھر گئے اور اس کے گھوڑے تری میں بھی ایسے ہی داخل ہوں گے جیسا کہ خشکی پہ چلتے ہیں۔ وہ بیت المقدس کی ویرانی کے بعد؛ ارے پاس نئی کتاب لائے گا۔

یہودی عالم: ہم حیقوق کے فرمان کی تردید نہیں کر سکتے۔

امام علی رضاؑ: تم زبور بھی پڑھتے ہو گے۔ اس میں حضرت داؤدؑ کی یہ دعا موجود ہے: پروردگار! ''فترت'' (دو نبیوں کے درمیان والا زمانہ) کے بعد سنت قائم کرنے والے کو مبعوث فرما''۔

اب مجھے بتاؤ کہ اگر اس سے محمد مصطفیٰؐ مراد نہیں ہیں تو وہ کون سا نبی ہے جو زمانہ فترت کے بعد آیا ہو اور اس نے آکر سنت کو زندہ کیا ہو؟

یہودی عالم: یہ حضرت داؤدؑ کی دعا کے الفاظ ہیں ہم اس کا انکار نہیں کرتے لیکن یہ بات ممکن ہے کہ اس سے حضرت عیسیٰؑ مراد ہوں۔

امام علی رضاؑ: تمھارا یہ مفروضہ صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت عیسیٰؑ نے تو سنت سے انکار ہی نہیں کیا تھا وہ تو تورات کی شریعت پر عمل کرتے تھے اور خود انجیل میں ان کا یہ قول موجود ہے: ''آدم کا بیٹا جا رہا ہے۔ میرے بعد ''فارقلیط'' آئے گا اور وہ بوجھ ہٹائے گا اور وہ تمھارے لیے ہر چیز کی وضاحت کرے گا۔ وہ آکر میری گواہی دے گا جیسا کہ میں نے اس کی گواہی دی ہے۔ میں تمھارے پاس ''امثال'' لے کر آیا ہوں۔ وہ تمھارے پاس ان کی تاویل لے کر آئے گا''۔ کیا یہ جملے انجیل میں موجود ہیں؟

یہودی عالم: جی ہاں۔ میں ان جملوں کی موجودگی کا انکار نہیں کر سکتا۔

کتاب التوحید میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں دو یہودی جو کہ حضرت موسیٰؑ پر ایمان رکھتے تھے وہ ایک بار آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے آپؐ کی باتیں سنی تھیں۔ انھوں نے تورات اور صحفِ ابراہیم و موسیٰ علیہما السلام کا مطالعہ کیا ہوا تھا۔

جب آنحضرتؐ کی وفات ہوئی تو وہ مدینہ کی طرف آئے اور لوگوں سے پوچھا کہ تمھارے نبی کا جانشین کون ہے کیونکہ جب بھی کوئی نبی دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو اس کا قریبی عزیز اس کی جانشینی کا منصب سنبھالتا ہے اور نبی کا خلیفہ عظیم القدر اور جلیل الشان ہوتا ہے۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: تمھیں اس نبی کے جانشین کے اوصاف معلوم ہیں؟ دوسرے نے کہا: جی ہاں تورات میں اس کے یہ اوصاف مرقوم ہیں کہ اس کے سر پر بال کم ہوں گے اس کا قد درمیانہ ہوگا اور وہ رسولؐ خدا کا قریبی ترین عزیز ہوگا۔

الغرض وہ یہ باتیں کرتے ہوئے مدینہ پہنچے اور انھوں نے لوگوں سے پوچھا کہ تمھارے نبی کا خلیفہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا کہ حضرت ابوبکر اس وقت رسولؐ خدا کے جانشین ہیں۔ وہ دونوں افراد حضرت ابوبکر کے پاس آئے اور انھوں نے

انھیں دیکھ کر ایک دوسرے سے کہا کہ یہ وہ شخصیت نہیں ہے جس کا تذکرہ تورات میں موجود ہے۔ پھر انھوں نے کہا: آپ کا رسولؐ خدا سے کیا رشتہ ہے؟

انھوں نے کہا کہ میں ان کی قوم کا ایک فرد ہوں اور میں ان کا سسر ہوں۔ میری بیٹی عائشہ ان کی زوجہ ہے۔

انھوں نے کہا: کیا اس کے علاوہ آپ کی ان سے کوئی اور رشتہ داری بھی ہے؟ انھوں نے کہا: نہیں۔ یہ سن کر انھوں نے کہا کہ یہ اتنی بڑی قرابت نہیں ہے۔ اب آپ ہمیں یہ بتائیں کہ آپ کا رب کہاں ہے؟

حضرت ابوبکر نے کہا: وہ ساتویں آسمان پر ہے۔ پھر انھوں نے کہا: آپ ہمیں کسی ایسے آدمی کا پتہ بتائیں جو آپ سے زیادہ عالم ہو کیونکہ خلیفہ کے جو اوصاف تورات میں مذکور ہیں وہ آپ میں موجود نہیں ہیں۔

حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کی طرف ان کی رہنمائی کی۔ اس کے بعد وہ دونوں افراد حضرت عمر کے پاس آئے اور انھوں نے ان سے پوچھا کہ آپ کی رسولؐ خدا سے کیا رشتہ داری ہے؟ انھوں نے کہا کہ میں ان کی قوم کا ایک فرد ہوں اور میری بیٹی حفصہ ان کی زوجہ ہے۔

انھوں نے کہا: کیا اس کے علاوہ بھی آپ کی آنحضرتؐ سے کوئی رشتہ داری ہے؟ حضرت عمر نے کہا: نہیں، اس کے علاوہ میری اور کوئی رشتہ داری نہیں ہے۔ پھر انھوں نے کہا: اچھا آپ یہ بتائیں کہ آپ کا رب کہاں ہے؟

انھوں نے کہا کہ ساتویں آسمان پر بیٹھا ہے۔ پھر انھوں نے کہا کہ آپ ہمیں ایسے شخص کا پتہ دیں جو آپ سے بڑا عالم ہو۔ حضرت عمر نے انھیں حضرت علیؑ کی طرف رہنمائی کی۔ چنانچہ وہ دونوں افراد حضرت علیؑ کے پاس آئے۔ جب انھوں نے آپ کی شکل وصورت دیکھی تو وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ تورات میں اس کی نشانیاں موجود ہیں۔ پھر انھوں نے حضرت علیؑ سے کہا: آپ کی رسولؐ خدا سے کیا رشتہ داری ہے؟

آپؑ نے فرمایا: وہ میرے بھائی تھے۔ میں ان کا وارث اور وصی ہوں اور میں ہی اول المسلمین ہوں اور میں ان کی صاحبزادی فاطمہ زہراءؑ کا خاوند ہوں۔

جب انھوں نے حضرت کی گفتگو سنی تو انھوں نے کہا: بے شک یہ ہے اصل قرابت داری یہ وہ صفت ہے جس کا تذکرہ تورات میں موجود ہے۔ اس کے بعد انھوں نے کہا: اچھا یہ بتائیں کہ آپ کی موجودگی میں دوسرے لوگ مسندِ خلافت پر کیسے بیٹھ گئے؟ (حدیث طویل ہے ہم نے بقدرِ ضرورت اس کا ایک اقتباس نقل کیا ہے)

روضہ کافی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تورات میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کا تذکرہ کیا تھا اور حضرت موسیٰؑ نے بھی اپنی اُمت کو آنحضرتؐ کی آمد کی بشارت دی تھی۔ تمام انبیاء اپنے اپنے دور میں آپ کی بشارت دیتے رہے یہاں تک حضرت عیسیٰؑ کا زمانہ آیا تو انھوں نے بھی آپ کی آمد کی بشارت دی تھی۔ اسی لیے اللہ نے فرمایا: يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ۫ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ یعنی یہود و نصاریٰ اسے اپنے ہاں تورات وانجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ وہ نیکی کی ہدایت کرتا ہے اور برائی سے منع کرتا ہے"۔

حضرت موسیٰؑ نے اپنے دور میں آنحضرتؐ کی بشارت دی تھی اور حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا: وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ (الصف:٦) "اور میں اس رسول کی بشارت دیتا ہوں جو میرے بعد آئے گا اس کا نام احمد ہوگا"۔

اصول کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ (اور انھوں نے اس نور کی پیروی کی جو اس کے ساتھ اتارا گیا وہی لوگ نجات پانے والے ہیں) اس میں جس نور کی پیروی کا تذکرہ کیا گیا ہے اس سے امیر المومنینؑ اور دوسرے ائمہ مراد ہیں۔

الکافی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ میں نے اس لوح کو پڑھا تھا جس کو خدا نے اپنے حبیب کی طرف بطور ہدیہ روانہ کیا تھا۔ اسی میں نبی اکرمؐ اور ان کی ذریت کے ائمہ کے نام لکھے ہوئے تھے۔ اس میں علی نقیؑ کے ذکر کے بعد لکھا تھا کہ میں اس کو ایک فرزند عطا کروں گا جو میرے راستے کا داعی ہوگا اور میرے علم کا خزینہ دار ہوگا' اس کا نام حسن عسکریؑ ہوگا۔ پھر سلسلہ امامت کی تکمیل اس کے بیٹے "م ح م د" سے کروں گا۔ وہ تمام جہانوں کے لیے رحمت ہوگا۔ اس میں موسیٰؑ کا کمال اور عیسیٰؑ کی خوبیاں اور ایوبؑ کا صبر ہوگا۔ اس کے زمانہ غیبت میں میرے چاہنے والوں کو ذلیل کیا جائے گا اور ان کے سر کاٹ کر ترک و دیلم کے سروں کی طرح بطور تحفہ دیے جائیں گے۔ اس کے ماننے والوں کو قتل کیا جائے گا۔ ان کے گھروں کو نذرِ آتش کیا جائے گا اور وہ سخت خائف ہوں گے۔ ان کے خون سے زمین کو رنگین کیا جائے گا اور ان کی فریادیں بلند ہوں گی (جسے کوئی سننے پر آمادہ نہیں ہوگا) وہی میرے سچے دوست ہوں گے۔ انھی کے سبب سے میں ہر تاریک فتنہ کو دُور کروں گا اور انھی کی وجہ سے میں زلزلے روکوں گا اور بوجھ اُتاروں گا اور لوگوں کو زنجیروں سے آزاد کروں گا۔ ان پر ان کے پروردگار کی جانب سے صلوات اور رحمت ہوگی اور وہی ہدایت یافتہ ہوں گے۔

روضہ کافی میں مرقوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: موسیٰ! میں تیرا شفیق اور مہربان خدا ہو کر تجھے بتول کے فرزند عیسیٰ بن مریمؑ کی وصیت کرتا ہوں۔ اس کے بعد تمھیں طیب' طاہر اور مطہر کی وصیت کرتا ہوں جو سرخ اُونٹ پر سوار ہوگا۔ اس کی کتاب تمام کتابوں کی نگہبان ہوگی۔ وہ رکوع کرنے والا' سجدہ کرنے والا' ترغیب و ترہیب دینے والا

ہوگا۔ اس کے بھائی مساکین ہوں گے اور اس کے مددگار دوسری قوم سے تعلق رکھتے ہوں گے۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا کہ یہود و نصاریٰ رسولؐ خدا کو اچھی طرح سے پہچانتے تھے کیونکہ آپ کے اوصاف کا تذکرہ ان کی کتابوں میں موجود تھا۔ جب آپؐ دنیا میں تشریف لائے تو انھوں نے آپ کو پہچان لیا تھا لیکن دنیاوی مفادات کی وجہ سے آپ کی نبوت پر ایمان نہیں لائے تھے۔

ان لوگوں کی اس کیفیت کو اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ سے بیان کیا ہے: اَلَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰهُمُ الۡكِتٰبَ یَعۡرِفُوۡنَهٗ كَمَا یَعۡرِفُوۡنَ اَبۡنَآءَهُمۡ ؕ (البقرہ: ۱۴۶) ''جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اسے اسی طرح سے پہچانتے ہیں جس طرح سے وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں''۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ اللہ نے تورات، انجیل اور زبور میں آنحضرتؐ کے مقامِ پیدائش اور مقامِ ہجرت کا تذکرہ کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے صرف آنحضرتؐ کے تذکرہ پر ہی اکتفا نہیں کی تھی بلکہ آپ کے مددگار ساتھیوں کا بھی کتب سماوی میں تذکرہ کیا تھا جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے:

> مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِیۡنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الۡكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیۡنَهُمۡ تَرٰىهُمۡ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبۡتَغُوۡنَ فَضۡلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضۡوَانًا ۫ سِیۡمَاهُمۡ فِیۡ وُجُوۡهِهِمۡ مِّنۡ اَثَرِ السُّجُوۡدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمۡ فِی التَّوۡرٰىةِ ۚۖۛ وَمَثَلُهُمۡ فِی الۡاِنۡجِیۡلِ ۚ۟ كَزَرۡعٍ اَخۡرَجَ شَطۡـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسۡتَغۡلَظَ فَاسۡتَوٰی عَلٰی سُوۡقِهٖ یُعۡجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیۡظَ بِهِمُ الۡكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنۡهُمۡ مَّغۡفِرَةً وَّاَجۡرًا عَظِیۡمًا ﴿۲۹﴾ (الفتح: ۲۹)

''محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت اور آپس میں رحیم ہیں۔ تم جب دیکھو گے تو انھیں رکوع و سجود اور اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کی طلب میں مشغول پاؤ گے۔ سجدہ کے اثرات ان کے چہروں پر موجود ہیں جن سے وہ پہچانے جاسکتے ہیں۔ تورات اور انجیل کی اس کی مثال اس کھیتی سے دی گئی ہے جس نے پہلے کونپل نکالی، پھر اس کو تقویت دی پھر وہ گدرائی پھر اپنے تنے پر کھڑی ہوگئی۔ کاشت کرنے والوں کو وہ بہت خوش کرتی ہے تاکہ کفار اس کے پھلنے پھولنے پر جلیں۔ اس گروہ کے لوگ جو ایمان لائے ہیں اور جنھوں نے نیک عمل کیے ہیں اللہ نے ان سے مغفرت اور اجرِ عظیم کا وعدہ فرمایا ہے''۔

چونکہ حبیب خدا اور ان کے اصحاب کی مثال تورات و انجیل میں موجود تھی اسی لیے اہلِ کتاب نے انھیں ان کے اوصاف سے پہچان لیا تھا لیکن پہچاننے کے باوجود انھوں نے آپ کا انکار کیا تھا۔

تفسیر عیاشی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ کی آیت میں جس نور کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے اس سے علی علیہ السلام مراد ہیں۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا ا۟لَّذِىْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْىٖ وَيُمِيْتُ ۖ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِىِّ الْاُمِّىِّ الَّذِىْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰٓى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَىْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اِذِ اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗٓ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۚ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۚ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ۚ وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ۚ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ۚ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾ وَاِذْ قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ وَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْٓـٰٔتِكُمْ ۚ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۶۱﴾ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ

ظَلَمُوا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَظْلِمُونَ ﴿۱۶۲﴾ وَسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ ۘ إِذْ يَعْدُونَ فِي السَّبْتِ إِذْ تَأْتِيهِمْ حِيتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَيَوْمَ لَا يَسْبِتُونَ ۙ لَا تَأْتِيهِمْ ۚ كَذَٰلِكَ ۚ نَبْلُوهُم بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴿۱۶۳﴾ وَإِذْ قَالَتْ أُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُونَ قَوْمًا ۙ اللَّهُ مُهْلِكُهُمْ أَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا ۖ قَالُوا مَعْذِرَةً إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿۱۶۴﴾ فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ أَنجَيْنَا الَّذِينَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوءِ وَأَخَذْنَا الَّذِينَ ظَلَمُوا بِعَذَابٍ بَئِيسٍ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴿۱۶۵﴾ فَلَمَّا عَتَوْا عَن مَّا نُهُوا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ ﴿۱۶۶﴾ وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَن يَسُومُهُمْ سُوءَ الْعَذَابِ ۗ إِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيعُ الْعِقَابِ ۖ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۱۶۷﴾ وَقَطَّعْنَاهُمْ فِي الْأَرْضِ أُمَمًا ۖ مِّنْهُمُ الصَّالِحُونَ وَمِنْهُمْ دُونَ ذَٰلِكَ ۖ وَبَلَوْنَاهُم بِالْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿۱۶۸﴾ فَخَلَفَ مِن بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَرِثُوا الْكِتَابَ يَأْخُذُونَ عَرَضَ هَٰذَا الْأَدْنَىٰ وَيَقُولُونَ

سَيُغْفَرُ لَنَا ۚ وَإِنْ يَأْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهُ يَأْخُذُوهُ ۚ أَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيثَاقُ الْكِتَابِ أَنْ لَّا يَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوا مَا فِيهِ ۗ وَالدَّارُ الْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يَتَّقُونَ ۗ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿١٦٩﴾ وَالَّذِينَ يُمَسِّكُونَ بِالْكِتَابِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُصْلِحِينَ ﴿١٧٠﴾ وَإِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَأَنَّهُ ظُلَّةٌ وَظَنُّوا أَنَّهُ وَاقِعٌ بِهِمْ ۚ خُذُوا مَا آتَيْنَاكُم بِقُوَّةٍ وَاذْكُرُوا مَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿١٧١﴾ وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ ۚ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۖ قَالُوا بَلَىٰ ۛ شَهِدْنَا ۛ أَنْ تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَٰذَا غَافِلِينَ ﴿١٧٢﴾ أَوْ تَقُولُوا إِنَّمَا أَشْرَكَ آبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْ بَعْدِهِمْ ۖ أَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُونَ ﴿١٧٣﴾ وَكَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿١٧٤﴾

آپ کہہ دیں کہ اے بنی نوع انسان! میں تم سب کی طرف اس خدا کا پیغمبر ہوں جو آسمانوں اور زمین کی بادشاہی کا مالک ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، وہی زندگی بخشتا ہے اور موت دیتا ہے۔ پس تم ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے بھیجے ہوئے نبی اُمی پر جو اللہ اور اس کے فرامین پر ایمان رکھتا ہے اور تم اس کی پیروی کرو تا کہ تم راہِ راست پا سکو۔

موسیٰ کی قوم میں ایک گروہ ایسا بھی تھا جو حق کے مطابق ہدایت کرتا تھا اور حق کے مطابق انصاف کرتا تھا۔ ہم نے اس قوم کو بارہ گھرانوں میں تقسیم کر کے انھیں مستقل گروہوں کی شکل دے دی تھی اور جب موسیٰ سے اس کی قوم نے پانی مانگا تو اس وقت ہم نے موسیٰ کو وحی کی کہ تم اپنا عصا ایک پتھر پر مارو۔ چنانچہ اس سے اچانک بارہ چشمے پھوٹ پڑے۔ ہر گروہ نے اپنے لیے ایک گھاٹ متعین کرلیا۔ ہم نے ان پر بادل کا سایہ کیا اور ہم نے ان پر من وسلویٰ اُتارا۔ ہماری عطا کردہ پاکیزہ چیزیں کھاؤ۔ اس کے بعد انھوں نے جو کچھ کیا تو وہ ہم پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ آپ اپنے اُوپر ظلم کرتے رہے۔

اور اس وقت کو یاد کرو جب ان سے کہا گیا تھا کہ اس بستی میں جا کر رہائش اختیار کرو اور اس کی پیداوار سے اپنے حسب منشا روزی حاصل کرو اور حِطَّةٌ حِطَّةٌ کہتے جاؤ اور شہر کے دروازے میں سجدہ ریز ہو کر داخل ہو جاؤ۔ ہم تمھاری خطائیں معاف کریں گے اور نیکوکار افراد کی نیکیوں میں اضافہ کریں گے۔ مگر جو لوگ ان میں ظالم تھے انھوں نے اس بات کو جو ان سے کہی گئی تھی بدل ڈالا، ہم نے ان کے ظلم کی پاداش میں ان پر آسمان سے عذاب بھیج دیا۔ اور آپ ان سے اس بستی کا حال دریافت کریں جو سمندر کے کنارے واقع تھی۔ انھیں وہ واقعہ یاد دلاؤ جب وہ لوگ ''سبت'' (ہفتہ) کے دن احکامِ الٰہی کی خلاف ورزی کرتے تھے اور سبت کے دن مچھلیاں اُبھر اُبھر کر ان کے سامنے آتی تھیں اور سبت کے سوا باقی دنوں میں نہیں آتی تھیں۔ یہ اس لیے ہوتا تھا کہ ہم ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے ان کو آزمائش میں ڈال رہے تھے۔ اور انھیں یہ بھی یاد دلاؤ کہ جب ان میں سے ایک گروہ نے دوسرے گروہ سے کہا تھا کہ آخر تمھیں کیا پڑی ہے کہ تم ایسے گروہ کو نصیحت کرتے ہو جنھیں اللہ ہلاک کرنے والا یا سخت عذاب دینے والا ہے؟ انھوں نے جواب میں کہا کہ ہم یہ سب کچھ تمھارے رب کے حضور اپنی معذرت پیش کرنے کے لیے کرتے ہیں اور اس امید پر کرتے

ہیں کہ شاید یہ لوگ خدا کی نافرمانی سے پرہیز کرنے لگیں۔
جب وہ ان ہدایات کو بالکل بھول گئے جو انھیں یاد کرائی گئی تھیں تو ہم نے ان لوگوں کو بچالیا جو برائی سے روکتے تھے' ان کے علاوہ باقی لوگوں کو جو ظالم تھے ان کی نافرمانیوں کی بنا پر سخت عذاب میں پکڑلیا۔ جب وہ پوری سرکشی کے ساتھ وہی کام کرتے گئے جس سے انھیں روکا گیا تھا تو ہم نے کہا کہ تم ذلیل وخوار بندر بن جاؤ۔ اور جب تمھارے رب نے اعلان کر دیا کہ وہ قیامت تک برابر ایسے لوگ ان پر مسلط کرتا رہے گا جو ان کو بدترین عذاب دیں گے یقیناً تمھارا رب سزا دینے میں بہت تیز ہے اور یقیناً وہ بخشنے والا مہربان ہے۔
اور ہم نے انھیں زمین میں ٹکڑے ٹکڑے کرکے بہت سی قوموں میں تقسیم کر دیا۔ ان میں کچھ لوگ نیک تھے اور کچھ ان سے مختلف۔ اور ہم ان کو اچھے اور برے حالات سے آزمائش میں مبتلا کرتے رہے کہ شاید یہ پلٹ آئیں۔ پھر اگلی نسلوں کے بعد ایسے ناخلف ان کے جانشین ہوئے جو کتابِ الٰہی کے وارث ہوکر اسی دنیائے دنی کے فائدے سمیٹتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ ہماری غلطیاں معاف کر دی جائیں گی اور اگر وہی متاع دنیا سامنے آتی ہے تو پھر لپک کر اسے لے لیتے ہیں۔ کیا ان سے کتاب کا عہد نہیں لیا گیا کہ اللہ کے نام پر بس وہی بات کہی جو حق ہو؟ اور یہ خود پڑھ چکے ہیں جو کتاب میں لکھا ہے۔ آخرت کا گھر تو خدا ترس افراد کے لیے ہی بہتر ہے کیا تم اتنی سی بات بھی نہیں سمجھتے؟
وہ لوگ جو کتاب سے وابستگی رکھتے ہیں اور جو نماز قائم کرتے ہیں یقیناً اسے نیک کرداروں کا اجر ہم ضائع نہیں کریں گے۔ اور وہ وقت بھی انھیں یاد دلاؤ جب ہم نے پہاڑ کو ہلا کر ان پر چھتری کی طرح سے چھا دیا تھا اور یہ گمان کر رہے تھے کہ وہ ان پر آپڑے گا۔ ہم نے تمھیں جو کتاب دی ہے اسے مضبوطی کے ساتھ تھامو اور جو کچھ اس میں لکھا ہوا ہے اسے یاد کرو' توقع ہے کہ تم غلط روی سے بچے رہو گے۔

اور اے نبی! لوگوں کو وہ وقت یاد دلاؤ جب تمھارے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی نسل کو نکالا تھا اور انھیں خود ان کے اُوپر گواہ بناتے ہوئے پوچھا تھا کہ کیا میں تمھارا رب نہیں ہوں؟ انھوں نے کہا: ضرور آپ ہی ہمارے رب ہیں ہم اس پر گواہی دیتے ہیں۔ یہ ہم نے اس لیے کیا کہ کہیں تم قیامت کے روز یہ نہ کہہ دو کہ ہم تو اس سے بے خبر تھے۔ یا تم یہ نہ کہنے لگو کہ شرک کی ابتدا تو ہمارے باپ دادا نے ہم سے پہلے کی تھی۔ ہم بعد میں ان کی نسل سے پیدا ہوتے تو کیا آپ ہمیں اس قصور میں پکڑتے ہیں جو غلط کاروں نے کیا تھا؟ دیکھو! اس طرح ہم اپنی نشانیاں واضح طور پر پیش کرتے ہیں تاکہ یہ لوگ حق کی جانب پلٹ آئیں۔

قومِ موسیٰؑ کا عادل گروہ

وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰٓى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾

''اور موسیٰؑ کی قوم میں ایک گروہ ایسا بھی تھا جو حق کے مطابق ہدایت کرتا اور حق کے مطابق انصاف کرتا تھا''۔

تفسیر عیاشی میں اس آیت کے ضمن میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ قومِ موسیٰؑ سے اہلِ اسلام مراد ہیں۔

مفضل بن عمر بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب قائم آلِ محمدؐ کا ظہور ہوگا تو پشت کعبہ سے ستائیس مردانِ حق برآمد ہوں گے جن میں سے پندرہ افراد کا تعلق قومِ موسیٰؑ کے اس گروہ سے ہوگا جو حق کے مطابق ہدایت کرتا تھا اور حق کے مطابق انصاف کرتا تھا۔ سات اصحابِ کہف ہوں گے اور حضرت موسیٰؑ کے وصی یوشع اور مومن آلِ فرعون، سلمان فارسیؓ، ابودجانہ انصاری اور مالک اشترؒ بھی دوبارہ تشریف لائیں گے۔

ابوالصہبان البکری کا بیان ہے کہ ایک دفعہ امیرالمومنین علیہ السلام نے راس الجالوت اور اسقف نصاریٰ کو بلا کر ان سے فرمایا: میں تم دونوں سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں جب کہ اس کا جواب میں تم سے خود بہتر جانتا ہوں۔ پھر آپؑ نے فرمایا: راس الجالوت! تجھے اس ذات کا واسطہ جس نے موسیٰؑ پر تورات نازل فرمائی اور جس نے تمھارے کھانے کے لیے من و

سلویٰ اُتارا اور جس نے تمھیں سمندر میں خشک راستہ دیا اور جس نے پتھر سے تمھارے لیے بارہ چشمے جاری کیے اور بنی اسرائیل کے ہر گروہ کے لیے علیحدہ علیحدہ گھاٹ مقرر کیا۔ مجھے یہ بتاؤ کہ حضرت موسیٰؑ کے بعد بنی اسرائیل کے کتنے گروہ ہوئے تھے؟ اس نے کہا: ان کے کوئی فرقے نہیں بنے تھے۔

آپؑ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے تو نے جھوٹ کہا ہے۔ بنی اسرائیل کے اکہتر گروہ ہوئے تے جن میں سے ستر دوزخی تھے اور ایک ناجی تھا اور اس ناجی گروہ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰٓى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ ''اور موسیٰؑ کی قوم میں ایک گروہ ایسا بھی تھا جو حق کے مطابق ہدایت کرتا اور حق کے مطابق انصاف کرتا تھا''۔

کیا امر بالمعروف تمام لوگوں پر فرض ہے؟

الکافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ کیا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر تمام اُمت کے افراد پر واجب ہے؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں۔ پوچھا گیا: اس کی وجہ کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اس پر واجب ہے جو قوت رکھتا ہو اور اس کی اطاعت کی جاتی ہو اور اسے یہ معلوم ہو کہ نیکی کیا ہے اور برائی کیا ہے۔ فکری طور پر کمزور شخص پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر واجب نہیں ہے۔ جسے یہ معلوم ہی نہ ہو کہ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران: ۱۰۴) ''تمھارے اندر ایک گروہ ہونا چاہیے جو نیکی کی دعوت دے اور بھلائی کا حکم دے اور برائی سے روکے''۔

یہ حکم خاص ہے عام نہیں ہے۔ قومِ موسیٰؑ کے لیے بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰٓى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ اللہ نے پوری اُمت موسیٰؑ کے لیے یہ نہیں فرمایا کہ ساری اُمت ہی حق کی ہادی تھی اور حق کے ساتھ انصاف کرنے والی تھی البتہ ایک چھوٹے گروہ کو قرآن مجید میں لفظ ''اُمت'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔ لفظ ''اُمت'' کے لیے ایک فرد ہی کافی ہے اور فردِ واحد پر لفظ ''اُمت'' کا اطلاق ہوتا ہے جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے: اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ (النحل: ۱۲۰) ''ابراہیم خدا کی اطاعت گزار اُمت تھے''۔

احتجاج طبرسی میں خطبہ غدیر مفصل طور پر مذکور ہے اس میں یہ جملے بھی ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: اے گروہ مردم! میں

وہ صراطِ مستقیم ہوں جس کی اتباع کے لیے خدا نے تمھیں حکم دیا ہے۔ میرے بعد علیؑ صراطِ مستقیم ہے اس کے بعد اس کی اولاد کے لیے وہ امام صراطِ مستقیم ہیں جو حق کے ساتھ ہدایت کرتے ہیں اور حق کے ساتھ انصاف کرتے ہیں۔

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا: خدا نے اپنی زمین کو ایسے عالم سے خالی نہیں رکھا جو لوگوں کی ضروریات پوری کر سکتا ہو اور راہِ نجات کے طالب علموں سے بھی یہ دنیا خالی نہیں ہے۔ اگرچہ ان کی تعداد انتہائی قلیل ہے۔ انبیائے کرام کی اُمتوں میں بھی اس طرح کے لوگ موجود تھے۔ اللہ نے انھیں آنے والوں کے لیے نمونہ قرار دیا جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: وَمِنۡ قَوۡمِ مُوۡسٰۤی اُمَّۃٌ یَّہۡدُوۡنَ بِالۡحَقِّ وَبِہٖ یَعۡدِلُوۡنَ ﴿۱۵۹﴾

مجمع البیان میں اس وَمِنۡ قَوۡمِ مُوۡسٰۤی اُمَّۃٌ ...... کے متعلق مرقوم ہے: قومِ موسٰیؑ کے جس گروہ کی تعریف کی گئی ہے اس کے متعلق اختلاف ہے کہ وہ گروہ کون سا ہے اور کہاں رہائش پذیر ہے؟

اس سلسلہ میں بہت سے اقوال منقول ہیں۔ ان میں سے ایک قول یہ ہے کہ یہ گروہ چین کے بھی پیچھے رہتا ہے ان کے اور چین کے درمیان ریت کی وادی حائل ہے۔ اس گروہ میں کسی طرح کی تبدیلی نہیں آئی۔ چنانچہ ابن عباس، سدی، ربیع، ضحاک اور امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ ان میں سے کسی کی ذاتی جاگیر اور جائیداد نہیں ہے۔ رات کے وقت وہاں بارش ہوتی ہے۔ وہ دن کے وقت اپنے کھیتوں میں کام کرتے ہیں، ہم میں سے ان تک کسی کی رسائی نہیں ہے اور ان کی ہم تک کوئی رسائی نہیں ہے۔

ایک قول ضعیف یہ ہے کہ جبریل امینؑ شب معراج آنحضرتؐ کو ان کے پاس لے گئے تھے آپ نے ان کے سامنے مکہ میں نازل ہونے والی دس سورتیں تلاوت کی تھیں۔ وہ قرآن سن کر آنحضرتؐ پر ایمان لائے اور انھوں نے آپ کی تصدیق کی تھی۔ آنحضرتؐ نے انھیں حکم دیا تھا کہ وہ اپنی وادی میں ہی قیام پذیر رہیں البتہ ''سبت'' کی پابندی چھوڑ دیں۔ آنحضرتؐ نے انھیں نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا کیونکہ اس وقت تک اور کوئی فریضہ نازل ہی نہیں ہوا تھا۔ انھوں نے دونوں فرائض پر عمل کرنے کا یقین دلایا تھا۔ ہمارے اصحاب بیان کرتے ہیں کہ وہ گروہ قائم آلِ محمدؐ کے ساتھ خروج کرے گا۔ ایک اور روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ ذوالقرنین نے اس گروہ سے ملاقات کی تھی اور اس نے کہا تھا کہ اگر مجھے ایک جگہ رہنے کا حکم ہوتا تو مجھے تمھارے درمیان رہائش اختیار کر کے خوشی ہوتی۔

ابن جریج نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی، آپؐ نے فرمایا: اگر قومِ موسٰیؑ میں ایک گروہ ایسا ہے جو حق کی ہدایت کرتا ہے اور حق کے ساتھ انصاف کرتا ہے تو اللہ نے میری اُمتؐ میں بھی ایسا گروہ پیدا کیا ہے جیسا کہ اس

نے ارشاد فرمایا ہے: وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ (اعراف:۱۸۱) ''ہماری مخلوق میں ایک گروہ ایسا بھی ہے جو حق کے ساتھ ہدایت کرتا ہے اور حق کے ساتھ انصاف کرتا ہے''۔

بنی اسرائیل کے بارہ گروہ

کتاب الخصال میں عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن الحسن بن جعفر بن حسن بن علی علیہم السلام سے منقول ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے عرض کیا کہ ''بنی افطس'' کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو بارہ بیٹے دیے تھے۔ پھر ہر بیٹے سے اللہ نے نسل جاری کی اور یوں بارہ قبیلے وجود میں آئے۔ ان قبائل کے مورثِ اعلیٰ یہ تھے: ۱- زیلون بن یعقوب ۲- شمعون بن یعقوب ۳- یہود بن یعقوب ۴- تشاخر بن یعقوب ۵- ریکون بن یعقوب ۶- یوسف بن یعقوب ۷- بنیامین بن یعقوب ۸- تفشال بن یعقوب ۹- ودان بن یعقوب۔ تین نام راوی کو بھول گئے۔

پھر آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت علی علیہ السلام کو جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے بطن سے دو فرزند (امام حسنؑ و امام حسینؑ) عطا کیے۔ پھر حسنؑ کی نسل سے چھ قبیلے وجود میں آئے اور نسلِ حسینؑ سے چھ قبائل تشکیل پائے۔ اولادِ حسنؑ کے قبائل کے مورثانِ اعلیٰ یہ ہیں: ۱- حسن بن زید بن الحسن بن علی ۲- عبداللہ بن الحسن بن الحسن بن علی ۳- ابراہیم بن الحسن بن الحسن بن علی ۴- حسن بن حسن بن حسن بن علی ۵- داؤد بن الحسن بن الحسن بن علی ۶- جعفر بن حسن بن حسن بن علی۔

امام حسن علیہ السلام کی اولاد ان چھ افراد سے چلی جب کہ امام حسین علیہ السلام کی اولاد کے بھی چھ قبائل تشکیل پائے اور ان قبائل کے مورثانِ اعلیٰ یہ ہیں: ۱- محمد باقر علیہ السلام ۲- عبداللہ الباقر بن علی زین العابدین ۳- زید بن علی زین العابدین ۴- حسین بن علی زین العابدین ۵- عمر بن علی زین العابدین ۶- علی بن الحسین بن علی۔ الغرض ان چھ افراد سے امام حسین علیہ السلام کا شجرہ نسب آگے بڑھا۔

خدا پر ظلم کا کیا مفہوم ہے؟

وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ

''انھوں نے ہم پر کوئی ظلم نہیں کیا وہ تو اپنے آپ پر ہی ظلم کرتے تھے''۔

اصول کافی میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے کہیں بلند و بالا ہے کہ کوئی اس پر ظلم کر سکے اور وہ مظلوم بن سکے۔ بات یہ ہے کہ اللہ نے ہمارا شرف بڑھانے کے لیے ہم پر ڈھائے جانے والے ظلم کو اپنے اُوپر ظلم قرار دیا اور اسی طرح سے اس نے ہماری دوستی کو اپنی دوستی قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات کو قرآن کی آیت میں یوں بیان فرمایا: وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ۝ (انھوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا وہ تو اپنے آپ پر ہی ظلم کیا کرتے تھے)۔ الکافی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے بھی یہی مفہوم منقول ہے۔

الاحتجاج میں امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ اس سے کہیں بلند و بالا ہے کہ کوئی اس پر ظلم کر سکے۔ اللہ نے اپنی امین مخلوق کو اپنے ساتھ شامل کیا تاکہ لوگوں کو ان کی عظمت سے روشناس کرایا جا سکے اور لوگوں کو یہ پیغام دیا جا سکے کہ خبردار ان معصوم ہستیوں پر ظلم نہ کرنا کیونکہ ان پر ظلم صرف ان پر ظلم متصور نہیں ہوگا بلکہ وہ خدا پر ظلم متصور ہوگا اور ان سے عداوت صرف ان کی عداوت ہی نہ سمجھی جائے گی بلکہ وہ براہِ راست خدا کے ساتھ عداوت قرار دی جائے گی۔ ایسے ہی لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

"وَمَا ظَلَمُوْنَا" ہمارے اولیاء سے عداوت کر کے اور ان کے دشمنوں سے محبت کر کے انھوں نے ہم پر کوئی ظلم نہیں کیا۔ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ وہ اپنے آپ پر ہی ظلم کرتے رہے کیونکہ انھوں نے اپنے آپ کو جنت سے محروم کر دیا اور دوزخ میں جانے کا سامان فراہم کیا۔

اصحاب السبت کا واقعہ

وَسْـَٔلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ ۘ

"اور آپ ان سے اس بستی کا حال دریافت کریں جو سمندر کے کنارے واقع تھی"۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم نے کتاب علی میں یہ پڑھا: قوم ثمود[1] کا ایک گروہ جو بحر قلزم کے ساحل شہر ایلہ میں رہائش پذیر تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا امتحان لیا۔ "سبت" یعنی ہفتہ کے دن ان پر شکار

---

[1] اصحاب السبت کا تعلق قوم ثمود سے نہیں تھا۔ وہ بنی اسرائیل سے تعلق رکھتے تھے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ۝ (البقرہ:۶۵) "تم ان لوگوں کو جانتے ہو جن کا تعلق تم سے تھا اور انھوں نے ہفتہ کے دن زیادتی کی تھی۔ ہم نے ان سے کہہ دیا کہ تم ذلیل و خوار بندر بن جاؤ"۔ (من المترجم)

ممنوع تھا۔ اس دن مچھلیاں سطح آب پر آ جاتیں اور باقی ایام میں جال لگانے پر بھی ہاتھ نہ آتیں۔ ان لوگوں نے مچھلیوں کو پکڑنا شروع کر دیا۔ انھیں ابتدائے امر میں ان کے علماء و احبار نے منع نہ کیا۔ شیطان نے ایک گروہ کے ذہن میں یہ اشکال پیدا کیا کہ ہفتہ کے دن مچھلیوں کا کھانا حرام ہے' ان کا شکار حرام نہیں ہے۔ چنانچہ وہ مچھلیاں ہفتہ کے دن پکڑتے تھے اور کھاتے اتوار کے دن تھے۔

جب ان لوگوں نے یومِ سبت کا تقدس کھلے عام مجروح کرنا شروع کیا تو ایک گروہ نے انھیں ڈرایا اور کہا کہ خدا کے عذاب سے ڈرو اور سبت کا تقدس مجروح کر کے اس کی ناراضگی کو دعوت نہ دو۔ اسی قوم میں ایک اور گروہ نمودار ہوا جو اس فعلِ بد میں مجرموں کا شریک نہیں تھا لیکن وہ انھیں تبلیغ بھی نہیں کرتے تھے اور وہ گناہ گاروں کو سمجھانے کے بجائے اُلٹا امر بالمعروف کرنے والوں سے یہ کہتے تھے کہ آخر تمھیں کیا پڑی ہے تم ان لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جب کہ اللہ ان پر عذاب بھیجنے والا ہے یا انھیں صفحہ ہستی سے مٹانے والا ہے؟

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والوں نے جواب میں کہا: ہم خدا کی بارگاہ میں اتمامِ حجت کرنا چاہتے ہیں اور ہماری یہ خواہش ہے کہ یہ لوگ حکمِ خداوندی کی نافرمانی سے بچ جائیں۔ اس تبلیغ کے باوجود بدکار لوگ اپنی حرکات سے باز نہ آئے۔ اہلِ ایمان افراد نے ان سے کہا کہ تم لوگ خدا کی نافرمانی سے باز نہیں آتے۔ اسی لیے ہم تمھارا یہ شہر چھوڑ رہے ہیں کیونکہ ہمیں یہ اندیشہ ہے کہ کہیں ہم بھی عذاب خداوندی کی لپیٹ میں نہ آ جائیں۔ چنانچہ اہلِ ایمان نے اس شہر کو چھوڑ دیا اور اس سے کچھ فاصلہ پر کھلے آسمان تلے شب بسر کی۔ صبح ہوئی تو وہ بدکاروں کا انجام دیکھنے کے لیے اس شہر کی طرف آئے لیکن جب وہ شہر کے دروازے پر پہنچے تو شہر کا دروازہ بند تھا۔ انھوں نے کافی دیر تک دستک دی لیکن کسی نے دروازہ نہ کھولا۔

انھوں نے اپنے ایک شخص کو شہر کی فصیل پر چڑھایا۔ جب اس نے اندرونی منظر دیکھا تو اس نے چیخ کر کہا: لوگو! عجیب حادثہ ہو گیا ہے۔ ساتھیوں نے کہا: کیوں' کیا ہوا ہے؟ اس نے کہا: یہ تمام لوگ بندر بن چکے ہیں۔ ان کی لمبی لمبی دمیں ہیں۔ باہر سے آنے والوں نے شہر کا صدر دروازہ توڑا تو اندر سارے بندر ہی بندر تھے۔ بندر اپنے رشتہ داروں کو پہچانتے تھے مگر انسان ان بندروں کو نہیں پہچانتے تھے۔

اس وقت اہلِ ایمان نے بڑے حسرت ناک لہجہ میں کہا: کیا ہم تمھیں اس حرکت سے منع نہیں کرتے تھے۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے تھے کہ اس اُمت میں بھی ان کے کردار کے حامل افراد موجود ہیں۔ البتہ یہ علیحدہ بات ہے کہ وہ ظاہری طور پر ان کی طرح سے مسخ نہیں ہوں گے البتہ وہ تفرقہ بازی میں مبتلا ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ظالم قوم

کے لیے اپنے قانون کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا: فَبُعۡدًا لِّلۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ (المومنون: ۴۱) ''ظالم قوم کے لیے دوری ہو''۔

نجات صرف ان لوگوں کو نصیب ہوئی جو برائی سے منع کیا کرتے تھے جیسا کہ فرمانِ خداوندی ہے: اَنۡجَیۡنَا الَّذِیۡنَ یَنۡهَوۡنَ عَنِ السُّوۡٓءِ وَاَخَذۡنَا الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا بِعَذَابٍۭ بَئِیۡسٍۭ بِمَا كَانُوۡا یَفۡسُقُوۡنَ ''ہم نے ان لوگوں کو بچایا جو برائی سے روکتے تھے ان کے علاوہ باقی ظلم کرنے والوں کو ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے سخت عذاب میں پکڑ لیا''۔

مار ماہی کی حقیقت

تفسیر عیاشی میں مرقوم ہے کہ کچھ لوگ کوفہ میں امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے عرض کیا: امیر المومنین! ہمارے بازاروں میں یہ جو سانپ مچھلی فروخت ہو رہی ہے یہ کیا بلا ہے؟ (کیا یہ سانپ ہے یا مچھلی ہے؟)

یہ سوال سن کر آپ مسکرا دیئے اور فرمایا آؤ میرے ساتھ چلو میں تمھیں تعجب خیز چیز دکھاؤں لیکن یاد رکھو اپنے وصی کے متعلق اچھائی کے علاوہ اور کچھ نہ کہنا۔ وہ افراد آپؑ کے ساتھ اُٹھے۔ آپؑ دریا کے کنارے آئے اور آپؑ نے دریا میں لعاب دہن ڈالا اور چند کلمات زیر لب دُہرائے۔ اس کے بعد ایک بہت بڑی سانپ مچھلی نے ساحل پر اپنا منہ کھولا۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: تجھ پر اور تیری قوم پر ہلاکت ہو تو کون ہے؟

سانپ مچھلی نے کہا: امیر المومنین! ہمارا تعلق اس قوم سے ہے جو سمندر کے کنارے آباد تھی۔ ہمارے پاس ہفتہ کے دن مچھلیاں آتی تھیں اور ہفتہ کے علاوہ اور دنوں میں مچھلیاں ہمارے ہاتھ نہ لگتی تھیں۔ اللہ نے ہم پر آپ کی ولایت کو پیش کیا' ہم نے اسے قبول نہ کیا جس کی وجہ سے خدا نے ہمیں مسخ کر دیا۔ ہم میں سے کچھ افراد کو خشکی میں رکھا اور کچھ افراد کو پانی میں رکھا۔ پانی میں ہم سانپ مچھلیاں رہتی ہیں اور خشکی پر سوسمار اور یربوع[1] کا تعلق بھی ہماری قوم سے ہے۔

اس کے بعد امیر المومنین علیہ السلام حاضرین کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: کیا تم نے اس کی گفتگو سنی؟ سب نے کہا: جی ہاں امیر المومنینؑ! آپؑ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس نے محمد مصطفیؐ کو نبوت کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ انھیں بھی تمھاری عورتوں کی طرح سے ماہواری کا خون آتا تھا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرے والد امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اس قوم کے تین گروہ

---

[1] چوہے کی مانند ایک جانور جس کی اگلی ٹانگیں کوتاہ اور پچھلی بڑی اور دم دراز ہوتی ہے۔ منقول از المنجد

بن گئے تھے۔ ایک گروہ وہ تھا جس نے لوگوں کو اس سے منع کیا۔ جب لوگ باز نہ آئے تو وہ شہر چھوڑ کر باہر چلے گئے تھے۔ دوسرا گروہ وہ تھا جو سبت کا تقدس پامال کرنے میں شریک نہیں تھا البتہ وہ انھیں برائی سے منع نہیں کرتا تھا۔ اور تیسرا گروہ سبت کے تقدس کو پامال کرنے والوں پر مشتمل تھا۔ جب خدا کا عذاب آیا تو صرف ان لوگوں کو نجات ملی جو برائی سے روکتے تھے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا: ابا جان! جو لوگ ان کے ساتھ گناہوں میں شرکت نہیں کرتے تھے ان کا انجام کیا ہوا تھا؟ میرے والد محترم نے فرمایا: مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ اللہ نے انھیں مسخ کر کے چیونٹیوں کی شکل دے دی تھی۔

کتاب الخصال میں ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اصحاب السبت کے تین گروہ بن گئے تھے: ایک گروہ وہ تھا جو مچھلیوں کا شکار کرتا تھا اور سبت کے تقدس کو پامال کرتا تھا۔ دوسرا گروہ فعلی طور پر ان کے ساتھ شریک نہیں تھا لیکن وہ انھیں باز رہنے کے لیے تبلیغ نہیں کرتا تھا۔ تیسرا گروہ وہ تھا جو عملی طور پر ان سے جدا تھا اور زبان سے بھی انھیں تبلیغ کرتا تھا۔ جب اللہ کا عذاب آیا تو صرف تیسرے گروہ کو ہی نجات ملی پہلے دونوں گروہ مسخ کر دیے گئے۔

روضہ کافی میں بھی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہی مفہوم منقول ہے۔

مجمع البیان میں ابن مسعود سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جس بھی چیز کو مسخ کیا تو اس سے سلسلہ نسل جاری نہیں کیا۔

من لا یحضرہ الفقیہ میں مرقوم ہے کہ مسخ شدہ جانور تین دن سے زیادہ عرصہ تک زندہ نہیں رہے۔ یہ جو جانور تمھیں دکھائی دیتے ہیں یہ مسخ شدہ جانوروں کی مانند ہیں اور ان کا کھانا ممنوع ہے۔

یہودیوں پر ہمیشہ ذلت طاری رہے گی

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ؕ اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ ۖۚ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۶۷﴾

"اور جب تیرے رب نے اعلان کر دیا کہ وہ قیامت تک برابر ایسے لوگ مسلط کرتا رہے گا جو ان کو بدترین عذاب دیں گے یقیناً تمھارا رب عذاب دینے میں تیز ہے اور وہ بہت بخشنے والا مہربان ہے"۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ یہ وعید یہود کے لیے ہے۔ اللہ ہر دور میں انھیں رُسوا رکھے گا اور ان پر ایسے افراد مسلط

کرتا رہے گا جو انھیں سخت عذاب دیتے رہیں گے اور انھیں قتل کریں گے اور ان سے جزیہ وصول کریں گے۔ امام محمد باقر علیہ السلام اور دیگر تمام مفسرین کا بیان ہے کہ اُمتِ اسلامیہ کے ذریعہ سے اللہ یہودیوں کو ہمیشہ سزا دے گا۔

تفسیر عیاشی میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو دو خصوصی حکم دیئے ہیں۔ پہلا حکم یہ دیا کہ انھیں جس بات کا علم نہ ہو وہ اس کی تکذیب نہ کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ (یونس:۳۹) ''انھوں نے اس چیز کی تکذیب کی جو ان کے علمی احاطہ سے باہر تھی''۔

اللہ تعالیٰ نے دوسرا حکم یہ دیا کہ جو چیز انھیں معلوم نہ ہو وہ اسے بیان نہ کریں جیسا کہ ارشادِ قدرت ہے: اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ (اعراف:۱۶۹) ''کیا ان سے کتاب کا یہ میثاق نہیں لیا گیا کہ حق بات کے علاوہ خدا کے متعلق اور کچھ نہ کہیں''۔ اصولِ کافی میں یہ روایت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے بھی منقول ہے۔

کتاب سے تمسک رکھنے والے

وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ ۝

''وہ لوگ جو کتاب سے وابستگی رکھتے ہیں اور جو نماز قائم کرتے ہیں یقیناً ان نیک کرداروں کا اجر ہم ضائع نہیں کریں گے''۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک اور روایت منقول ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ اس آیت کے مکمل مصداق آلِ محمدؐ اور ان کے شیعہ ہیں۔

نہج البلاغہ میں حضرت علی علیہ السلام سے یہ فرمان منقول ہے: ''جان لو تم ہدایت کو اس وقت تک نہ پہچان سکو گے جب تک اس کے چھوڑنے والوں کو نہ پہچان لو اور تم قرآن کے عہد و پیمان کے پابند نہ رہ سکو گے جب تک اس کے توڑنے والے کو نہ جان لو اور اس سے وابستہ نہیں رہ سکتے جب تک اسے پھینکنے والوں کی شناخت نہ کرلو۔ جو ہدایت والے ہیں انھی سے ہدایت طلب کرو۔ وہی علم کی زندگی اور جہالت کی موت ہیں۔ وہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کا ہر حکم ان کے علم کا اور ان کی خاموشی ان کی گویائی کا پتہ دے گی اور ان کا ظاہر ان کے باطن کا آئینہ دار ہے۔ وہ نہ دین کی مخالفت کرتے ہیں اور نہ اس کے بارے میں باہم اختلاف رکھتے ہیں۔ دین ان کے سامنے ایک سچا گواہ ہے اور ایک ایسا بے زبان ہے جو بول رہا ہے۔

بنی اسرائیل پر کوہِ طور کا بلند ہونا

وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۚ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۱﴾

''اور جب ہم نے پہاڑ کو اُٹھا کر ان پر چھتری کی طرح سے تن دیا تھا اور وہ یہ گمان کر رہے تھے کہ وہ ان پر آ گرے گا' ہم نے تمھیں جو کتاب دی اسے مضبوطی سے تھامو اور جو کچھ اس میں لکھا ہوا ہے اسے یاد کرو اس طرح توقع ہے کہ تم غلط روی سے بچے رہو گے''۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں اس آیت کے متعلق حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے تورات نازل فرمائی تو بنی اسرائیل نے اسے ماننے پر آمادگی کا اظہار نہیں کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر کوہِ طور کو بلند کر دیا۔ حضرت موسیٰؑ نے ان سے فرمایا: اگر تم ایمان نہ لاتے تو یہ پہاڑ تمھارے اُوپر آ کر گرے گا۔ آخر کار بنی اسرائیل نے اسے قبول کیا۔

احتجاج طبرسی اور مناقب ابن شہر آشوب میں مرقوم ہے کہ طاؤس یمانی نے امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ وہ اڑنے والا کون سا پرندہ ہے جو صرف ایک مرتبہ اڑا' نہ اس سے پہلے اُڑا اور نہ اس کے بعد اُڑا۔

حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ طور سینا ہے جسے بنی اسرائیل کے اوپر بلند کیا گیا تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ ''اور جب ہم نے پہاڑ کو اُٹھا کر ان پر چھتری کی طرح سے تن دیا تھا''۔

تفسیر عیاشی میں ہے کہ اسحاق بن عمار نے امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا: خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ (ہم نے تمھیں جو کتاب دی ہے اسے مضبوطی سے تھامو) کیا اس سے جسمانی قوت مراد ہے یا قلبی قوت مراد ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اس سے جسم اور قلب دونوں کی قوتیں مراد ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے: سجدہ کرنا اور رکوع میں دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھنا بھی خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ کی آیت میں شامل ہے۔

میثاقِ الست

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ

قَالُوْا بَلٰى ۛ شَهِدْنَا ۛ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ۝ اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝

''اور انھیں وہ وقت یاد دلاؤ جب تمھارے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی نسل کو نکالا تھا اور انھیں خود ان پر گواہ بناتے ہوئے پوچھا تھا کہ کیا میں تمھارا رب نہیں ہوں؟ انھوں نے کہا: ضرور آپ ہی ہمارے رب ہیں۔ ہم اس پر گواہی دیتے ہیں۔ یہ ہم نے اس لیے کیا کہ کہیں تم قیامت کے روز یہ نہ کہہ دو کہ ہم تو اس سے بے خبر تھے۔ یا تم یہ نہ کہنے لگو کہ شرک کی ابتداء تو ہمارے باپ دادا نے ہم سے پہلے کی تھی ہم بعد میں ان کی نسل سے پیدا ہوئے تو کیا آپ ہمیں اس قصور میں پکڑتے ہیں جو غلط کاروں نے کیا تھا؟ دیکھو اس طرح ہم اپنی نشانیاں واضح طور پر پیش کرتے ہیں تاکہ یہ لوگ حق کی جانب پلٹ آئیں''۔

اصول کافی میں امام محمد باقر علیہ السلام کی زبانی ایک روایت منقول ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ اللہ نے روزِ الست اپنی ربوبیت اور حبیبِؐ خدا کی رسالت اور امیر المومنینؑ کی ولایت کا اقرار لیا تھا۔

داؤد رقی بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب اللہ نے مخلوق کو حالتِ ذر میں پیدا کیا تو انھیں اپنے سامنے پھیلایا اور ان سے کہا: تمھارا رب کون ہے؟ اس وقت تمام بنی آدم میں سے سب سے پہلے رسولؐ خدا، امیر المومنینؑ اور ائمہ علیہم السلام نے جواب دیتے ہوئے کہا تھا کہ تو ہی ہمارا رب ہے۔ اللہ نے انھیں اپنے علم اور دین کا حامل بنایا۔ پھر اللہ نے فرشتوں سے کہا کہ یہ میرے دین وعلم کے حامل ہیں اور میری مخلوق میں میرے امین ہیں اور یہ مسئول ہوں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بنی آدم سے فرمایا: تم اللہ کی ربوبیت اور ان افراد کی ولایت اور اطاعت کا اقرار کرو۔

اس وقت انھوں نے جواب دیا تھا: پروردگار! ہم اقرار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے فرمایا کہ تم ان کے اقرار کے گواہ بن جاؤ۔ ملائکہ نے کہا: پروردگار ہم گواہ ہیں۔

اس وقت علی علیہ السلام نے کہا تھا کہ خبردار کل یہ نہ کہنا کہ ہم تو اس میثاق سے غافل تھے اور یہ بھی نہ کہنا کہ ہمارے آباؤ اجداد نے شرک کیا تھا۔ ہم نے تو شرک کا عقیدہ ایجاد نہیں کیا تھا تو کیا تو باطل پرستوں کے اعمال کی وجہ سے ہمیں ہلاک کرے گا۔

پھر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: داؤد! روزِ میثاق ہماری ولایت کی تاکید کی گئی تھی۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ ابوبصیر نے کہا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: ''عالمِ ذر میں انھوں نے جواب کیسے دیا تھا؟''

آپؑ نے فرمایا: اللہ نے ان میں اس وقت یہ صلاحیت عطا کر دی تھی کہ وہ سوال کا جواب دے سکیں۔ اسی لیے انھوں نے روزِ میثاق خدا کے سوال کا جواب دیا تھا۔

عالمِ ذر کی آزمائش

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ ایک شخص نے امام محمد باقر علیہ السلام سے وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ...... آیت مجیدہ کے متعلق سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا:

مجھ سے میرے والد ماجد نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے وہ مٹی اُٹھائی جس سے آدم کی تخلیق کی تھی، اس پر ٹھنڈا اور میٹھا پانی چھڑکا۔ وہ خاک چالیس دن تک پڑی رہی۔ پھر اللہ نے اس پر کڑوا اور کھاری پانی چھڑکا، پھر اسے چالیس دن تک رہنے دیا یہاں تک کہ میٹھا اور کڑوا پانی آپس میں مل گیا پھر اللہ نے اس خاک کو زور سے دبایا تو چیونٹوں کے جسم کے برابر دائیں بائیں اس کے قطرے گرے۔ اللہ نے ان سب سے کہا کہ تم دوزخ میں چلے جاؤ۔ خدا کا یہ حکم سن کر دائیں ہاتھ والے بے خطر ہو کر چلے گئے جہاں آگ ان کے لیے ٹھنڈک اور سلامتی بن گئی اور بائیں ہاتھ والوں نے آگ میں جانے سے انکار کر دیا۔

امام محمد باقر علیہ السلام فرمایا کرتے تھے: اللہ نے ہمارے شیعوں سے عالمِ ذر میں ہماری ولایت کا میثاق لیا تھا اور یہ میثاق اس وقت لیا گیا تھا جب ان سے خدا کی وحدانیت اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا اقرار کر دیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ان کی اُمت کو پیش کیا تھا جب وہ مٹی کی صورت میں موجود تھی اور خدا نے انھیں طینتِ آدمؑ سے ہی پیدا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے شیعوں کی ارواح کو ان کے اجسام کی تخلیق سے دو ہزار برس قبل پیدا کیا تھا اور خدا نے انھیں رسولؐ خدا کے سامنے پیش کیا اور انھیں رسول مقبولؐ اور علی مرتضیٰؑ کی معرفت کرائی تھی۔ ہم بھی ان کے لہجوں سے انھیں پہچان لیتے ہیں۔

قریش کے ایک فرد نے رسولؐ خدا سے پوچھا: آپؐ آخر میں آنے کے باوجود سابقہ انبیاء سے کس طرح سے افضل

بن گئے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب خدا نے روز ''الست'' یہ سوال کیا تا کہ کیا میں تمھارا رب نہیں ہوں تو تمام مخلوقات حتیٰ کہ تمام انبیاء سے پہلے بھی میں نے بَلٰی (کیوں نہیں) کہا تھا۔ چونکہ خدا کی ربوبیت کے اقرار میں مَیں نے ہی پہل کی تھی اسی لیے مجھے تمام انبیاء پر برتری نصیب ہوئی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے بھی یہی روایت انھی الفاظ سے منقول ہے۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا: روزِ میثاق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے پہلے بَلٰی کہا تھا اور اقرار ربوبیت میں آپؐ نے ہی سبقت کی تھی اور آپ ہی خدا کے سب سے زیادہ قریب ہیں اور آپ کو خدا نے وہ مقام عطا کیا کہ حضرت جبریل علیہ السلام کو شبِ معراج یہ کہنا پڑا تھا: ''آپ نے وہاں قدم رکھا ہے جہاں آج تک کسی نبی مرسل اور کسی ملک مقرب نے قدم نہیں رکھا''۔

اگر آپؐ کی روح اور آپؐ کا نفس کا اس جگہ سے تعلق نہ ہوتا تو آپؐ وہاں کبھی نہ پہنچ پاتے۔ آپؐ کے مقامِ قرب کو اللہ تعالیٰ نے قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى سے تعبیر کیا ہے۔

اصول کافی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کھارا پانی پیدا کیا اور میٹھا پانی خلق کیا۔ پھر ان دونوں پانیوں کو ایک دوسرے سے ملا دیا۔ پھر فرشِ زمین سے کچھ مٹی لی، اسے اچھی طرح سے گوندھا۔ اس سے اصحابِ یمین (دائیں ہاتھ والے) اور ''اصحابِ الشمال'' (بائیں ہاتھ والے) پیدا کیے۔ اصحابِ یمین چیونٹیوں کی طرح سے مختصر اجسام رکھتے تھے۔ خدا نے انھیں حکم دیا کہ تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ اور اصحاب الشمال سے فرمایا کہ تم دوزخ میں چلے جاؤ مجھے تمھاری کوئی پرواہ نہیں ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى ۚ شَهِدْنَا ۚ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ''کیا میں تمھارا رب نہیں ہوں؟ انھوں نے کہا: کیوں نہیں ہم گواہی دیتے ہیں (خدا نے کہا کہ) قیامت کے دن یہ نہ کہنا کہ ہم اس سے غافل تھے''۔

اس کے بعد اللہ نے انبیاء سے میثاق لیا اور فرمایا: کیا میں تمھارا رب نہیں ہوں اور یہ محمد میرا رسول ہے اور یہ علی امیرالمومنینؑ ہے۔ انبیاء نے کہا: کیوں نہیں، اللہ نے ان کے لیے نبوت کا اثبات کیا۔ پھر اللہ نے اولی العزم رسولوں سے یہ میثاق لیا کہ میں تمھارا رب ہوں اور محمد میرے رسول ہیں اور ان کے بعد علی امیرالمومنینؑ ہوں گے اور پھر ان کی اولاد ان کی وصی ہوگی اور وہ میری طرف سے اولی الامر ہوں گے اور میرے علم کے خزینہ دار ہوں گے اور مہدیؑ کے ذریعہ سے میں اپنے دین کو

تقویت دوں گا اور اس کے ذریعے سے اپنی حکومت قائم کراؤں گا اور اس کے ذریعہ سے اپنے دشمنوں سے انتقام لوں گا اور اسی کی وجہ سے لوگ میری عبادت کریں گے، کچھ رضا و رغبت سے عبادت کریں گے اور کچھ مجبور ہو کر میری عبادت کریں گے۔

اولی العزم رسولوں نے کہا کہ پروردگار ہم اس کا اقرار کرتے ہیں اور اس کی گواہی دیتے ہیں۔ اس وقت آدمؑ نے نہ تو اقرار کیا اور نہ ہی انکار کیا جب کہ پانچ رسول اولی العزم بنے اور آدم نے اقرار کا عزم نہیں کیا تھا۔ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا (طٰہٰ: ۱۱۵) اور ہم نے اس سے قبل آدم سے عہد لیا تھا وہ بھول گئے ہم نے ان میں عزیمت نہیں پائی۔

پھر اللہ نے آگ کا الاؤ روشن کرایا اور اصحابِ الشمال سے کہا کہ تم اس میں داخل ہو جاؤ۔ وہ داخل ہونے سے گھبرا گئے۔ اس کے بعد اللہ نے اصحابِ الیمین سے فرمایا کہ تم اس بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہو جاؤ۔ وہ اس آگ میں داخل ہو گئے۔ آگ ان کے لیے ٹھنڈک اور سلامتی بن گئی۔

یہ منظر دیکھ کر اصحاب الشمال نے عرض کیا: پروردگار ہماری سابقہ غلطی معاف کر۔ خدا نے فرمایا: میں نے تمہاری سابقہ غلطی معاف کی ہے، تم اب اس آگ میں چلے جاؤ لیکن وہ دوسری بار بھی داخل ہونے سے گھبرا گئے۔ اسی دن اطاعت، ولایت اور معصیت کا اثبات ہوا تھا۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں عبداللہ بن سنان سے مروی ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا (الروم: ۳۰۔ خدا کی وہ فطرت جس پر خدا نے لوگوں کو پیدا کیا) کے متعلق پوچھا وہ فطرت کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس سے مراد اسلام ہے۔ اللہ نے اسی پر ہی لوگوں کو پیدا کیا تھا جب اللہ نے ان سے توحید کا اقرار لیا تھا اور کہا تھا: اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ اور اس خطاب میں مومن و کافر سب شامل تھے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک دن امیر المومنین علیہ السلام اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے آپؑ پر اور آپؑ کے ساتھیوں پر سلام کیا۔ پھر اس نے آپؑ سے کہا کہ میں آپؑ سے محبت و ولاء رکھتا ہوں۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: تو جھوٹ کہتا ہے۔ اس نے کہا: خدا کی قسم! میں آپؑ سے محبت کرتا ہوں اور میرے دل میں آپ کی وِلا موجود ہے۔

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا: میں تجھ سے پھر بھی کہتا ہوں کہ تو جھوٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارواح کو ابدان کی خلقت سے دو ہزار سال پہلے پیدا کیا۔ پھر اللہ نے ہماری محب ارواح کو ہمارے سامنے پیش کیا تھا۔ وہاں تو میں نے تیری روح کو کہیں نہیں دیکھا تھا اس وقت تو کہاں تھا؟ آپ کا فرمان سن کر وہ شخص خاموش ہو گیا اور اسے مزید کچھ کہنے کی جرأت نہ ہوئی۔

کتاب علل الشرائع میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اجسام کی پیدائش سے پہلے بندوں سے میثاق لیا تھا اور وہ اس وقت سایہ کی شکل میں تھے۔ جن روحوں کا اس وقت ملاپ ہوا وہ یہاں بھی آ کر ایک دوسرے سے محبت کرتی ہیں اور جو وہاں ایک دوسرے کے لیے اجنبی بن رہی تھیں وہ یہاں آ کر بھی ایک دوسرے سے اختلاف کرتی ہیں۔

حبیب راوی ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ''ارواح لشکر ہیں جنھوں نے عالمِ ارواح میں ایک دوسرے سے تعارف حاصل کیا۔ ان کے درمیان یہاں آ کر اُلفت قائم ہوئی اور جو عالمِ ارواح میں ایک دوسرے سے اجنبی رہیں یہاں آ کر ان میں اختلاف پیدا ہوا۔ کیا تم بھی یہی نظریہ رکھتے ہو؟

میں نے کہا: جی ہاں' ہم بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔

آپ نے فرمایا: ایسا ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اجسام کی تخلیق سے قبل بندوں سے میثاق لیا تھا۔ اس وقت وہ سائے کی شکل میں تھے اور اسی بات کو خدا نے قرآن مجید میں ان الفاظ سے تعبیر کیا: وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى أَنْفُسِهِمْ...... جس نے اس کا اقرار کیا تھا اس نے یہاں پہنچ کر بھی اس کو تسلیم کیا اور جس نے وہاں انکار کیا تھا اس نے یہاں پہنچ کر بھی مخالفت کی۔

زرارہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْٓ اٰدَمَ ......کی آیت مجیدہ کا مفہوم دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا: معرفت ثابت ہے اور لوگوں کو وقت بھول چکا ہے' اگر خدا روزِ الست میثاق نہ لیتا تو کسی کو بھی اپنے خالق و رازق کا علم نہ ہوتا۔

کتاب التوحید میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے' آپ نے وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ......کی آیت مجیدہ کے متعلق فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے قیامت تک آنے والی بنی نوع انسان کو ذرات کی طرح سے باہر نکالا اور انھیں اپنا تعارف کرایا اور انھیں

اپنی تخلیق کا دیدار کرایا۔ اور اگر خدا ایسا نہ کرتا تو کسی کو بھی اپنے رب کی معرفت حاصل نہ ہوتی۔

زرارہ سے منقول ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا: اللہ آپ کی صلاحیتوں میں اضافہ فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ (الروم: ۳۰) اس فطرت سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس سے میثاق کے وقت توحید مراد ہے اور مخلوق سے اس بات کا اقرار شامل ہے کہ اللہ ان کا رب ہے۔ میں (زرارہ) نے عرض کیا: کیا مخلوق نے خدا سے براہِ راست کلام کی تھی؟ آپؑ نے اپنے سر کو اثبات میں حرکت دی۔ پھر فرمایا: اگر یہ بات نہ ہوتی تو مخلوق کو اپنے رب اور رازق کی کبھی معرفت حاصل نہیں ہو سکتی تھی۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں ابن مسکان سے مروی ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے میثاقِ الست کی آیت پڑھ کر عرض کیا: کیا یہ سب کچھ بچشم دید ہوا تھا؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں، اس سے معرفت کا اثبات ہوا۔ لوگ مقامِ میثاق کو بھول چکے ہیں اور انھیں وہ مقام بھی عنقریب یاد آجائے گا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو کسی کو اپنے خالق و رازق کی معرفت حاصل نہ ہوتی۔ عالمِ ذر میں کچھ ایسے بھی تھے جنھوں نے زبان سے اقرار کیا تھا اور دل سے اقرار نہیں کیا تھا۔ چنانچہ ایسے لوگوں کے متعلق خدا نے فرمایا: فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ (اعراف: ۱۰۱) ''وہ جسے پہلے جھٹلا چکے ہیں، اب وہ اس پر ایمان نہیں لائیں گے''۔

کتاب التوحید میں ابوبصیر سے مروی ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ کیا مومن قیامت کے دن خدا کو دیکھے گا؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں، مومن قیامت سے پہلے بھی خدا کو دیکھ چکے ہیں۔ میں (ابوبصیر) نے عرض کیا: انھوں نے خدا کا دیدار کب کیا تھا؟ حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا: جب خدا نے عالمِ میثاق میں اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کہا تھا اور انھوں نے جواب میں بَلٰى کہا تھا۔ پھر آپ کچھ دیر تک خاموش رہے اور فرمایا:

مومن اسے دنیا میں روزِ قیامت سے پہلے بھی دیکھتے ہیں کیا تو اس وقت خدا کو نہیں دیکھ رہا؟ ابوبصیر نے کہا: میں آپ پر قربان جاؤں، کیا میں آپ کی طرف سے یہ حدیث بیان کروں؟

حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں، جب تم یہ حدیث نقل کرو گے تو جاہل منکر تمھارے بیان کردہ مفہوم کا انکار کریں گے، پھر اس سے لوگ ''تشبیہ'' کے نظریات قائم کرنے لگ جائیں گے کیونکہ رؤیت قلب آنکھ کی رؤیت کی مانند نہیں ہے۔ اللہ اس سے کہیں بلند و برتر ہے جو کہ تشبیہ دینے والے اور الحاد کرنے والے بیان کر رہے ہیں۔

توضیح: ذات باری مرئی نہیں ہے حاسہ چشم سے اسے دیکھنا محال ہے۔ حدیث میں جس رؤیت کا اثبات کیا گیا ہے اس سے قلبی رؤیت مراد ہے جیسا کہ نہج البلاغہ کے ایک خطبہ میں مرقوم ہے کہ زعلب یمنی نے امیر المومنین علیہ السلام سے سوال کیا کہ کیا آپؑ نے اپنے پروردگار کو دیکھا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: کیا میں اس خدا کی عبادت کرتا ہوں جسے میں نے دیکھا تک نہیں ہے؟ اس نے کہا کہ آپ کیونکر دیکھتے ہیں؟ اس کے جواب میں آپؑ نے فرمایا: آنکھیں اسے کھلم کھلا نہیں دیکھتیں بلکہ دل ایمانی حقائق سے اسے پہچانتے ہیں۔ وہ ہر چیز سے قریب ہے لیکن جسمانی اتصال کے طور پر نہیں، وہ ہر شے سے دُور ہے مگر الگ نہیں۔ (اضافۃ من المترجم)

الکافی میں ابوحمزہ کی زبانی منقول ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام سے کسی نے پوچھا کہ جمعہ کو "جمعہ" کہنے کی وجہ کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس دن اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو محمد اور اس کے وصی کی ولایت کے لیے جمع کیا تھا اسی لیے اس اجتماع کے دن کا نام "جمعہ" رکھا گیا۔

امالی طوسی میں مرقوم ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا: تو وہ ہے کہ خدا نے ابتدائے تخلیق کے وقت تیرے ذریعہ سے حجت قائم کی تھی اس وقت جسم موجود نہ تھے۔ ان کی جگہ اشباح (سائے) تھے۔ اللہ نے اپنی مخلوق سے کہا تھا: اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟) مخلوق نے جواب میں کہا تھا کیوں نہیں تو ہی ہمارا رب ہے۔ پھر اللہ نے فرمایا: کیا محمد میرے رسول نہیں؟ مخلوق نے کہا: کیوں نہیں۔ وہ تیرے رسول ہیں۔ پھر کہا: کیا علی امیر المومنینؑ نہیں ہیں؟ اس کے جواب میں چند افراد کے علاوہ باقی مخلوق نے سرکشی کی روش اپنائی اور تیرا اقرار کرنے والے انتہائی کم لوگ تھے اور وہی اصحاب الیمین (جنتی) ہیں۔

کتاب غوالی اللئالی میں مرقوم ہے کہ الست کا میثاق وادی عرفہ میں لیا گیا تھا۔ اللہ نے تمام نسلِ آدم کو ذرات کی صورت میں پشتِ آدم سے نکال کر ان سے اپنی ربوبیت کا اقرار لیا تھا۔

تہذیب الاحکام میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عیدغدیر کے دن ایک مستحبی نماز منقول ہے اور اس کے بعد ایک دعا کا پڑھنا منقول ہے۔ اس دعا میں یہ الفاظ بھی شامل ہیں: **وقنت علینا بشهادة الاخلاص...... هم فیه مختلفون**

پروردگار تو نے ہم پر اپنے اولیاء کی مخلصانہ گواہی دینے کا احسان کیا ہے اور تو نے ہم سے یہ گواہی دلائی ہے کہ یہ ہستیاں سراج منیر اور نذیر و منذر یعنی رسولؐ خدا کے بعد ان کی جانشین ہیں اور تو نے ان کی وِلا اور ان کے دشمنوں سے بیزاری

کے ذریعہ سے دین کی تکمیل کی ہے اور تو نے اپنے تجدید عہد کے ساتھ ہم پر اپنی نعمت تمام کی ہے اور تو نے ہم سے ابتدائے تخلیق میں جو میثاق لیا تھا اس کی ہمیں یاد دہانی کرائی ہے۔ اور تیرا احسان ہے کہ تو نے ہمیں قبول کرنے والوں میں سے بنایا ہے اور تو نے ہمیں عہدِ میثاق کی یاد دہانی کرائی ہے اور تو نے ہمیں اپنا ذکر فراموش کرنے سے بچایا ہے تو نے ارشاد فرمایا ہے:
وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى ، چنانچہ تیرے ہی احسان و کرم کی وجہ سے ہم نے گواہی دی کہ تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور تو ہی ہمارا رب ہے اور محمد مصطفیٰ تیرے عبد اور رسول ہیں اور وہ ہمارے نبی ہیں اور حضرت علیؑ مومنین کے امیر اور حجت عظمیٰ اور آیت اللہ الکبریٰ ہیں اور علیؑ ہی وہ عظیم خبر ہیں جس کے متعلق لوگوں کا اختلاف ہے۔

الکافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا کہ امام زین العابدین علیہ السلام ''عزل'' (مادہ منویہ کو فرج سے باہر گرانا) کو جائز سمجھتے تھے اور فرماتے تھے کہ جس نے بھی روز الست خدا کی ربوبیت کا اقرار کیا تھا وہ ہر قیمت پر پیدا ہو کر رہے گا چاہے اس کا نطفہ سخت چٹان پر ہی کیوں نہ گرایا جائے۔

تفسیر عیاشی میں جابر سے منقول ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: جابر! اگر ان جاہلوں کو معلوم ہو جاتا کہ علیؑ کو کب سے امیر المومنین کا لقب ملا ہے تو وہ ان کے حق کا انکار نہ کرتے۔

میں (جابر) نے کہا کہ میں آپؑ پر قربان جاؤں' آپؑ ہی بتائیں کہ حضرت علی علیہ السلام کو امیر المومنین کا لقب کب عطا ہوا؟ آپؑ نے فرمایا: انھیں یہ لقب اس دن ملا تھا جس دن خدا کی ربوبیت اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا میثاق لیا گیا تھا۔ اس کے ساتھ حضرت علی علیہ السلام کے امیر المومنین ہونے کا بھی اقرار کرایا گیا تھا۔

پھر آپؑ نے فرمایا: خدا کی قسم! محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا ہی بیان کیا ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرین کی سند سے رسولؐ خدا سے روایت کیا' آپؐ نے فرمایا: میثاق کے وقت میری اُمت کو میرے سامنے پیش کیا گیا۔ سب سے پہلے علیؑ مجھ پر ایمان لائے تھے اور جب میں نے دنیا میں آکر نبوت کا اعلان کیا تو یہاں بھی علیؑ نے ہی سب سے پہلے میری تصدیق کی ہے لہٰذا علیؑ ہی صدیق اکبر ہے اور علی ہی وہ فاروق ہے جو حق و باطل میں فرق پیدا کرتا ہے۔

ابوبصیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى کی آیت پڑھی تو میں نے حضرت امام علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا مخلوق نے خدا کی ربوبیت کا اقرار اپنی زبانوں سے کیا تھا؟

حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں، زبان اور دل سے انھوں نے بلیٰ کہا تھا۔ میں (ابوبصیر) نے عرض کیا: اس وقت مخلوق کس شکل وصورت میں تھی؟ امامؑ نے فرمایا: اقرار کے لیے جتنے اعضاء و جوارح کی ضرورت ہوسکتی ہے خدا نے انھیں اتنے اعضاء و جوارح عطا کر دیئے تھے۔

جابر کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ حضرت علی علیہ السلام کو امیرالمومنین کا لقب کب ملا؟

آپؑ نے فرمایا: روز الست جب اللہ نے اپنی ربوبیت اور اپنے حبیبؐ کی رسالت کا عہد لیا تھا تو اسی دن حضرت علیؑ کو امیرالمومنین کا لقب دیا تھا اور لوگوں سے ان کی تصدیق کا عہد لیا تھا۔

اصبغ بن نباتہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں "ابن الکوا" آیا اور اس نے کہا: امیرالمومنین! آپ یہ بتائیں کہ کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے اللہ نے کسی سے براہِ راست گفتگو کی تھی؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں، اللہ نے تمام بنی آدم سے گفتگو کی تھی اور اس میں تمام نیک و بد شامل تھے۔

حضرتؑ کا یہ جواب اسے گراں محسوس ہوا۔ اس نے کہا: خدا نے بھلا تمام انسانوں سے کب گفتگو کی تھی؟

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا: کیا تو نے قرآن مجید میں یہ آیت نہیں پڑھی: وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰي ۔اس وقت سب نے اللہ کی آواز سنی تھی اور سب نے اثبات میں جواب دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے بنی آدم سے فرمایا تھا کہ میں ہی معبود یکتا ہوں، میرے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ میں رحمٰن ہوں بنی آدم نے خدا کی اطاعت و ربوبیت کا اقرار کیا تھا۔ پھر اللہ نے بنی آدم سے انبیاء و رسل اور اوصیاء کی اطاعت کا اقرار لیا۔ جب تمام لوگ اقرار کر چکے تو اس وقت ملائکہ نے کہا: بنی آدم! ہم تمھارے اس اقرار کے گواہ ہیں لہٰذا قیامت کے دن تم یہ عذر نہیں کر سکو گے کہ ہم اس سے غافل تھے۔

رفاعہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ کی آیت مجیدہ کے متعلق پوچھا تو آپؑ نے فرمایا: جی ہاں، اللہ نے روزِ میثاق اپنے بندوں پر حجت تمام کر دی تھی۔

حجرِ اسود کی عظمت

الکافی میں بکیر بن اعین سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا:

حجر اسود کو اس رکن میں کیوں نصب کیا گیا ہے اسے کسی دوسرے رکن میں نصب کیوں نہیں کیا گیا؟ اسے بوسہ کیوں

دیا جاتا ہے؟ اس پتھر کو جنت سے کیوں اُتارا گیا اور بندوں کے میثاق کو اس میں کیوں رکھا گیا کسی دوسرے پتھر میں میثاق کو کیوں نہیں رکھا گیا؟ آپ مجھے ان سوالات کے جواب دیں کیونکہ میں اس کے متعلق سوچ کر تھک چکا ہوں۔

حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا: تم نے بہت مشکل اور طویل مسئلہ دریافت کیا ہے۔ تو اب جواب کو غور سے سن اور اسے اچھی طرح سے ذہن نشین کر۔ بات یہ ہے کہ حجرِ اسود کو چمک دار جوہر کی صورت میں جنت سے آدم کے پاس زمین پر بھیجا گیا تھا اور سبب میثاق کی وجہ سے اسے اس رکن میں نصب کیا گیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بنی آدم سے اسی رکن کے پاس اپنی ربوبیت کا میثاق لیا تھا اور اسی مقام پر قائم آلِ محمدؐ پر ایک پرندہ نازل ہوگا اور وہ پرندہ سب سے پہلے آپؑ کی بیعت کرے گا۔ وہ پرندہ جبریلؑ ہوگا۔ قائم آلِ محمدؐ اسی رکن سے پشت ٹکا کر بیٹھیں گے۔ یہی رکن قائم آلِ محمدؐ کی حجت اور دلیل ہوگا اور جو اپنے عہد کو پورا کرے گا اس کے عہد کے پورا کرنے کا یہ پتھر گواہ ہوگا۔ اور جہاں تک اس پتھر کو بوسہ دینے کا تعلق ہے تو یہ تجدیدِ عہد کے لیے ہے اور اسی عہد کو یاد کرنے کے لیے بیت اللہ کا حج فرض کیا گیا تاکہ لوگ ہر سال آئیں اور اپنے عہد و میثاق کو یاد کریں اور اپنی امانت ادا کریں۔ یہی وجہ ہے کہ حجرِ اسود کے سامنے یہ دعائیہ الفاظ کہے جاتے ہیں: امانتی ادیتها و میثاقی تعاهدته لتشهد لی بالموافاة (میں نے اپنی امانت کو ادا کیا ہے اور میں نے جو اقرار کیا تھا اسے میں نے پورا کیا ہے اور تم میری اس وعدہ وفائی کی گواہی دینا)۔

خدا کی قسم! ہمارے شیعوں کے علاوہ اس عہد کو کسی نے پورا نہیں کیا اور یہ عہد و میثاق ہمارے شیعوں کے علاوہ کسی کو یاد نہیں ہے۔ جب ہمارے شیعہ حجرِ اسود کے پاس جاتے ہیں تو وہ انہیں پہچان لیتا ہے اور دوسرے وہاں جاتے ہیں تو وہ انہیں نہیں پہچانتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خدائی میثاق کو تمہارے علاوہ کسی نے یاد نہیں رکھا۔ لہٰذا حجرِ اسود صرف تمہارے حق میں گواہی دے گا اور دوسروں کے خلاف گواہی دے گا اور کہے گا کہ غیروں نے میثاق کو بھلا دیا ہے اور اس میثاق کی تکذیب کی ہے۔ یہ پتھر قیامت کے دن خدا کی طرف سے بہت بڑا گواہ بن کر پیش ہوگا اور جب یہ پتھر عرصہ محشر میں پیش ہوگا تو اس کے پاس بولنے والی زبان ہوگی اور اس کی دو آنکھیں ہوں گی اور وہ اس وقت اپنی اصلی صورت میں ہوگا جس نے وعدہ وفائی کی ہوگی وہ اس کے حق میں گواہی دے گا اور جس نے میثاق فراموش کیا ہوگا وہ اس کے خلاف گواہی دے گا۔

پھر آپؑ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ اس پتھر کو جنت سے زمین پر کیوں اتارا گیا؟ میں نے عرض کیا: نہیں۔ پھر آپؑ نے فرمایا: یہ دراصل خدا کا عظیم فرشتہ تھا جب اللہ نے ملائکہ سے میثاق لیا تو اس نے تمام فرشتوں سے پہلے اقرار کیا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسے تمام مخلوق پر امین بنایا اور اس میں میثاق کو رکھ دیا اور مخلوق کو حکم دیا کہ وہ ہر سال اس کے پاس جا کر اپنے

یثاق کا اقرار کریں۔ اللہ تعالیٰ نے جنت میں اسے آدم کا رفیق بنایا وہ آدم کو یثاق کی یاد دہانی کراتا تھا۔ پھر جب آدم سے خطا سرزد ہوئی اور انھیں جنت سے نکالا گیا تو انھیں وہ یثاق فراموش ہو گیا جو اُن سے محمد مصطفیٰؐ اور ان کے وصی کے لیے لیا گیا تھا۔ آدم حیران و سرگشتہ ہو کر زمین پر پھرتے رہے۔ پھر جب اللہ نے آدم کی توبہ قبول کی تو اس فرشتہ کو سفید موتی کی شکل میں تبدیل کر دیا گیا اور اسے جنت سے سرزمین سراندیپ پر آدم کے پاس بھیجا گیا۔ جب آدم نے خوبصورت پتھر کو دیکھا تو وہ اس سے بڑے مانوس ہوئے۔ انھیں اس کی اصلیت کا کوئی علم نہیں تھا۔ وہ اسے خوبصورت پتھر سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس پتھر میں بولنے کی قوت عطا فرمائی۔ اس نے حضرت آدمؑ سے کہا: کیا آپ مجھے جانتے ہیں؟ حضرت آدمؑ نے کہا: نہیں۔ پتھر نے کہا: تم بھلا مجھے کیسے پہچانو گے کیونکہ ابلیس نے تم پر غلبہ پا لیا تھا اور تمھیں رب کا ذکر فراموش کرا دیا تھا۔ اس کے بعد وہ پتھر اپنی اس حالت میں آیا جس حالت میں وہ جنت میں آدم کے ساتھ رہتا تھا اور اس نے آدم سے کہا: وہ عہد و یثاق کہاں ہے؟

آدم علیہ السلام یہ سن کر چونک پڑے اور انھوں نے یثاق کو یاد کیا اور رونے لگے اور انھوں نے اس کا بوسہ لیا اور انھوں نے اپنے عہد و یثاق کی تجدید کی۔ اس کے بعد اللہ نے اس کو دوبارہ سفید اور چمک دار دُر کی شکل میں تبدیل کر دیا۔ جس کی روشنی دُور دُور تک جاتی تھی۔ آدم علیہ السلام نے اس کی تعظیم و تکریم کے لیے اسے اپنے کندھے پر اٹھایا اور مکہ کی طرف چل پڑے۔ جب کبھی آپ تھک جاتے تو جبریل امینؑ اسے اٹھاتے تھے۔ آخرکار آپ مکہ پہنچ گئے اور مکہ پہنچ کر آدم اس سے مانوس رہے اور روزانہ دن رات اس کے سامنے تجدیدِ عہد کرتے تھے۔ اس کے بعد اللہ نے ملائکہ کو کعبہ بنانے کا حکم دیا تو حجرِ اسود کو اسی رکن میں رکھوایا جہاں خدا نے روزِ الست لوگوں سے یثاق لیا تھا اور اسی جگہ اللہ نے اس یثاق کو حجرِ اسود میں رکھا۔ آدم علیہ السلام بیت اللہ سے صفا پر گئے اور حضرت حوا مروہ پر گئیں۔ آدم کی نظر پڑی تو انھیں وہ پتھر رکن میں نصب دکھائی دیا تو انھوں نے تکبیر و تہلیل و تمجید کی۔ اسی لیے یہ عمل سنت بن گیا کہ صفا پر کھڑے ہو کر جب حجرِ اسود کے سامنے آئے تو اس وقت تکبیر کہنی چاہیے۔ اللہ نے اس پتھر میں بنی آدم کے علاوہ ملائکہ کے یثاق کو بھی رکھ دیا۔

واضح رہے جب اللہ نے ملائکہ سے اپنی ربوبیت اور محمد مصطفیٰؐ کی رسالت اور علیؑ کی وصیت کا اقرار لیا تو ملائکہ کے شانے کانپنے لگ گئے۔ سب سے پہلے اسی فرشتہ نے اقرار کیا اور تمام ملائکہ کی بہ نسبت اسے محمدؐ و آلِ محمدؐ سے بے تحاشا محبت تھی۔ اسی لیے اللہ نے تمام ملائکہ میں سے اس کا انتخاب کیا اور اسے یثاق کا امین بنایا۔ جب وہ قیامت کے دن آئے گا تو اس کے پاس بولنے والی زبان اور دیکھنے والی آنکھ ہو گی اور وہ ان لوگوں کی گواہی دے گا جنھوں نے اس کے سامنے اپنے

عہد کی تجدید کی ہوگی اور اپنے میثاق کو یاد رکھا ہوگا۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِیْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴿۱۷۵﴾ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۷۶﴾ سَآءَ مَثَلَا ۨالْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۷۷﴾ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِیْ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۷۸﴾ وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۫ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۫ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۷۹﴾ وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۪ وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِیْٓ اَسْمَآئِهٖ ؕ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۰﴾ وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا

سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۲﴾ وَاُمْلِيْ لَهُمْ ۛ اِنَّ
كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ﴿۱۸۳﴾ اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا ۜ مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ ۭ
اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۸۴﴾ اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۙ وَّاَنْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ
اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۵﴾ مَنْ يُّضْلِلِ
اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ۭ وَيَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۸۶﴾ يَسْــَٔلُوْنَكَ
عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا
يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ۘ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ لَا تَاْتِيْكُمْ
اِلَّا بَغْتَةً ۭ يَسْــَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ
اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۷﴾ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ
نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَاۗءَ اللّٰهُ ۭ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَا
سْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْۗءُ ۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ
وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ
وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ حَمْلًا
خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَىِٕنْ اٰتَيْتَنَا

صَالِحًا لَّنَكُونَنَّ مِنَ الشّٰكِرِينَ ﴿۱۸۹﴾ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيمَآ اٰتٰىهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿۱۹۰﴾ اَيُشْرِكُونَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُونَ ﴿۱۹۱﴾ وَلَا يَسْتَطِيعُونَ لَهُمْ نَصْرًا وَّلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُونَ ﴿۱۹۲﴾ وَاِنْ تَدْعُوهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَتَّبِعُوكُمْ ۭ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ اَدَعَوْتُمُوهُمْ اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُونَ ﴿۱۹۳﴾ اِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِينَ ﴿۱۹۴﴾ اَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَّمْشُونَ بِهَآ ۡ اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ يَّبْطِشُونَ بِهَآ ۡ اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُونَ بِهَآ ۡ اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُونَ بِهَا ۭ قُلِ ادْعُوا شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِيدُونِ فَلَا تُنْظِرُونِ ﴿۱۹۵﴾ اِنَّ وَلِيِّۦَ اللّٰهُ الَّذِي نَزَّلَ الْكِتٰبَ ۖ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِينَ ﴿۱۹۶﴾ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهٖ لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَكُمْ وَلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُونَ ﴿۱۹۷﴾ وَاِنْ تَدْعُوهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَسْمَعُوا ۭ وَتَرٰىهُمْ يَنْظُرُونَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ ﴿۱۹۸﴾ خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِينَ ﴿۱۹۹﴾ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۲۰۰﴾

إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطَٰنِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُم مُّبْصِرُونَ ﴿٢٠١﴾ وَإِخْوَٰنُهُمْ يَمُدُّونَهُمْ فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُونَ ﴿٢٠٢﴾ وَإِذَا لَمْ تَأْتِهِم بِـَٔايَةٍ قَالُوا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا ۚ قُلْ إِنَّمَآ أَتَّبِعُ مَا يُوحَىٰٓ إِلَيَّ مِن رَّبِّي ۚ هَٰذَا بَصَآئِرُ مِن رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٢٠٣﴾ وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْءَانُ فَاسْتَمِعُوا لَهُۥ وَأَنصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿٢٠٤﴾ وَاذْكُر رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْـَٔاصَالِ وَلَا تَكُن مِّنَ الْغَٰفِلِينَ ﴿٢٠٥﴾ إِنَّ الَّذِينَ عِندَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِۦ وَيُسَبِّحُونَهُۥ وَلَهُۥ يَسْجُدُونَ ۩ ﴿٢٠٦﴾

''اے نبی! آپ ان کے سامنے اس شخص کا حال بیان کریں جس کو ہم نے اپنی آیات کا علم دیا تھا لیکن وہ ان کی پابندی سے نکل بھاگا۔ آخر کار شیطان اس کے پیچھے لگ گیا یہاں تک کہ وہ گمراہوں کی جماعت میں شامل ہو گیا۔

اگر ہم چاہتے تو اسے ان آیات سے بلندی عطا کر سکتے تھے مگر وہ تو زمین کی طرف جھک گیا اور اس نے خواہشات کی پیروی اختیار کر لی۔ اس کی حالت اس کتے کی سی ہو گئی کہ تم اس پر حملہ کرو تب بھی زبان نکالے رہے اور اگر اسے چھوڑ دو تو بھی زبان نکالے رہے۔ یہ ان لوگوں کی مثال ہے جنھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا۔ آپ یہ واقعات لوگوں کو سناتے رہیں شاید یہ غور وفکر کریں۔ ہماری آیات کو جھٹلانے والوں کی بڑی بُری مثال ہے وہ اپنے آپ

پر ہی ظلم کرتے تھے۔ جس کو اللہ ہدایت عطا کردے وہی ہدایت یافتہ ہے اور جس کو گمراہی میں چھوڑ دے وہی خسارہ پانے والوں میں سے ہے۔

اور یقیناً ہم نے انسانوں اور جنات کی ایک کثیر تعداد کو دوزخ کے لیے پیدا کیا ہے۔ ان کے پاس دل ہیں مگر وہ ان سے سوچتے نہیں۔ ان کے پاس آنکھیں ہیں مگر وہ ان سے دیکھتے نہیں۔ ان کے پاس کان ہیں مگر وہ ان سے سنتے نہیں۔ وہ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ وہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔

اور اللہ ہی کے لیے بہترین نام ہیں اس کو انھی ناموں سے پکارو اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں راستی سے منحرف ہوجاتے ہیں۔ جو کچھ وہ کر رہے ہیں وہ اس کا بدلہ پاکر رہیں گے۔ ہماری مخلوق میں ایک گروہ ایسا بھی ہے جو ٹھیک حق کے مطابق ہدایت کرتا ہے اور حق کے مطابق انصاف کرتا ہے۔

وہ لوگ جنھوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی ہے، ہم انھیں بالتدریج ایسے طریقے سے تباہی کی طرف لے جائیں گے کہ انھیں خبر تک نہ ہوگی۔ اور میں انھیں ڈھیل دے رہا ہوں۔ میری تدبیر بڑی مضبوط ہوتی ہے۔ اور کیا ان لوگوں نے کبھی اس بات پر غور نہیں کیا کہ ان کے ساتھی پیغمبر پر جنون کا کوئی اثر نہیں ہے۔ وہ تو واضح طور پر عذابِ الٰہی سے ڈرانے والا ہے۔ اور کیا ان لوگوں نے زمین و آسمان کے انتظام پر کبھی غور نہیں کیا اور خدا کی پیدا کردہ کسی چیز پر غور وفکر نہیں کیا؟ اور کیا انھوں نے یہ بھی نہیں سوچا کہ شاید ان کی مہلت زندگی پوری ہونے کا وقت قریب آ لگا ہو؟ پھر اس تنبیہ کے بعد بھلا یہ کس بات پر ایمان لائیں گے۔ جسے خدا گمراہی میں چھوڑ دے اس کے لیے کوئی رہنما نہیں ہوتا۔ اللہ انھیں ان کی سرکشی میں چھوڑ دیتا ہے کہ بھٹکتے اور ٹھوکریں کھاتے پھریں۔ یہ لوگ آپ سے قیامت کی گھڑی کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ آپ کہہ دیں کہ اس کا علم میرے رب کے ہی پاس

ہے۔ وہ خود اسے اس کے وقت پر ظاہر کرے گا۔ آسمانوں اور زمین میں وہ بڑا سخت وقت ہوگا۔ وہ وقت تم پر اچانک آ جائے گا اور یہ لوگ آپ سے اس طرح سوال کرتے ہیں کہ گویا تم اس کی کھوج میں لگے ہوئے ہو۔ آپ کہہ دیں اس کا علم بس خدا کے پاس ہے لیکن اکثر لوگوں کو اس کا علم نہیں ہے۔

آپ کہہ دیجیے کہ میں خود اپنے لیے نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتا مگر جو خدا چاہے اگر میں غیب سے باخبر ہوتا تو میں بہت سے فائدے اپنے لیے حاصل کر لیتا اور مجھے کبھی کوئی نقصان نہ پہنچتا۔ میں تو محض ایک خبردار کرنے والا اور اہلِ ایمان کو بشارت دینے والا ہوں۔ وہی خدا ہے جس نے تم کو ایک نفس سے پیدا کیا اور اسی کی جنس سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ اس کے پاس سکون محسوس کرے۔ جب مرد نے عورت سے مقاربت کی تو ہلکا سا حمل پیدا ہوا جسے وہ لیے پھرتی رہی۔ پھر جب حمل بھاری ہوا تو دونوں نے مل کر اللہ اپنے رب سے دعا کی اگر تو نے ہم کو اچھا سا بچہ دیا تو ہم تیرے شکر گزاروں میں سے ہوں گے۔ پھر جب خدا نے انھیں بے عیب فرزند عطا کیا تو وہ اس کی عنایت میں دوسروں کو اس کا شریک ٹھہرانے لگے۔ اللہ ان مشرکانہ باتوں سے کہیں بلند و برتر ہے جو وہ کرتے ہیں۔

کیا یہ لوگ انھیں شریک بناتے ہیں جو کوئی شے خلق نہیں کر سکتے بلکہ خود پیدا کیے جاتے ہیں۔ ان کے اختیار میں ان کی مدد نہیں ہے اور وہ اپنی مدد بھی نہیں کر سکتے۔ اگر تم انھیں سیدھی راہ پر آنے کی دعوت دو تو وہ تمھاری پیروی نہیں کریں گے۔ تم خواہ انھیں دعوت دو یا تم خاموش رہو دونوں صورتیں تمھارے لیے یکساں ہیں۔ تم مشرک لوگ خدا کو چھوڑ کر جنھیں پکارتے ہو وہ بھی تمھاری طرح کے بندے ہیں لہٰذا تم انھیں پکارو اور اگر تم اپنے خیال میں سچے ہو تو انھیں بھی تمھاری دعاؤں کا جواب دینا چاہیے۔

کیا ان کے پاس پاؤں ہیں جن سے وہ چل سکیں؟ کیا یہ ہاتھ رکھتے ہیں کہ ان سے پکڑیں؟

کیا ان کے پاس آنکھیں ہیں کہ ان سے دیکھیں؟ کیا وہ کان رکھتے ہیں کہ ان سے سنیں؟ آپ کہہ دیں کہ تم اپنے شریکوں کو بلا لو۔ پھر تم مل کر میرے خلاف تدبیریں کرو اور مجھے ہرگز مہلت نہ دو۔ بے شک میرا حامی و ناصر وہ خدا ہے جس نے کتاب نازل کی ہے اور وہ نیک لوگوں کی حمایت و نصرت کرتا ہے اور اسے چھوڑ کر تم جن کو پکارتے ہو وہ نہ تو تمھاری مدد کر سکتے ہیں اور نہ ہی وہ اپنی مدد کرنے کے قابل ہیں۔

اور اگر تم انھیں ہدایت کی جانب دعوت دو تو وہ دعوت سننا ہی پسند نہیں کریں گے اور بظاہر تم کو دکھائی دیتا ہے کہ وہ تمھاری طرف دیکھ رہے ہیں مگر وہ حقیقت میں کچھ بھی نہیں دیکھتے۔ آپ درگزر کا راستہ اختیار کریں اور نیکی کا حکم دیں اور جاہلوں سے کنارہ کشی کریں۔ اور اگر کبھی شیطان تمھیں اُکسائے تو اللہ کی پناہ مانگو۔ وہ سب کچھ سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

اور جو لوگ اہلِ تقویٰ ہیں جب کبھی شیطان کے اثر سے انھیں کوئی برا خیال چھو بھی جاتا ہے تو فوراً چوکنے ہو جاتے ہیں اور حقائق کو دیکھنے لگ جاتے ہیں۔ اور رہے شیاطین کے بھائی بند تو وہ انھیں ان کی کج روی میں کھینچے چلے جاتے ہیں اور وہ ان کی گمراہی میں کوئی کمی نہیں کرتے۔

اور جب آپ ان کے سامنے کوئی نشانی پیش نہیں کرتے تو کہتے ہیں کہ تم نے اپنے لیے معجزہ کا انتخاب کیوں نہیں کیا۔ آپ کہہ دیں میں تو بس اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو میرے رب کی طرف سے میری طرف بھیجی جاتی ہے۔ یہ قرآن تمھارے رب کی طرف سے بصیرت کی روشنیاں لیے ہوئے ہے اور ایمان لانے والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔ اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے توجہ سے سنو اور خاموش رہو کہ شاید تم پر رحم کیا جائے۔

اور آپ اپنے رب کو صبح و شام یاد کریں۔ دل ہی دل میں تضرع اور خوف کے ساتھ اور زبان سے بھی ہلکی آواز کے ساتھ۔ تم ان لوگوں میں سے نہ بنو جو غفلت میں مبتلا ہیں۔ جو لوگ خدا کے ہاں مقرب ہیں وہ کبھی اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور وہ اس کی تسبیح کرتے ہیں اور وہ اس کے لیے سجدہ کرتے ہیں''۔

بلعم بن باعور کا واقعہ

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ۝ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ۚ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ۝

''آپ ان کے سامنے اس کا حال بیان کریں جس کو ہم نے اپنی آیات کا علم دیا تھا مگر وہ ان کی پابندی سے نکل بھاگا۔ آخرکار شیطان اس کے پیچھے لگ گیا یہاں تک کہ وہ گمراہوں کی جماعت میں شامل ہوگیا۔ اگر ہم چاہتے تو اسے ان آیات کے ذریعہ سے بلندی عطا کر سکتے تھے مگر وہ تو زمین کی طرف جھک گیا اور اس نے خواہشات کی پیروی اختیار کرلی۔ اس کی حالت اس کتے کی سی ہوگئی کہ تم اس پر حملہ کرو تب بھی زبان نکالے اور اگر اسے چھوڑ دو تو بھی زبان نکالے رہے۔ یہ ان لوگوں کی مثال ہے جنھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا۔ آپ یہ واقعات لوگوں کو سناتے رہیں شاید یہ غور وفکر کریں''۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے آپؑ نے فرمایا بلعم بن باعور کو اسم اعظم کا علم عطا کیا گیا تھا۔ وہ جب بھی اسم اعظم کے ساتھ خدا کو پکار کر کوئی دعا مانگتا تو اس کی دعا قبول ہوتی تھی۔ اس نے فرعون کی طرف میلان پیدا کیا۔ جب حضرت موسٰیؑ بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر مصر سے روانہ ہوئے تو فرعون نے بلعم بن باعور سے کہا کہ تم موسٰیؑ اور اس کے ساتھیوں کے خلاف بددعا کرو تاکہ وہ یہاں سے باہر نہ نکل پائیں اور وہ ہمارے ہاتھوں میں آجائیں۔

بلعم بن باعور گدھی پر سوار ہو کر موسیٰ پر بددعا کے لیے جانے لگا۔ گدھی نے چلنے سے انکار کر دیا۔ اس نے گدھی کو مارا پیٹا تو خدا نے اس جانور کو قوتِ گویائی عطا کی اور اس نے بلعم سے کہا: تو مجھے کیوں مار رہا ہے کیا تو یہ چاہتا ہے کہ میں تجھے اُٹھا کر لے جاؤں اور تو جا کر موسیٰ اور اس کے اہلِ ایمان ساتھیوں کو بددعا دے۔

گدھی کی یہ گفتگو سن کر بھی وہ متاثر نہ ہوا اور مسلسل اسے مارتا رہا یہاں تک کہ وہ مرگئی۔ اس کی زبان سے اسم اعظم سلب ہوگیا اور وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ ...... لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ۝ کی آیات میں اللہ نے اسی کے واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے اور اسے کتے سے تشبیہ دی ہے۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: جنت میں صرف تین جانور جائیں گے: ۱۔ بلعم بن باعور کی گدھی ۲۔ اصحاب کہف کا کتا ۳۔ ایک بھیڑیا اور اس بھیڑیئے کے جنت میں جانے کی وجہ یہ ہے کہ ایک ظالم بادشاہ نے اپنے سپاہی کو کچھ مومنین کی گرفتاری کے لیے روانہ کیا تاکہ انھیں اذیت پہنچائی جائے۔ سپاہی اہلِ ایمان کی گرفتاری کے لیے روانہ ہوا۔ اس کے گھر میں اس کا ایک بیٹا تھا جس سے وہ بے حد پیار کیا کرتا تھا۔ ایک بھیڑیا سپاہی کے گھر میں داخل ہوا اور اس نے اس کے بیٹے کو چیر پھاڑ ڈالا جس کی وجہ سے سپاہی کو سخت غم اُٹھانا پڑا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ اس بھیڑیئے کو جنت میں داخل کرے گا۔

توضیح: (بعض روایات میں اس کا نام بلعم بن ابر اور بعض میں اس کا نام بلعام بن عامر بیان کیا گیا ہے۔)

روح المعانی میں مذکور ہے کہ یہ آیات اُمیہ بن ابی الصلت ثقفی شاعر کے متعلق نازل ہوئیں۔ اس نے کتبِ سابقہ کا مطالعہ کیا تھا جس سے اس نے معلوم کیا تھا کہ عنقریب خدا ایک رسول بھیجے گا۔ اسے اپنے متعلق یہ خوش فہمی لاحق ہوئی کہ اسے ہی نبوت ملے گی۔ وہ بحرین چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد حضرت رسولؐ خدا نے نبوت کا اعلان کیا۔ وہ آٹھ سال تک بحرین میں قیام پذیر رہا۔ آٹھ سال بعد وہ واپس آیا۔ رسولؐ خدا اس وقت اپنے صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ آپؐ نے اسے اسلام کی دعوت دی اور اس کے سامنے سورہ یٰسین کی تلاوت کی۔ وہ ناراض ہو کر وہاں سے اُٹھ کر چلا گیا۔ قریش نے اس سے پوچھا کہ محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے متعلق تمھاری رائے کیا ہے؟

اس نے کہا: میں سوچ سمجھ کر کچھ کہوں گا۔ پھر وہ شام چلا گیا اور جنگِ بدر کے بعد وہ اسلام قبول کرنے کی غرض سے واپس آیا۔ جب اس نے جنگ بدر کا واقعہ سنا تو اس نے کہا: اگر محمد نبی ہوتے تو اپنے رشتہ داروں کو کبھی قتل نہ کرتے۔ پھر وہ طائف چلا گیا جہاں اس کی موت واقع ہوئی۔ اس کی موت کے بعد اس کی بہن "فارعہ" آنحضرتؐ کے پاس آئی اور اس نے آپ کے سامنے اپنے بھائی کے ایمان افروز اشعار سنائے اور اس نے کہا کہ میرے بھائی نے مرنے سے پہلے اپنے اشعار

میں قیامت کا تذکرہ کیا تھا۔ رسولؐ خدا نے اس کے اشعار سن کر فرمایا: اس کے اشعار اہل ایمان کے سے ہیں جب کہ اس کا دل کافروں کا سا تھا۔

مجمع البیان میں مذکور ہے کہ ان آیات میں ابو عامر بن نعمان بن صیفہ راہب کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ واضح رہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا نام ''فاسق'' رکھا تھا۔ اس نے زمانۂ جاہلیت میں رہبانیت اختیار کر لی تھی اور موٹے جھوٹے کپڑے پہنتا تھا اور اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مدینہ میں ملاقات کی اور اس نے آنحضرتؐ سے کہا کہ آپ یہ کون سا دین لے کر آئے ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: میں ابراہیم علیہ السلام کی حنیفیت لے کر آیا ہوں۔ اس نے کہا کہ میں بھی اسی پر کاربند ہوں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا تو اس پر کاربند نہیں ہے تو نے اس میں وہ چیزیں شامل کی ہیں جو اس میں شامل نہیں ہیں۔

ابو عامر نے کہا: ہم میں سے جو جھوٹا ہو خدا اسے مسافرت اور تنہائی کے عالم میں موت دے۔

اصل بات یہ ہے کہ سورہ اعراف مکی ہے اور مذکورہ بالا دونوں واقعات مکی زندگی کے بعد کے ہیں لہٰذا انھیں تطبیق کے تحت تو شامل کیا جا سکتا ہے اصل شان نزول میں انھیں شامل نہیں کیا جا سکتا۔ بلعم بن باعور کا واقعہ تمام اہل علم کے لیے باعث عبرت ہے۔ جو بھی اہلِ علم اپنے علمی تقاضوں کو چھوڑ کر اپنی خواہشات کی پیروی کرے تو وہ بھی اسی کی طرح سے راندۂ درگاہ قرار پاتا ہے۔ اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا:

من ازداد علما ولم یزدد هدی لم یزدد من الله الا بعدا ''جس کے علم میں اضافہ ہو اور اس کی ہدایت میں اضافہ نہ ہو تو ایسے شخص کی خدا سے دُوری میں اضافہ ہو جاتا ہے''۔ (اضافۃ من المترجم)

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: یہ آیات بلعم بن باعور کے متعلق نازل ہوئیں لیکن ان کا انطباق ہر اس اہلِ قبلہ پر ہے جو خدا کی ہدایت پر اپنی خواہشات کو ترجیح دے۔

تفسیر عیاشی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے، آپ نے سلیمان لبان سے فرمایا: جانتے ہو کہ مغیرہ بن شعبہ کی کیا مثال ہے؟

اس نے کہا: نہیں، مجھے معلوم نہیں ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اس کی مثال بلعم بن باعور کی سی ہے جسے خدا نے اپنی آیات کا علم دیا تھا لیکن اس نے ان کی پابندی نہیں کی تھی اور شیطان اس کے پیچھے لگ گیا اور وہ گمراہوں کی جماعت میں شامل ہو گیا۔

جانور بلکہ جانوروں سے بھی بدتر

وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۖ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۖ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ۭ اُولٰۗىِٕكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ۝

''اور یقیناً ہم نے جنات اور انسانوں کی ایک کثیر تعداد کو دوزخ کے لیے پیدا کیا ہے' ان کے پاس دل ہیں مگر وہ ان سے سوچتے نہیں اور ان کے پاس آنکھیں ہیں مگر وہ ان کے ساتھ دیکھتے نہیں اور ان کے پاس کان ہیں لیکن وہ ان کے ساتھ سنتے نہیں وہ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گئے گزرے ہیں اور یہی لوگ غافل ہیں''۔

تفسیر قمی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: دوزخ کے مستحق افراد کے پاس دل تو ہیں لیکن ان پر مہریں لگ چکی ہیں لہٰذا وہ غور وفکر پر آمادہ نہیں ہوتے اور ان کے پاس آنکھیں ہیں لیکن ان پر گمراہی کے پردے پڑ چکے ہیں لہٰذا وہ حق دیکھنے سے قاصر ہیں اور ان کے پاس کان ہیں لیکن مسلسل گمراہی کی وجہ سے وہ حق سننے سے بہرے ہو چکے ہیں اور وہ کلام ہدایت کو سننے پر آمادہ نہیں ہیں۔ یہ لوگ چوپایوں جیسے ہیں بلکہ یہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔

انسان فرشتوں سے بہتر بھی ہے اور جانوروں سے بدتر بھی ہے

کتاب علل الشرائع میں عبداللہ بن سنان سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ فرشتے افضل ہیں یا بنی آدم افضل ہیں؟

آپ نے کہا کہ امیرالمومنین علیہ السلام کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں میں عقل رکھی ہے اور ان میں شہوت نہیں رکھی۔ اور حیوانات میں صرف خواہش رکھی ہے' عقل نہیں رکھی اور بنی آدم کو دونوں چیزیں یعنی خواہش اور عقل دونوں عطا کی ہیں۔ لہٰذا جس کی عقل خواہشات پر غالب آ جائے تو وہ فرشتوں سے بہتر ہے اور جس کی خواہشات اس کی عقل پر غالب آ جائیں تو وہ جانوروں سے بدتر ہے۔

اسمائے حسنیٰ

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۠ وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَاۗىِٕهٖ ۭ سَيُجْزَوْنَ مَا

كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۝

''اور اللہ کے لیے بہترین نام ہیں تم اس کو انھی ناموں سے پکارو اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں راستی سے منحرف ہو جاتے ہیں۔ وہ اپنے اعمال کا عنقریب بدلہ پائیں گے''۔

اصول کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: خدا کی قسم! ہم ہی خدا کے اسمائے حسنیٰ ہیں' اللہ ہماری معرفت کے بغیر بندوں کے کسی عمل کو قبول نہیں کرتا۔

توضیح: مذکورہ بالا روایت تفسیر عیاشی میں بھی مرقوم ہے اور اس حدیث میں لفظ ''اسم'' کا اطلاق ہر اس چیز پر کیا گیا ہے جو کسی چیز پر دلالت کرے خواہ وہ لفظ ہو یا لفظ کے علاوہ ہو۔ انبیائے کرام اور اوصیاء علیہم السلام بھی اسمائے الٰہی ہیں کیونکہ وہ خدا کی پہچان کا ذریعہ ہیں اور وہ فیوضات الٰہی کے لیے خالق و مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں اور وہ خدا کے اسماء و صفات کے مظہر ہیں۔ (اضافۃ من المترجم نقلاً عن تفسیر المیزان)

تفسیر قمی میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے کہ خدا کی وصف ان الفاظ سے بیان کرنی چاہیے جن سے اس نے اپنی وصف بیان کی ہے ورنہ اس ذات کی توصیف انسان کرے تو کیسے کرے کیونکہ انسانی حواس اس کے ادراک سے قاصر ہیں اور اوہام اس کے احاطہ سے عاجز ہیں اور خیالات اس کو محدود کرنے کی صلاحیت سے خالی ہیں اور آنکھیں اس کے احاطہ سے عاجز ہیں وہ وصف بیان کرنے والوں کی توصیف سے کہیں بلند و بالا ہے۔

کتاب التوحید میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: ''اللہ'' غایت الغایات ہے اور غایت کا مقصود غایت سے جدا ہے۔ وہ ربوبیت میں یکتا ہے اور اس نے اپنی توصیف محدودیت کے بغیر کی ہے اور جو اللہ اللہ کر رہا ہے وہ بھی اس کے اسم کو پکار رہا ہے جب کہ اسم اور ہے اور مسمّٰی اور ہے اور جس چیز پر بھی کوئی نام مکمل طرح سے منطبق ہو تو وہ مخلوق ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے فرمایا ہے: ''العزۃ للّٰہ، العظمۃ للّٰہ'' اور اس نے یہ بھی فرمایا ہے: ''وللّٰہ الاسماء الحسنٰی فادعوہ بھا'' اللہ کے اچھے نام ہیں اسے ان ناموں کے ساتھ پکارو۔

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا: قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ (بنی اسرائیل: ۱۱۰)۔ اسماء اس کی طرف اضافت رکھتے ہیں اور یہی خالص توحید ہے۔

حنان بن سدیر سے منقول ایک طویل حدیث کے ضمن میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ الفاظ بھی منقول ہیں۔ اسمائے حسنیٰ سے وہ نام مراد ہیں جو صرف اسی کے لیے مخصوص ہیں اس کے علاوہ کسی پر ان کا اطلاق نہیں ہوتا اور انھی

اسماء کے متعلق خدا نے فرمایا کہ ان ناموں کے ساتھ اسے پکارو اور یہ بھی فرمایا: وَذَرُوا الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْۤ اَسْمَآىِٕهٖ ''اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں راستی سے منحرف ہو جاتے ہیں''۔ اور وہ اپنی لاعلمی کی وجہ سے شرک و کفر میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اچھا کام سرانجام دے رہے ہیں۔ چنانچہ اس طرح کے لوگوں کے متعلق خدا نے فرمایا:

وَمَا یُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ۝ (یوسف: ۱۰۶) ان کی اکثریت خدا پر ایمان لاتی بھی ہے تو بھی وہ مشرک ہی ہوتے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو علم کے بغیر اسمائے خداوندی میں انحراف کرتے ہیں اور وہ غلطی کرتے ہیں۔

توضیح: ابونعیم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ روایت نقل کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں، جو انھیں یاد کرے گا وہ جنت میں جائے گا۔

پھر آپ نے قرآن مجید سے ان کی تفصیل یوں بیان فرمائی کہ سورہ فاتحہ میں اللہ کے پانچ نام مذکور ہیں اور وہ یہ ہیں: یااللّٰهُ ، یاربِّ ، یارحمٰنُ ، یارحیمُ ، یامالكُ ۔ سورہ البقرہ میں اللہ تعالیٰ کے تینتیس نام مذکور ہیں جو کہ یہ ہیں: یامحیطُ ، یا قدیرُ ، یاعلیمُ، یاحکیمُ، یاعليُّ، یاعظیمُ، یاتوابُ، یابصیرُ، یاوليُّ، یاواسعُ، یاکافیْ ، یارؤوفُ، یابدیعُ، یاشاكِرُ، یاواحدُ، یاسمیعُ،یاقابِضُ، یاباسِطُ، یاحيُّ، یاقیومُ، یاغنِيُّ، یاحمیدُ، یاغفورُ، یاحلیمُ، یا اِلٰهُ، یاقریْبُ، یامجیبُ، یاعزیزُ، یانصِیرُ، یاقویُّ، یاشدِیدُ، یاسریعُ، یاخبیرُ ۔ سورہ آل عمران میں پانچ نام مذکور ہیں: یاوھابُ ، یاقائمُ، یاصادقُ، یاباعثُ، یامنعمُ، یامتفضلُ ۔ سورہ النساء میں اللہ تعالیٰ کے سات نام مذکور ہیں: یارقیبُ، یاحسیبُ، یاشھیدُ، یامقیتُ، یاوکیلُ، یاعليُّ، یاکبیرُ ۔ سورہ انعام میں چار اسماء مذکور ہیں: یافاطرُ، یاقاھرُ، یالطیفُ، یابرھانُ ۔ سورہ اعراف میں دو نام مذکور ہیں: یاحيُّ، یا مُمیتُ ۔ سورہ انفال میں دو نام مذکور ہیں: یانعم المولٰی، یانعمَ النصیرُ ۔ سورہ ہود میں چار نام مذکور ہیں: یاحفیظُ، یامجیدُ، یاوُدُودُ، یافعالاً لِّمَا یُرِیدُ ۔ سورہ الرعد میں دو نام مذکور ہیں: یا کبیرُ، یامُتعالُ ۔ سورہ ابراہیم میں دو نام مذکور ہیں: یامنَّانُ، یاوارثُ ۔ سورہ الحجر میں ایک اسم یاخَلَّاقُ مذکور ہے۔ سورہ مریم میں یافردُ مذکور ہے۔ سورہ طٰہٰ میں یاغفَّارُ مذکور ہے۔ سورہ نور میں یاحقُّ، یامُبینُ وارد ہیں۔ سورہ فرقان میں یاھادیُ مذکور ہے۔ سورہ سباء میں یافتاحُ مذکور ہے۔ سورہ الزمر میں یاعالمُ مذکور ہے۔ سورہ غافر میں اللہ کے چار اسماء مذکور ہیں۔ یاغافِرُ، یاقابل التوبِ، یا ذا الطولِ ، یارفیعُ ۔ سورہ الذاریات میں تین اسماء مذکور ہیں: یارزاقُ ، یا ذالقوَّةِ، یامتینُ ۔ سورہ طور میں ایک اسم یابَرُّ مذکور ہے۔ سورہ قمر میں دو اسماء یاملیكُ یا مقتدرُ مذکور ہیں۔ سورہ الرحمٰن میں پانچ اسماء مذکور ہیں: یا ذا الجلالِ والاکرامِ ، یاربَّ المشرقینِ، یارب المغربَینِ، یاباقیْ،

یامحسنُ۔سورہ الحدید میں اللہ تعالیٰ کے چار اسماء مذکور ہیں: یااوّلُ، یااٰخِرُ، یاظَاھِرُ، یاباطِنُ۔سورہ الحشر میں اللہ تعالیٰ کے گیارہ نام مذکور ہیں: یاملِكُ، یاقدوسُ، یاسلامُ، یامؤمِنُ، یامھیمنُ، یا عزیزُ، یاجبّارُ، یامتکبرُ، یاخَالِقُ، یابارِیُٔ، یامصوِرُ۔سورہ البروج میں اللہ کے دو نام یامبدیٔ، یامعیدُ مذکور ہیں۔سورہ فجر میں ایک نام یاوترُ مذکور ہے۔ سورہ اخلاص میں دو نام یا احَدُ، یاصَمَدُ مذکور ہیں۔

مذکورہ روایت نقل کرنے کے بعد علامہ طباطبائی نے المیزان میں لکھا: اس روایت میں اسم جلالت ''اللہ'' کو بھی ننانوے ناموں میں شامل کیا گیا ہے جب کہ یہ لفظ ننانوے ناموں میں شامل نہیں ہے۔علاوہ ازیں ''یاکبیر'' جیسے اسماء کی تکرار بھی کی گئی ہے۔روایت کی ابتدا میں ننانوے نام بیان کیے گئے ہیں جب کہ روایت کے متن میں ایک سو دس نام بیان کیے گئے ہیں۔علاوہ ازیں سورہ مریم سے استخراج کردہ اسم یا فرد اور سورہ انعام سے استخراج کردہ اسم ''یابرہان'' کے متعلق بھی علماء میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ آیا یہ الفاظ اسمائے حسنیٰ میں سے ہیں یا نہیں ہیں۔

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اسمائے حسنیٰ کو صرف ننانوے میں محصور نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اہل بیت طاہرین کی دعاؤں میں اس سے کہیں زیادہ اسماء مذکور ہیں اور جسے اسمائے الٰہی کی تحقیق کی خواہش ہو اسے دعائے جوشن کبیر کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

کتاب التوحید میں حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں جو انھیں یاد کرے وہ جنت میں داخل ہوگا اور وہ نام یہ ہیں:

اللّٰہ، الالٰہ، الواحد، الاحد، الصمد، الاول، الاخر، السمیع، البصیر، القدیر، القاھر، العلی، الاعلیٰ، الباقی، البدیع، البارئ، الاکرم، الظاھر، الباطن، الحی، الحکیم، العلیم، الحلیم، الحفیظ، الحق، الحسیب، الحمید، الحفی، الرب، الرحمن، الرحیم، الذارئ، الرزاق، الرقیب، السید، سبوح، الشھید، الصادق، الصانع، العدل، العفو، الغفور، الغنی، الغیاث، الفاطر، الفرد، الفتاح، الفالق، القدیم، الملك، القدوس، القوی، القریب، القیوم، القابض، الباسط، قاضی الحاجات، المجید، المولیٰ، المنان، المحیط، المبین، المغیث، المصور، الکریم، الکبیر، الکافی، کاشف الضر، الوتر، النور، الوھاب، الناصر، الواسع، الودود، الوفی، الوکیل، الوارث، البر، الباعث، التواب، الجلیل، الجواد، الخبیر، الخالق، خیرالناصرین، الدیان، الشکور، العظیم، اللطیف، الشافی۔(اضافۃ من المترجم نقلاً عن تفسیر المیزان)

ہادیانِ حق کا گروہ

وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۸۱﴾

''اور ہماری مخلوق میں ایک گروہ ایسا بھی ہے جو ٹھیک ٹھیک حق کے مطابق ہدایت کرتا ہے اور حق کے مطابق انصاف کرتا ہے''۔

اصولِ کافی میں عبداللہ بن سنان سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت مجیدہ کے متعلق دریافت کیا اور پوچھا وہ گروہ کون سا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: وہ ائمہ علیہم السلام کا گروہ ہے۔

تفسیر عیاشی میں یہی روایت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے۔ محمد بن عجلان کے سوال کے جواب میں آپؑ نے فرمایا: وہ گروہ ہم ہیں۔

ابن صہبان البکری سے منقول ہے کہ میں نے امیرالمومنین کو یہ کہتے ہوئے سنا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ اختیار میں میری جان ہے۔ اس اُمت کے تہتر گروہ ہوں گے۔ ایک فرقہ کے علاوہ باقی دوزخ میں جائیں گے۔ پھر آپؑ نے یہ آیت پڑھی: وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۸۱﴾ اور فرمایا: اس اُمت میں سے بس یہی گروہ نجات حاصل کرے گا۔

یعقوب بن یزید کا بیان ہے کہ امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا: وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۸۱﴾ سے اُمت محمدؐ مراد ہے۔

زید بن اسلم نے انس بن مالک سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔ موسیٰ کی اُمت کے اکہتر فرقے بنے تھے جن میں سے ستر دوزخی اور ایک جنتی تھا اور اُمت عیسیٰ کے بہتر (۷۲) فرقے بنے جن میں سے اکہتر دوزخی اور ایک جنتی تھا۔ میری اُمت کا اس سے ایک فرقہ زیادہ ہوگا ان میں بہتر (۷۲) دوزخی اور ایک جنتی ہوگا۔

لوگوں نے کہا: یا رسولؐ اللہ! وہ کون ہوں گے؟ آپؐ نے فرمایا: وہ جماعتیں ہوں گی۔

یعقوب بن یزید کا بیان ہے کہ جب حضرت علی علیہ السلام رسولؐ خدا کی یہ حدیث بیان کرتے تھے تو آپ وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۶۵﴾ وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ؕ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ؕ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۶۶﴾ (المائدہ: ۶۵-۶۶) اور وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۸۱﴾ کی

تلاوت کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے حق کی ہدایت اور حق کے ساتھ انصاف کرنے والی اُمت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت ہے۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ یَعْدِلُوْنَ ۝ کی آیت پڑھ کر فرمایا: یہ تمھارے حق میں ہے۔ ایک ایسا گروہ قوم موسیٰ کو بھی عطا کیا گیا تھا۔

ابن جریج نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے' آپؐ نے فرمایا: یہ آیت میری اُمت کے لیے ہے جو حق ہو وہ لیتے ہیں اور جو حق ہو وہ دیتے ہیں۔ تم سے قبل امتِ موسیٰ میں بھی ایسا گروہ تھا جن کے متعلق خدا نے گواہی دی: ومن قومِ موسٰی اُمة یهدون بالحق وبه یعدلون۔ ''قوم موسیٰ میں ایک گروہ ہے جو حق کے ساتھ ہدایت کرتا ہے اور حق کے ساتھ عدل کرتا ہے''۔

ربیع بن انس کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کر کے فرمایا: میری اُمت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا یہاں تک کہ عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے۔

استدراجِ الٰہی

وَالَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَیْثُ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝

''وہ لوگ جنھوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی ہے ہم انھیں بالتدریج ایسے طریقے سے تباہی کی طرف لے جائیں گے کہ انھیں خبر تک نہ ہوگی''۔

اصول کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے' آپؑ نے فرمایا: اللہ کو جب کسی بندہ کی بھلائی مطلوب ہوتی ہے تو جب وہ گناہ کرتا ہے تو اس کے فوراً بعد خدا اسے کسی نہ کسی تکلیف میں مبتلا کر دیتا ہے اور اسے استغفار کی یاد دہانی کراتا ہے اور جب خدا کسی کی تباہی کا ارادہ کرتا ہے تو جب وہ شخص گناہ کرتا ہے تو خدا اس کی نعمات میں اضافہ کر دیتا ہے تاکہ وہ استغفار سے غافل رہے اور گناہوں میں مصروف رہے جیسا کہ خدا نے فرمایا ہے: سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَیْثُ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝ ہم انھیں بالتدریج ایسے طریقے سے تباہی کی طرف لے جائیں گے کہ انھیں خبر تک نہ ہوگی۔ مقصد یہ ہے کہ وہ جتنا گناہ کرتے جائیں گے ہم ان پر اپنی نعمات کا اضافہ کرتے جائیں گے۔ آخر کار انھیں غفلت کے عالم میں تباہ و برباد کر دیں گے۔

سماعہ بن مہران کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَیْثُ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝

کی آیت مجیدہ کا مفہوم دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: اس سے مراد یہ ہے کہ جب کوئی بندہ گناہ کرے تو خدا اس پر نعمت نازل کر دے تا کہ وہ استغفار سے غافل رہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ "استدراج" کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جب کوئی شخص گناہ سرانجام دے تو خدا اس پر نعمات کا اضافہ کر دے اور وہ شخص نعمات پا کر استغفار فراموش کر دے اور گناہوں میں غرق ہو جائے۔ اس عمل کو "استدراج" سے تعبیر کیا جاتا ہے اور ایسا شخص "مستدرج" کہلاتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: بہت سے لوگ خدا کی نعمات پا کر دھوکا کھا گئے ہیں۔ بہت سے لوگوں کو خدا کی طرف سے پردہ پوشی کی وجہ سے دھوکا ہوا ہے اور بہت سے افراد کو لوگوں کی زبانی اپنی تعریف سن کر دھوکا ہوا ہے۔

روضہ کافی میں حضرت علی علیہ السلام کا ایک طویل خطبہ مرقوم ہے جس میں یہ الفاظ بھی مذکور ہیں: میرے جانے کے بعد تم پر ایسا زمانہ آئے گا کہ اس زمانے میں حق سے زیادہ اور کوئی چیز پوشیدہ نہ ہوگی اور باطل سے بڑھ کر اور کوئی چیز ظاہر نہ ہوگی اور اس زمانے میں خدا اور رسول پر بے تحاشا جھوٹ بولا جائے گا۔ اس زمانے میں حالت یہ ہوگی کہ ایک داخل ہونے والا داخل ہوگا اور جیسے ہی قرآن کا حکم سنے گا تو وہ اطمینان سے نہیں بیٹھے گا یہاں تک کہ وہ دین سے نکل جائے گا اور ایک بادشاہ کے دین کو چھوڑ کر دوسرے بادشاہ کا دین اختیار کرے گا اور ایک بادشاہ کی حدودِ مملکت سے نکل کر دوسرے بادشاہ کی حدودِ مملکت میں داخل ہوگا اور ایک بادشاہ کی اطاعت چھوڑ کر دوسرے بادشاہ کی اطاعت کرے گا اور ایک بادشاہ کے عہد و پیمان سے نکل کر دوسرے کے عہد و پیمان کو قبول کرے گا۔ اللہ تعالیٰ ان کی لاعلمی میں انھیں چھوٹ دیتا رہے گا اور وہ امید و رجا میں زندگی بسر کریں گے جب کہ یہ سب کچھ ان کے لیے عذاب کی تمہید ہوگا۔

نہج البلاغہ میں مذکور ہے: بے شک جسے فراخ دستی حاصل ہو اور وہ اسے کم کم عذاب کی طرف بڑھنے کا سبب نہ سمجھے تو اس نے خوف ناک چیز سے اپنے آپ کو مطمئن سمجھ لیا۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مذکور ہے کہ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ؕ وَيَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝ کا مفہوم یہ ہے کہ خدا کو جس کی ہدایت مطلوب نہیں ہوتی اسے اس کے نفس کے حوالے کر دیتا ہے۔

قیامت کا علم صرف خدا کے پاس ہے

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ؔ

ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ۭ يَسْــَٔـلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

''یہ لوگ آپ سے قیامت کی گھڑی کے متعلق سوال کرتے ہیں' آپ کہہ دیں کہ اس کا علم میرے رب کے پاس ہے۔ وہ خود اسے اس کے وقت پر ظاہر کرے گا۔ آسمانوں اور زمین پر وہ بڑا سخت وقت ہوگا۔ وہ وقت تم پر اچانک آ جائے گا۔ یہ لوگ آپ سے اس طرح سوال کرتے ہیں کہ گویا تم اس کی کھوج میں لگے ہوئے ہو۔ آپ کہہ دیں کہ اس کا علم بس خدا کے پاس ہے لیکن اکثر لوگوں کو اس کا علم نہیں ہے''۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مذکور ہے کہ قریش نے عاص بن وائل سہمی اور نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط کو علمائے یہود کے پاس نجران روانہ کیا اور ان سے کہا کہ تم یہودی علماء سے ایسے مسائل معلوم کر کے آؤ جن سے محمدؐ کو شکست دی جا سکے۔ یہودی علماء نے مشرکین مکہ کے ان افراد سے کہا کہ تم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے سوال کرو کہ قیامت کب قائم ہوگی۔ اگر محمدؐ اس کا وقت مقرر کریں تو سمجھ لینا کہ وہ جھوٹے ہیں کیونکہ قیامت کا علم صرف خدا کے پاس ہے۔ خدا نے کسی نبی و رسول کو اس کا وقت نہیں بتایا اور نہ ہی کسی ملک مقرب کو اس کا کوئی علم ہے۔ چنانچہ وہ علمائے یہود سے یہ سوال سیکھ کر آئے اور انھوں نے آپؐ سے یہی سوال کیا کہ قیامت کب قائم ہوگی؟

اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: يَسْــَٔـلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ''یہ لوگ آپ سے قیامت کی گھڑی کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ آپ کہہ دیں کہ اس کا علم میرے رب کے پاس ہے وہ خود اسے اس کے وقت پر ظاہر کر دے گا''۔

عیون الاخبار میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے مروی ہے' آپؑ نے اپنے آبائے طاہرین کی سند سے رسولؐ خدا سے یہ روایت کی کہ آنحضرت سے پوچھا گیا کہ آپؐ کے فرزند قائمؑ کا ظہور کب ہوگا؟ رسولؐ خدا نے فرمایا: اس کی مثال قیامت کی سی ہے جس طرح سے قیامت کی گھڑی کا علم خدا کے پاس ہے اسی طرح سے قائمؑ کے ظہور کا علم بھی خدا کے پاس ہے۔

ذاتی علمِ غیب کی نفی

وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْۗءُ ۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ

وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝

''اگر میں غیب سے باخبر ہوتا تو میں بہت سے فائدے اپنے لیے حاصل کر لیتا اور مجھے کبھی کوئی نقصان نہ پہنچتا۔ میں تو محض ایک خبردار کرنے والا اور اہلِ ایمان کو خوش خبری دینے والا ہوں''۔

کتاب معانی الاخبار میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ کا یہ مفہوم ہے کہ اگر میرے پاس علمِ غیب ہوتا تو میں کبھی مفلس نہ ہوتا۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں اس آیت مجیدہ کے ضمن میں مرقوم ہے کہ اگر میرے پاس علمِ غیب ہوتا تو میں اپنے لیے ہمیشہ صحت و سلامتی کا انتخاب کرتا۔

توضیح: اس آیت سے بعض افراد نے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے کہ رسولؐ بالکل بے بس اور ایک عام بشر جیسا ہوتا ہے کہ اسے نہ تو غیب کا علم ہوتا ہے اور نہ ہی نفع و نقصان کا اختیار ہوتا ہے۔ جی ہاں یہ درست ہے کہ نبی و رسول بھی ایک انسان ہوتا ہے اور وہ تمام فیوضات کے لیے خدا کا محتاج ہوتا ہے اور جو خدا اسے نبوت و رسالت کا منصب عطا کرتا ہے وہ اس کو علم و اختیار بھی عنایت کرتا ہے اور اسے پوری دنیا سے ممتاز بنا دیتا ہے۔ نبی ذاتی طور پر عالم الغیب نہیں ہوتا خدا کی عطا سے وہ مطلع علی الغیب ہوتا ہے اور خدا کے کرم سے تمام کمالات کا مالک ہوتا ہے۔ (اضافۃ من المترجم)

خلقتِ انسان کی سرگزشت اور عطائے الٰہی میں شرک

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ۝

''وہی خدا ہے جس نے تم کو ایک نفس سے پیدا کیا اور اسی کی جنس سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ اس کے پاس سکون محسوس کرے۔ جب مرد نے عورت سے مقاربت کی تو ایک ہلکا سا حمل پیدا ہوا جسے وہ لیے پھرتی رہی۔ پھر جب حمل بھاری ہوا تو دونوں نے مل کر اللہ اپنے رب سے دعا مانگی؛ اگر تو نے ہم کو بے عیب بیٹا دیا تو ہم ضرور تیرے شکر گزاروں میں سے ہوں گے۔ پھر جب خدا نے انھیں

بے عیب فرزند عطا کیا تو وہ اس کی عنایت میں دوسروں کو شریک ٹھہرانے لگے' اللہ ان مشرکانہ باتوں سے کہیں بلند و برتر ہے جو وہ کرتے ہیں۔ کیا یہ لوگ انھیں شریک بناتے ہیں جو کوئی شے خلق نہیں کر سکتے بلکہ خود پیدا کیے جاتے ہیں''۔

توضیح: ان آیات کے متعلق اکثر کتب تفسیر میں اسرائیلیات پر مبنی ایک خودساختہ قصہ مرقوم ہے کہ یہ آیات حضرت آدم وحوا کے متعلق نازل ہوئیں اور لکھنے والوں نے یہاں تک لکھ دیا کہ حضرت حوا کو پانچ سو اولادیں پیدا ہوئی تھیں۔ ایک دن لڑکا پیدا ہوتا تو دوسرے دن لڑکی پیدا ہوتی تھی یا دونوں جڑواں پیدا ہوتے تھے۔ بعض نے لکھا ہے کہ صبح کے وقت لڑکا اور شام کے وقت لڑکی پیدا ہوتی تھی۔ جب پہلے بچے کا حمل قائم ہوا تو دونوں نے خدا سے دعائیں مانگیں کہ ہمیں صحت مند اور تندرست بیٹا عطا فرما۔ لیکن شیطان نے حضرت حوا کو ڈرایا کہ اگر تم نے اس کا نام عبدالحارث نہ رکھا تو یہ کسی جانور کی شکل وصورت میں پیدا ہوگا۔ چنانچہ جب بچہ پیدا ہوا تو اس کا نام عبدالحارث رکھ دیا گیا۔ چنانچہ اللہ نے ان آیات میں آدم وحوا کے اس طرز عمل کی مذمت کی کہ انھوں نے میری عطا میں دوسروں کو شریک بنا دیا۔

جب کہ حقیقت یہ ہے کہ خدا کے نبی اور خلیفۃ اللہ اور مسجود ملائک شخصیت کے لیے یہ تصور ہی انتہائی لغو اور مہمل ہے۔ یہ عام انسانوں کی داستان ہے اور ہر انسان اپنے بچے کی ولادت سے پہلے طرح طرح کی دعائیں کرتا ہے اور خدا سے عہد و پیمان کرتا ہے کہ وہ بچہ کی ولادت پر خدا کا شکر ادا کرے۔ لیکن جب کام نکل جاتا ہے تو عنایتِ خداوندی کو مختلف افراد و اشخاص کی طرف منسوب کرنے لگ جاتا ہے اور خدا کے احسان سے غفلت برتنے لگ جاتا ہے۔

درج بالا واقعہ کے غلط ہونے کے لیے علامہ رازی نے اپنی تفسیر کبیر میں خوب صورت بحث کی ہے اور انھوں نے لکھا ہے: ۱- یہ واقعہ سراسر افسانہ ہے اور اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے جمع کا صیغہ استعمال کرتے ہوئے فرمایا ہے: فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ''اللہ اس سے کہیں بلند و برتر ہے جو وہ شرک کر رہے ہیں''۔ جمع کا صیغہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ واقعہ آدم وحوا سے متعلق نہیں ہے بلکہ عام بنی نوع انسان کا یہی حال ہے۔

۲- اس آیت کے فوراً بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ''کیا وہ انھیں شریک بناتے ہیں جو کچھ پیدا نہیں کرتے وہ خود پیدا کیے جاتے ہیں''۔ آیت مجیدہ کا اسلوب اس امر کی دلیل ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کی تردید کرتی ہے جنھوں نے بتوں کو خدا کا شریک بنایا ہوا ہے' اس میں ابلیس کے بہکاوے کی طرف کوئی اشارہ تک نہیں ہے۔

۳۔ اگر اس سے ابلیس مراد ہوتا تو پھر آیت کے الفاظ میں مَا لَا یَخْلُقُ نہ ہوتا' اس کی بجائے من لا یخلق ہوتا۔ کیونکہ ابلیس صاحب عقل ہے اور عربی زبان میں صاحبانِ عقل کے لیے "مَا" کی بجائے لفظ "مَنْ" استعمال ہوتا ہے۔

۴۔ یہ بات سرے سے ہی ناممکن ہے کہ آدم شیطان کے بھرے میں آئے ہوں گے کیونکہ حضرت آدم شیطان کو اچھی طرح سے پہچانتے تھے اور انھیں یہ بھی علم ہوگا کہ شیطان کو عالم بالا میں ''حارث'' کہا جاتا تھا اور بیٹے کا نام ''عبدالحارث'' رکھنے کا یہ مطلب ہے: ''شیطان کا غلام''۔ آدم علیہ السلام شیطان کے نام سے بے خبر نہیں ہو سکتے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا ہے: وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا (البقرہ:۳۱) 'اللہ نے آدم کو تمام ناموں کی تعلیم دی''۔ تو کیا خدائی تعلیم کے بعد بھی آدم کو ابلیس کے دوسرے نام کا علم نہیں تھا؟ اور اگر انھیں علم تھا تو انھوں نے اس کا نام عبدالحارث کیسے رکھ لیا؟ اور کیا عالمِ الاسماء آدم کے لیے ناموں کی کمی تھی کہ انھوں نے خواہ مخواہ ایسا نام رکھا تھا؟

۵۔ اگر ہم جیسے عام فہم و ادراک رکھنے والے شخص کو خدا بیٹا دے دے اور بیٹے کی پیدائش کے بعد کوئی شخص ہم سے کہے کہ تم اپنے بیٹے کا نام عبدالشیطان رکھو تو ہم اسے ڈانٹ کر بھگا دیں گے۔ بھلا جو غلطی ہم جیسے عام انسانوں سے متوقع نہیں ہے حضرت آدمؑ سے آخر اس کی توقع کیسے کی جا سکتی ہے؟ جب کہ آدم خلیفۃ اللہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں تمام اسماء کی تعلیم دی تھی اور وہ اس سے پہلے ابلیس کے ہاتھوں زبردست چوٹ کھا چکے تھے اسی لیے ان سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ ایک بل سے دوسری بار ڈسے ہوں۔

ان آیات کی بہت سی صحیح تاویلات موجود ہیں جیسا کہ قفّال نے کہا: ''اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو عام ضرب المثل کے انداز میں بیان کیا ہے اور ان آیات میں کفار و مشرکین کے طرزِ عمل پر تنقید کی ہے اور فرمایا ہے کہ خدا وہ ہے جس نے تمام انسانوں کو نفسِ واحدہ سے پیدا کیا اور اس کی جنس سے اس کی بیوی پیدا کی ہے جو کہ ہر لحاظ سے اس کی ہم جنس اور ہم نوع ہے اور وہ بھی اسی کی طرح سے انسان ہے جب شوہر بیوی سے مقاربت کرتا ہے اور بیوی حاملہ ہوتی ہے تو میاں بیوی دونوں خدا سے دعائیں مانگتے ہیں کہ ہمیں بے عیب فرزند عطا فرما اور اگر تو نے ہمیں بے عیب فرزند عطا کیا تو ہم تیرا شکر ادا کریں گے۔ پھر جب خدا ان پر عنایت کرتا ہے اور انھیں بے عیب فرزند عطا کر دیتا ہے تو وہ خدا کے شکر کے بجائے اس نعمت کی نسبت دوسروں کی طرف کرنے لگ جاتے ہیں۔ کچھ لوگ اس کی نسبت طبائع کی طرف کرتے ہیں اور منجم قسم کے لوگ اسے ستاروں کا کھیل قرار دیتے ہیں اور بت پرست اسے اپنے بتوں کی کرامت بتلاتے ہیں۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ''اللہ ان کے شرک سے کہیں بلند و بالا ہے''۔

درج بالا بے سروپا اسرائیلی افسانہ سنی کتب سے تجاوز کر کے بعض شیعہ عناصر تفاسیر میں مذکور ہے اور یہ افسانہ عیون الاخبار، تفسیر علی بن ابراہیم اور تفسیر عیاشی میں بھی مرقوم ہے۔ کتاب ہذا کے مؤلف چونکہ اعلیٰ درجہ کے اخباری تھے اسی لیے انھوں نے اس افسانہ کو نقل کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا لیکن ہم ان روایات کو نقل کر کے اپنا اور قارئین کا وقت برباد کرنا نہیں چاہتے۔ (انتھی بقدر الحاجۃ اضافۃ من المترجم)

مشرکین کی شرک میں پختگی

وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَتَّبِعُوْكُمْ ۚ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ

''اور اگر تم انھیں سیدھی راہ پر آنے کی دعوت دو تو وہ تمھاری پیروی نہیں کریں گے تم خواہ ان کو دعوت دو یا تم خاموش رہو دونوں صورتیں تمھارے لیے برابر ہیں''۔

روضہ کافی میں اس آیت کے انطباق کے تحت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جس طرح سے خدا نے فرمایا ہے: ذهب الله بنورهم وتركهم فى ظلمات لا يبصرون ''اللہ نے ان کی روشنی ختم کر دی اور انھیں تاریکیوں میں چھوڑ دیا جہاں انھیں کچھ سجھائی نہیں دیتا۔

جب سے حضرت رسولؐ خدا کی وفات ہوئی ہے اُمت کی اکثریت کی بھی یہی حالت ہوگئی ہے۔ نورِ نبوت کے گل ہونے کے بعد چاروں طرف تاریکی کا راج ہے۔ اس تاریکی میں لوگوں کو اہلِ بیت کی فضیلت دکھائی نہیں دیتی۔

آگ اور پانی سے بچنے کی عزیمت

اصول کافی میں اصبغ بن نباتہ سے منقول ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے ایک مرتبہ لوگوں کے مجمع میں فرمایا: اس ذات کی قسم جس نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اور ان کے اہلِ بیت کو عزت عطا فرمائی۔ قرآن مجید میں جلنے، غرق ہونے، چوری، کسی چوپائے کے چلے جانے، کسی گمشدہ کی واپسی کے لیے آیات موجود ہیں اور تم میں سے کسی کو اگر کسی بات کے معلوم کرنے کی خواہش ہو تو وہ مجھ سے پوچھ لے۔

مجمع میں سے ایک شخص کھڑا ہوا۔ اس نے کہا: امیر المومنینؑ! مجھے ایسی آیت تعلیم فرمائیں کہ میں جلنے اور ڈوبنے سے محفوظ رہ سکوں۔ آپؑ نے فرمایا: تم یہ آیات پڑھو اور جو بھی یہ آیات پڑھے گا وہ جلنے اور ڈوبنے سے محفوظ رہے گا۔

إِنَّ وَلِيِّيَ اللَّهُ الَّذِي نَزَّلَ الْكِتَابَ ۖ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ ﴿۱۹۶﴾ کے بعد سورہ الزمر کی آیت ۶۷ وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ ۚ وَالْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالسَّمَاوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ ۚ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿۶۷﴾ پڑھے۔ حضرتؑ کے فرمان کے بعد وہ شخص ان آیات کو روزانہ پڑھتا تھا۔ ایک مرتبہ اس کے ہمسایوں کے گھروں کو آگ لگی۔ اس کے اردگرد کے تمام گھر جل گئے اور اس کا گھر جو کہ درمیان میں تھا معجزانہ طور پر محفوظ رہا۔

من لایحضرہ الفقیہ میں مرقوم ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا: إِنَّ وَلِيِّيَ اللَّهُ الَّذِي نَزَّلَ الْكِتَابَ ۖ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ ﴿۱۹۶﴾ اور اس کے بعد سورہ الزمر کی یہ آیت وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ ...... سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿۶۷﴾ میری اُمت کو جلنے سے محفوظ رکھتی ہیں۔

تین احکام

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ ﴿۱۹۹﴾

''آپ درگزر کا راستہ اختیار کریں اور نیکی کا حکم دیں اور جاہلوں سے کنارہ کشی کریں''۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو بیک وقت تین حکم دیئے ہیں اور معاشرتی زندگی کے لیے ان احکام کی بڑی اہمیت ہے۔ پہلا حکم یہ دیا: خُذِ الْعَفْوَ ''بخشش اور درگزر کا طریقہ اپنائیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ درمیانی راستہ اپنائیں یعنی ہمیشہ حدِ اعتدال کو مدنظر رکھیں اور افراط وتفریط سے کنارہ کشی کریں۔ دوسرا حکم یہ دیا: وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ نیکی کا حکم دیں۔ ''عرف'' سے مراد وہ تمام امور ہیں جنھیں انسانی معاشرہ بہتر تسلیم کرتا ہو اور امر بالمعروف کا پہلا فائدہ خود امر کرنے والے کو ہی پہنچتا ہے کیونکہ جب کوئی شخص دوسروں کو نیکی اور بھلائی کا حکم دے گا تو سب سے پہلے وہ خود اس پر عمل کرے گا۔

اس آیت کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ احسن انداز سے بھلائی کا حکم دو۔ تیسرا حکم یہ ہے: وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ ﴿۱۹۹﴾ ''جاہلوں سے کنارہ کشی کرو'' کیونکہ جاہل طبعاً ضدی ہوتے ہیں اور ان سے کنارہ کشی کرنے میں ہی نجات کا راز مضمر ہے۔ جاہلوں سے مباحثہ کرنا اور الجھنا بیکار ہے۔ (اضافۃ من المترجم نقلاً عن تفسیر المیزان)

من لایحضرہ الفقیہ میں بنی ثقیف سے تعلق رکھنے والے ایک شخص سے منقول ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے اپنے ایک عامل سے فرمایا: خبردار کسی مسلم، یہودی اور کسی نصرانی کو خراج کی رقم کے لیے زود وکوب نہ کرنا اور خراج کی وصولی کے

لیے کسی کو جانور فروخت کرنے پر مجبور نہ کرنا کیونکہ ہمیں فاضل رقم سے خراج لینے کا حکم دیا گیا ہے۔

عیون الاخبار میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے مروی ایک حدیث کا ماحصل یہ ہے کہ لوگوں سے مدارات سے پیش آنا پیغمبر اکرمؐ کی سنت ہے کیونکہ اللہ نے اپنے حبیب کو لوگوں کے ساتھ مدارات سے پیش آنے کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے: خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ۝ ''عفو و درگزر کا طریقہ اپنائیں، نیکی کا حکم دیں اور جاہلوں سے کنارہ کشی کریں''۔

تفسیر عیاشی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کی تربیت کی اور ان سے فرمایا: خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ۝ یعنی آپ وہ راستہ اختیار کریں جو واضح اور آسان ہو اور ''عفو'' سے مراد درمیانی راستہ ہے۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی تو آپؐ نے جبریل امینؑ سے فرمایا کہ اس کا مقصد کیا ہے؟

جبریل امینؑ نے عرض کیا: میں خدا سے پوچھ کر ہی بتاؤں گا۔ پھر جبریلؑ آپؐ کے پاس آئے اور کہا کہ اللہ آپ کو حکم دے رہا ہے کہ جو آپ پر ظلم کرے آپ اس سے درگزر کریں اور جو آپ کو محروم رکھے آپ اس کو عطا کریں اور جو آپ سے قطع تعلق کرے آپ اس سے تعلق قائم کریں اور جاہلوں سے کنارہ کشی کریں۔

اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا: پروردگار تو غصہ کا کیا کرنا چاہیے؟ اللہ تعالیٰ نے اس سوال کے جواب میں وَاِمَّا یَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ۝ ''اور اگر کبھی شیطان تمھیں اکسائے تو تم اللہ کی پناہ طلب کرو بے شک وہ سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے''۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کبھی تمھارے دل میں شیطانی وسوسہ پیدا ہوا تو خدا سے پناہ طلب کرو کیونکہ وہ سننے والا جاننے والا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے خالص بندوں کی یہ صفت بیان کی ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ۝ مقصد یہ ہے کہ جب کبھی شیطان اہل تقویٰ کو نافرمانی کے لیے اُکساتا ہے تو وہ فوراً خدا کو یاد کرتے ہیں اور انھیں ایمان کی روشنی مل جاتی ہے اور وہ گناہوں سے بچ جاتے ہیں''۔

کتاب الخصال میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کسی کے دل

میں شیطان وسوسہ پیدا کرے تو اسے خدا سے پناہ طلب کرنی چاہیے اور یہ کہنا چاہیے: "اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنُ (خدا نے چاہا تو شیطان کے وسوسہ سے محفوظ رہے گا)۔

روضہ کافی میں مرقوم ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام فرمایا کرتے تھے: "لوگو! گناہوں اور نافرمانی سے ڈرتے رہو' خدا نے تمھیں ان سے منع کیا ہے اور اپنے ناطق بیان کے وسیلہ سے اپنی سچی کتاب میں تمھیں ان سے خبردار کیا ہے۔ جب شیطان لعین تمھیں دنیاوی لذات و خواہشات کی دعوت دے تو اس وقت خدا کی تدبیر اور گرفت کو ہمیشہ ذہن میں رکھو۔ لہٰذا خوفِ خدا کو اپنے دلوں کو شعار بناؤ اور خدا کے بہترین ثواب اور اس کے سخت ترین عذاب پر ہمیشہ نگاہ رکھو۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ "جو لوگ اہلِ تقویٰ ہیں جب کبھی شیطان کے اثر سے انھیں کوئی برا خیال چھو بھی جاتا ہے تو وہ فوراً چوکنے ہو جاتے ہیں اور حقائق کو دیکھنے لگ جاتے ہیں"۔

کتاب الخصال میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: "تین کام بہت ہی مشکل ہیں: ۱- مومن کا اپنے نفس سے انصاف کرنا' ۲- بھائی چارے کی لاج رکھنا' ۳- ہر حال میں خدا کو یاد کرنا۔ اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ جب کسی گناہ کا ارادہ کرے تو خدا کو یاد کرے اور ذکرِ خدا کی وجہ سے گناہ کو چھوڑ دے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ۔

تفسیر عیاشی اور اصول کافی کی چار روایات میں بھی یہی مفہوم مرقوم ہے۔

قرآن کو خاموشی اور توجہ سے سنو

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ

"اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے توجہ سے سنو اور خاموش رہو کہ شاید تم پر رحم کیا جائے"۔

تہذیب الاحکام میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے امام کے پیچھے قرأت کے متعلق پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا: جب تو کسی ایسے امام کی اقتداء میں نماز پڑھ رہا ہو جس سے تمھیں محبت ہو اور جس پر تمھیں بھروسہ ہو تو اس کی قرأت تمھارے لیے کافی ہے۔ اگر تمھیں قرآن پڑھنا ہی ہو تو جن رکعات میں وہ اخفات سے قرأت کرے۔ تم ان رکعات میں قرآن پڑھ سکتے ہو اور جب امام بلند آواز سے قرأت میں مصروف ہو تو تم خاموش رہو۔ کیونکہ اللہ کا فرمان ہے: وَاِذَا

تُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ "اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے توجہ سے سنو اور خاموش رہو کہ شاید تم پر رحم کیا جائے"۔

معاویہ بن وہب کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ اگر مجھے کوئی امام ناپسند ہو اور وہ بلند آواز سے قرأت کر رہا ہو تو کیا کرنا چاہیے؟ آپؑ نے فرمایا: جب کتاب اللہ کی تلاوت سنو تو خاموش ہو جاؤ۔

من لایحضرہ الفقیہ میں زرارہ سے منقول ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: جب تم کسی امام کے پیچھے نماز پڑھو تو پہلی دو رکعتوں میں قرأت نہ کرو اور اس کی قرأت کے وقت خاموش رہو اور پچھلی دو رکعتوں میں بھی کچھ نہ پڑھو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو حکم دیا ہے: وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ (اور جب قرآن پڑھا جائے یعنی نماز فریضہ میں امام کے پیچھے) تو تمہارے لیے حکم یہ ہے: فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ "تو تم اسے توجہ سے سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے"۔ دوسری دو رکعتیں بھی پہلی دو رکعات کے حکم میں ہیں۔

الکافی میں منقول ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ جمعہ کے پہلے خطبہ میں یہ پڑھنا چاہیے: الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ..... ان کتاب اللہ اصدق الحدیث واحسن القصص وقال اللہ عزوجل وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ فاسمعوا طاعۃ اللہِ وانصتوا ابتغاء رحمتہ۔ "تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اور ہم اس سے مدد طلب کرتے ہیں..... اللہ کی کتاب سب سے سچی ہے اور وہ بہترین قصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے توجہ سے سنو اور خاموش ہو جاؤ تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ تم اللہ کی اطاعت کے لیے توجہ سے سنو اور اس کی رحمت کی تلاش کے لیے خاموشی اختیار کرو۔

تفسیر عیاشی میں زرارہ سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا: نماز اور نماز کے علاوہ قرآن کو خاموشی سے سننا واجب ہے اور جب تیرے پاس قرآن پڑھا جائے تو تجھے خاموش ہو کر اسے توجہ سے سننا چاہیے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت علی علیہ السلام نماز پڑھ رہے تھے۔ ابن الکوا نے ان کے پیچھے کھڑے ہو کر یہ آیت پڑھی: لئن اشرکت لیحبطن عملک ولتکونن من الخاسرین۔ امیر المومنینؑ نے خاموش ہو کر وہ آیت سنی۔

مجمع البیان میں مذکور ہے کہ یہ آیت نماز جماعت کے متعلق نازل ہوئی کہ جب امام قرآن پڑھ رہا ہو تو خاموشی اور توجہ سے اسے سنو۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: نماز اور نماز کے علاوہ قرآن کو خاموشی سے سننا واجب ہے۔

عبداللہ بن ابی یعفور کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: ''میں نماز پڑھ رہا ہوں اور کوئی شخص اس وقت بلند آواز سے قرآن پڑھے تو کیا اس حالت میں بھی مجھ پر خاموشی اور توجہ سے سننا واجب ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں جب قرآن پڑھا جائے تو تم پر خاموشی اور توجہ سے سننا واجب ہے۔

توضیح: کتب فقہ میں مذکور ہے کہ قرأت امام کا سننا واجب ہے جب کہ دوسرے مقامات پر خاموش رہنا اور سننا مستحب ہے اور اس سلسلہ کی تمام روایات استحباب پر دلالت کرتی ہیں۔ (اضافۃ من المترجم نقلاً عن تفسیر المیزان)

پورے خشوع وخضوع سے صبح شام خدا کا ذکر کرنا چاہیے

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ ۝

''اور آپ اپنے رب کو دل ہی دل میں تضرع اور خوف کے ساتھ صبح شام یاد کریں اور ہلکی آواز کے ساتھ اسے یاد کریں اور غفلت کرنے والوں میں سے نہ بنیں۔ یقیناً جو لوگ تیرے رب کے حضور مقرب ہیں وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور وہ اس کی تسبیح کرتے ہیں اور وہ اس کے لیے سجدے کرتے ہیں''۔

تفسیر عیاشی میں حضرت رسول مقبول سے مروی ہے' آپؐ نے فرمایا کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ خدا کو پورے خشوع قلب اور خوف کے جذبات سے دھیمی آواز کے ساتھ صبح شام یاد کرنا چاہیے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس آیت کے ضمن میں حسین بن مختار سے فرمایا: شام کے وقت یہ دعا پڑھو: لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِىْ وَيُمِيْتُ وَيُمِيْتُ وَيُحْيِىْ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے کہا: ''بیدہ الخیر''۔ امامؑ نے فرمایا: ہاں ہاں اس کے ہاتھ میں خیر ہے لیکن دعا کو ایسے ہی پڑھ جیسا کہ میں نے تجھ سے بیان کی ہے اور اس دعا کو دس مرتبہ پڑھنا چاہیے۔

اور طلوعِ آفتاب اور غروبِ آفتاب کے وقت اس دعا کو دس مرتبہ پڑھو: أَعُوذُ بِاللّٰهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ وَأَعُوذُبِكَ رَبِّ أَنْ يَحْضُرُونِ إِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ۔ اور اگر اس وقت نہ پڑھ سکو تو دن اور رات کے کسی بھی حصہ میں پڑھ لو۔

اصول کافی میں صادقین علیہما السلام میں سے ایک بزرگوار سے منقول ہے کہ فرشتہ تو وہی لکھتا ہے جو وہ سنتا ہے جب کہ اللہ کا فرمان ہے کہ چپکے چپکے اپنے دل میں خدا کا ذکر کرو۔ اس قلبی ذکر کا ثواب خدا کے علاوہ کسی اور کو معلوم نہیں ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ دعائے تضرع میں انگشت سبابہ کو چہرے کے سامنے حرکت دو اور چپکے چپکے کی پکار بھی یہی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: عیسیٰ! تو مجھے چپکے چپکے یاد کر میں بھی چپکے چپکے تجھے یاد کروں گا تو مجھے اپنی محفل میں یاد کر، میں انسانوں کی محفل سے بہتر محفل میں تیرا ذکر کروں گا۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: جس نے چھپ کر اللہ کا ذکر کیا تو اس نے درحقیقت ذکر کثیر کیا۔ منافق لوگوں کے سامنے ذکرِ خدا کرتے تھے لیکن تنہائی میں اللہ کا ذکر نہیں کرتے تھے اسی لیے اللہ نے ان کے متعلق فرمایا: یـرآء ون النـاس ولا یذکرون اللّٰه الا قلیلا۔ ''وہ لوگوں کے لیے دکھاوا کرتے ہیں، وہ اللہ کو بہت ہی کم یاد کرتے ہیں''۔

مجمع البیان میں اس آیت مجیدہ کے ضمن میں صادقین علیہما السلام میں سے ایک بزرگوار سے منقول ہے، انھوں نے فرمایا: جب تو کسی امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو تو قرأت کے وقت خاموش رہو اور جن رکعات میں امام جہری قرأت نہ کر رہا ہو، ان رکعات میں تم اپنے دل میں خدا کی تسبیح کرو۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ ظہر و عصر کی نمازوں میں دل ہی دل میں قرأت کرو اور صبح و شام کی نمازوں میں تھوڑی دھیمی آواز سے قرأت کرو اور غافلین میں سے مت بنو۔

غافل کون؟

وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ۞ ''اور غافلوں میں سے نہ بنو''۔

کتاب التوحید میں مرقوم ہے کہ ایک شخص حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس آیا اور اس نے آپ سے عرض

کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں، مجھے نصیحت فرمائیں۔

آپؐ نے فرمایا: جب شیطان تیرا دشمن ہے تو پھر غفلت کس لیے؟ واضح رہے کہ حدیث طویل ہے۔ ہم نے بقدر ضرورت نقل کی ہے۔

الکافی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا: جو مومن فریضہ نمازوں کا خیال رکھے اور انھیں ان کے وقت پر ادا کرے تو وہ غفلت کرنے والوں میں سے نہیں ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جس مومن کے گھر میں اس کا کفن موجود ہو تو اس مومن کا نام غفلت کرنے والوں میں نہیں لکھا جائے گا اور وہ جب بھی کفن کو دیکھے گا تو اسے خدا کی طرف سے اجر ملے گا۔

کتاب الخصال میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت لقمان نے اپنے فرزند سے فرمایا: پیارے فرزند! ہر چیز اپنی علامت سے پہچانی جاتی ہے اور غافل کی تین علامتیں ہیں: ۱-لہو، ۲-سہو، ۳-نسیان۔

کتاب ثواب الاعمال میں حضرت حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے، آپؐ نے فرمایا: جو شخص رات کے وقت دس آیات پڑھے گا تو وہ غفلت کرنے والوں میں شمار نہیں کیا جائے گا۔

اصول کافی میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے، آپؐ نے فرمایا: غافلوں کے اندر بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرنے والے کا وہی مقام ہے جو گمراہ افراد سے جنگ کرنے والے کا ہے اور گمراہ افراد سے جنگ کرنے والے کے لیے جنت ہے''۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ انبیاء و رسل اور ائمہ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ گواہی دی ہے: اِنَّ الَّذِیۡنَ عِنۡدَ رَبِّکَ لَا یَسۡتَکۡبِرُوۡنَ عَنۡ عِبَادَتِہٖ وَ یُسَبِّحُوۡنَہٗ وَ لَہٗ یَسۡجُدُوۡنَ ''یقیناً جو لوگ تیرے رب کے حضور مقرب ہیں وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے وہ اس کی تسبیح کرتے ہیں اور وہ اس کے لیے سجدے کرتے ہیں''۔

○○○

سُورَۃ الانفال

سورۃ الانفال مدینۃ ایاتہا ۷۵ رکوعاتہا ۱۰

”یہ سورہ مدنی ہے اور اس کی پچھتر آیات اور دس رکوع ہیں“

سورہ انفال

اس سورہ کے سیاقِ آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ غزوۂ بدر کے بعد نازل ہوئی اور اس میں غزوۂ بدر کے بعض واقعات مذکور ہیں۔ علاوہ ازیں جہادؑ غنائم اور انفال کے متعلقہ مسائل بھی شامل ہیں اور ہجرت کے امور کے متعلق بھی اس میں بحث کی گئی ہے۔

ثوابِ تلاوت

۱۔ تفسیر عیاشی میں ابوبصیر سے منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص ہر ماہ سورہ انفال اور سورہ برأت کی تلاوت کرے گا اس کے دل میں نفاق کبھی داخل نہ ہوگا اور وہ امیر المومنین کا حقیقی شیعہ قرار پائے گا اور قیامت کے دن وہ شیعانِ علیؑ کے ساتھ بیٹھ کر جنت کے دسترخوان پر نعماتِ الٰہی کھاتا رہے گا یہاں تک کہ لوگ حساب سے فارغ ہو جائیں۔

۲۔ کتاب ثواب الاعمال میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: جو شخص ہر ماہ سورہ انفال اور سورہ برأت پڑھے گا تو اس کے دل میں نفاق کبھی داخل نہ ہوگا اور وہ امیر المومنینؑ کا شیعہ ہوگا۔

۳۔ مجمع البیان میں ابی بن کعب سے منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص سورہ انفال اور سورہ برأت کی تلاوت کرے تو میں قیامت کے دن اس کا شفیع بنوں گا اور اس کے حق میں گواہی دوں گا کہ وہ نفاق سے بیزار ہے اور دنیا میں جتنے بھی منافق مرد و زن رہتے ہیں ان کی تعداد سے دس گنا زیادہ اسے اجر دیا جائے گا اور اس سے دس برائیاں مٹا دی جائیں گی اور اس کے لیے دس درجات بلند کیے جائیں گے اور جب تک وہ زندہ رہے گا اس وقت تک عرش اور اس کے حاملین اس کے لیے دعائے خیر کرتے رہیں گے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا
اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۪ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ
مُّؤْمِنِيْنَ ۝۱ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ
قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ
يَتَوَكَّلُوْنَ ۝۲ ۚۖ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝۳ ؕ
اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ
وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝۴ ۚ كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ۪
وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ۝۵ ۙ يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ
بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ۝۶ ؕ وَاِذْ
يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ
ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ
وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ۝۷ ۙ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ
كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ۝۸ ۚ اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ

مُمِدُّكُم بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ ﴿٩﴾ وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ وَلِتَطْمَئِنَّ بِهِ قُلُوبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِندِ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿١٠﴾ إِذْ يُغَشِّيكُمُ النُّعَاسَ أَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُم مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ وَيُذْهِبَ عَنكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ ﴿١١﴾ إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا ۚ سَأُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ﴿١٢﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقُّوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ وَمَن يُشَاقِقِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿١٣﴾ ذَٰلِكُمْ فَذُوقُوهُ وَأَنَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابَ النَّارِ ﴿١٤﴾

سہارا اللہ کے نام کا جو کہ رحمٰن اور رحیم ہے

"(اے نبیؐ!) لوگ آپؐ سے مالِ غنیمت کے متعلق دریافت کرتے ہیں۔ آپ کہہ دیں کہ مالِ غنیمت خدا اور رسول کا ہے۔ تم خدا سے ڈرتے رہو اور باہمی صلح صفائی قائم رکھو اور اگر تم مومن ہو تو خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ مومن تو بس وہ لوگ ہیں کہ جب خدا کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل کانپ اُٹھیں اور جب ان پر اللہ کی آیات کی تلاوت کی جائے تو ان کے ایمان میں اضافہ ہو جائے اور وہ اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

وہ جو نماز قائم کرتے ہیں اور ہم نے جو کچھ ان کو دیا ہے اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں۔
یہی لوگ حقیقی مومن ہیں۔ ان کے لیے ان کے رب کے پاس درجات اور بخشش اور عزت کی روزی ہے۔ جس طرح سے تمھارے پروردگار نے تم کو حق کے ساتھ تمھارے گھر سے نکالا جب کہ اہلِ ایمان کا گروہ اس سے ناخوش تھا۔ وہ حق کے ظاہر ہونے کے بعد آپ سے یوں جھگڑتے تھے گویا انھیں موت کی طرف دھکیلا جا رہا ہو اور وہ اسے دیکھ رہے ہوں۔
اور اس وقت کو یاد کرو جب خدا تم سے وعدہ کر رہا تھا کہ دو گروہوں میں سے ایک گروہ کو تمھارے ہاتھ میں دے گا اور تم چاہتے تھے کہ غیر مسلح گروہ تمھارے ہاتھ لگ جائے۔ جب خدا چاہتا تھا کہ وہ اپنے فرامین سے حق کو ثابت کرے اور کافروں کی جڑ کاٹ ڈالے تاکہ حق کو حق اور باطل کو باطل بنا دے اگرچہ مجرم لوگوں کو ناپسند ہی کیوں نہ ہو۔ جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے اس نے تمھاری دعا قبول کر لی اور فرمایا کہ میں لگاتار اُترنے والے ایک ہزار فرشتوں سے تمھاری مدد کروں گا۔ اس مدد کو خدا نے بس بشارت بنایا تھا تاکہ تمھارے دل مطمئن ہو جائیں اور مدد تو بس اللہ کی طرف سے ہے۔ یقیناً اللہ غالب حکمت والا ہے۔
جب وہ تم پر نیند کو مسلط کر رہا تھا جو کہ اس کی طرف سے تسکین کا سامان تھی اور تمھارے اُوپر آسمان سے پانی اُتار رہا تھا تاکہ تمھیں پاک کر دے اور شیطانی نجاست کو تم سے دُور کر دے تاکہ تمھارے دلوں کو مضبوط کرے اور تمھارے قدموں کو ثبات عطا کرے۔
جب تمھارا پروردگار ملائکہ کی طرف وحی کر رہا تھا کہ میں تمھارے ساتھ ہوں۔ تم اہلِ ایمان کو ثابت قدم رکھو۔ میں کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا۔ تم ان کی گردنوں کے اُوپر مارو اور ان کے پور پور پر ضربیں چلاؤ۔ یہ سزا اس لیے ہے کہ انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی ہے اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو خدا سخت

عذاب دینے والا ہے۔ تم اس تکلیف کا مزہ چکھو اور کافروں کے لیے دوزخ کا عذاب ہے''۔

''انفال'' کی حقیقت اور جنگِ بدر کے تناظر میں اس پر اختلاف

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۪ وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۝

''لوگ آپ سے ''انفال'' کے متعلق دریافت کرتے ہیں آپ کہہ دیں کہ انفال اللہ اور رسول کی ملکیت ہیں۔ پس تم اللہ سے ڈرتے رہو اور آپس میں صلح صفائی قائم رکھو اور اگر تم مومن ہو تو خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کرو''۔

لفظ ''انفال'' نفل (نون کے فتحہ کے ساتھ) کی جمع ہے اور نفل اضافی چیز کو کہا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ واجب نمازوں کے علاوہ جو مستحبی نمازیں پڑھی جاتی ہیں چونکہ وہ اضافی ہوتی ہیں اس لیے انھیں ''نفل'' کہا جاتا ہے۔

''انفال'' کو لفظ ''فیئ'' سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے اور ''انفال'' اور ''فیئ'' اس مال کو کہا جاتا ہے جس کا کوئی مالک نہ ہو مثلاً پہاڑوں کی چوٹیاں، وادیوں کے بطن، اُجڑے ہوئے شہر، ایسی آبادی جہاں کے رہائشی وہاں سے چلے گئے ہوں اور بے وارث شخص کا ترکہ وغیرہ کیونکہ ایسے مال کا کوئی شخص وارث اور مالک نہیں ہوتا اسی لیے ایسا تمام مال انفال کہلاتا ہے اور یہ خدا اور اس کے رسول کی ملکیت ہے۔ جنگ سے حاصل ہونے والے مالِ غنیمت کو بھی ''انفال'' کہا جاتا ہے کیونکہ وہ بھی اضافی چیز ہوتا ہے۔ جنگ کا اصل مقصد دشمن کی تباہی اور اس کا خاتمہ ہوتا ہے اور جب کوئی گروہ دوسرے گروہ پر غلبہ پالیتا ہے تو اس کی جنگ کا مقصد پورا ہو جاتا ہے۔ پھر غلبہ کے بعد مغلوب گروہ کے جس مال و ترکہ پر قبضہ کیا جاتا ہے تو وہ ایک اضافی مال ہوتا ہے اس لیے اس مالِ غنیمت کو بھی ''انفال'' کہا جاتا ہے۔ اسی طرح سے اگر مغلوب دشمن کے سپاہی قید ہو جائیں اور ان سے رہائی کے لیے فدیہ لیا جائے تو وہ فدیہ کی رقم بھی انفال کہلاتی ہے۔ اب اس سلسلہ کی روایات ملاحظہ فرمائیں۔

تہذیب الاحکام میں مرقوم ہے کہ خمس پانچ چیزوں پر واجب ہے: ۱- خزانہ و دفینہ' ۲- معادن' ۳- دریا اور سمندر کی غواصی سے جو مال حاصل ہو' ۴- دشمن سے حاصل ہونے والا مال جو جنگ کے ذریعہ سے حاصل ہو۔ اور جو مال یا علاقہ جنگ کے بغیر حاصل ہو اور مصالحت کے ذریعہ سے ہاتھ آئے تو وہ مال خدا اور رسول کا ہے۔ اس میں وادیوں کے بطون' پہاڑوں

کی چوٹیاں اور بنجر اور بے وارث زمینیں شامل ہیں۔

اصول کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جس زمین کے قبضہ کے لیے اُونٹ اور گھوڑے نہ دوڑائے گئے ہوں اور جو زمین کسی مصالحت کے ذریعہ سے ہاتھ آئے' ویران زمینیں اور وادیوں کے بطون ''انفال'' میں شامل ہیں اور وہ رسولؐ خدا کی ملکیت ہیں اور رسولؐ خدا کے بعد امام کی ملکیت ہیں اور اسے اختیار ہے کہ وہ اپنی صوابدید سے جہاں چاہے وہاں خرچ کرے۔

محمد بن مسلم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا کہ انفال اضافی مال کا دوسرا نام ہے اور سورہ انفال میں ایک حکم ایسا بھی ہے جس پر لوگوں نے عمل ترک کر کے اپنے لیے بدنامی حاصل کی ہے۔

توضیح: غالبًا حدیث میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ سورہ انفال میں آیت خمس موجود ہے اور اس میں ''ذی القربیٰ'' کا حصّہ بھی مذکور ہے۔ مسلمانوں نے رسولؐ خدا کے قرابت داروں کو خمس سے محروم کر کے اپنے لیے بدنامی حاصل کی ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ہم وہ لوگ ہیں جن کی اطاعت خدا نے فرض کی ہے۔ ہمارے لیے ''انفال'' اور ''صفو المال'' ہے۔

ابان بن تغلب کہتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی شخص مرجائے اور اس کا کوئی وارث نہ ہو تو اس کا ترکہ کس کی ملکیت قرار پائے گا؟

آپؑ نے فرمایا: اس کا ترکہ ''انفال'' ہے اور وہ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ کی آیت کے ضمن میں شامل ہے۔

الکافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا: جس کا کوئی وارث نہ ہو اس کا ترکہ ''انفال'' میں شامل ہے۔

الکافی میں حلبی اور محمد بن مسلم سے بھی یہی روایت مروی ہے۔

۸۔ تفسیر علی بن ابراہیم میں اسحاق بن عمار سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ''انفال'' کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا:

اس سے مراد غیر آباد شہر ہیں' جن کے رہنے والے انھیں چھوڑ کر کہیں چلے گئے ہوں۔ ایسی جائیداد خدا اور رسول کی ملکیت ہے۔ بادشاہوں کی مخصوص جائیدادیں بھی امام کی ملکیت ہیں۔ تمام ویران اور بنجر زمینیں اور ایسی زمینیں جن کے حصول کے لیے اُونٹ اور گھوڑے نہ دوڑائے گئے ہوں اور ایسی زمین جو کسی کی ملکیت نہ ہو' علاوہ ازیں معادن اور جس مرنے والے

کا کوئی وارث نہ ہو تو ایسا تمام اموال ''انفال'' میں شامل ہیں۔

آیت کا شانِ نزول

جنگِ بدر میں مجاہدین کے تین گروہ بن گئے تھے۔ ایک گروہ وہ تھا جو آنحضرتؐ کے خیمہ کی محافظت کرتا رہا تاکہ دشمن آنحضرتؐ پر حملہ نہ کردے۔ دوسرا گروہ وہ تھا جو دشمنوں کو مار بھگانے میں مصروف رہا اور تیسرا گروہ وہ تھا جس نے مالِ غنیمت جمع کیا تھا۔ جنگ ختم ہوگئی۔ بعد میں مجاہدین کا مالِ غنیمت کے متعلق اختلاف پیدا ہوا۔ جس گروہ نے مالِ غنیمت جمع کیا تھا ان کا موقف یہ تھا کہ یہ اموال چونکہ ہم نے جمع کیے ہیں لہٰذا اس کے مالک ہم ہیں۔ ہمارے علاوہ اس کا کوئی مالک نہیں ہے۔ دوسرے گروہ نے کہا کہ دشمنوں کو ہم نے بھگایا تھا۔ اگر ہم دشمنوں کو نہ مار بھگاتے تو تم مالِ غنیمت کیسے جمع کرتے؟ لہٰذا اس مال میں ہمارا بھی حصّہ ہے۔

تیسرے گروہ کا موقف یہ تھا کہ ہم نے رسولؐ خدا کی حفاظت کی تھی۔ اگر ہم آنحضرتؐ کی حفاظت نہ کرتے تو اسلام و مسلمان ہمیشہ کے لیے ختم ہو جاتے۔ پھر کہاں سے یہ فتح نصیب ہوتی اور یہ مالِ غنیمت کہاں سے آتا؟ لہٰذا اس مال میں ہمارا بھی حصّہ ہے۔ یہ اختلاف کافی بڑھا اور تو تکار تک نوبت پہنچ گئی۔ پھر انھوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس مالِ غنیمت کے متعلق دریافت کیا تو اللہ تعالیٰ نے یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۪ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ کی آیت مجیدہ نازل فرمائی۔ اور اس آیت کے تحت مالِ غنیمت کو خدا اور رسول کا مال قرار دیا گیا اور یہ کہا گیا کہ یہ تم میں سے کسی کی ملکیت نہیں ہے۔ تم خدا سے ڈرتے رہو اور باہمی صلح صفائی کو قائم رکھو اگر تم مومن ہو تو اس مسئلہ میں خدا اور رسول کی اطاعت کرو۔ اس حکم الٰہی کے بعد اللہ تعالیٰ نے آیت خمس نازل کی اور فرمایا: وَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ''جان لو تمھیں جو بھی غنیمت حاصل ہوئی ہے اس میں پانچواں حصّہ اللہ، رسول اور رسول کے قرابت داروں اور یتامیٰ، مساکین اور مسافروں کے لیے ہے''۔ چنانچہ اس آیت کے نزول کے بعد آنحضرتؐ نے اس مالِ غنیمت میں سے پانچواں حصّہ علیحدہ کرلیا اور باقی چار حصّے مجاہدین میں تقسیم کر دیے۔

سعد بن ابی وقاص نے آنحضرتؐ سے عرض کیا: یا رسولؐ اللہ! کیا آپ گھوڑا سوار کو بھی پیدل کے برابر حصّہ دیں گے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا: تیری ماں تیرے غم میں روئے کیا تمھاری مدد انھی کمزور افراد کی وجہ سے نہیں ہوتی؟

بعض روایات کے مطابق جنگ بدر کے مالِ غنیمت میں سے خمس نہیں نکالا گیا تھا۔ آنحضرتؐ نے وہ سارا مالِ غنیمت مجاہدین اور ان کے علاوہ کچھ دیگر مسلمین میں تقسیم کر دیا تھا۔ البتہ جنگِ بدر کے بعد باقی تمام غزوات کے غنائم میں سے آنحضرت خمس نکال کر باقی غنیمت کو مجاہدین میں تقسیم کرتے تھے۔

غزوۂ بدر کی تفصیل

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ ارباب سیر کے علاوہ ابوحمزہ اور علی بن ابراہیم نے اپنی تفاسیر میں غزوۂ بدر کی تفصیل بیان کی ہے۔ اگرچہ ان کے بیانات گڈمڈ ہیں، مگر ان کے بیان کردہ احوال کا لب لباب حسب ذیل ہے:

ہجرت کے سترہویں مہینے ماہِ رجب میں آنحضرتؐ نے حضرت عبداللہ بن جحش اسدی کو بارہ مہاجرین کے ساتھ کرا کرنخلستان کی طرف روانہ فرمایا جو مکہ کے قریب ابن عامر کا باغ ہے۔ یہ باغ میں جا کر قیام پذیر ہوئے۔ ادھر سے قریش کا ایک قافلہ اُونٹوں پر شراب، کھالیں اور کشمش لے کر طائف سے آتے ہوئے ان کے پاس سے گزرا۔ اس قافلہ میں عمرو بن حضرمی بھی موجود تھا۔ واقد بن عبداللہ تمیمی نے ابن حضرمی پر تیر چلایا جس سے وہ قتل ہو گیا اور یہ پہلا مقتول تھا جسے مسلمانوں نے قتل کیا اور یہ معرکہ ماہِ رجب کے آخری دن پیش آیا تھا۔ ماہِ رجب حرمت والا مہینہ ہے۔ جس میں قتال کو جائز نہیں سمجھا جاتا تھا اسی لیے قریش نے طعنہ دیا کہ محمد اور اس کے ساتھیوں نے حرام مہینے کو حلال قرار دے لیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ۭ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ۭ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۤ وَاِخْرَاجُ اَھْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ (البقرہ:۲۱۷)

''لوگ آپ سے حرام مہینوں میں جنگ کرنے کے لیے پوچھتے ہیں آپ کہہ دیں ان مہینوں میں جنگ کرنا بڑا گناہ ہے، جب کہ لوگوں کو خدا کی راہ سے روکنا اور خدا کا کفر کرنا اور مسجد الحرام میں داخل ہونے سے روکنا اور اہلِ مکہ کو وہاں سے جلاوطن کرنا اللہ کے نزدیک اس سے بھی بڑا گناہ ہے''۔

ابن حضرمی کے قتل کی وجہ سے اہلِ مکہ میں مسلمانوں کے خلاف سخت طیش پیدا ہو گیا تھا۔ پھر واقعات نے کچھ اس طرح سے کروٹ بدلی کہ ابوسفیان بن حرب شام سے قریش کا بھاری تجارتی قافلہ لے کر واپس آ رہا تھا۔ یہ قافلہ بہت مال لا رہا تھا جس کی قیمت ۲۰ ہزار اشرفی کے قریب تھی۔ اس قافلہ میں قریش کے ۳۰، ۴۰ افراد موجود تھے۔ جب آنحضرت کو اس قافلہ کی خبر ملی تو آپؐ نے مسلمانوں کو اس کی طرف روانہ کرنے کے لیے طلب کیا اور فرمایا: تم اس کی طلب میں چلو۔ آپؐ

کے فرمان کو سن کر لوگ روانہ ہوئے۔ بعض افراد غیر مسلح اور کچھ مسلح ہو کر روانہ ہوئے' کیونکہ انھیں یہ گمان تھا کہ آنحضرتؐ جنگ نہ کریں گے۔ ادھر ابوسفیان کو معلوم ہوا کہ رسولؐ خدا اس کی طرف آ رہے ہیں۔ وہ یہ سن کر گھبرا گیا اور اس نے ضمضم بن عمرو غفاری کو بیس مثقال اُجرت پر حاصل کیا اور اسے مکہ کی جانب روانہ کیا تاکہ وہ قریش کو اس صورت حال سے آگاہ کرے اور ان کو اس کی مدد پر پہنچنے کی تلقین کرے۔

ادھر ضمضم کی مکہ آمد سے تین راتیں قبل عاتکہ بنت عبدالمطلب نے خواب دیکھا کہ ایک شتر سوار شخص آیا اور اس نے یہ ندا دی: اے آلِ غالب! اپنی قتل گاہوں کی طرف چلو۔ پھر وہ شتر سوار اپنے اونٹ کو کوہِ ابوقبیس پر لے گیا اور اس نے وہاں سے ایک پتھر اُٹھا کر شہر مکہ کی طرف پھینکا۔ پتھر کے ٹکڑے ہو گئے اور مکہ کے ہر گھر میں اس کا کوئی نہ کوئی ٹکڑا ضرور گرا اور جس بھی گھر میں ٹکڑا آیا وہ مصیبت میں مبتلا ہو گیا۔

عاتکہ نے جب یہ خواب دیکھا تو گھبرا کر اُٹھ بیٹھی۔ اس نے یہ خواب اپنے بھائی عباس بن عبدالمطلب سے بیان کیا۔ عباس نے وہ خواب عتبہ بن ربیعہ سے نقل کیا۔ خواب سن کر عتبہ نے کہا: معلوم ہوتا ہے کہ قریش پر کوئی مصیبت آنے والی ہے۔ جنگل کی آگ کی طرح سے یہ خواب پورے مکہ میں پھیل گیا۔ جب ابوجہل نے یہ خواب سنا تو اس نے کہا:

لو مبارک ہو اب اولادِ عبدالمطلب میں ایک عورت بھی نبی بن چکی ہے۔ لات وعزیٰ کی قسم! ہم تین دن انتظار کریں گے اگر اس کے خواب کی تعبیر سامنے آئی تو بہتر ورنہ ہم ایک دستاویز لکھ کر کعبہ پر لٹکا دیں گے کہ بنی ہاشم کے مردوں اور عورتوں سے بڑھ کر پورے عرب میں کوئی جھوٹا نہیں ہے۔ جیسے ہی تیسرا دن ہوا تو ابوسفیان کا قاصد مکہ پہنچا۔ اس نے چیخ چیخ کر کہا: اے آلِ غالب! غضب ہو گیا کہ محمدؐ اور اس کے بے دین ساتھی تمہارے قافلے کو تاراج کرنا چاہتے ہیں۔ اپنے قافلہ اور اپنی دولت کو بچانے کے لیے روانہ ہو جاؤ۔ اس اعلان نے مکہ میں ہلچل پیدا کر دی۔ لوگ جلدی جلدی روانہ ہوئے اور جو خود نہ جا سکا اس نے اپنی جگہ کسی دوسرے کو بھیجا۔ اسی موقع پر مکہ کے رؤساء میں سے ابولہب کے علاوہ کوئی پیچھے نہ رہا۔ اس نے اپنی جگہ عاصم بن ہشام کو چار ہزار درہم اُجرت پر روانہ کیا۔ الغرض یہ سب کے سب اپنے تجارتی قافلہ کی حمایت اور اس کے بچاؤ کی غرض سے روانہ ہوئے۔

قریش کی جنگی طاقت

مکہ سے قریش کے تقریباً ایک ہزار افراد روانہ ہوئے تھے' جن میں چھ سو زرہ پوش تھے۔ ان کے ساتھ چار سو گھوڑے

ان کے سوار بھی زرہ پوش تھے۔ پیدل زرہ پوش ان کے علاوہ تھے۔ ان کے ساتھ ۷۰۰ اُونٹ تھے۔ ان کے ساتھ گانے والیاں بھی تھیں جو ڈھول بجا بجا کر مسلمانوں کی ہجو کر رہی تھیں۔ الغرض قریش پوری شان و شوکت سے مکہ سے نکلے تھے اور انھیں اپنی عددی برتری اور اسلحہ کی کثرت پر ناز تھا۔

اس لشکر کے کھانے کا انتظام بارہ شخص کر رہے تھے اور ان میں سے ہر شخص ایک دن دس اُونٹ ذبح کرتا تھا اور وہ بارہ اشخاص یہ تھے: ۱- ابوجہل ۲- عتبہ بن ربیعہ ۳- شیبہ بن ربیعہ ۴- حکیم بن حزام ۵- عباس بن عبدالمطلب ۶- ابوالبختری ۷- زمعہ بن اسود ۸- ابی بن خلف ۹- امیہ بن خلف ۱۰- نضر بن حارث ۱۱- نبیہ بن حجاج ۱۲- منبہ بن حجاج۔ انھی لوگوں کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی: اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ ۚ (الانفال: ۳۶) "بے شک کافر اللہ کی راہ سے روکنے کی غرض سے اپنی دولت خرچ کر رہے تھا یہ عنقریب مزید دولت خرچ کریں گے پھر یہ ان کے لیے حسرت کا باعث بنے گی پھر وہ مغلوب ہو جائیں گے"۔

مسلمانوں کی طاقت

غزوۂ بدر میں آنحضرتؐ کے ساتھیوں کی تعداد تین سو تیرہ تھی۔ اس غزوہ میں آپؐ کے ساتھ انصار بھی شامل تھے جب کہ اس سے قبل وہ کسی غزوہ یا سریہ میں شامل نہیں تھے۔ انصار کی تعداد دو سو سات تھی باقی مہاجرین تھے۔ آپ کے لشکر میں دو گھوڑے تھے۔ ایک گھوڑا زبیر بن عوام کا تھا اور ایک گھوڑا مقداد بن اسود کا تھا۔ مسلمانوں کے پاس ستر اُونٹ تھے جن پر وہ باری باری سوار ہوتے تھے۔ آپ نے دو علم تیار کیے' ایک علم حضرت علی علیہ السلام کو دیا اور دوسرا علم مصعب بن عمیر کے سپرد فرمایا۔ لشکر کے پچھلے حصہ پر قیس بن صعصعہ انصاری کو افسر مقرر کیا گیا۔ دشمنوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کی قوت انتہائی کم تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو شخصوں کو ابوسفیان کے قافلہ کا پتہ چلانے کے لیے روانہ کیا اور یہ دونوں بس بن عمرو اور عدی بن ابی زغباء تھے۔ یہ دونوں بدر کے مقام پر اُترے اور انھوں نے وہاں اپنے اُونٹوں کو پانی کے قریب ایک ٹیلے کے پاس بٹھا دیا اور خود پانی پینے کے لیے گئے۔ وہاں دو لڑکیوں کو باہم باتیں کرتے ہوئے سنا کہ ایک دوسری سے کہہ رہی تھی کہ قریش کا قافلہ کل تک آنے والا ہے۔ میں قافلہ والوں کی نوکری کر کے تمھارے قرضہ کا ایک درہم واپس کر دوں گی۔ وہ دونوں یہ باتیں سن کر وہاں سے روانہ ہوئے اور آنحضرت کی خدمت میں پہنچے اور جو کچھ انھوں نے سنا تھا وہ آپ کو بتا دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا کہ کیا قافلہ کو گھیرا جائے یا قریشِ مکہ سے جنگ کی جائے۔ آپؐ نے اپنے ساتھیوں کو فرمایا کہ قریش جنگ کے لیے گھروں سے چل پڑے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے تم کو ایک گروہ پر غلبہ دینے کا وعدہ کیا ہے۔ لوگوں کی خواہش تھی کہ تجارتی قافلہ ان کے ہاتھ لگے۔ ایک صحابی نے کہا کہ آپؐ نے ہمیں پہلے سے جنگ کے لیے کیوں نہ فرمایا تاکہ ہم اس کے لیے تیار ہو کر آتے' ہم تو صرف قافلہ روکنے کے لیے نکلے تھے۔ ان حالات میں بہتر یہی ہے کہ آپ دشمن کو چھوڑ دیں اور قافلہ کی طرف توجہ فرمائیں۔

اس مجلس شوریٰ میں شیخین نے حوصلہ شکن گفتگو کی جو حضرت کو پسند نہ آئی۔ آپؐ نے فرمایا: مجھے مشورہ دو۔ مقداد نے بھرپور تعاون کی پیش کش کی۔ مگر آپؐ چاہتے تھے کہ انصار اپنی مدد کا یقین دلائیں۔ اسی لیے آپؐ نے فرمایا: مجھے مشورہ دو۔ یہ سن کر انصار میں سے سعد بن معاذ اُٹھے جو قبیلہ اوس کے سردار تھے اور انھوں نے کہا: یارسولؐ اللہ! معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ ہماری رائے جاننے کے خواہش مند ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: ہاں۔ انھوں نے عرض کیا: ہم آپؐ پر ایمان لائے ہیں' ہم نے آپؐ کی تصدیق کی اور ہم نے گواہی دی ہے کہ جو دین آپؐ لائے ہیں وہ سچا دین ہے' ہم نے آپؐ کی اطاعت پر پختہ عہد و میثاق کیا ہے۔ لہٰذا اب آپؐ کا جو ارادہ ہو اس پر عمل کریں' ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ مجھے اس ذات اقدس کی قسم ہے جس نے آپ کو دینِ حق دے کر بھیجا ہے۔ اگر آپؐ ہمیں اس سمندر میں بھی کودنے کا حکم دیں گے تو ہم آپؐ کے ساتھ سمندر میں بےخطر کود پڑیں گے اور ہم میں سے ایک بھی پیچھے نہیں رہے گا اور ہم اس پر ناراض نہ ہوں گے۔ آپ کل کو دشمن سے ہمارا مقابلہ کرا دیں۔ خدا کی قسم! ہم بہادر اور میدانِ جنگ میں ثابت رہنے والے لوگ ہیں۔ عجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہم سے وہ کارنامے دکھا دے جس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ آنحضرتؐ ان کی یہ تقریر سن کر بہت خوش ہوئے۔

ابوسفیان اور ابوجہل کا اختلاف

ابوسفیان ساحلِ سمندر کے برابر چلا اور اس نے بدر کو اپنے بائیں جانب چھوڑا' پھر تیزی سے اپنے قافلہ کو لے گیا۔ لہٰذا وہ اس طرح خطرے کی زد سے بچ نکلا۔ جب وہ خطرے کی حدود سے باہر آ گیا تو اس نے قریش کے پاس جو اس وقت مقامِ جحفہ پر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے ایک قاصد بھیجا اور اس نے یہ پیغام روانہ کیا کہ اب تمھارا قافلہ اور تمھارا مال دونوں محفوظ ہیں۔ اب تم مکہ واپس چلے جاؤ۔

ابوجہل نے کہا کہ جب تک ہم مسلمانوں سے جنگ کر کے ان کی سرکوبی نہ کرلیں اس وقت تک ہم واپس نہیں آئیں گے۔

دونوں لشکروں کا کوچ اور بارش کا نزول

قریش ابوجہل کی قیادت میں آگے بڑھتے رہے یہاں تک کہ وادی کی آخری جانب خیمہ زن ہوئے اور مسلمان ریت کے ٹیلے پر خیمہ زن ہوئے جہاں انسانی پیر اور جانوروں کے سُم ریت میں دھنستے تھے۔ مشرکین مسلمانوں سے پہلے بدر کے پانی پر پہنچ گئے اور انھوں نے اس کے گرد گھیرا ڈال لیا اور اپنے لیے بڑا حوض تیار کر لیا تاکہ وہاں بہتے ہوئے کنوؤں سے اس میں پانی جمع کرلیں اور خود پئیں اور اپنے جانوروں کو پلائیں۔

اُدھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر نیند مسلط کر دی اور رات کے وقت بارش برسائی؛ جس سے وادی بہہ نکلی جسے مسلمانوں نے استعمال کیا اور وادی کی ایک سمت میں حوض بھی بنا لیے۔ مسلمانوں کو وضو اور غسل کے لیے پانی مل گیا اور اس بارش کا یہ فائدہ بھی ہوا کہ بارش سے غبار اور ریت بیٹھ گئی جس سے انسانوں اور جانوروں کے لیے چلنا آسان ہوگیا۔ یہ بارش جہاں مسلمانوں کے لیے مفید ثابت ہوئی کفار کے لیے اتنی ہی نقصان دہ ثابت ہوئی کیونکہ ان کی زمین پہلے ہی نمدار اور مرطوب تھی۔ بارش کی وجہ سے کیچڑ پیدا ہوگئی؛ جس سے وہ کوچ کرنے کے قابل نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو قرآن مجید میں ان الفاظ سے بیان کیا ہے: إِذْ يُغَشِّيكُمُ النُّعَاسَ أَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُم مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ وَيُذْهِبَ عَنكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ ۝ (انفال:۱۱) ''جب وہ تم پر نیند مسلط کر رہا تھا جو کہ اس کی طرف سے تسکین کا سامان تھی اور تمھارے اُوپر آسمان سے پانی برسا رہا تھا تاکہ تمھیں پاک کردے اور تم سے شیطانی نجاست کو دور کردے تاکہ تمھارے دلوں کو مضبوط کرے اور تمھیں ثابت قدم رکھے''۔

آنحضرتؐ رات بھر اپنے پروردگار سے دعا مانگتے رہے۔ آپؐ ایک درخت کے نیچے نماز پڑھتے اور سجدوں میں بکثرت یَاحَيُّ يَاقَيُّومُ پڑھتے رہے اور آپؐ صبح تک مسلسل دعاؤں میں مصروف رہے۔

صبح ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھائی اور جہاد کی ترغیب دی۔

''عریش'' (جھونپڑی) کی تیاری

سعد بن معاذ نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! کیا ہم آپؐ کے لیے ایک جھونپڑا تیار نہ کردیں؛ تاکہ آپؐ اس میں آرام فرما ہوں اور آپ کی سواریاں آپؐ کے قریب کھڑی رہیں اور ہم دشمنوں سے نبردآزمائی کریں۔ اگر خدا نے ہمیں عزت دی اور دشمن پر غلبہ عطا کیا تو خدا کا شکر ادا کریں گے اور اگر خدانخواستہ دوسری صورت حال پیش آئی تو آپ اپنی سواریوں پر سوار ہوکر

مدینہ چلے جائیں' کیونکہ جو لوگ پیچھے رہ گئے ہیں ہم آپ کی محبت میں ان سے زیادہ نہیں ہیں اگر انھیں جنگ کا علم ہوتا تو وہ کبھی پیچھے نہ رہتے اور آپ کے ساتھ جہاد میں ضرور شرکت کرتے۔

آنحضرتؐ نے سعد کے جذبات کی قدردانی فرمائی اور ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی اور فرمایا کہ اللہ اسی میں بہتری کرے گا۔ اس کے بعد آپ کے لیے ایک بلند ٹیلہ پر ایک جھونپڑا بنا دیا گیا جہاں آپؐ معرکہ کارزار کو دیکھ سکتے تھے۔ سعد بن معاذ اور انصار کی ایک جماعت وہاں برابر کھڑی آپؐ پر پہرہ دیتی رہی۔

عتبہ بن ربیعہ کی قریش کو نصیحت

قریش نے عمیر بن وہب جمحی کو مسلمانوں کے حالات معلوم کرنے کے لیے بھیجا۔ وہ اپنا گھوڑا دوڑا کر آپؐ کے لشکر کے قریب ہوا۔ اس نے دیکھا کہ آپؐ کے ساتھ کم وبیش تین سو آدمی ہیں اور آپؐ کے ساتھیوں کا کوئی دستہ کسی وادی یا گھاٹی میں چھپا ہوا نہیں ہے۔ اس نے قریش کے پاس جا کر کہا: اے جماعت قریش! میں نے دیکھا ہے کہ بلائیں موت کو اُٹھائے ہوئے پھر رہی ہیں۔ یثرب کے لوگ ایک مسموم اور ایک قاتل موت کو دوش پر اٹھائے ہوئے ہیں۔ کیا تمھیں نظر نہیں آتا کہ وہ گونگے بنے ہوئے ہیں۔ کچھ بات نہیں کرتے جس طرح اژدہے ڈسنے کو اپنی زبان باہر نکالتے ہیں اس طرح وہ جوشِ غضب سے اپنی زبانیں باہر نکالے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ عزم کر کے آئے ہیں کہ وہ گھر لوٹ کر نہیں جائیں گے۔ وہ کرنجی آنکھوں والے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ ڈھالوں کے نیچے سخت پتھر ہیں۔ ان کی دفاعی قوت ان کی تلواروں میں مضمر ہے۔ مجھے یہ دکھائی دیتا ہے کہ جب تک وہ تمھیں قتل نہ کریں گے اس وقت تک وہ خود قتل نہ ہوں گے اور اگر انھوں نے تمھارے بہت سے آدمی مار ڈالے تو ان کے بعد زندگی بے مزہ ہو جائے گی۔ اب تم خوب سوچ کر فیصلہ کرو۔

جب حکیم بن حزام نے یہ گفتگو سنی تو وہ عتبہ بن ربیعہ کے پاس آیا اور اس سے کہا: اے ابوالولید! تم قریش کے محترم انسان ہو اور تم واجب الاطاعت ہو لہٰذا اگر تم چاہتے ہو کہ ایک طویل عرصہ تک لوگوں میں تمھارا ذکرِ خیر باقی رہے تو لوگوں کو اس بے مقصد جنگ سے بچا لو۔

عتبہ نے کھڑے ہو کر یہ تقریر کی: اے جماعت قریش! خدا کی قسم! محمدؐ اور اس کے ساتھیوں سے جنگ کر کے تمھیں کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا۔ اگر تم نے ان سے جنگ کی تو تم اپنے ہاتھ سے اپنے ہی رشتہ داروں کو قتل کرو گے۔ محمد کو عرب کے حوالے کر دو۔ اگر کسی نے محمد کو تمھارے سوا گزند پہنچائی تو تمھارا مقصد پورا ہو جائے گا۔ تم لوگ آج میری بات مان لو چاہے

بعد میں کبھی بھی میری بات نہ مانو تو بے شک نہ مانو اور آج اس عار کو میری طرف منسوب کر دو اور کہہ دو کہ عتبہ نے بزدلی دکھائی ہے حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں ہرگز بزدل نہیں ہوں۔

عتبہ نے یہ تقریر ایک سرخ اُونٹ پر بیٹھ کر کی تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس وقت اگر کوئی بھلائی کی بات کر رہا ہے تو صرف سرخ اُونٹ والا شخص ہی کر رہا ہے۔

ابوجہل نے عتبہ کی یہ تقریر سن کر کہا کہ تم بزدل ہو تم تلواروں کی چمک دیکھ کر خوفزدہ ہو گئے ہو۔ ہم اس وقت تک واپس نہ جائیں گے جب تک خدا ہمارے اور محمدؐ کے درمیان فیصلہ نہ کر دے۔ پھر اس نے کہا: خدایا ہم میں سے جو فریق سچا ہو اسے فتح عطا فرما!

مسلمانوں کی صف بندی اور آنحضرتؐ کی دعا

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کی صفوں کو ترتیب دیا۔ اُدھر قریش بھی صف بستہ ہو گئے۔ اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا مانگی: اے خدا! قریش تکبر اور فخر کے ساتھ صف آرا ہوئے ہیں۔ یہ تجھ سے عداوت رکھتے ہیں اور تیرے رسول کو جھٹلاتے ہیں۔ اے اللہ! اب تجھ سے تیری اس مدد کا خواستگار ہوں جس کا تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے۔ خدایا! اگر آج یہ چھوٹی سی جمعیت شکست کھا گئی تو پھر زمین پر تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔

آغازِ جنگ

عتبہ بن ربیعہ ابوجہل کا طعنہ برداشت نہ کر سکا اس نے اپنے لیے 'خود' مانگا تا کہ اسے سر پر اُوڑھ لے لیکن اس کا سر بہت بڑا تھا اس لیے لشکر میں سے کسی کا خود اس کے سر پر پورا نہ آ سکا۔ اس نے دو عمامے ملا کر سر کو ڈھانپا اور اس نے اپنے بھائی شیبہ بن ربیعہ اور اپنے فرزند ولید بن عتبہ کو ساتھ لیا اور صف سے نکل کر مبارزہ طلبی کرتے ہوئے کہا: اے محمدؐ! ہمارے مقابلہ پر ہمارے قریشی ہمسروں کو بھیج۔ اس کے جواب میں انصار کے چند جوان اس کے مقابلے کو نکلے اور وہ یہ تھے:

۱-عوف ۲- معاذ ۳-عبداللہ بن رواحہ۔

قریش نے کہا: تم کون ہو؟ انھوں نے کہا کہ ہم جماعت انصار کے افراد ہیں۔ انھوں نے کہا: ہم تم سے مقابلہ نہیں کرنا چاہتے' ہم تو اپنی قوم کو مقابلہ کے لیے بلانا چاہتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے انصاری جوانوں سے فرمایا: تم اپنی صفوں میں

واپس آ جاؤ۔ ان کے بنو اعمام ان سے مقابلہ کریں گے۔ پھر آنحضرتؐ نے عبیدہ بن حارث، حمزہ بن عبدالمطلب اور حضرت علی بن ابی طالبؑ سے فرمایا کہ تم ان کے مقابلہ کے لیے جاؤ۔

حضرت عبیدہ کی عمر اس وقت ستر سال تھی۔ انھوں نے عتبہ کا مقابلہ کیا اور حضرت حمزہ نے شیبہ کا مقابلہ کیا اور حضرت علیؑ نے ولید کا مقابلہ کیا۔ حضرت حمزہؓ نے شیبہ کو اور حضرت علیؑ نے ولید کو قتل کر دیا، لیکن عتبہ اور عبیدہ کا مقابلہ جاری رہا۔ حضرت علیؑ اور حضرت حمزہؓ نے اپنی تلواروں سے عتبہ پر کئی وار کیے اور اس کا خاتمہ کر دیا۔ حضرت عبیدہ سخت زخمی تھے۔ انھیں اُٹھا کر آنحضرتؐ کے پاس لایا گیا۔ آنحضرتؐ نے ان کی یہ حالت دیکھی تو آپؐ آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا: خدا میرے چچا ابوطالب کو جزائے خیر دے، انھوں نے شاید ایسے ہی موقع کے لیے یہ شعر پڑھے تھے:

كذبتم و بيت الله نبرى محمدا — ولما نطا عن دونه ونناضل

وننصره حتى نصرع حوله — ونذهل عن ابنائنا والحلائل

''بیت اللہ کی قسم! تم نے جھوٹ کہا ہم محمدؐ کو بے سہارا چھوڑ دیں گے ابھی تو ہم نے اس کی حفاظت کے لیے نیزے نہیں اُٹھائے اور ابھی تک ہم نے تیر اندازی نہیں کی۔ ہم محمدؐ کی مدد کریں گے، یہاں تک کہ ہم اس کے گرد مر جائیں گے اور محمدؐ کی حفاظت کے لیے ہم اپنے بیٹوں اور عورتوں کو فراموش کر دیں گے''۔

حضرت عبیدہ بن حارث نے کہا: یارسولؐ اللہ! کیا میں شہید نہیں ہوں؟ آپؐ نے فرمایا: کیوں نہیں تم میرے اہلِ بیتؑ میں سے پہلے شہید ہو۔ آج تمھارے اس ایثار و قربانی نے مجھے بے ساختہ ابوطالبؑ کی یاد دلائی ہے۔ جس کا ایک بیٹا یہاں شیر کی طرح سے خدا و رسول کی حفاظت کر رہا ہے اور اس کا دوسرا بیٹا جعفر زمین حبشہ پر دین کے پھیلانے میں مصروف ہے۔ حضرت عبیدہ کی بدر سے واپسی پر مقام صفرا میں وفات ہوئی۔ جب کفار کے تینوں افراد کا خاتمہ ہوا تو ابوجہل نے صدا دے کر کہا:

اے لوگو! ربیعہ کی اولاد کی طرح سے اکڑ خوانی مت کرو۔ تم اہلِ یثرب پر ٹوٹ پڑو اور ان کی تکابوٹی کر دو۔ قریش کے افراد کو قتل نہ کرو، انھیں قید کر لو، ہم انھیں گرفتار کر کے مکہ لے جائیں گے اور انھیں ان کی گمراہی سے آگاہ کریں گے۔

لشکر قریش میں چند ایسے مسلمان بھی تھے جن کے دلوں میں ابھی تک اسلام کی حقانیت پختہ نہیں ہوئی تھی۔ ان میں قیس بن ولید بن مغیرہ، ابوقیس بن فاکہہ، حارث بن ربیعہ، علی بن امیہ بن خلف اور عاص بن منبہ شامل تھے۔ جب انھوں نے مسلمانوں کی قلت کو دیکھا تو انھوں نے کہا: آہ بے چاروں کو ان کے دین نے دھوکا دیا ہے۔ یہ ابھی قتل ہو جائیں گے چنانچہ

ان کے اور دوسرے منافقین کے لیے اللہ تعالٰی نے یہ آیت نازل فرمائی: اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّ هٰۤؤُلَاۤءِ دِيْنُهُمْ ؕ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۝ (انفال:۴۹) "جب منافق اور جن کے دلوں میں بیماری ہے وہ یہ کہہ رہے تھے کہ ان لوگوں کو ان کے دین نے دھوکا دیا ہے اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو اللہ غالب اور حکمت والا ہے"۔

اسی جنگ میں ابلیس لعین سراقہ بن مالک کے روپ میں قریش کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ میں تمہارا ساتھی ہوں؛ تم اپنا پرچم میرے حوالے کرو۔ چنانچہ قریش نے اپنا پرچم اس کے سپرد کیا۔ اس نے اپنے چیلوں کو جمع کیا اور مسلمانوں کو خوفزدہ کرنے لگا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب یہ منظر دیکھا تو آپؐ نے دعا کے لیے ہاتھ بلند کیے اور بارگاہ الٰہی میں عرض کیا: پروردگار! اگر یہ گروہ ہلاک کر دیا گیا تو پھر تیری عبادت کا نام ونشان باقی نہیں رہے گا۔ اگر تیری مشیت اسی میں ہے کہ تیری عبادت نہ ہو تو پھر تیری عبادت نہیں ہوگی۔ اس کے ساتھ ہی آپ پر وحی کے آثار نمودار ہوئے اور آپؐ کی جبین مبارک سے پسینہ کے قطرات ٹپکنے لگے۔ کچھ دیر بعد آپؐ نے فرمایا: "لو یہ جبریل آگئے ہیں؛ ان کے ساتھ ایک ہزار فرشتوں کا لشکر ہے"۔

سلمانؓ بیان کرتے ہیں کہ اس وقت ہمیں اقدام حیزوم، اقدم حیزوم کی صدائیں سنائی دیں اور فضا میں ہمیں ہتھیاروں کی جھنکار سنائی دی۔ جب ابلیس لعین نے جبریل امینؑ اور اس کے ساتھ ملائکہ کی صفوں کو دیکھا تو اس نے پرچم پھینک دیا اور بھاگنے لگا۔ اسے بھاگتے دیکھ کر منبہ بن حجاج نے اس کا گریبان پکڑ کر کہا: سراقہ! تجھ پر ہلاکت ہو تو کیوں بھاگ رہا ہے؟

ابلیس نے اس کے سینہ پر دونوں ہاتھوں سے مار کر کہا: اِنِّيْۤ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّيْۤ اَخَافُ اللّٰهَ ؕ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ۝ "میں وہ کچھ دیکھ رہا ہوں جسے تم نہیں دیکھ رہے۔ میں اللہ سے ڈرتا ہوں؛ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے"۔ جبریل امینؑ نے ابلیس پر حملہ کیا تو وہ اُڑ کر سمندر میں چلا گیا اور کہنے لگا: پروردگار! اپنے وعدہ کی لاج رکھ اور مجھے روز قیامت تک مہلت دے۔

کسی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا تھا کیا اس دن اگر ابلیس جبریلؑ کے ہاتھ آجاتا تو کیا جبریلؑ اسے ختم کر دیتے؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں؛ البتہ وہ اسے ایسی ضرب ضرور مارتے جس سے روز قیامت تک وہ شرمندگی محسوس کرتا۔

فریقین کی مڈبھیڑ اور جنگ کی شدت

دوبدو مقابلہ کے بعد فریقین آپس میں باہم بھڑ گئے اور ہر ایک دوسرے کے قریب آ گیا۔ قریش کی ایک جماعت آگے بڑھ کر آنحضرتؐ کے حوض کے قریب پہنچ گئی۔ آپؐ نے فرمایا: انھیں چھوڑ دو۔ چنانچہ ان میں سے جس نے بھی حوض سے پانی پیا وہی قتل کر دیا گیا البتہ حکیم بن حزام قتل سے بچ گیا تھا اور اس نے بھی بعد میں اسلام قبول کرلیا تھا۔ آنحضرتؐ ایک بار جھونپڑے سے باہر نکلے اور مٹھی بھر کنکریاں ہاتھ میں لے کر قریش کی طرف پھینکیں اور فرمایا: اللہ ان کے چہرے مسخ کرے۔ جب آنحضرتؐ نے مشرکوں پر کنکریاں پھینکیں تو ان میں سے کوئی بھی نہ بچا جس کی آنکھ، ناک، منہ میں مٹی نہ بھر گئی ہو۔ جس کے سبب ان میں سے ہر ایک متحیر و پریشان ہوگیا کہ کہاں جائے اور کیا تدبیر کرے جس سے اپنی آنکھوں سے یہ دھول نکال سکے۔ اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو ان الفاظ سے بیان فرمایا: وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ (انفال:۱۷) ''جب آپؐ نے کنکریاں پھینکیں تو آپؐ نے نہیں بلکہ حق تعالیٰ نے پھینکی تھیں''۔ آنحضرتؐ نے اس وقت یہ آیت پڑھی: سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ۝ (القمر: ۴۵) ''یہ جماعت شکست سے ہمکنار ہوگی اور پشت دکھا کر بھاگے گی''۔

پھر آپؐ نے صحابہ کو حکم دیا کہ وہ ان پر عام حملہ کر دیں، گھمسان کا رن پڑا جس میں ستر کافر قتل ہوئے۔ ان کی باقی جمعیت بھاگ گئی۔ اس جنگ میں ابوجہل لعین بھی قتل ہوا۔ ابن عضراء نے ابوجہل پر بھرپور وار کیا اور ابن جموح نے اس کے پیر کاٹ دیئے اور ابن مسعود نے اس کا سر قلم کیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوجہل کی لاش دیکھ کر فرمایا: یہ اِس امت کا فرعون اور عمارتِ کفر کی چوٹی تھا۔

ابن مسعود کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے مجھے اس کی تلوار مالِ غنیمت میں عطا فرمائی۔ یہ تلوار چھوٹی مگر چوڑی تھی، جس کے دستہ پر چاندی کا کام تھا اور اس کے کنڈے بھی چاندی کے تھے۔

جنگِ بدر میں حضرت علیؑ کی شجاعت

جنگِ بدر حضرت علی علیہ السلام کی زندگی کی پہلی جنگ تھی۔ اس سے قبل آپؑ کسی جنگ میں شریک نہیں ہوئے تھے، لیکن اس کے باوجود آپؑ نے اپنی شجاعت کا دنیا سے لوہا منوایا۔ جنگِ بدر کے ستر مقتولین میں سے پینتیس افراد کو آپؑ نے تن تنہا قتل کیا تھا اور باقی مقتولین کے قتل میں شریک بھی ہوئے تھے۔

شیخ مفید علیہ الرحمہ نے اس جنگ میں حضرت علی علیہ السلام کے مقتولین کی اپنی کتاب الارشاد میں پوری فہرست دی ہے جو کہ حسب ذیل ہے:

۱- ولید بن عقبہ قریش کا بڑا بہادر اور دلیر شخص تھا جسے دیکھ کر حضرت عمر کنی کترا گئے تھے۔ ۲-طیعمہ بن عدی' یہ گمراہوں کا سرغنہ تھا۔ ۳-نوفل بن خویلد' یہ رسولؐ خدا کا بدترین دشمن تھا اور قریش اس کا بے حد احترام کرتے تھے۔ اسی نے ہجرت سے قبل حضرت ابوبکر اور طلحہ کو رسی میں باندھ کر سارا دن ایذائیں دی تھیں جب کہ آنحضرت نے سنا کہ بدر میں بھی وہ موجود ہے تو آپؐ نے دعا مانگی تھی: پروردگار! اس جنگ میں نوفل بن خویلد کا خاتمہ فرما۔ اسے بھی امیرالمومنینؑ نے قتل کیا تھا۔ ۴- زمعہ بن اسود ۵-عقیل بن اسود ۶- حارث بن زمعہ ۷- نضر بن حارث بن عبدالدار ۸- عمیر بن عثمان بن کعب ۹'۱۰-عثمان' مالک۔ یہ دونوں طلحہ کے بھائی عبیداللہ کے بیٹے تھے ۱۱-مسعود بن ابی امیہ بن مغیرہ ۱۲-قیس بن الفاکہ بن مغیرہ ۱۳- حذیفہ بن ابی حذیفہ بن مغیرہ ۱۴- ابوقیس بن ولید بن مغیرہ ۱۵- حنظلہ بن ابی سفیان ۱۶- عمرو بن مخزوم ۱۷-ابوالمنذر بن ابی رفاعہ ۱۸-منبہ بن حجاج سہمی ۱۹- عاص بن منبہ ۲۰-علقمہ بن کلدہ ۲۱- ابوالعاص بن قیس بن عدی ۲۲- معاویہ بن مغیرہ بن ابی العاص ۲۳- لوذان بن ربیعہ ۲۴- عبداللہ بن منذر بن ابی رفاعہ ۲۵- مسعود بن امیہ بن مغیرہ ۲۶- حاجب بن سائب بن عویمر ۲۷-اوس بن مغیرہ بن لوذان ۲۸- زید بن ملیص ۲۹- عاصم بن ابی عوف ۳۰-سعید بن وہب۔ یہ بنی عامر کا حلیف تھا۔ ۳۱-معاویہ بن عبدالقیس ۳۲-عبداللہ بن جمیل ۳۳-سائب بن مالک ۳۴-ابوالحکم بن اخنس ۳۵- ہشام ابی امیہ بن مغیرہ۔

ملائکہ کا نزول

غزوۂ بدر میں اللہ تعالیٰ نے فرشتے بھی نازل کیے تھے جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے: اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّىْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ۝ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ (انفال:۹-۱۰) "جب تم اللہ سے فریاد کر رہے تھے پھر اس نے تمہاری فریاد سن لی اور کہا کہ میں ایک ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کروں گا جو لگاتار آتے رہیں گے۔ اللہ نے اسے تمہارے لیے خوش خبری بنایا تاکہ اس سے تمہارے دل مطمئن ہو جائیں' مدد تو بس اللہ کی طرف سے ہے بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے"۔

پھر ایک آیت کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّىْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

سَاُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ﴿۱۲﴾ (انفال:۱۲) ''جب آپ کا رب فرشتوں کو وحی کر رہا تھا کہ میں تمھارے ساتھ ہوں، تم اہلِ ایمان کو ثابت قدم رکھو۔ میں کفار کے دل میں رعب بٹھائے دیتا ہوں تم ان کی گردنوں اور جوڑ جوڑ پر ضربیں لگاؤ''۔

سورہ آل عمران میں ارشاد فرمایا: وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ اَلَنْ یَّكْفِیَكُمْ اَنْ یُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِیْنَ ﴿۱۲۴﴾ بَلٰٓی ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَیَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا یُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِیْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰی لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ۗ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَكِیْمِ ﴿۱۲۶﴾ (۱۲۳-۱۲۶) ''یقیناً خدا نے جنگِ بدر میں تمھاری اس وقت مدد کی تھی جب تم بے سروسامان اور کمزور تھے پس تم اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تمھیں شکر گزاری کی توفیق مل سکے۔ اس وقت کو یاد کرو جب آپ اہلِ ایمان سے یہ کہہ رہے تھے کہ کیا تمھارے لیے یہ بات کافی نہیں ہے کہ تمھارا پروردگار تین ہزار فرشتے نازل کر کے تمھاری مدد فرمائے۔ ہاں کیوں نہیں، اگر تم نے صبر واستقامت اور تقویٰ کو اختیار کیے رکھا اور وہ پرجوش ہو کر تم پر حملہ آور ہوئے تو تمھارا رب پانچ ہزار علامتی نشان والے فرشتے بھیج کر تمھاری مدد کرے گا۔ خدا نے اسے تمھارے لیے بشارت بنایا تاکہ تمھارے دلوں کو اس سے اطمینان ہو جب کہ حقیقی مدد تو صرف غالب وحکمت والے خدا کی طرف سے ہے''۔

کفار مقتولین کو گڑھے میں ڈالنے کا ذکر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ مشرکین کے مقتولین کو میدانِ جنگ سے ہٹا کر ایک گڑھے میں ڈال دیا جائے۔ چنانچہ جب سب کو ایک گڑھے میں ڈال دیا گیا البتہ ان میں امیہ بن خلف شامل نہیں تھا کیونکہ وہ اپنی زرہ میں پھول گیا تھا جس سے وہ اس میں پھنس گیا۔ جب اسے نکالنا چاہا تو اس کے اعضاء ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ اس پر وہیں مٹی ڈال کر اس کی نعش کو دبا دیا گیا۔ ان کو گڑھے میں ڈالے جانے کے بعد رات کے وقت آنحضرتؐ اپنے صحابہ سمیت وہاں تشریف لائے اور گڑھے کے کنارے پر کھڑے ہو کر فرمایا:

اے گڑھے والو! تم نبی کے قبیلہ کے بدترین شخص تھے۔ میں نے تمھیں ایمان کی دعوت دی تھی مگر تم نے مجھے جھٹلایا تھا جب کہ دوسرے لوگوں نے میری تصدیق کی۔ پھر آپؐ نے فرمایا: اے عتبہ! اے شیبہ! اے امیہ بن خلف، اے ابوجہل بن ہشام کیا تم نے اپنے رب کے وعدہ کو صحیح پایا جب کہ ہم نے اپنے رب کے وعدہ کو صحیح پایا ہے؟

حضرت عمر نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! آپ ان اجسام سے کیسے گفتگو فرما رہے ہیں جن میں ارواح ہی موجود نہیں رہی؟

آپؐ نے فرمایا: میں جو کچھ کہہ رہا ہوں تم اسے ان کے مقابلہ میں ان سے زیادہ نہیں سن سکتے لیکن فرق یہ ہے کہ وہ میری بات کا جواب نہیں دے سکتے۔

قیدی اور فدیہ

مشرکین مکہ کے ستر افراد کو مسلمانوں نے قیدی بنایا تھا۔ وہ قیدیوں کو لے کر مدینہ آئے۔ ان قیدیوں میں آنحضرتؐ کے چچا عباس بن عبدالمطلب اور حضرت علی علیہ السلام کے بھائی عقیل بن ابی طالب بھی شامل تھے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عباس سے فرمایا کہ عباس تم اپنا اور اپنے بھتیجے عقیل کا فدیہ ادا کرو۔ عباس نے کہا: یارسولؐ اللہ! میں تو مفلس ہوں بھلا میرے پاس فدیہ کی رقم کہاں ہے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا تو تمہاری اس دولت کا کیا بنے گا جو تم نے روانہ ہوتے وقت اپنی زوجہ ام الفضل کے سپرد کی تھی اور کہا تھا کہ اگر میں مارا جاؤں تو یہ دولت آپس میں تقسیم کر لینا۔

یہ سن کر عباس نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔ اس راز سے صرف میں اور میری زوجہ ہی واقف تھے۔ چنانچہ مختلف قیدیوں سے ان کی حیثیت کے مطابق فدیہ لیا گیا اور اللہ تعالی نے ان کی دل جوئی کرتے ہوئے ان سے فرمایا:

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِمَنْ فِي أَيْدِيكُمْ مِنَ الْأَسْرَى إِنْ يَعْلَمِ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمْ خَيْرًا يُؤْتِكُمْ خَيْرًا مِمَّا أُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ (انفال:۷۰) ''اے نبیؐ! آپ اپنے قیدیوں سے کہہ دیں کہ اگر خدا تمہارے دلوں میں بھلائی محسوس کرے گا تو وہ تمہیں تمہارے اس فدیہ سے بہتر عنایت فرمائے گا (یعنی تمہیں اسلام کی توفیق دے گا) اور تمہاری مغفرت فرمائے گا۔ خدا بہت بخشنے والا اور بہت مہربانی کرنے والا ہے)

البتہ ان قیدیوں میں سے دو قیدیوں کو یعنی نضر بن حارث عبدری اور عقبہ بن ابی معیط بن ذکوان کو آنحضرتؐ نے قتل کرنے کا حکم دیا۔ یہ دونوں آنحضرتؐ کے بدترین دشمن تھے اور وہ آپ کا اور قرآن مجید کا مذاق اڑاتے تھے۔ ان میں سے عقبہ وہ خبیث تھا جس نے مکہ میں نبی اکرمؐ جب سجدہ کر رہے تھے تو اس نے اونٹ کا اوجھ لا کر آپ کی پشت پر رکھا تھا۔

توضیح: علامہ طباطبائی المیزان میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو غزوۂ بدر میں نازل ضرور کیا تھا لیکن ملائکہ نے جنگ میں حصہ نہیں لیا تھا۔ ان کے نزول کا مقصد مسلمانوں کو بشارت دینا تھا تاکہ انھیں اطمینان قلب نصیب ہو سکے۔ (نقلا عن نور الثقلین و کتب شتّی)

کلماتِ الٰہی کی ایک تاویل

وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ۝

''اور جب خدا تم سے وعدہ کر رہا تھا کہ دو گروہوں میں سے ایک گروہ کو تمھارے ہاتھ دے گا اور تم چاہتے تھے کہ غیر مسلح گروہ تمھارے ہاتھ لگ جائے جب کہ خدا چاہتا تھا کہ وہ اپنے کلمات (فرامین) سے حق کو ثابت کرے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے''۔

مقصد آیت یہ ہے کہ مسلمان چاہتے تھے کہ تجارتی قافلہ ان کے ہاتھ لگے جب کہ خدا چاہتا تھا کہ اہلِ مکہ کی فوجی قوت کو توڑا جائے اور ان پر کاری ضرب لگائی جائے۔

تفسیر عیاشی کی ایک روایت میں مذکور ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: يُحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ کے جملہ کی ایک باطنی تفسیر بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ لفظ يُرِيْدُ اللّٰهُ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ ایک چیز کو واقع کرنا چاہتا ہے جو کہ ابھی تک منصۂ شہود پر نہیں آئی اور وہ چیز یہ ہے: اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ کہ وہ اپنے کلمات کے ذریعہ سے حق کو ثابت کرے۔ اور ''کلمات'' کی باطنی تفسیر میں اس سے حضرت علی علیہ السلام مراد ہیں اور وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ سے بنی اُمیہ مراد ہیں۔ اللہ تعالیٰ قائم آلِ محمدؐ کے ظہور کے وقت آلِ محمدؐ کے حق کو ثابت کر دے گا اور بنی اُمیہ کے باطل کو بھی واضح کر دے گا خواہ مجرمین کو یہ بات ناگوار ہی کیوں نہ گزرے۔

مسلمانوں کی دعا کی قبولیت

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ۝

''جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے اس نے تمھاری دعا قبول کر لی کہ میں ایک ہزار فرشتوں کو

پے در پے بھیج کر تمھاری مدد کروں گا"۔

تفسیر مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشرکین کی کثرت اور مسلمانوں کی قلت مشاہدہ کی تو آپؐ نے قبلہ رخ ہو کر یہ دعا مانگی: "پروردگار! مجھ سے کیا ہوا اپنا وعدہ پورا فرما۔ اگر یہ گروہ ہلاک ہو گیا تو زمین پر تیری عبادت نہیں کی جائے گی"۔

آپؐ مسلسل یہ دعا مانگتے رہے، یہاں تک کہ آپؐ کی چادر آپ کے کندھے سے گر گئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اسی دعا کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جب رات ہوئی تو اللہ نے تمام صحابہ پر نیند مسلط کر دی۔ مسلمانوں کا پڑاؤ ایسی ریت پر تھا جہاں انسان کو چلنے میں دقت محسوس ہوتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے رات کے وقت بارش برسائی جہاں مسلمان قیام پذیر تھے وہاں صرف اتنی بارش ہوئی جس سے ریت جم گئی اور چلنے کے قابل ہو گئی۔ اس کے برعکس جہاں کفار مکہ کا ڈیرہ تھا وہاں چھاجوں کے حساب سے بارش برسی جس کی وجہ سے وہاں کیچڑ ہی کیچڑ پیدا ہو گئی اور وہ میدان لڑائی کے قابل نہ رہا۔ مذکورہ تمام واقعات کی تفصیل غزوۂ بدر کے زیرِ عنوان بیان کی جا چکی ہے۔

آسمان اور پانی

وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ۝

"اور وہ آسمان سے تم پر پانی برسا رہا تھا تاکہ تمھیں پاک کر دے اور شیطانی نجاست کو تم سے دُور کر دے اور تاکہ تمھارے دلوں کو مضبوط کرے اور تمھیں ثابت قدم رکھے"۔

کتاب الخصال میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: بارش کا پانی پیئو یہ بدن کو پاک کرتا ہے، بیماریوں کو دُور کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بارش کے لیے ہی فرمایا ہے: وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ۝ الکافی میں بھی یہ روایت مرقوم ہے۔

تفسیر عیاشی میں جابر سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ ...... کی آیت مجیدہ کی تفسیر باطنی کیا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: اس کی باطنی تفسیر (تاویل) یہ ہے کہ آسمان سے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد ہیں اور بارش

سے علی مرتضیٰ علیہ السلام مراد ہیں اور علیؑ کی محبت محبوں کے دلوں کو پاک کرتی ہے اور جو علیؑ سے محبت کرے گا اس سے شیطانی نجاست دُور ہو جائے گی اور آسمانی پانی کی اللہ نے دو خاصیتیں یہ بیان کی ہیں کہ اس سے دل مضبوط ہوتے ہیں اور قدموں کو ثبات ملتا ہے۔ اسی طرح سے ولایتِ علیؑ کے عقیدہ سے دل کو مضبوطی نصیب ہوتی ہے اور عقیدہ میں ثبات پیدا ہوتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ کی آیت مجیدہ کے تحت ہم ائمہ اہلِ بیتؑ شیطان کے تصرف سے آزاد ہیں۔ ابلیس ہمارے دلوں میں شک پیدا نہیں کر سکتا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جس طرح جنگِ بدر میں اللہ نے فرشتوں سے کہا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم اہلِ ایمان کو ثابت قدم رکھو، اسی طرح سے جب حضرت قائم علیہ السلام کا ظہور ہوگا تو اللہ تعالیٰ ان کی مدد کے لیے فرشتے روانہ کرے گا اور ان کو بھی وہی وحی فرمائے گا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ۚ﴿۱۵﴾ وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗۤ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۶﴾ فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۪ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۷﴾ ذٰلِكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۸﴾ اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ ۚ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَوْ كَثُرَتْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۹﴾ ع

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَأَنْتُمْ تَسْمَعُونَ ﴿٢٠﴾ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ قَالُوا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ﴿٢١﴾ إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللَّهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ﴿٢٢﴾ وَلَوْ عَلِمَ اللَّهُ فِيهِمْ خَيْرًا لَأَسْمَعَهُمْ ۖ وَلَوْ أَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَهُمْ مُعْرِضُونَ ﴿٢٣﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ ۖ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿٢٤﴾ وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً ۖ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿٢٥﴾ وَاذْكُرُوا إِذْ أَنْتُمْ قَلِيلٌ مُسْتَضْعَفُونَ فِي الْأَرْضِ تَخَافُونَ أَنْ يَتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَآوَاكُمْ وَأَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهِ وَرَزَقَكُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٢٦﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٢٧﴾ وَاعْلَمُوا أَنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَأَنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿٢٨﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا وَيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴿٢٩﴾

وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوْ یَقْتُلُوْکَ اَوْ یُخْرِجُوْکَ ؕ وَیَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَیْرُ الْمٰکِرِیْنَ ﴿۳۰﴾ وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۳۱﴾ وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ کَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِکَ فَاَمْطِرْ عَلَیْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ﴿۳۲﴾ وَمَا کَانَ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِیْهِمْ ؕ وَمَا کَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَمَا لَهُمْ اَلَّا یُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ یَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا کَانُوْۤا اَوْلِیَآءَهٗ ؕ اِنْ اَوْلِیَآؤُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَمَا کَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَیْتِ اِلَّا مُکَآءً وَّتَصْدِیَةً ؕ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا کُنْتُمْ تَکْفُرُوْنَ ﴿۳۵﴾

”اے اہلِ ایمان! جب تم لشکر کی شکل میں کفار کا مقابلہ کرو تو ان کے مقابلہ میں پیٹھ نہ پھیرو۔ البتہ جنگی چال یا کسی دوسری فوج سے ملنے کے علاوہ جس نے بھی جہاد میں پیٹھ پھیری تو وہ اللہ کے غضب میں مبتلا ہو جائے گا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا جو کہ بہت بری جائے بازگشت ہے۔

تم نے انھیں قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے ان کو قتل کیا ہے اور اے نبی تو نے نہیں پھینکا جب تو

نے پھینکا تھا بلکہ اللہ نے پھینکا۔ یہ سب کچھ اس لیے تھا کہ اللہ اہلِ ایمان کو بہترین آزمائش سے کامیابی کے ساتھ گزار دے' یقیناً اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

بات یہ ہے کہ اللہ کافروں کی چالوں کو کمزور کرنے والا ہے۔ اگر تم فتح چاہتے تھے تو تمھارے پاس آ ہی گئی ہے۔ اگر تم باز آ جاؤ تو یہ تمھارے لیے بہتر ہے۔ اگر تم نے سابقہ حرکت دہرائی تو ہم بھی اپنی سزا دہرائیں گے اور تمھاری جمعیت خواہ تعداد میں کتنی زیادہ ہی کیوں نہ ہو وہ تمھارے کسی کام نہیں آئے گی اور یقیناً اللہ اہلِ ایمان کا مددگار ہے۔

اے اہلِ ایمان! تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور حکم سن کر اطاعت سے سرتابی نہ کرو اور تم ان لوگوں کی طرح سے مت بنو جنھوں نے کہا کہ ہم نے سنا ہے لیکن وہ نہیں سنتے۔ یقیناً خدا کے ہاں بدترین جاندار وہ بہرے گونگے ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے۔ اگر اللہ کو ان میں کچھ بھلائی دکھائی دیتی تو ضرور انھیں سننے کی توفیق دے دیتا لیکن اگر وہ انھیں پیغامِ حق سنواتا تو بھی وہ بے رخی کے ساتھ منہ پھیر لیتے۔

اے اہلِ ایمان! اللہ اور اس کے رسول کی آواز پر لبیک کہو' جب رسول تمھیں اس چیز کی طرف بلائے جو تمھیں زندگی بخشتی ہو اور جان لو کہ اللہ' انسان اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور اسی کی طرف تم جمع کیے جاؤ گے اور تم اس فتنہ سے بچو جس کی لپیٹ ان تک محدود نہ ہوگی جنھوں نے تم میں سے ظلم کیا ہوگا اور جان لو اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

اور تم اس وقت کو یاد کرو جب تم عددی طور پر بہت کم تھے' تم کو کمزور سمجھا جاتا تھا اور تم ڈرتے رہتے تھے کہ کہیں لوگ تمھیں اچک ہی نہ لیں۔ پھر اللہ نے تم کو جائے پناہ دی اور اپنی مدد سے تمھاری تائید کی اور تمھیں پاکیزہ رزق فراہم کیا تاکہ تم شکرگزار بن جاؤ۔

اے اہلِ ایمان! اللہ اور اس کے رسول سے خیانت نہ کرو اور جان کر اپنی امانتوں میں خیانت نہ کرو اور یہ جان لو کہ تمھارے اموال اور تمھاری اولاد آزمائش کا ذریعہ ہیں اور یقیناً

اللہ کے ہاں عظیم اجر موجود ہے۔

اے اہلِ ایمان! اگر تم نے خدا کے تقویٰ کی روش کو اپنا لیا تو اللہ تمھارے حق و باطل کا امتیاز کرنے والی کسوٹی مقرر کر دے گا اور تم سے تمھاری برائیوں کو ہٹا دے گا اور تمھاری مغفرت فرمائے گا اور اللہ فضلِ عظیم کا مالک ہے۔

اور جب کافر آپ کے خلاف تدبیریں کر رہے تھے کہ وہ آپ کو قید کر دیں یا آپ کو قتل کر دیں یا وطن سے نکال دیں۔ وہ اپنی چالیں چل رہے تھے اور اللہ اپنی تدبیر کر رہا تھا اور اللہ سب سے بہتر چال چلنے والا ہے۔

اور جب ان کو ہماری آیات سنائی جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا ہے اور اگر ہم چاہیں تو ایسی باتیں ہم خود بھی کر سکتے ہیں۔ یہ تو پچھلے لوگوں کی داستانیں ہیں اور جب انھوں نے کہا تھا کہ خدایا! اگر یہ تیری جانب سے واقعی حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دے یا ہم پر دردناک عذاب لے آ۔

اور اللہ ان کو عذاب دینے والا نہیں ہے جب تک آپ ان میں موجود ہیں اور جب تک وہ مغفرت طلب کرتے رہیں گے تب تک بھی اللہ انھیں عذاب نہ دے گا۔ اور انھیں کیا ہے کہ خدا انھیں عذاب نہ دے جب کہ وہ مسجد الحرام سے روکتے ہیں حالانکہ وہ اس کے متولی نہیں ہیں۔ اس کے حقیقی متولی تو بس متقی ہی ہیں لیکن ان کی اکثریت کو علم نہیں ہے۔

بیت اللہ کے پاس ان کی نماز سیٹیوں اور تالیوں کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہے۔ اب عذاب کا ذائقہ چکھو کیونکہ تم کفر کرتے تھے"۔

جہاد سے فرار کرنا گناہِ کبیرہ ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ﴿۱۵﴾ وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ

يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝۱۶

''اے اہلِ ایمان! جب تم لشکر کی شکل میں کفار کا مقابلہ کرو تو ان کے مقابلہ میں پیٹھ نہ دکھاؤ البتہ جنگی چال کے لیے یا اپنے گروہ سے ملنے کے لیے ایسا کرنا جائز ہے اور ان دو حالتوں کے علاوہ جس نے بھی جہاد میں پیٹھ پھیری تو وہ اللہ کے غضب میں مبتلا ہو جائے گا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا جو کہ بہت بری جائے بازگشت ہے''۔

الکافی میں مرقوم ہے کہ امیرالمومنین علیہ السلام جب جنگ کرتے تو آپؑ مجاہدین سے خطاب کر کے یہ کہا کرتے تھے: ''اللہ ہمیشہ کافروں کے دلوں میں اہلِ ایمان کا رعب ڈالتا ہے۔ خبردار تم میں سے جنگ میں کوئی بھاگنے کی کوشش نہ کرے یاد رکھو میدان سے بھاگنا ذلت و رسوائی ہے اور دخولِ دوزخ کا سبب ہے' کیونکہ اللہ کا فرمان ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ۝۱۵

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: امیرالمومنین علیہ السلام جہاد کے وقت اپنے ساتھیوں سے یہ فرمایا کرتے تھے: ''جب دشمن سے مقابلہ ہو تو کلام کم کر دو اور اللہ کو یاد کرو اور ان کے مقابلہ میں پیٹھ نہ پھیرو' ورنہ تمھارا رب تم پر ناراض ہو جائے گا اور تم اس کے غضب کے حق دار قرار پاؤ گے''۔

عیون الاخبار میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کا ایک کتابچہ منقول ہے جو آپؑ نے محمد بن سنان کے نام تحریر کیا تھا اور اس میں احکامِ شریعت کے علل و اسباب بیان فرمائے تھے۔ چنانچہ اس میں حضرتؑ نے یہ کلمات بھی تحریر فرمائے:

اللہ تعالیٰ نے میدانِ جنگ سے بھاگنے کو حرام قرار دیا ہے' کیونکہ اس سے دین میں کمزوری پیدا ہوتی ہے اور اس سے انبیا ائمہ حق کی سبکی کا اظہار ہوتا ہے اور میدانِ جنگ سے بھاگنے والا اپنے اس عمل سے انبیاء کی تعلیمات کے لیے ترکِ نصرت کا مظاہرہ کرتا ہے اور اس سے مسلمانوں کے خلاف کافروں کی جرأت میں اضافہ ہوتا ہے اور یہ عمل دین خداوندی کے ابطال کا سبب بنتا ہے۔

کتاب الخصال کے باب ''مناقب امیرالمومنین وتعدادھا'' میں مرقوم ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: ''میں زندگی میں میدانِ جہاد سے کبھی بھی نہیں بھاگا اور جس کسی نے بھی مجھے مقابلہ کی دعوت دی تو میں نے اس کے خون سے زمین کو سیراب کیا''۔

تفسیر عیاشی میں زرارہ سے منقول ہے کہ میں نے صادقین علیہما السلام میں سے ایک بزرگوار سے پوچھا کہ کیا زبیر بدر میں شریک نہیں تھا؟ انھوں نے کہا: جی ہاں، لیکن وہ جنگِ جمل میں بھاگ گیا تھا اور اگر اس نے جنگِ جمل میں اہلِ ایمان سے جنگ کی تھی تو وہ اہلِ ایمان سے جنگ کر کے ہلاک ہوا اور اگر زبیر اپنے مخالفین کو کافر سمجھتا تھا تو اس نے میدان سے پیٹھ پھیر کر خدا کے غضب کو دعوت دی تھی۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے کسی نے پوچھا کہ حضرت علی علیہ السلام نے اپنے سیاسی حریفوں سے جنگ کیوں نہ کی؟ آپؑ نے فرمایا: جنگ کے لیے بھی لشکر کی ضرورت ہوتی ہے کیا تو نے اللہ کا یہ فرمان نہیں سنا: یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا ...... (اے اہلِ ایمان! جب تم لشکر کی شکل میں کفار کا مقابلہ کرو) جب کہ امیر المومنین علیہ السلام کے پاس تو تین مددگاروں کے علاوہ اور کوئی فرد تک موجود نہ تھا اسی لیے وہ جنگ کرتے تو کیسے کرتے؟

یہی روایت ابواسامہ سے بھی چند الفاظ کے اختلاف کے ساتھ منقول ہے۔

فعلِ رسول فعلِ خدا ہے

وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی ۚ

"آپ نے کنکریاں نہیں پھینکیں جو آپ نے پھینکی تھیں بلکہ اللہ نے وہ کنکریاں پھینکی تھیں"۔

تفسیر عیاشی میں مرقوم ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے کنکریاں اُٹھا کر رسولؐ خدا کی خدمت میں پیش کی تھیں، آپؐ نے وہ کنکریاں کفار کی طرف پھینکیں۔ انھی کے متعلق اللہ نے فرمایا کہ وہ کنکریاں آپؐ نے تھوڑی پھینکی تھیں وہ تو اللہ نے پھینکی تھیں۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے خاک کی مٹھی بھر کر رسولؐ خدا کے سپرد کی تھی۔ آنحضرتؐ نے اسی مشتِ خاک کو لشکرِ کفار کی طرف پھینکا تھا اور فرمایا تھا: شاھت الوجوہ۔ اسی کے متعلق اللہ نے فرمایا کہ وہ مشتِ خاک آپؐ نے نہیں بلکہ اللہ نے پھینکی تھیں۔ عمرو بن ابی المقدام سے بھی یہی روایت منقول ہے۔

کتاب احتجاج طبرسی میں مرقوم ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی ۚ کی آیت پڑھ کر فرمایا: تم نے دیکھا کہ اس آیت مجیدہ میں رسولؐ خدا کے فعل کو خدا نے اپنا فعل قرار دیا۔

کتاب الخصال کے باب "مناقب امیر المومنین وتعدادھا" میں آپؐ سے منقول ہے کہ رسولؐ خدا نے روزِ بدر مجھے

کچھ کنکریاں لانے کا حکم دیا۔ میں نے ایک جگہ سے کنکریاں اُٹھا کر سونگیں تو ان سے کستوری کی خوشبو کے خلّے نکل رہے تھے۔ آنحضرتؐ نے وہ کنکریاں کفار کی طرف پھینکی تھیں اور وہ کل سات کنکریاں تھیں جن میں سے چار کنکریاں فردوس کی تھیں ایک کنکری مشرق کی اور ایک مغرب کی اور ایک کنکری عرش سے نیچے کی تھی اور ہر کنکری کے ساتھ ایک لاکھ ہمارے مددگار فرشتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس فضیلت کے لیے ہمیں مخصوص کیا ہے۔ یہ فضیلت نہ تو ہم سے پہلے کسی کو ملی ہے اور نہ ہی بعد میں کسی کو نصیب ہوگی۔

مجمع البیان میں ابوحمزہ سے منقول ہے کہ ابوجہل نے روز بدر خدا سے درخواست کی تھی اور اس نے یہ کہا تھا: اے ہمارے پروردگار! تو جانتا ہے کہ ہمارا دین پرانا ہے جب کہ محمدؐ کا دین نیا ہے۔ ان دو ادیان میں سے جو دین تجھے محبوب ہو آج اس دین اور اس دین کے پیروکاروں کی مدد فرما۔

بہرے گونگے

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝

"یقیناً خدا کے نزدیک تمام جانداروں میں سے زیادہ برے وہ بہرے گونگے ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے"۔

جو شخص حق کی گواہی دینے پر آمادہ نہ ہو وہ گونگا ہے اور جو حق کا پیغام سننے پر راضی نہ ہو تو خواہ وہ کتنی ہی قوتِ سماعت کا مالک کیوں نہ ہو پھر بھی وہ بہرا ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: نزولی اعتبار سے یہ دو آیات "بنی عبدالدار" کے متعلق نازل ہوئی تھیں۔ اس پورے قبیلہ میں سے صرف حضرت مصعب بن عمیر ہی ایمان لائے تھے۔ ان کے علاوہ اس قبیلہ کا ایک حلیف جس کا نام "سویط" تھا وہ ایمان لایا تھا' ورنہ پورے قبیلہ میں کوئی بھی ایمان نہیں لایا تھا۔

اصول کافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: خدا کی طرف سے ہمیں قرآن کی تفسیر و احکام اور زمانہ کی تبدیلی کا علم عطا ہوا ہے اور جب خدا کو کسی شخص کی بھلائی مقصود ہوتی ہے تو اسے یہ باتیں سننے کی توفیق دے دیتا ہے اور اگر کوئی نااہل ان باتوں کو سن بھی لے تو وہ بے رخی کے ساتھ منہ پھیر لے گا۔

آپؑ چند لمحات خاموش رہے۔ پھر آپؑ نے فرمایا: کاش ہمیں سننے والے میسر آتے تو ہم بھی انھیں کچھ سناتے۔ بس

خدا سے ہی مدد طلب کی جاسکتی ہے۔

دعوتِ رسولؐ میں حیات کا پیغام مضمر ہے

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ

''اے اہلِ ایمان! اللہ اور رسولؐ کے فرمان پر لبیک کہو جب تمھیں رسول ایسی چیز کی طرف بلائے جو تمھارے لیے زندگی بخش ہو''۔

خدا اور رسولؐ کی تعلیمات زندگی بخش ہیں، کیونکہ مومن حقیقی زندہ ہے اور کافر اگرچہ ظاہری طور پر زندہ بھی کیوں نہ ہو، وہ پھر بھی مردہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کفر کو موت اور ایمان کو زندگی سے تعبیر کیا ہے جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے: اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ (انعام:۱۲۲) ''کیا وہ جو مُردہ تھا ہم نے اسے زندگی بخشی''۔

تعلیمِ رسولؐ میں مومن کی زندگی کا راز مضمر ہے اور ان حیات بخش تعلیمات میں ولایتِ علیؑ کی تعلیم بھی شامل ہے جیسا کہ حسب ذیل روایات اس پر دلالت کرتی ہیں۔ (اضافۃ من المترجم)

روضہ کافی ابو الربیع شامی سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ کی آیت مجیدہ کے متعلق سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا: یہ آیت ولایتِ علیؑ کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ سے مراد جنت ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ علی بن ابی طالب علیہ السلام کی ولایت کا عقیدہ تمھارے لیے زندگی بخش ہے اور امرِ ولایت کی اتباع سے تمھارے معاملات کی درستگی وابستہ ہے اور تمھارے ماحول و معاشرہ میں عدل کے قیام کا ذریعہ ہے اور وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ (اور جان لو کہ اللہ انسان اور اس کے دل کے درمیان حائل ہوجاتا ہے) کا مفہوم یہ ہے کہ جب مومن معصیت کا ارادہ کرتا ہے تو خدا دیکھتا ہے کہ اگر اس نے معصیت کا ارتکاب کیا تو یہ دوزخی بن جائے گا اسی لیے اللہ تعالیٰ اسے دوزخ سے بچانے کے لیے اس کے اور اس کی خواہش معصیت کے درمیان حائل ہوجاتا ہے کیونکہ اعمال کا دارومدار انجام پر ہے۔ اسی طرح سے اللہ کافر اور اس کی خواہش ایمان کے درمیان رکاوٹ پیدا کردیتا ہے تاکہ وہ جنت کا استحقاق پیدا نہ کرسکے۔

کتاب التوحید میں اَنَّ اللّٰہَ یَحُوۡلُ بَیۡنَ الۡمَرۡءِ وَ قَلۡبِہٖ کے متعلق حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا: اللہ انسان اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اسی لیے انسان کا دل باطل کو حق ماننے پر آمادہ نہیں ہوتا۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ تمام انسانوں کے دل رحمٰن کی انگلیوں کے درمیان ہیں وہ جس طرح سے چاہے انھیں پھیر دے۔ یہی وجہ ہے دعاؤں میں اللہ تعالیٰ کو یا مقلب القلوب (یعنی دلوں کو پھیرنے والا) کہہ کر پکارا گیا ہے۔ خدا کے اسی تصرف کا ایک نتیجہ یہ ہے کہ انسانی دل کبھی بھی باطل کو حق اور حق کو باطل ماننے پر آمادہ نہیں ہوتا۔

تفسیر عیاشی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ بعض اوقات آنکھیں، ہاتھ اور دوسرے اعضاء انسان سے غلط فعل کا مطالبہ کرتے ہیں اور انسان نفسِ امارہ کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے غلط کام سرانجام دیتا ہے مگر اس کے باوجود اس کا دل کبھی مطمئن نہیں ہوتا۔ وہ اپنے آپ کو غلط کار تصور کرتا ہے اور اسے یقین ہوتا ہے کہ وہ غلطی پر ہے۔

حمزہ بن طیار اور جابر سے بھی یہی روایت الفاظ کے معمولی اختلاف کے ساتھ منقول ہے۔

فتنہ سے بچتے رہو

وَ اتَّقُوۡا فِتۡنَۃً لَّا تُصِیۡبَنَّ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا مِنۡکُمۡ خَآصَّۃً ۚ وَ اعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰہَ شَدِیۡدُ الۡعِقَابِ ﴿۲۵﴾

''اور تم اس فتنہ سے بچو جس کی لپیٹ ان تک محدود نہ ہوگی جنھوں نے تم میں سے ظلم کیا ہوگا اور جان لو کہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے''۔

تفسیر عیاشی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے ساتھ ہی وہ فتنہ شروع ہوگیا تھا اور وہ فتنہ اتنا شدید تھا کہ لوگوں نے حضرت علی علیہ السلام کو چھوڑ دیا اور اغیار کی بیعت کرلی۔ جب کہ رسول مقبولؐ نے اپنی حیات طیبہ میں حضرت علی علیہ السلام اور ان کی ذریت سے تعلق رکھنے والے اوصیاء کی اتباع کا حکم دیا تھا۔

اسماعیل سری سے منقول ہے کہ اس فتنہ سے جنگِ جمل مراد ہے اور جنگِ جمل کے محرکین اس فتنہ کے بانی تھے۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ یہ آیت اصحابِ پیغمبر کے متعلق نازل ہوئی یہاں تک کہ جب جنگِ جمل میں زبیر بن عوام نے میدان چھوڑا تو اس نے کہا: میں نے اس آیت کو پڑھا تھا اور مجھے آج سے قبل یہ تصور بھی نہ تھا کہ میں اس فتنہ کی لپیٹ میں آ جاؤں گا۔ میں تو ہمیشہ فتنہ سے بچنے کی کوشش کرتا تھا اور میں یہ نہیں جانتا تھا کہ مذکورہ فتنہ کی لپیٹ میں مَیں

بھی آ جاؤں گا۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام لفظ لَا تُصِيبَنَّ کو لَتُصِيبَنَّ پڑھا کرتے تھے۔

توضیح: اگر "لا" نفی کی جگہ لام تاکید پڑھا جائے تو پھر آیت مجیدہ کا مفہوم یہ ہوگا کہ تم اس فتنہ سے بچو جو صرف ظلم کرنے والوں تک ہی محدود ہوگا۔ (اضافۃ من المترجم)

ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ جب وَاتَّقُوْا فِتْنَةً...... کی آیت مجیدہ نازل ہوئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد جس نے بھی علی علیہ السلام کو میری سند سے محروم رکھا تو اس نے گویا میری اور انبیائے سابقین کی نبوت کا انکار کیا۔

کشف المحجہ میں سید ابن طاؤس نے حضرت علی علیہ السلام سے ایک طویل حدیث نقل کی ہے۔ اس میں آپؑ نے یہ بھی فرمایا: مکہ میں مسلمان انتہائی کمزور تھے اور ہر وقت قریش کے مظالم کی زد پر رہتے تھے اور انھیں ہمیشہ یہ اندیشہ رہتا تھا کہ مشرکین ان کے وجود کو کہیں ختم ہی نہ کر ڈالیں جیسا کہ اللہ نے اپنا احسان یاد دلاتے ہوئے قرآن مجید میں فرمایا: وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۶﴾ "اور اس وقت کو یاد کرو جب تم افرادی اعتبار سے انتہائی قلیل تھے اور زمین میں کمزور سمجھے جاتے تھے اور تمھیں خوف تھا کہ کہیں لوگ تم کو اُچک ہی نہ لیں۔ اللہ نے تمھیں زمین میں جگہ دی اور اپنی مدد سے تمھاری تائید کی اور تمھیں پاکیزہ رزق دیا تا کہ تم شکر گزار بن سکو"۔

خدا، رسولؐ اور مسلمانوں سے خیانت نہ کرو

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۸﴾

"اے اہلِ ایمان! اللہ اور اس کے رسول سے خیانت نہ کرو اور جان بوجھ کر اپنی امانتوں میں خیانت نہ کرو۔ اور تم یہ جان لو کہ تمھارے اموال اور اولاد آزمائش کا ذریعہ ہیں اور یقیناً خدا کے ہاں اجرِ عظیم موجود ہے"۔

خیانت امانت کی ضد ہے۔ چنانچہ جو شخص خدا، رسول اور اُمت اسلامیہ کی امانتوں میں خیانت کرتا ہے وہ گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتا ہے اور عموماً جب بھی کوئی شخص خیانت کرتا ہے تو اس کے سامنے دو مقاصد ہوتے ہیں: ۱- اپنی دولت میں اضافہ کرنا ۲- اولاد کا مستقبل محفوظ کرنا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ خبردار! خیانت نہ کرنا اور مال و اولاد کی محبت میں راہ حق سے منحرف نہ ہو جانا کیونکہ مال و اولاد انسان کے لیے آزمائش ہے۔ دنیاوی دولت کچھ بھی نہیں ہے جب کہ اللہ کے ہاں امانت داروں کے لیے اجرِ عظیم ہے۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب آنحضرتؐ نے ابوسفیان کے قافلہ کو روکنے کے لیے تین سو تیرہ مجاہدین کے ساتھ سفر کیا تھا تو مدینہ میں سے کچھ منافقین نے خط لکھ کر اسے آگاہ کر دیا تھا کہ رسولؐ خدا سیکڑوں ساتھیوں کو لے کر تمھارا قافلہ روکنا چاہتے ہیں لہٰذا تم اس کی تدبیر کرو۔

جب ابوسفیان کو یہ اطلاع ملی تو وہ چوکنا ہو گیا اور اس نے راستہ بدل لیا۔ مسلمانوں کو قافلہ کی بجائے کفارِ مکہ کے مسلح افراد سے جنگ کرنا پڑی تھی۔ چنانچہ قابلِ راز چیزوں کو افشا کرنا خیانت ہے اور یہ خدا و رسول اور جملہ ملتِ اسلامیہ کے خلاف اعلانِ جنگ ہے۔

چند روایات میں ان آیات کے شانِ نزول میں ابولبابہ کا واقعہ بیان کیا گیا ہے جو کہ حسب ذیل ہے:

مجمع البیان میں ان آیات کے ضمن میں کلبی اور زہری سے منقول ہے کہ یہ آیات ابی لبابہ بن منذر انصاری کے متعلق نازل ہوئیں۔ رسولؐ خدا نے یہودیوں کے قبیلہ بنی قریظہ کا اکیس دن تک محاصرہ کیا۔ جب بنی قریظہ محاصرہ سے عاجز آ گئے تو انھوں نے رسولؐ خدا سے درخواست کی کہ آپ انھیں اپنے بھائی بندوں بنی نضیر کی طرح سے مدینہ سے جانے کی اجازت دے دیں تاکہ وہ شام کی وادیوں میں کہیں جا کر سر چھپا کر زندگی بسر کر سکیں۔

اس کے جواب میں رسولؐ خدا نے فرمایا کہ تمھیں سعد بن معاذ کا فیصلہ قبول کر کے قلعوں سے اُترنا ہوگا۔

بنی قریظہ نے کہا: آپؐ ہمارے پاس اپنے صحابی "ابولبابہ" کو روانہ کریں۔ ابولبابہ یہودیوں کا خیر خواہ تھا۔ وہ پیغمبرؐ خدا کا قاصد بن کر ان کے پاس گیا۔ یہودیوں نے ابولبابہ سے کہا کہ تم سعد بن معاذ کی ثالثی کے متعلق ہمیں کیا مشورہ دیتے ہو؟

اس کے جواب میں ابولبابہ نے منہ سے تو کچھ نہ کہا البتہ ہاتھ سے گلے کی طرف اشارہ کیا اور یوں اس سے اس نے یہودیوں کو یہ تاثر دیا کہ اگر تم نے سعد بن معاذ کو ثالث بنایا تو وہ تمھارے قتل کا فیصلہ کرے گا۔

اتنے میں حضرت جبریلؑ رسولؐ خدا پر نازل ہوئے اور انھیں ابولبابہ کی حرکت سے آگاہ کیا۔ ابولبابہ انصاری کا بیان

ہے کہ خدا کی قسم جیسے ہی میں نے اشارہ کیا تو میرے دل اور ضمیر نے مجھ سے کہا کہ تو نے خدا اور اس کے رسول سے خیانت کی ہے۔ جیسے ہی یہ وہاں سے واپس آئے تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ وَ تَخُوْنُوْۤا اَمٰنٰتِكُمْ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ ''ایمان والو! اللہ اور رسولؐ سے خیانت نہ کرو اور اپنی امانات میں جان بوجھ کر خیانت نہ کرو''۔

جب ابولبابہ نے یہ آیت سنی تو خوفِ خدا سے کانپ اُٹھے اور انھوں نے اپنے آپ کو مسجد کے ایک ستون کے ساتھ جا کر باندھ دیا اور یہ عہد کیا کہ جب تک خدا میری توبہ قبول نہ کرے گا' اس وقت تک میں نہ تو کچھ کھاؤں گا اور نہ ہی پیئوں گا۔ ابولبابہ پورے سات دن تک ستون کے ساتھ بندھے رہے' یہاں تک کہ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ پھر اللہ کو ان پر ترس آیا اور ان کی توبہ قبول فرمائی۔ رسولؐ خدا نے فرمایا کہ اللہ نے ابولبابہ کی توبہ قبول کر لی ہے۔ لوگوں نے جا کر انھیں توبہ کی قبولیت کی خوشخبری سنائی۔ انھوں نے کہا کہ جب تک رسولؐ خدا اپنے ہاتھ سے آزاد نہیں کریں گے اتنے تک میں اس ستون سے بندھا رہوں گا۔ الغرض آنحضرت تشریف لائے اور ان کی رسیاں کھولیں۔ جب وہ آزاد ہو گئے تو انھوں نے کہا کہ میری توبہ کی قبولیت کی تکمیل اس سے ہوگی کہ میں اپنا سابقہ گھر چھوڑ دوں اور اپنی تمام جائداد خدا کی راہ میں صدقہ کر دوں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم ساری جائیداد صدقہ نہ کرو البتہ اگر تم نے صدقہ کرنا ہی ہے تو کل جائداد کی ایک تہائی صدقہ کر دو تمھارے لیے اتنا ہی کافی ہے۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: خدا اور رسولؐ سے خیانت کرنے کا مقصد ان کی نافرمانی کرنا ہے اور امانات میں خیانت سے مراد اپنی منصبی ذمہ داریوں سے پہلوتہی کرنا ہے' کیونکہ ہر انسان اپنی ذمہ داری اور فرائض کا امین ہوا کرتا ہے۔

الکافی میں سلیمان بن خالد سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ اگر کوئی شخص میرے مال میں خیانت کرے اور جھوٹی قسم کھا کر میرا مال ہضم کرے۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد اس کا مال میرے ہاتھ لگے تو کیا میں جھوٹی قسم کھا کر اس کے مال سے اپنی تلافی کر سکتا ہوں؟

حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا: خیانت کا جواب خیانت سے نہیں دینا چاہیے' جس عیب میں وہ مبتلا ہوا ہے تم اپنے آپ کو اس عیب میں مبتلا نہ کرو۔

معاویہ بن عمار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہی مسئلہ پوچھا تو آپؑ نے بھی ممانعت فرمائی۔

ابو بکر حضرمی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے کا مال کھا جائے' پھر اتفاق سے خیانت کرنے والے کا مال متاثرہ شخص کے پاس چلا جائے تو کیا اسے اس کے مال سے اپنے نقصان کی تلافی کرنے کا حق ہے؟ آپؑ نے فرمایا: جی ہاں' البتہ اسے چاہیے کہ اپنے نقصان کی تلافی کرتے وقت بارگاہ احدیت میں یہ عرض کرے: ''پروردگارا میں یہ مال اپنے مال کے بدلہ میں لے رہا ہوں۔ میں یہ مال خیانت اور ظلم سے نہیں لے رہا۔

مال اور اولاد فتنہ ہے

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝

''اور جان لو کہ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد آزمائش کا ذریعہ ہے اور یقیناً خدا کے ہاں عظیم اجر موجود ہے''۔

مجمع البیان میں امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے کہ پروردگارا! میں تجھ سے فتنہ سے بچنے کی درخواست کرتا ہوں کیونکہ ہر شخص فتنہ میں کسی نہ کسی طرح سے ملوث ہوتا ہے۔ اس کی بجائے خدا سے یہ دعا مانگنی چاہیے کہ پروردگارا! مجھے گمراہ کرنے والے فتنوں سے محفوظ فرما۔ اللہ تعالیٰ نے مال اور اولاد کو فتنہ (ذریعہ آزمائش) قرار دیا ہے۔

ابن شہر آشوب مناقب میں رقم طراز ہیں کہ ایک مرتبہ رسولؐ اکرم منبر پر خطبہ دینے میں مصروف تھے کہ آپؐ نے حسن و حسین علیہما السلام کے رونے کی صدا سنی تو آپؐ نے منبر چھوڑ دیا اور آواز کی سمت چلے گئے۔ جب واپس آئے تو فرمایا: بے شک اولاد آزمائش کا ذریعہ ہے۔

عبداللہ بن بریدہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا کہ ایک مرتبہ رسولؐ خدا خطبہ دینے میں مصروف تھے کہ حسنین علیہما السلام مسجد میں داخل ہوئے۔ بچوں نے سرخ رنگ کی قمیصیں پہنی ہوئی تھیں۔ وہ چلتے تھے اور گر پڑتے تھے۔ رسولؐ خدا نے منبر چھوڑ دیا اور دونوں کو جا کر اٹھایا۔ پھر مجمع سے کہا: خدا نے بالکل سچ فرمایا ہے کہ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد تمہارے لیے آزمائش ہے۔

ایک اور حدیث میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں کہ ہماری اولاد دراصل ہمارا وہ جگر ہے جو زمین پر چل رہا ہے۔

C36

کفار کا مکر اور خدا کی تدبیر

وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوْ یَقْتُلُوْکَ اَوْ یُخْرِجُوْکَ ۚ وَیَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُ اللّٰهُ ۚ وَاللّٰهُ خَیْرُ الْمٰکِرِیْنَ ۝

''اور جب کافر آپؐ کے خلاف چالیں چل رہے تھے کہ وہ آپ کو قید کر دیں یا قتل کر دیں یا وطن سے نکال دیں وہ اپنی چالیں چل رہے تھے اور ادھر اللہ اپنی تدبیر کر رہا تھا اور اللہ سب سے بہتر چال چلنے والا ہے''۔

شیخ الطائفہ امالی میں لکھتے ہیں کہ جابر بن عبداللہ کا بیان ہے کہ ابلیس لعین چار مرتبہ انسانی روپ میں نمودار ہوا تھا اور ایک مرتبہ وہ قریش کے دارالندوہ کے اجلاس میں بھی ایک نجدی شیخ کا روپ دھار کر آیا تھا اور اس نے قریش کو آنحضرتؐ کے قتل کا مشورہ دیا تھا اور اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا...... کی آیت میں اشارہ کیا ہے۔

تفسیر عیاشی میں صادقین علیہما السلام میں سے کسی ایک بزرگوار سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نمٹنے کے لیے ''دارالندوہ'' میں اجتماع رکھا اور قریش کے ہر قبیلہ کے صاحب رائے افراد کو اس میں شمولیت کی دعوت دی۔ اس وقت ابلیس انسانی روپ دھار کر ''دارالندوہ'' کے دروازے پر آ کر کھڑا ہو گیا۔ جب لوگ مشورہ کے لیے اندر جانے لگے تو اس نے کہا کہ مجھے بھی اندر آنے دو۔

لوگوں نے کہا کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا کہ میں قبیلہ مضر کا ایک باشعور فرد ہوں اور میں تمھیں بہتر رائے دے سکتا ہوں۔ چنانچہ انھوں نے اسے اجلاس میں شریک کر لیا۔ اجلاس میں یہ طے پایا کہ محمد مصطفیٰؐ تبلیغ سے باز نہیں آتے لہٰذا انھیں قید کر دینا چاہیے۔ ابلیس جو کہ انسانی روپ میں وہاں بیٹھا تھا اس نے کہا کہ تم تو صاحب رائے افراد تھے میں حیران ہوں ایسی غلط رائے تم نے کیوں اختیار کر لی ہے؟ قریش نے کہا: بزرگ! آخر اس میں غلطی کیا ہے؟ اس نے کہا کہ بنی ہاشم تمھیں اس بات کی کبھی بھی اجازت نہیں دیں گے کہ تم ان کے خاندان کے ایک محترم شخص کو قید کر لو اور اگر بالفرض تم نے اسے اپنے مکان میں قید کر ہی لیا تو تمھارے خاندان کے افراد اس سے ملاقات کریں گے جب کہ محمدؐ انتہائی شیریں بیان شخص ہے۔ اس کی گفتگو سن کر وہ اس کا دین قبول کر لیں گے۔ بھلا جب تمھاری اولاد ہی اس کے دین میں شامل ہو جائے تو پھر زندگی میں کیا لطف باقی رہے گا؟

قریش نے کہا: آپؐ نے بالکل صحیح کہا ہے اور ہم اعتراف کرتے ہیں کہ آپؐ ہم سے زیادہ ذہین ہیں۔ اب ہم اس

مسئلہ کا یہ حل نکالتے ہیں کہ ہم محمد کو مکہ سے جلاوطن کر دیتے ہیں اور ہمیں یقین ہے کہ جب یہ مکہ میں ہی نہ ہوگا تو ہم روز روز کی پریشانی سے بچ جائیں گے۔

ابلیس نے کہا: یہ رائے پہلی رائے سے بھی زیادہ خراب ہے۔ قریش نے کہا: آخر اس رائے میں کیا خرابی ہے؟ ابلیس نے کہا: جب تم نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو شہر بدر کر دیا اور یہ عرب کے کسی دوسرے شہر میں چلا گیا تو وہ اپنی شیریں بیانی سے لوگوں کو اپنا قائل کر لے گا اور چند ہی سالوں میں بہت بڑا لشکر بنا کر تم پر حملہ کر دے گا۔

قریش نے کہا: بزرگ واقعی تم سچ کہتے ہو۔ اب ہماری رائے یہ ہے کہ ہم اسے قتل کرا دیتے ہیں۔ ابلیس نے کہا: لیکن مجھے یہ بتاؤ کہ اسے قتل کون کرے گا؟ سیدھی سی بات ہے کہ جو بھی اسے قتل کرے گا۔ بنی ہاشم اسے زندہ نہیں رہنے دیں گے اگر قاتل کے قبیلہ نے کوئی مزاحمت کی تو بنی ہاشم مل کر اس قبیلہ سے جنگ کریں گے اور یوں ہزاروں افراد لقمۂ اجل بن جائیں گے۔

قریش نے کہا: بزرگ! آپ کی بات تو درست ہے لیکن آپ ہمیں مشورہ دیں کہ آخر ہمیں کیا کرنا چاہیے۔

ابلیس نے کہا: میرا مشورہ یہ ہے کہ محمدؐ کو قتل کر دیا جائے' لیکن فردِ واحد ان کو قتل نہ کرے۔ تمام قبائل میں سے ایک ایک جوان کا انتخاب کرو جو ایک مقررہ رات میں محمدؐ کے گھر میں داخل ہوں اور انھیں بیک وقت تلواروں کا نشانہ بنائیں۔ بنی ہاشم تمام قبائل سے جنگ نہیں کر سکتے' اس لیے چاروناچار انھیں خون بہا قبول کرنا پڑے گا۔

جب قریش کے بزرگوں نے یہ رائے سنی تو سب نے کہا کہ واقعی رائے وہی ہے جو تم نے پیش کی ہے۔ چنانچہ اسی مجلس مشاورت کی طرف اللہ نے وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا کی آیت میں اشارہ کیا ہے۔

زرارہ وحمران نے حضرت امام محمد باقر اور حضرت امام جعفر صادق علیہا السلام سے وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ کے ضمن میں یہ روایت نقل کی: رسولؐ خدا کو قریش نے بہت زیادہ اذیتیں دی تھیں اور حد یہ ہے کہ ایک دن آپ سجدہ کی حالت میں تھے کہ ایک ظالم نے اُونٹ کا اوجھ لا کر آپ کی پشت پر رکھ دیا تھا جس کی وجہ سے آپؐ سر نہیں اٹھا سکتے تھے۔ آپؐ کی صاحبزادی آئیں اور انھوں نے آپؐ کی پشت سے وہ بوجھ ہٹایا۔ پھر اللہ نے آپ کی مدد کی اور آپؐ جنگ بدر کے فاتح بنے' اس جنگ میں آپؐ کے پاس تھوڑا سا لشکر تھا اور اس لشکر میں گھڑسوار شخص صرف ایک تھا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد آپؐ کے پاس بارہ ہزار کا لشکر تھا اور آپؐ فاتحانہ شان سے مکہ میں داخل ہوئے۔ اس وقت ابوسفیان اور دوسرے مشرک آپؐ سے رحم کی بھیک مانگنے پر مجبور ہو گئے۔ جب کہ حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام کو بھی بے شمار اذیتیں اٹھانی پڑی تھیں۔ اس وقت آپؐ کے ساتھ حمزہ

اور جعفرؓ جیسے جانثار افراد نہیں تھے کیونکہ حمزہؓ جنگِ احد میں شہید ہو گئے تھے اور جعفرؓ جنگِ موتہ میں شہید ہوئے تھے۔

بیعتِ عقبہ، ابلیس کی مجلس شوریٰ اور واقعہ ہجرت

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ وَاِذْ یَمْكُرُ بِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ..... کی آیت ہجرت سے قبل مکہ میں نازل ہوئی اور اس کا سبب نزول یہ ہے کہ انصار مدینہ میں سے بارہ افراد نے آنحضرت کی بیعت کی تھی اور اگلے سال ایام حج میں اوس وخزرج کے ستر افراد مکہ آئے اور انھوں نے رسولؐ خدا کو اپنے ہاں مدینہ میں آنے کی دعوت دی۔ آپؐ نے فرمایا: میں اس شکل میں تمھاری پیش کش قبول کروں گا کہ تم مجھ سے یہ وعدہ کرو کہ تم دشمنوں سے میری حفاظت کرو گے' تا کہ میں پورے اطمینان سے تم کو اللہ کی کتاب سنا سکوں اور اس کا بدلہ خدا تمھیں جنگ کی صورت میں دے گا۔

انصارِ مدینہ نے کہا: آپ کو اختیار ہے جو چاہیں ہم سے اپنے رب کے لیے اور جو چاہیں اپنی ذات کے لیے شرائط تسلیم کرالیں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: تشریق کی درمیانی شب تم مجھ سے ''عقبہ'' میں ملاقات کرنا۔ حضرتؐ کا یہ فرمان سن کر وہ چلے گئے۔ انھوں نے مناسکِ حج ادا کیے اور پھر وہ منیٰ کی طرف آئے۔ تشریق کی درمیانی رات آنے کو تھی کہ آنحضرتؐ نے ان سے فرمایا: جب رات پوری طرح سے چھا جائے تو تم عقبہ کے مقام پر عبدالمطلب کے گھر میں آجانا اور خیال رکھنا کسی سوئے ہوئے کو مت جگانا اور ایک ایک ہو کر وہاں پہنچ جانا۔ الغرض اوس وخزرج کے ستر افراد آنحضرتؐ کے پاس پہنچے۔ آنحضرتؐ نے ان سے فرمایا کہ میں اس صورت میں تمھاری پیش کش قبول کروں گا کہ تم مجھ سے یہ عہد کرو کہ تم میری حفاظت کرو گے' تا کہ میں اطمینان سے کتابِ خدا کی تمھارے سامنے تلاوت کرسکوں اور اس کے عوض خدا تمھیں جنت عطا فرمائے گا۔

سعد بن زرارہ' براء بن معرور اور عبداللہ بن حزام نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! ہمیں آپؐ کی یہ شرط منظور ہے۔ آپؐ نے اپنے رب اور اپنے لیے جو بھی شرط منوانی ہو آپؐ اسے بیان کریں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: میں اپنے رب کے لیے یہ شرط پیش کرتا ہوں کہ تم اس کی عبادت کرو گے اور کسی بھی چیز کو اس کا شریک نہیں ٹھہراؤ گے اور میں اپنے لیے تم سے یہ عہد لینا چاہتا ہوں کہ تم میری بھی اسی طرح سے حفاظت کرو گے جیسا کہ تم اپنے بیوی بچوں کی حفاظت کرتے ہو۔ انھوں نے کہا کہ ہمیں اس کا بدلہ کیا ملے گا؟ آپؐ نے فرمایا: اس کے بدلے تمھیں آخرت میں جنت ملے گی اور دنیا میں تم عرب کے بادشاہ بن جاؤ گے اور عجم تمھارے اطاعت گزار ہوں گے (اور تم جنت میں

بادشاہ بنو گے)۔ یہ سن کر انھوں نے کہا کہ ہم اس پر راضی ہیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا: تم اپنے بارہ افراد میرے پاس لاؤ' جو میری طرف سے ویسے ہی نقیب ہوں گے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے بارہ نقیب مقرر کیے تھے۔

اس کے بعد جبریل امینؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اشارہ کرتے گئے کہ یہ نقیب ہے' یہ نقیب۔ الغرض آنحضرتؐ نے جبریل امینؑ کے کہنے پر قبیلہ خزرج کے نو افراد اور قبیلہ اوس کے تین افراد کو اپنا نقیب مقرر کیا۔ خزرج میں سے نو نقباء یہ تھے: ۱- سعد بن زرارہ ۲- براء بن معرور ۳- جابر کے والد عبداللہ بن حزام انصاری ۴- رافع بن مالک ۵- سعد بن عبادہ ۶- منذر بن عمرو ۷- عبداللہ بن رواحہ ۸- سعد بن ربیع ۹- عبادہ بن الصامت۔

اوس میں سے تین نقباء یہ تھے: ۱- ابوالہیثم بن تیہان' ان کا تعلق یمن سے تھا۔ ۲- اسید بن حضیر ۳- سعد بن خیثمہ۔

جب اہلِ مدینہ نے آنحضرتؐ کی بیعت کی تو اس وقت ابلیس نے زور سے چیخ کر کہا: اے گروہ قریش وعرب! اچھی طرح سے سن لو یثرب کے کچھ بے دین تم سے جنگ کرنے کے لیے محمدؐ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں۔ ابلیس کی اس آواز کو تمام اہلِ منیٰ نے سنا۔ وہ تلواریں لے کر آگے بڑھنے لگے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار سے فرمایا: اب تم متفرق ہو جاؤ۔ انصار نے عرض کیا: اگر آپؐ کا حکم ہو تو ہم تلواریں لے کر ان سے جنگ کریں گے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: نہیں مجھے خدا کی طرف سے ابھی تک جنگ کا حکم نہیں ملا۔ پھر انصار نے کہا: کیا آپؐ ہمارے ساتھ چلیں گے؟ آپؐ نے فرمایا: مجھے خدا کے فرمان کا انتظار ہے۔ صبح ہوئی تو قریش کے تمام افراد تلواریں حمائل کر کے آ گئے۔ حضرت حمزہؓ اور حضرت علیؑ تلواروں کو بے نیام کر کے عقبہ پر کھڑے ہو گئے۔ قریش نے ان سے کہا: تم نے کس لیے یہاں اجتماع کیا ہوا ہے؟

حضرت حمزہؓ نے کہا: یہاں تو کوئی اجتماع نہیں ہے' بلکہ ہمارے علاوہ کوئی دوسرا شخص موجود نہیں ہے اور میں تم سب لوگوں کو آگاہ کرنا چاہتا ہوں کہ اگر تم میں سے کسی نے بھی عقبہ سے گزرنے کی کوشش کی تو میں اپنی تلوار سے اس کی گردن اُتار دوں گا۔

حضرت حمزہؓ کی دھمکی سن کر قریش واپس چلے گئے اور ایک دوسرے سے کہنے لگے: ہمارا دین تباہ ہو جائے گا کیونکہ قریش کے محترم افراد محمدؐ کے دین کو قبول کر چکے ہیں۔ اس کے بعد انھوں نے ''ندوہ'' میں اپنا اجلاس طلب کیا۔ ندوہ کے اجلاس میں شامل ہونے کے لیے یہ شرط تھی کہ اس میں وہی جا سکتا تھا جس کی عمر کم از کم چالیس سال ہو۔ اجلاس میں چالیس افراد شامل ہوئے۔ وہاں ابلیس بھی ایک بزرگ انسان کی شکل وصورت میں نمودار ہوا۔ دربان نے اس سے کہا کہ تو کون ہے؟

ابلیس نے کہا: میں نجد کا ایک بزرگ اور صاحب رائے انسان ہوں۔ مجھے تمھارے اس اجتماع کا پتہ چلا تو میں نے چاہا کہ میں بھی اس اجلاس میں شرکت کروں اور انھیں اپنے قیمتی مشوروں سے نوازوں۔

دربان نے اسے اندر جانے کی اجازت دی۔ اس کے بعد ابلیس اندر گیا۔ جب تمام افراد پہنچ گئے تو ابوجہل نے وہاں کھڑے ہوکر یہ تقریر کی:

اے گروہِ قریش! پورے عرب میں ہم سے زیادہ کوئی قبیلہ محترم نہیں تھا۔ ہم خدا کا قبیلہ ہیں۔ اہل عرب سال میں دو بار ہمارے پاس آتے ہیں اور پورا عرب ہمارا احترام کرتا ہے۔ ہم لوگ اللہ کے حرم میں رہتے ہیں کوئی طمع کرنے والا ہمارے متعلق طمع نہیں کرتا تھا۔ ہم پوری عظمت و شان سے رہ رہے تھے، یہاں تک کہ محمدؐ بن عبداللہ جوان ہوگیا۔ ہم اس کی سچائی اور دیانت کو دیکھ کر اس کا احترام کرتے تھے اور ہم نے اسے ''امین'' کا لقب دیا تھا۔ جب ہم نے اس کی اتنی عزت کی تو اس نے یہ دعویٰ کردیا کہ وہ اللہ کا رسول ہے اور اس کے پاس آسمان سے خبریں اترا کرتی ہیں۔ اس نے ہمارے نظریات کو احمقانہ قرار دیا ہے اور ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہتا ہے اور اس نے ہمارے جوانوں کو بگاڑ دیا ہے اور ہماری جماعت کے ٹکڑے کردیئے ہیں اور اس کا یہ خیال ہے کہ ہمارے بزرگ سب کے سب دوزخی تھے۔ اس سے بڑھ کر وہ ہم پر کیا ظلم کرسکتا ہے۔ اس کے متعلق میں نے ایک رائے قائم کی ہے۔

حاضرین نے کہا کہ آپ نے اس کے متعلق کیا رائے قائم کی ہے؟

ابوجہل نے کہا: میری رائے یہ ہے کہ ہم میں سے ایک شخص جا کر اسے قتل کردے۔ اگر بنی ہاشم نے ہم سے خون بہا طلب کیا تو ہم انھیں ایک کی بجائے دس مقتولین کا خون بہا ادا کریں گے۔

ابلیس لعین نے کہا: یہ رائے انتہائی غلط ہے۔ حاضرین نے کہا: یہ رائے کیوں غلط ہے؟ ابلیس نے کہا: سیدھی سی بات ہے کہ محمدؐ کے قاتل کو بھی قصاص میں قتل ہونا پڑے گا کیونکہ بنی ہاشم محمدؐ کے قاتل کو زمین پر چلتا ہوا نہیں دیکھ سکیں گے۔ تم میں سے کون ہے جسے قتل ہونا پسند ہو؟ اور اگر تم نے قاتل کو قصاص میں پیش نہ کیا تو بنی ہاشم اور ان کے حلیف بنی خزاعہ تمھیں ہرگز معاف نہیں کریں گے اور وہ تم سے جنگ کریں گے اور جب جنگ شروع ہوئی تو بہت بڑی تباہی پھیلے گی لہٰذا یہ رائے بالکل بے وقعت ہے۔

اتنے میں ایک اور شخص اُٹھا اور اس نے کہا کہ میں ایک اور رائے رکھتا ہوں۔ حاضرین نے کہا: بیان کرو، تمھاری رائے کیا ہے؟ اس نے کہا: میری رائے تو یہ ہے کہ ہم اسے ایک گھر میں قید کردیں اور قید خانہ میں اسے دو وقت کی روٹی دیتے

رہیں اور وہ قید میں رہ کر مرجائے۔ آخر اس سے پہلے زہیر، نابغہ اور امرؤ القیس جیسے شعراء بھی تو مر گئے ہیں۔ آج ان کا کہیں نام ونشان نہیں ہے۔ ان کی طرح سے محمد بھی قید خانہ میں مرجائے گا۔

ابلیس نے کہا: یہ رائے پہلی رائے سے بھی زیادہ بودی اور بے وقعت ہے۔ اس شخص نے کہا: آخر اس میں کیا قباحت پائی جاتی ہے؟ ابلیس نے کہا: بنی ہاشم تمھیں ایسا نہ کرنے دیں گے۔ اگر بالفرض تم نے یہ حماقت کر لی تو جب حج کے ایام میں دور دراز سے لوگ یہاں جمع ہوں گے تو بنی ہاشم ان سے مدد طلب کر کے محمدؐ کو تمھاری قید سے جبراً آزاد کرا لیں گے۔ اتنے میں ایک اور شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا: میرے ذہن میں اس کا ایک عمدہ حل موجود ہے۔

حاضرین نے کہا: بیان کرو تمھاری رائے کیا ہے؟ اس نے کہا کہ اس کا بس یہی ایک حل ہے کہ ہم محمدؐ کو اپنے شہر سے نکال دیں اور اس کے بعد ہم پورے اطمینان وسکون کے ساتھ اپنے معبدوں کی عبادت کریں۔ ابلیس نے یہ رائے سن کر کہا کہ یہ رائے تو سابقہ دونوں آراء سے زیادہ نکمی اور لاحاصل ہے۔

حاضرین نے کہا کہ آخر اس میں کیا خرابی ہے؟ ابلیس نے کہا: شاید تم محمدؐ کو جانتے ہی نہیں ہو جبھی تم ایسی باتیں کر رہے ہو۔ تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ محمدؐ شکل وصورت کے اعتبار سے سب سے زیادہ حسین ہے اور گفتگو کرنے کا ماہر ہے اور وہ پورے عرب کا فصیح اور شیریں بیان شخص ہے۔ اگر تم نے اسے جلاوطن کر دیا تو وہ جہاں بھی جائے گا اپنے پیروکار پیدا کرے گا۔ پھر چند دنوں بعد ہزاروں کا لشکر لے کر تم پر حملہ کرے گا اور تمھیں تہس نہس کر دے گا۔ اس کے بعد تمام حاضرین نے ابلیس سے کہا کہ شیخ! آپ ہی اس کا حل نکالیں۔

ابلیس نے کہا: اس کا بس ایک ہی حل ہے اور وہ حل یہ ہے کہ قریش کی تمام شاخوں میں سے ایک ایک شخص کا انتخاب کیا جائے اور بنی ہاشم میں سے بھی ایک شخص کو اس منصوبہ میں شامل کیا جائے وہ سب کے سب رات کے وقت محمدؐ کے گھر میں داخل ہوں اور سب بیک وقت محمدؐ پر حملہ کر کے اسے قتل کریں۔ یوں محمد کا خون پورے خاندان قریش میں بٹ جائے گا' جس کی وجہ سے بنی ہاشم تمام قبائل سے نبرد آزما نہیں ہو سکیں گے اور سب سے بڑی بات یہ ہوگی کہ خود بنی ہاشم کا ایک فرد بھی تمھارے ساتھ شریک ہوگا اور جب بنی ہاشم قصاص سے عاجز ہوں گے تو وہ تم سے محمدؐ کا خون بہا طلب کریں گے تم انھیں ایک کی بجائے تین خون بہا دے دینا یوں وہ راضی ہو جائیں گے اور کسی طرح کا ردعمل بھی نہیں ہوگا۔

حاضرین نے کہا: آپ تین خون بہا کہتے ہیں ہم انھیں دس افراد کا خون بہا بھی دے دیں گے۔ تمام حاضرین نے کہا کہ شیخ نجدی کی رائے سب سے بہتر ہے۔ ہم اس پر ہی عمل کریں گے۔ اس کے بعد انھوں نے بنی ہاشم میں سے آنحضرتؐ

کے چچا ابولہب کو بھی اپنے منصوبہ میں شامل کرلیا اور آنحضرتؐ کے قتل کے لیے ایک رات متعین کرلی۔

جبریل امینؑ رسولؐ خدا پر نازل ہوئے اور انھوں نے آنحضرت کو قریش کی چالوں سے باخبر کیا اور اس کے متعلق یہ آیت پڑھی: وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ ۚ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ ۖ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ ۝

جب کافر آپ کے متعلق چال چل رہے تھے کہ آپ کو قید کردیں یا قتل کردیں یا وطن سے نکال دیں، وہ چال چل رہے تھے اور خدا بھی تدبیر کررہا تھا اور اللہ بہترین تدبیر کرنے والا ہے۔

الغرض آنحضرت کے خون کے پیاسے مقررہ شب جمع ہوئے اور مسجد الحرام میں گئے وہاں انھوں نے خوشی سے خوب سیٹیاں اور تالیاں بجائیں اور بیت اللہ کا طواف کیا۔ ان کے متعلق خدا نے فرمایا: وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِندَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَتَصْدِيَةً "بیت اللہ کے پاس ان کی نماز سیٹیوں اور تالیاں بجانے کے علاوہ کچھ نہ تھی"۔ یہ آیت بھی وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا ...... کی آیت کے ساتھ متصل تھی البتہ اس آیت کو بہت سی آیات کے بعد مصحف میں لکھا گیا ہے۔

خون کے پیاسے آنحضرتؐ کے گھر کے اردگرد جمع ہوئے اور انھوں نے ارادہ کیا کہ وہ گھر میں داخل ہوں۔ ابولہب نے انھیں روکا اور کہا کہ میں اس وقت تمھیں گھر میں داخل نہیں ہونے دوں گا اگر تم نے اس وقت حملہ کیا تو غلطی سے کوئی دوسرا شخص بھی اس کی زد میں آجائے گا کیونکہ گھر میں بچے اور خواتین بھی موجود ہیں۔ آج رات ہم محاصرہ کیے رہیں گے اور صبح صادق کے وقت اندر داخل ہوں گے۔

ابولہب کی اس تجویز کے بعد وہ لوگ آنحضرتؐ کے گھر کے اردگرد سو گئے۔ آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ میرے لیے بستر بچھایا جائے۔ جب بستر بچھ گیا تو آپؐ نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا: آج رات تم مجھ پر اپنی جان قربان کرو۔

حضرت علی علیہ السلام نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! میں حاضر ہوں۔ پھر نبی اکرمؐ نے فرمایا: تم میرے بستر پر سو جاؤ اور میری چادر اوڑھ کے لیٹ جاؤ۔ حضرت علی علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بستر پر ان کی چادر لپیٹ کر سو گئے۔

پھر جبریل امینؑ آئے۔ انھوں نے آپؐ کا بازو پکڑا اور سوئے ہوئے خون کے پیاسوں کے درمیان میں سے آپ کو باہر لے آئے۔ جب آپؐ گھر سے باہر نکل رہے تھے تو آپؐ نے سورہ یٰسین کی یہ آیت تلاوت فرمائی: وَجَعَلْنَا مِن بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ ۝ (یٰسین: ۹)

جبریل امینؑ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: آپؐ جبل ثور کا راستہ اپنائیں۔ یہ پہاڑ منیٰ کے راستہ پر ہے۔

آنحضرتؐ جبل ثور پر گئے اور غار میں داخل ہو گئے۔ صبح ہوئی تو آپؐ کے دشمن تلواریں لے کر آپؐ کے گھر میں داخل ہوئے اور انھوں نے آپؐ کے بستر کا رخ کیا۔ اتنے میں حضرت علی علیہ السلام نے چہرے سے چادر ہٹائی اور فرمایا: تم لوگ یہاں کیا کرنے آئے ہو؟

انھوں نے کہا کہ محمد کہاں ہے؟ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم نے مجھے ان کا نگران بنایا تھا اور کیا تم نے میرے سپرد کیا تھا کہ مجھ سے پوچھنے آئے ہو؟ تم نے خود کہا تھا کہ ہم محمد کو اپنے علاقہ سے نکال دیں گے اب وہ چلے گئے ہیں۔ جب خون کے پیاسوں نے یہ حال دیکھا اور ان کا منصوبہ ناکام ہوا تو انھوں نے ابولہب کو پیٹنا شروع کر دیا اور کہنے لگے آج رات تو نے ہمیں دھوکے میں رکھا۔ بعدازاں قریش کے لوگ ''ابوکرز خزاعی'' کو لے آئے۔ وہ قدموں کے نشانات کا ماہر سمجھا جاتا تھا۔ وہ اسے رسولؐ خدا کے دروازے پر لے آئے اور کہا: یہ دیکھو یہ محمدؐ کے قدموں کا نشان ہے۔ تم کھوجی ہو اس نشان کا کھوج لگاؤ کہ محمد کہاں گئے ہیں؟ ابوکرز خزاعی نے جب نبی اکرمؐ کے پاؤں کا نشان دیکھا تو بے ساختہ کہہ اٹھا: خدا کی قسم! محمدؐ کا قدم اور مقامِ ابراہیم والا قدم دونوں یکساں ہیں۔

شب ہجرت حضرت ابوبکر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ چلے تھے۔ ابوکرز خزاعی نے کہا کہ یہ یا تو ابوقحافہ کے قدموں کا نشان ہے یا پھر اس کے بیٹے کے قدموں کا نشان ہے۔ پھر وہ قدموں کے نشانات کو دیکھتا ہوا چلتا رہا یہاں تک کہ وہ قریش کو غار کے دہانے پر لے آیا اور کہا: یہ دونوں یہاں سے آگے نہیں گئے یا تو دونوں آسمان پر چلے گئے ہیں یا پھر انھیں زمین نے نگل لیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مکڑی کو بھیجا جس نے جالا تن دیا تھا اور ایک فرشتہ شاہسوار کی شکل میں وہاں پہنچا۔ اس نے کہا کہ غار میں کوئی نہیں ہے۔ وہاں سے مایوس ہو کر قریش اِدھر اُدھر منتشر ہو گئے۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔

عذاب کا مطالبہ اور عذاب سے بچانے والے دو عناصر کا بیان

وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝

''اور جب انھوں نے کہا کہ خدایا اگر یہ تیری جانب سے واقعی حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسایا ہم پر دردناک عذاب لے آ۔ اللہ ان کو عذاب دینے والا نہیں ہے جب تک آپ ان میں موجود ہیں اور جب تک وہ مغفرت طلب کرتے رہیں گے جب تک اللہ انھیں عذاب نہ دے گا''۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں ان آیات کا شانِ نزول یوں بیان کیا گیا کہ جب آنحضرتؐ نے قریش کو دعوتِ اسلام دی تو آپؐ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے مجھے نبی بنا کر مبعوث کیا ہے۔ میں تمام دنیا کے بادشاہوں کو قتل کر کے حکومت و اقتدار تمھاری جانب لے آؤں گا۔ تم لوگ میری دعوت کو قبول کرو۔ اس سے تم عرب کے بادشاہ بن جاؤ گے اور عجم تمھارے اطاعت گزار ہو جائیں گے اور تم جنت میں بادشاہ بن جاؤ گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ گفتگو سن کر ابوجہل نے کہا: خدایا جو کچھ محمد کہہ رہا ہے اگر یہ حق ہے تو ہم پر پتھروں کی بارش نازل فرمایا ہم پر دردناک عذاب نازل فرما۔ اس کے بعد اس نے کہا کہ ہم اور بنی ہاشم گھوڑ دوڑ کے گھوڑوں کی طرح سے رہے ہیں۔ اگر انھوں نے کمزوروں کی خبرگیری کی ہے تو ہم نے بھی ان کے برابر خبرگیری کی ہے۔ اور اگر انھوں نے نیزہ بازی کی ہے تو ہم بھی ان سے پیچھے نہیں رہے۔ ہم نے بھی اتنی ہی نیزہ بازی کی ہے۔ اگر انھوں نے لوگوں کو کھانا کھلانے کے لیے آگ جلائی ہے تو ہم نے بھی آگ روشن کی ہے۔ جب ہم اور وہ بالکل برابر اور یکساں ہوئے تو ان میں سے کہنے والے نے یہ کہا کہ ہم میں نبی ہے۔ ہمیں یہ بات پسند نہیں کہ بنی ہاشم میں نبی ہو اور بنی مخزوم (ابوجہل کا قبیلہ) میں نبی نہ ہو۔ یہ کہہ کر اس نے کہا: غفرانك اللهم ''خدایا معاف کرنا''۔

اللہ تعالیٰ نے اسی پس منظر میں یہ آیت نازل فرمائی: وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۭ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝ ''اللہ ان کو عذاب دینے والا نہیں ہے جب تک آپ ان میں موجود ہیں اور جب تک وہ مغفرت طلب کرتے رہیں گے تب تک اللہ انھیں عذاب نہیں دے گا''۔

پھر جب ان لوگوں نے رسولؐ خدا کے قتل کا پروگرام بنایا اور آپ کو مکہ سے باہر نکال دیا تو اللہ نے ان کے متعلق فرمایا:

وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَاۗءَهٗ ۭ اِنْ اَوْلِيَاۗؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ ''انھیں کیا ہے کہ خدا انھیں عذاب نہ دے جب کہ وہ مسجد الحرام سے روکتے ہیں حالانکہ وہ اس کے متولی بھی نہیں ہیں اس کے حقیقی متولی تو بس متقی ہی ہیں''۔

یعنی قریش خانہ کعبہ کے متولی نہیں ہیں۔ خانہ کعبہ کے متولی رسولؐ خدا اور ان پر ایمان لانے والے ہی ہیں۔ چنانچہ اس کے بعد جنگِ بدر میں اللہ نے ان پر اپنا عذاب نازل کر دیا تھا جو کہ تلواروں کی شکل میں ان پر نازل ہوا۔

ایک منکرِ علیؑ کا انجام

مجمع البیان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی زبانی منقول ہے کہ جب غدیر خم کے مقام پر رسولؐ خدا نے حضرت علی علیہ السلام کی اولویت کو بیان کیا اور من کنت مولاہ فعلی مولاہ کا اعلان کیا اور اس اعلان کی خبر دُور دراز علاقوں تک پہنچی تو نعمان بن حارث فہری آنحضرتؐ کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ آپؐ نے ہمیں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی کا حکم دیا۔ آپؐ نے ہمیں جہاد، حج، روزہ، نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا۔ ہم نے آپؐ کے حکم کو قبول کیا مگر آپؐ نے اس پر قناعت نہیں کی یہاں تک کہ اب آپؐ نے اس جوان کو بھی اپنا قائم مقام مقرر کر دیا اور آپؐ نے من کنت مولاہ فعلی مولاہ کا اعلان کیا۔ اچھا یہ بتائیں یہ آپؐ نے اپنی طرف سے کیا یا خدا کے حکم کے تحت ایسا کیا؟

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے یہ سب کچھ میں نے حکمِ خدا سے کیا ہے۔

نعمان بن حارث اُٹھ کر چلنے لگا اور اس نے کہا: اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ ”خدایا! اگر یہ تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش نازل فرما“۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے ایک پتھر نازل کیا جو اس کے سر پر لگا اور وہ ہلاک ہو گیا۔

روضہ کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری زندگی میں بھی تمھارے لیے بھلائی ہے اور میری موت میں بھی تمھارے لیے بھلائی ہے۔

لوگوں نے کہا کہ ہم یہ تو جانتے ہیں کہ آپؐ کی زندگی ہمارے لیے بھلائی ہے بھلا آپ کی موت میں ہمارے لیے کون سی بھلائی ہے؟

آپؐ نے فرمایا کہ خدا کا فرمان ہے: وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ”جب تک آپ ان میں موجود ہیں اس وقت تک میں انھیں عذاب نہیں دوں گا“۔ لہٰذا میری زندگی تمھارے لیے عذاب الٰہی سے امان کا ذریعہ ہے اور جب میں دنیا سے چلا جاؤں گا تو تمھارے اعمال میرے سامنے پیش کیے جائیں گے میں تمھارے لیے استغفار کروں گا۔

نہج البلاغہ میں مرقوم ہے کہ حضرت ابوجعفر محمد بن علی الباقر علیہما السلام نے روایت کی ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: دنیا میں عذابِ خدا سے دو چیزیں باعثِ امان تھیں۔ ان میں سے ایک اُٹھ گئی مگر دوسری تمھارے پاس موجود ہے لہٰذا اسے مضبوطی سے تھامے رہو۔ وہ امان جو اُٹھا لی گئی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور وہ امان جو باقی ہے وہ توبہ و استغفار ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ۝ ''اللہ ان لوگوں پر عذاب نہیں کرے گا جب تک تم ان میں موجود ہو اور اللہ ان لوگوں پر عذاب نہیں اُتارے گا جب تک یہ لوگ توبہ و استغفار کر رہے ہوں گے''۔

کتاب ثواب الاعمال میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے کہا کہ رسولؐ خدا فرمایا کرتے تھے: استغفار تمھارے لیے عذاب سے بچنے کا مضبوط قلعہ ہے۔ بڑا قلعہ یعنی رسولؐ خدا تو چلے گئے ہیں اب صرف استغفار باقی رہ گیا ہے لہٰذا تم کثرت سے استغفار کرو کیونکہ استغفار گناہوں کو مٹانے والی چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ۝

تفسیر عیاشی میں بھی حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے یہ روایت منقول ہے۔

نبی و امام کے وجود کا فائدہ

کتاب علل الشرائع میں جابر بن یزید جعفی سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا: لوگوں کو امام و نبی کی ضرورت کس لیے ہے؟

آپؑ نے فرمایا: امام اور نبی کی ضرورت اس لیے ہے تا کہ جہان قائم رہے اور جب تک زمین میں امام یا نبی موجود ہو تو اللہ روئے زمین سے عذاب کو ہٹا لیتا ہے۔ نبی کے متعلق اللہ نے فرمایا: وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ (اللہ ان پر عذاب نہیں کرے گا جب تک تم ان میں موجود ہو)۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: النجوم امان لاھل السماء واھل بیتی امان لاھل الارض فاذا ذھبت النجوم اتی اھل السماء ما یکرھون واذا ذھب اھل بیتی اتی اھل الارض ما یکرھون۔ ''ستارے اہلِ آسمان کے لیے باعث امان ہیں اور میری اہلِ بیت زمین والوں کے لیے باعث امان ہے۔ جب ستارے چلے گئے تو اہلِ آسمان پر وہ چیز آ جائے گی جو انھیں پسند نہیں اور جب میری اہلِ بیت زمین سے اُٹھ گئی تو اہلِ زمین پر وہ چیز آئے گی جو

انھیں ناپسند ہے (یعنی قیامت آ جائے گی)۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس اہل بیت کو زمین کی بقاء کا ذریعہ قرار دیا ہے اس سے ان کی اہل بیت کے وہ امام مراد ہیں جن کی اطاعت کو خدا نے رسول کی اطاعت کے ساتھ شامل کیا ہے۔

شیخ الطائفہ نے اپنی کتاب امالی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی سند سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اکرمؐ اپنے صحابہ کے مجمع میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپؐ نے اس مجمع میں فرمایا:

میرا تمھارے درمیان رہنا بھی تمھارے لیے بہتر ہے اور میرا تم سے جدا ہو جانا بھی تمھارے لیے بہتر ہے۔

حضرتؐ کا یہ فرمان سن کر جابر بن عبداللہ انصاری کھڑے ہوئے اور انھوں نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! آپ کا ہمارے درمیان ہونا تو ہمارے لیے مفید ہے۔ آپ یہ بتائیں کہ آپ کی جدائی ہمارے لیے کیسے مفید ہو سکتی ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے یہاں رہنے کا فائدہ تو تم جانتے ہی ہو کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۭ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝ ''اللہ انھیں عذاب نہیں دے گا جب تک آپ ان میں موجود رہیں گے اور اللہ انھیں عذاب نہیں دے گا جب تک وہ استغفار کرتے رہیں گے''۔

اور میری جدائی تمھارے لیے یوں فائدہ مند ہے کہ تمھارے اعمال سوموار اور جمعرات کے دن میرے سامنے پیش کیے جائیں گے۔ تمھارے اچھے اعمال دیکھ کر میں خدا کی حمد کروں گا اور تمھاری برائیاں دیکھ کر تمھارے لیے استغفار کروں گا۔

حضرت علی علیہ السلام سے مروی ایک روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ استغفار انسان کے لیے بڑی مفید ہے کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۭ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝ ''جب تک وہ استغفار کرتے رہیں گے خدا ان پر عذاب نازل نہیں کرے گا''۔

مسجد الحرام کے متولی متقین ہی ہیں خواہ ظاہری انتظام کسی کے ہاتھ میں بھی کیوں نہ ہو؟

وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَاۗءَهٗ ۭ اِنْ اَوْلِيَاۗؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

''اور یہ مشرکین مسجد الحرام کے متولی نہیں ہیں مسجد الحرام کے متولی تو بس متقی ہی ہیں لیکن ان کی اکثریت کو علم نہیں ہے''۔

مجمع البیان میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: اگر مسجد الحرام کے تمام امور مشرکین

سرانجام دیتے ہوں پھر بھی وہ خدا کی نظر میں مسجد الحرام کے متولی نہیں ہوں گے۔ مسجد الحرام کے متولی صرف متقی ہیں چاہے ان کے ہاتھ میں ظاہری تولیت نہ بھی ہو۔

تفسیر عیاشی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے بھی یہی مفہوم منقول ہے۔

عیون الاخبار میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا: ''مکہ'' کو مکہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ لوگ وہاں جا کر سیٹیاں مارا کرتے تھے اور مسجد الحرام میں سیٹی مارنے کو نماز کی طرح سے عین عبادت تصور کرتے تھے۔ سیٹی مارنے کے عمل کو عربی زبان میں مُکَآءً کہا جاتا ہے۔ اسی لیے اگر کوئی شخص مکہ کی طرف سفر کرتا تو لوگ کہتے تھے: قَدْ مَکَا وہ سیٹی مارنے گیا ہے۔ چنانچہ لفظ مُکَآءً سے لفظ ''مکہ'' بنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کے عمل کو قرآن مجید میں ان الفاظ سے بیان فرمایا ہے: وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَتَصْدِيَةً ۚ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿۳۵﴾ ''بیت اللہ کے پاس ان کی نماز سیٹیوں اور تالیوں کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے اب عذاب کا ذائقہ چکھو کیونکہ تم کفر کرتے تھے''۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد الحرام میں نماز پڑھتے تھے تو بنی عبدالدار کے دو شخص آپ کی دائیں جانب کھڑے ہو کر سیٹیاں مارا کرتے تھے اور دو شخص آپ کی بائیں جانب کھڑے ہو کر تالیاں پیٹا کرتے تھے اور وہ اس طرح سے آنحضرتؐ کی نماز میں رخنہ پیدا کرنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ جنگِ بدر میں خدا نے انھیں قتل کرا دیا تھا۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۚ فَسَيُنْفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ ۗ وَالَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ يُحْشَرُونَ ﴿۳۶﴾ لِيَمِيزَ اللَّهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيثَ بَعْضَهُ عَلَىٰ بَعْضٍ فَيَرْكُمَهُ جَمِيعًا فَيَجْعَلَهُ فِي جَهَنَّمَ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴿۳۷﴾ قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ يَنْتَهُوا يُغْفَرْ لَهُمْ مَا قَدْ سَلَفَ وَإِنْ يَعُودُوا فَقَدْ مَضَتْ

سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۸﴾ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ
الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۳۹﴾
وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ؕ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ﴿۴۰﴾

وَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ

وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ اِنْ كُنْتُمْ
اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَاۤ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى
الْجَمْعٰنِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۴۱﴾ اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا
وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى وَالرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ ؕ وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ
لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيْعٰدِ ۙ وَلٰكِنْ لِّيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ۙ
لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ ؕ وَاِنَّ
اللّٰهَ لَسَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۴۲﴾ اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ فِيْ مَنَامِكَ قَلِيْلًا ؕ وَلَوْ
اَرٰىكَهُمْ كَثِيْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ
ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۴۳﴾ وَاِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِيْۤ
اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا وَّيُقَلِّلُكُمْ فِيْۤ اَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ
مَفْعُوْلًا ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۴۴﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا

لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٤٥﴾
وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ
رِيحُكُمْ وَاصْبِرُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿٤٦﴾ وَلَا تَكُونُوا
كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ وَيَصُدُّونَ
عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۚ وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ﴿٤٧﴾ وَإِذْ زَيَّنَ لَهُمُ
الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَإِنِّي
جَارٌ لَكُمْ ۖ فَلَمَّا تَرَاءَتِ الْفِئَتَانِ نَكَصَ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ وَقَالَ إِنِّي
بَرِيءٌ مِنْكُمْ إِنِّي أَرَىٰ مَا لَا تَرَوْنَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ ۚ وَاللَّهُ
شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿٤٨﴾ إِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ
مَرَضٌ غَرَّ هَٰؤُلَاءِ دِينُهُمْ ۗ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ
عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٤٩﴾ وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ يَتَوَفَّى الَّذِينَ كَفَرُوا ۙ الْمَلَائِكَةُ
يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ ۖ وَذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ ﴿٥٠﴾
ذَٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيكُمْ وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ ﴿٥١﴾
كَدَأْبِ آلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ
فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿٥٢﴾ ذَٰلِكَ

بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا
بِاَنْفُسِهِمْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝٥٣ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ
وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ
وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ ۚ وَكُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ۝٥٤ اِنَّ شَرَّ
الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝٥٥ اَلَّذِيْنَ
عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمْ لَا
يَتَّقُوْنَ ۝٥٦ فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ
لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ۝٥٧ وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْۢبِذْ
اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآىِٕنِيْنَ ۝٥٨ وَلَا
يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَبَقُوْا ۭ اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُوْنَ ۝٥٩
وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ
تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا
تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝٦٠ وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ
لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝٦١ وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا

اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ۚ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ
وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۲﴾ وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ۚ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي
الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ
ۚ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۳﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ
مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۴﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ ۚ
اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ
مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا
يَفْقَهُوْنَ ﴿۶۵﴾ اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ۚ فَاِنْ
يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ
اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۶۶﴾ مَا كَانَ
لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ۚ تُرِيْدُوْنَ
عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۷﴾ لَوْلَا
كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۶۸﴾ فَكُلُوْا
مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ۚ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۹﴾

''اور جن لوگوں نے کفر کیا ہے وہ اپنی دولت خدا کے راستے سے روکنے کے لیے خرچ

کررہے ہیں اور ابھی وہ اور بھی خرچ کریں گے۔ اس کے بعد یہ بات ان کے لیے باعثِ حسرت بن جائے گی اور آخر میں وہ مغلوب بھی ہوجائیں گے۔ پھر انھیں دوزخ کی طرف ہانکا جائے گا تاکہ خدا پاکیزہ کو خبیث سے علیحدہ کردے اور پھر ہر قسم کے خبیث کو ملا کر اکٹھا کرے اور اس کا پلندہ بنا کر دوزخ میں جھونک دے۔ یہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔ آپ منکرین حق سے کہہ دیں کہ اگر وہ اب بھی اپنی حرکتوں سے باز آجائیں تو پہلے جو کچھ ہوچکا ہے اس سے درگزر کردیا جائے گا لیکن اگر انھوں نے سابقہ روش کا اعادہ کیا تو گذشتہ قوموں کے ساتھ جو کچھ ہوچکا ہے وہ سب کو معلوم ہے۔

اور تم ان سے جہاد کرو یہاں تک کہ فتنہ ختم ہوجائے اور پورے کا پورا دین اللہ کے لیے ہوجائے۔ پھر اگر وہ اپنی حرکتوں سے رک جائیں تو اللہ ان کے اعمال کو دیکھنے والا ہے۔ اور اگر وہ منہ موڑ لیں تو جان لو کہ خدا تمھارا سرپرست ہے اور وہ بہترین حامی اور مددگار ہے۔

اور تم جان لو کہ تمھیں جو بھی چیز غنیمت میں حاصل ہوئی ہے اس کا پانچواں حصہ اللہ اور رسولؐ، رسولؐ کے قرابت داروں، یتیموں، مساکین اور غربت زدہ مسافروں کے لیے ہے۔ اگر تم ایمان لائے ہو اللہ پر اور اس چیز پر جو حق و باطل کے فیصلہ کے دن جب دو فوجیں آپس میں گتھم گتھا ہوئی تھیں، اپنے بندہ پر نازل کی تھی۔ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اس وقت کو یاد کرو جب تم وادی کے قریبی محاذ پر تھے اور وہ لوگ دُور والے محاذ پر تھے اور قافلہ تم سے نشیب پر تھا۔ اگر تم پہلے سے وقت مقرر کرکے جہاد پر روانہ ہوتے تو تم ضرور اس موقع پر پہلوتہی کرجاتے لیکن جو کچھ پیش آیا وہ اس لیے تھا کہ جس بات کا اللہ فیصلہ کرچکا تھا وہ اسے ظہور میں لے آئے تاکہ جس نے ہلاک ہونا ہے وہ دلیل کے ساتھ ہو اور جو زندہ رہے وہ بھی دلیل کے ساتھ زندہ رہے۔ یقیناً اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

اور جب خدا انھیں خواب میں آپ کو تھوڑا دکھا رہا تھا اگر وہ ان کی تعداد تمھیں زیادہ دکھا دیتا

تو ضرور تم ہمت ہار جاتے اور لڑائی کے معاملہ میں جھگڑا شروع کر دیتے لیکن اللہ نے اس سے محفوظ رکھا۔ بے شک وہ سینے میں چھپی ہوئی باتوں کو جاننے والا ہے۔ اور اس وقت کو یاد کرو جب مقابلہ کے وقت خدا نے تمھاری نگاہوں میں دشمنوں کو تھوڑا دکھایا اور ان کی نظروں میں تمھیں کم کر کے پیش کیا تا کہ جو بات ہونی تھی خدا اسے ظہور میں لے آئے اور تمام امور کی بازگشت اللہ ہی کی طرف ہے۔

اے ایمان والو! جب کسی گروہ سے تمھارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو شاید اس طرح سے تم کامیاب ہو جاؤ۔ اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو اور آپس میں اختلاف نہ کرو ورنہ تمھارے اندر کمزوری آ جائے گی اور تمھاری ہوا اُکھڑ جائے گی اور صبر کرو۔ بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اور ان لوگوں کی طرح سے مت بنو جو اپنے گھروں سے اِتراتے ہوئے اور لوگوں کے دکھانے کے لیے نکلے اور ان کی روش یہ تھی کہ وہ اللہ کے راستے سے روک رہے تھے جب کہ اللہ ان کے تمام اعمال کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

اور جب شیطان نے ان کے یہ افعال انھیں خوشنما بنا کر دکھائے تھے اور ان سے کہا تھا کہ آج کوئی تم پر غالب نہیں آ سکتا اور یہ کہ میں تمھارے ساتھ ہوں اور جب دونوں گروہ ایک دوسرے کے مدمقابل ہوئے تو وہ اُلٹے پاؤں پھر گیا اور کہنے لگا میں تم سے بیزار ہوں۔ میں وہ کچھ دیکھ رہا ہوں جسے تم نہیں دیکھ رہے، میں خدا سے ڈرتا ہوں اور خدا بڑی سخت سزا دینے والا ہے۔

اور جب منافق اور جن کے دلوں میں کھوٹ تھا وہ یہ کہہ رہے تھے کہ ان لوگوں کو تو ان کے دین نے خبط میں مبتلا کر رکھا ہے حالانکہ جو کوئی اللہ پر توکل کرے تو خدا غالب اور حکمت والا ہے۔

کاش تم دیکھتے جب فرشتے ان کی جان نکال رہے تھے اور ان کے منہ اور پیٹھ پر مارتے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ اب جلنے کی سزا بھگتو۔ یہ وہ جزا ہے جس کا سامان تمھارے اپنے ہاتھوں نے آگے روانہ کیا ہے جب کہ اللہ تو اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔

یہ معاملہ ان کے ساتھ اسی طرح سے پیش آیا جس طرح سے آلِ فرعون اور ان سے پہلے کے دوسرے لوگوں کے ساتھ پیش آتا رہا ہے۔ انھوں نے اللہ کی آیات کا انکار کیا اور خدا نے ان کے گناہوں کے بدلہ میں انھیں پکڑ لیا اور اللہ صاحبِ قوت اور سخت سزا دینے والا ہے۔ یہ اس لیے ہے کہ خدا کسی قوم کو دی ہوئی نعمت اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ قوم خود اپنے طرزِ عمل کو نہیں بدل دیتی۔ اللہ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

آلِ فرعون اور ان سے پہلے کی قوموں کے ساتھ جو کچھ پیش آیا وہ اسی ضابطے کے مطابق تھا۔ انھوں نے اپنے پروردگار کی نشانیوں کو جھٹلایا تب ہم نے انھیں ان کے گناہوں کی پاداش میں ہلاک کر دیا اور ہم نے آلِ فرعون کو غرق کر دیا۔ یہ سب کے سب ظالم تھے۔

زمین پر چلنے والوں میں بدترین افراد وہ ہیں جنھوں نے کفر کیا ہے اور اب وہ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ جن سے آپ نے عہد لیا اور اس کے بعد وہ ہر بار اپنے عہد کو توڑ دیتے ہیں اور وہ پیمان شکنی کرتے ہوئے خدا سے نہیں ڈرتے۔

اگر یہ لوگ تمھیں لڑائی میں مل جائیں تو ان کی ایسی خبر لو کہ ان کے بعد جو لوگ ایسی روش اختیار کرنے والے ہوں ان کے حواس باختہ ہو جائیں تاکہ لوگ پیمان شکن افراد کے انجام سے نصیحت حاصل کریں۔ اگر آپ کو کسی قوم کی طرف سے خیانت اور بدعہدی کا اندیشہ ہو تو آپ بھی ان کے عہد کو ان کی طرف پھینک دیں۔ یقیناً اللہ خیانت کاروں کو پسند نہیں کرتا۔

کافروں کو یہ غلط فہمی نہ رہے کہ وہ بازی لے جائیں گے۔ یقیناً وہ عاجز نہ کر سکیں گے۔

تمھارا جہاں تک بس چلے زیادہ سے زیادہ طاقت اور تیار بندھے رہنے والے گھوڑے ان

کے مقابلہ کے لیے مہیا رکھو تاکہ اس ذریعہ سے تم اللہ اور اپنے دشمنوں کو اور اپنے ان دشمنوں کو بھی خوفزدہ رکھ سکو جنھیں تم نہیں جانتے مگر اللہ انھیں جانتا ہے۔ اللہ کی راہ میں تم جو کچھ خرچ کرو گے اس کا پورا پورا بدلہ تمھیں لوٹا دیا جائے گا اور تم پر کوئی ظلم نہ کیا جائے گا۔ اور اگر دشمن مصالحت کے لیے آمادہ ہوں تو آپ بھی اس کے لیے آمادہ ہو جائیں اور خدا پر توکل رکھیں۔ بے شک وہ سننے والا جاننے والا ہے۔

اور اگر وہ آپ کو دھوکا دینا چاہیں تو تمھارے لیے اللہ کافی ہے۔ وہی تو ہے جس نے اپنی مدد سے اور اہلِ ایمان کے ذریعہ سے آپ کی تائید کی ہے اور مومنوں کے دلوں میں الفت پیدا کی ہے۔ اگر آپ روئے زمین کی ساری دولت بھی خرچ کر دیتے پھر بھی آپ ان میں الفت پیدا نہیں کر سکتے تھے مگر وہ اللہ ہے جس نے ان کے درمیان الفت قائم کی ہے۔ بے شک وہ غالب اور حکمت والا ہے۔

اے نبی! آپ کی مدد کے لیے اللہ اور وہ مومن کافی ہیں جنھوں نے آپ کی اتباع کی ہے۔

اے نبی! آپ لوگوں کو جہاد پر اُبھاریں اگر ان میں بیس صبر کرنے والے ہوں گے تو وہ دوسو پر غالب آجائیں گے اور اگر ایک سو ہوں گے تو وہ ایک ہزار کافروں پر غالب آجائیں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کافر ناسمجھ قوم ہیں۔ اب خدا نے تمھارا بوجھ ہلکا کر دیا ہے اور اس نے دیکھ لیا کہ ابھی تمھارے اندر کمزوری ہے۔ تو اگر تم میں ایک سو صبر کرنے والے ہوں گے تو وہ دوسو پر غالب آئیں گے اور اگر ایک ہزار ہوں گے تو وہ خدا کے حکم سے دو ہزار پر غالب آئیں گے۔ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

کسی نبی کے لیے یہ بات زیبا نہیں ہے کہ وہ دشمنوں کو قیدی بنائے جب تک وہ زمین پر دشمنوں کو اچھی طرح سے کچل نہ دے تم لوگ تو مال دنیا کا ارادہ رکھتے ہو جب کہ اللہ آخرت چاہتا ہے۔ اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔ اگر خدا کی طرف سے پہلے فیصلہ نہ ہو چکا ہوتا تو

تم لوگوں نے جو فدیہ لیا ہے اس پر عذابِ عظیم تم پر نازل ہو جاتا۔ اب جو تم نے مالِ غنیمت حاصل کیا ہے اسے کھاؤ کہ وہ حلال اور پاکیزہ ہے اور تم خدا سے ڈرتے رہو۔ یقیناً اللہ بخشنے والا مہربان ہے"۔

کافروں کی دولت رائیگاں جائے گی

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِیَصُدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ فَسَیُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَیْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ یُغْلَبُوْنَ ؕ

"اور جن لوگوں نے کفر کیا ہے وہ اپنی دولت خدا کے راستے سے روکنے کے لیے خرچ کر رہے ہیں وہ ابھی اور بھی دولت خرچ کریں گے اس کے بعد یہ بات ان کے لیے باعثِ حسرت بن جائے گی اور آخر میں وہ مغلوب ہو جائیں گے"۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ یہ آیت قریش کے متعلق نازل ہوئی۔ جب ضمضم نے انھیں مکہ پہنچ کر یہ اطلاع دی تھی کہ مجھے ابوسفیان نے بھیجا ہے اور میں تم سے یہ کہنے کے لیے آیا ہوں کہ تمھارا قافلہ محمدؐ اور اس کے ساتھیوں کی وجہ سے خطرے کی زد میں ہے۔ یہ سن کر انھوں نے جنگ کی تیاری کی اور تمام قریش نے اس میں بھرپور دولت خرچ کی تھی لیکن نتیجہ یہ نکلا کہ انھیں بدر میں شکست ہوئی تھی اور وہ دوزخ کا ایندھن بنے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ صرف جنگِ بدر کے موقع پر دولت خرچ نہیں کریں گے۔ بعد میں بھی یہ دولت خرچ کریں گے۔ چنانچہ انھوں نے جنگ احد و خندق اور دوسری غزوات کے لیے بے تحاشا دولت خرچ کی تھی مگر انھیں کوئی فائدہ نہ پہنچا۔ آخرکار فتح مکہ کے وقت وہ مکمل طور پر مغلوب ہو گئے تھے۔ ان کی دولت ان کے لیے باعثِ حسرت و ندامت ثابت ہوئی تھی۔ مؤلف عرض پرداز ہے کہ جنگِ بدر میں جن دولت مند افراد نے دولت خرچ کی تھی ان کا تذکرہ ہم چند صفحات قبل کر چکے ہیں۔

کفار کو باز آنے کی نصیحت

قُلْ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ یَّنْتَهُوْا یُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ وَ اِنْ یَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ

الْاَوَّلِيْنَ ۝

''آپ منکرین حق سے کہہ دیں کہ اگر وہ اب بھی اپنی حرکتوں سے باز آجائیں تو پہلے جو کچھ ہو چکا ہے اس سے درگزر کر دیا جائے گا اور اگر انھوں نے اپنی سابقہ روش کا اعادہ کیا تو گزشتہ قوموں کے ساتھ جو کچھ ہو چکا ہے وہ سب کو معلوم ہے''۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی شانِ رحمانی کا اظہار کیا ہے اور تمام مجرم کفار سے کہا ہے کہ اگر وہ اپنی روش سے باز آجائیں تو ان کی سابقہ غلطیاں معاف کر دی جائیں گی۔ عفوِ الٰہی کا یہ سلسلہ ہر گناہ گار کے لیے موجود ہے جیسا کہ حسب ذیل روایت اس پر دلالت کرتی ہے۔ (اضافۃ من المترجم)

تفسیر عیاشی میں علی بن درّاج اسدی سے منقول ہے۔ اس نے کہا کہ میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا' اور میں نے ان سے عرض کیا کہ میں بنی اُمیہ کی حکومت میں عہدیدار رہا ہوں' جہاں سے مجھے بہت سی دولت حاصل ہوئی ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ وہ میرے لیے حلال نہیں ہے۔ میں نے کچھ لوگوں سے رابطہ کیا تو انھوں نے کہا کہ تیری تمام دولت اور تیرے گھر کی ہر چیز حرام ہے۔ آپؑ اس کے لیے کیا فرماتے ہیں؟

حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا: تیری توبہ کا طریقہ قرآن مجید میں بیان ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ''آپ کافروں سے کہہ دیں کہ اگر وہ اب بھی اپنی حرکتوں سے باز آجائیں تو پہلے جو کچھ ہو چکا ہے اس سے درگزر کر دیا جائے گا''۔

کفر کا فتنہ ہی ختم کر دو

وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝

''اور تم ان سے جنگ کرو' یہاں تک کہ فتنہ ہی ختم ہو جائے اور پورے کا پورا دین اللہ کے لیے ہو جائے۔ پھر اگر وہ اپنی حرکتوں سے باز آجائیں تو اللہ ان کے اعمال کو دیکھنے والا ہے''۔

روضۂ کافی میں محمد بن مسلم سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی تو آپؑ نے فرمایا:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اسلام کو سربلند کرنے کی پوری کوشش کی تھی جس کی وجہ سے جزیرۃ العرب میں اسلام کو کامیابی نصیب ہوئی لیکن اس آیت کی مکمل تاویل ابھی منظر عام پر نہیں آئی۔ جب اس کی مکمل تاویل ظاہر ہوگی تو پوری دنیا میں شرک وکفر کا نام ونشان نہیں رہے گا اور دین صرف خدا کا ہی رہ جائے گا۔

مجمع البیان میں اس آیت کے ضمن میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اس آیت کی تاویل ابھی تک رونما نہیں ہوئی ہے اور جب اس کی تاویل ظاہر ہوگی تو دیکھنے والے دیکھیں گے کہ پوری کائنات میں دینِ محمدؐ کا راج ہوگا اور خدا کی زمین پر شرک کا کہیں نام ونشان تک نہیں ہوگا۔

خُمس

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

''اور تم جان لو تمہیں جو بھی چیز غنیمت میں حاصل ہوئی ہے تو اس کا پانچواں حصہ اللہ اور رسول اور رسول کے قرابت داروں اور یتیموں، مساکین اور غربت زدہ مسافروں کے لیے ہے۔ اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہوئے اور ہماری اس نصرت پر ایمان لائے ہو جو ہم نے فیصلہ کے دن (جنگِ بدر کے دن) اپنے بندے پر نازل کی تھی جس دن دو لشکر گتھم گتھا ہوئے تھے، اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے غنیمت میں خمس کو واجب کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور جنگِ بدر میں ہماری نازل ہونے والی نصرت پر یقین رکھتے ہو تو پھر غنیمت میں سے پانچواں حصہ بعنوان خمس ادا کرو۔

قرآن مجید میں خمس کے چھ حصے کیے گئے ہیں۔ ایک حصہ اللہ کا ہے، ایک حصہ رسولؐ خدا کا ہے، ایک حصہ رسولؐ خدا کے اہلِ قرابت کے لیے ہے، ایک حصہ یتامیٰ کا ہے، ایک حصہ مساکین کا ہے اور ایک حصہ غربت زدہ مسافروں کے لیے ہے۔

قرآن مجید میں خمس کو مالِ غنیمت سے مخصوص کیا گیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی غزوات سے حاصل ہونے والے مالِ غنیمت سے پانچواں حصہ علیحدہ کر لیتے تھے جس سے آپؐ اپنے اور اپنے اہلِ بیت کے اخراجات پورے کرتے

تھے اور اس میں سے یتامیٰ و مساکین اور مسافروں کی خبر گیری کرتے تھے۔

آیتِ خمس کا سیاق و سباق جنگِ بدر سے مخصوص ہے' کیونکہ جب مسلمانوں کو پہلی بار جنگِ بدر میں مالِ غنیمت ملا تھا تو اس کے متعلق ان میں یہ اختلاف ہوا تھا کہ یہ مال تین گروہوں میں سے کس کو ملنا چاہیے۔ آخرکار صحابہ نے رسولؐ خدا سے یہی مسئلہ دریافت کیا تھا اس پر سورہ انفال کی پہلی آیت نازل ہوئی کہ لوگ آپ سے ''انفال'' مالِ غنیمت کے متعلق دریافت کرتے ہیں آپ کہہ دیں کہ ''انفال'' بس اللہ اور رسولؐ کی ملکیت ہے۔

اس آیت کے نزول کے بعد تمام دعویدار فریق خاموش ہو گئے تھے کہ یہ مال صرف اللہ اور رسولؐ کا ہے۔ پھر اللہ نے آیتِ خمس نازل کی اور حکم دیا کہ مالِ غنیمت میں سے پانچواں حصہ علیحدہ کر کے رسولؐ خدا کے حوالے کر دیا جائے۔ باقی مال کے متعلق اللہ نے مجاہدین سے فرمایا: فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (تم نے جو مالِ غنیمت حاصل کیا ہے اسے حلال اور طیب سمجھ کر کھاؤ اور تم خدا سے ڈرتے رہو یقیناً اللہ بخشنے والا مہربان ہے)۔

الغرض مالِ غنیمت میں سے پانچواں حصہ بعنوان خمس منہا کر کے چار حصے مجاہدین میں تقسیم کر دیے گئے۔ البتہ بعض شیعہ روایات میں لفظ ''غنیمت'' سے مطلق طور پر فائدہ مراد لیا گیا ہے اور یتامیٰ و مساکین اور ابن السبیل کے حصے بھی صرف خاندانِ رسولؐ کے لیے مخصوص کر دیے گئے ہیں اور پوری اُمت رسول کو اس سے محروم رکھا گیا ہے۔ بہرنوع خمس کا مسئلہ بذاتِ خود انتہائی پیچیدہ ہے' کیونکہ لفظ غنیمت سے عمومی فائدہ مراد لینے کے لیے قرآن مجید سے کوئی استشہاد پیش نہیں کیا جا سکتا۔ قرآن کریم میں لفظ غَنِمْتُمْ دو مرتبہ سورہ الانفال میں استعمال ہوا ہے اور مذکورہ مقامات پر یہ عمومی فائدہ کی بجائے غنیمت جنگ کے معنی میں آیا ہے۔

علاوہ ازیں لفظ ''مغانم'' پورے قرآن مجید میں حسب ذیل چار مقامات پر استعمال ہوا ہے:

۱- عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۡ فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ۭ (النساء:۹۴)

۲- سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ ۚ (الفتح:۱۵)

۳- وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا (الفتح:۱۹)

۴- وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا ...... (الفتح:۲۰)

مذکورہ چار مقامات پر بھی یہ لفظ عمومی افادہ کے بجائے جنگی غنیمت کے متعلق استعمال ہوا ہے۔ پھر قرآن مجید میں یتامیٰ' مساکین اور ابن السبیل عام ہیں۔ اس میں سادات اور غیر سادات کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔ ویسے بھی فکری بات یہ ہے

کہ اگر ایک سو میں سے بیس روپے صرف ایک خاندان کے لیے مخصوص کر دیئے جائیں تو پوری اُمت رسول کے لیے اسلام کا کون سا فنڈ باقی بچتا ہے؟

دوسری طرف اس قضیہ کا المناک پہلو یہ ہے کہ ''زکوٰۃ'' کا جو نصاب متعارف کرایا گیا ہے اس میں غرباء و مساکین کے لیے کچھ بھی نہیں بچتا۔ اگر کچھ حصہ بنتا ہے تو وہ بھی ''اشکِ بلبل'' سے زیادہ نہیں ہے۔ بہرنوع ہم مفتیانِ ملت سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ روایتی انداز سے ہٹ کر خمس و زکوٰۃ کی ایسی تشریح کریں جو کہ علمِ معاشیات سے بھی متصادم نہ ہو۔

ہم اس موضوع پر اس سے زیادہ خامہ فرسائی نہیں کرنا چاہتے اور ہم اپنے قارئین کو تفسیر نورالثقلین کی روایات کی طرف لیے چلتے ہیں اور یہاں بطور تمثیل حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کا جملہ نقل کر کے اس بحث کو ختم کرتے ہیں: تلک شقشقة هدرت ثم قرت (اضافۃ من المترجم)

تہذیب الاحکام میں سلیم بن قیس الہلالی سے منقول ہے کہ میں نے امیرالمومنین علیہ السلام سے ایک تفصیلی گفتگو سنی آپؑ نے اس میں یہ کلمات بھی ارشاد فرمائے: ان تمام باتوں سے بڑھ کر ''ذی القربیٰ'' کا وہ حصہ اہم ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَاۤ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ۔

خدا کی قسم ''ذی القربیٰ'' سے ہم مراد ہیں۔ ہم ہی وہ ''ذی القربیٰ'' ہیں جنھیں اللہ نے اپنے اور اپنے رسولؐ کے ساتھ شامل کیا ہے اور فرمایا ہے: وَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۔ یہ آیت ہمارے لیے مخصوص ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو عظمت بخشی ہے اور اس نے ہمیں بھی لوگوں کے ہاتھوں کی میل کھانے سے بلند رکھا ہے۔

اصول کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے یہ آیت پڑھی: وَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى اور فرمایا: ''ذی القربیٰ'' سے امیرالمومنین اور ائمہ علیہم السلام مراد ہیں۔

محمد بن مسلم نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے وَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى کے متعلق نقل کیا کہ آپؑ نے فرمایا: ''ذی القربیٰ'' سے رسولؐ خدا کے قرابت دار مراد ہیں۔ خمس رسولِ اکرمؐ کے لیے ہے اور ہمارے لیے ہے۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے وَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى کی آیت کے تحت سوال کیا گیا کہ اللہ کا حصہ کس کو دیا جائے گا؟ آپؑ نے فرمایا: وہ رسولؐ خدا کو ملے گا اور رسولؐ کا حصہ امام کو

ملے گا۔

آپؑ سے پوچھا گیا کہ یہ بتائیں اگر ایک صنف کے افراد زیادہ ہوں اور دوسری کے کم ہوں تو اس صورت میں کیا کرنا چاہیے؟ آپؑ نے فرمایا: اس کا انحصار امام کی صوابدید پر ہے۔ کیا تم نے رسولؐ خدا کی روش نہیں دیکھی؟ کیا آنحضرتؐ اپنی صوابدید سے عطا نہیں کرتے تھے؟ رسولؐ خدا کی طرح سے امام کو بھی اختیار ہے کہ وہ اپنی صوابدید کے مطابق عمل کرے۔

خُمس شیعوں پر معاف ہے

حکیم موذن بن عیسیٰ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے قولِ خدا وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى کے متعلق پوچھا تو آپؑ نے اپنی دونوں کہنیوں کا اپنے گھٹنوں پر زور دیا اور ہاتھ سے اشارہ کر کے فرمایا: خدا کی قسم! اس سے روزانہ ہونے والا فائدہ مراد ہے، لیکن میرے والد علیہ السلام نے اپنے شیعوں کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا تھا۔

روضہ کافی میں امیر المومنین علیہ السلام کا ایک خطبہ مرقوم ہے جس میں آپؑ نے فرمایا: مجھ سے پہلے حکمرانوں نے کچھ ایسے اعمال کیے ہیں جس میں انھوں نے سنتِ رسولؐ کی خلاف ورزی کی ہے۔ اب اگر میں لوگوں کو مجبور کروں کہ وہ حکمرانوں کی جاری کردہ روش کو چھوڑ دیں اور میں ہر چیز کو اس کے اصل مقام پر لے جاؤں جہاں وہ دورِ رسالت میں تھی تو میرا لشکر مجھے چھوڑ کر مجھ سے جدا ہو جائے گا اور میں تن تنہا رہ جاؤں گا یا میرے ساتھ میرے وہ تھوڑے سے شیعہ رہ جائیں گے جنھیں میری فضیلت کا علم ہے اور جو کتاب اللہ اور سنت رسولؐ کی وجہ سے میری امامت کے قائل ہیں۔

تمھارا کیا خیال ہے اگر میں مقامِ ابراہیم کو موجودہ جگہ سے اکھاڑ کر وہاں نصب کروں جہاں رسولؐ خدا نے نصب کیا تھا اور میں خُمس میں سے ''ذی القربیٰ'' کا پورا حصہ خاندانِ رسولؐ کے حوالے کر دوں تو لوگ مجھے چھوڑ دیں گے جب کہ ہمارا حصہ قرآن مجید میں مقرر کیا گیا ہے اور ارشاد خداوندی ہے: وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ یہ آیت ہمارے لیے مخصوص ہے۔

روضہ کافی کی ایک روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ابوحمزہ سے فرمایا کہ آیتِ خُمس کے تحت ہم ہی خُمس اور فَے کے حقدار ہیں۔ ہم نے خمس اور فَے اپنے شیعوں پر حلال کی ہے، اغیار پر ہم نے اس کا کھانا حرام کیا ہے۔

کتاب احتجاجِ طبرسی میں مرقوم ہے کہ ایک شامی سے حضرت امام سجاد علیہ السلام نے فرمایا تھا: تو جو ہمارے خاندان کے قتل اور ہماری قید پر خوشی کا اظہار کر رہا ہے تو کیا تو نے قرآن پڑھا ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں' میں نے قرآن پڑھا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: کیا تو نے وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى کی آیت پڑھی ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں' میں نے یہ آیت پڑھی ہے۔ آپؑ نے فرمایا: وہ ''ذی القربیٰ'' ہم ہیں۔

توضیح: روایت کافی طویل ہے ہم نے بقدرِ ضرورت اس کا ایک اقتباس نقل کیا ہے۔

تہذیب الاحکام میں زکریا بن مالک جعفی سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ کی آیت مجیدہ کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا:

خُمس میں اللہ کا حصہ رسول کو ملے گا۔ رسول اپنی صوابدید کے مطابق اسے خرچ کرے گا۔ رسولؐ کے بعد رسولؐ کا حصہ ان کے قرابت داروں کو دیا جائے گا اور ''ذی القربیٰ'' کا حصہ بھی آنحضرتؐ کے قرابت داروں کو دیا جائے گا اور یتامیٰ کا حصہ آنحضرتؐ کے اہلِ بیتؑ کے یتیموں کو دیا جائے گا۔ خُمس کے یہ چار حصے آنحضرتؐ کے قرابت داروں میں تقسیم کیے جائیں گے' جب کہ مساکین اور غربت زدہ مسافروں کو تو تم جانتے ہی ہو اور تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے اور صدقہ ہمارے لیے حلال نہیں ہے۔ یہ مساکین اور غربت زدہ مسافروں کو ہی ملے گا۔

(مقصد یہ ہے کہ خُمس کے چار حصے سادات کے لیے مخصوص ہیں جب کہ آخری دو حصوں میں سادات کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ یہ غیر سادات کو ملیں گے اور اس کے حق دار مساکین اور غربت زدہ مسافر ہوں گے۔ اضافۃ من المترجم)

تہذیب الاحکام کی ایک اور روایت میں مذکور ہے کہ خُمس کے چھے حصے ہیں جن میں سے اللہ' رسول اور ذی القربیٰ کے حصے امام کے لیے مخصوص ہیں اور یتامیٰ' مساکین اور مسافروں کے لیے بھی شرط یہ ہے کہ ان کا تعلق خاندانِ رسولؐ سے ہو۔ خاندانِ رسولؐ کے علاوہ کسی اور کو خُمس کی رقم نہیں دی جائے گی۔

عوالی اللئالی میں حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ یتامیٰ و مساکین سے ہمارے یتیم اور ہمارے مسکین مراد ہیں۔

تفسیر ثعلبی میں منہال بن عمرو کا بیان ہے کہ میں نے امام زین العابدین علیہ السلام سے خُمس کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: خُمس ہمارا حق ہے۔ اور آیتِ خُمس میں جن یتامیٰ و مساکین کا ذکر ہے اس سے بھی ہمارے خاندان کے یتیم و

مسکین مراد ہیں۔

کتاب الخصال میں مرقوم ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا: عبدالمطلب نے چند قوانین جاری کیے تھے جنھیں خدا نے اسلام میں بھی باقی رکھا ہے۔ عبدالمطلب کو خزانہ دستیاب ہوا تھا۔ انھوں نے اس میں سے پانچواں حصہ نکال کر راہِ خدا میں خیرات کر دیا تھا۔ اللہ نے ان کے قانون کو باقی رکھا اور فرمایا: وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی……

عیون الاخبار میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے اور اس حدیث میں آپؑ نے اُمت اور اہلِ بیتؑ کے درمیان فرق بیان کیے ہیں۔ چنانچہ آپؑ نے گفتگو کے دوران فرمایا:

آٹھویں آیت جو اہلِ بیتؑ کے لیے مخصوص ہے وہ یہ ہے: وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی۔ اس آیت میں ''ذی القربیٰ'' کے حصے کو اللہ اور رسولؐ کے حصے کے ساتھ شامل کیا گیا ہے۔ چنانچہ یہ آل اور اُمت کے درمیان فرق ہے۔ اللہ نے آل کو ایک طرف رکھا اور باقی لوگوں کو دوسری طرف رکھا اور ان کے لیے بھی وہی کچھ پسند کیا جو اپنے لیے پسند کیا اور اللہ نے اپنی ذات سے ابتدا کی' پھر رسول کو شامل کیا۔ پھر آنحضرتؐ کے قرابت داروں کو شامل کیا۔ خدا نے اپنے لیے جس خمس اور فے کو پسند کیا اُسی کو اپنے رسول اور حضرت کے قرابت داروں کے لیے پسند کیا۔ یہ خدا کی طرف سے ایک زبردست تاکید ہے اور قیامت تک باقی رہنے والی یادگار ہے۔ یہ اس عظیم کتاب کی آیت ہے جس کے سامنے باطل نہیں آ سکتا اور نہ ہی اس کے پیچھے باطل آ سکتا ہے جو کہ صاحب حکمت اور لائق حمد کی نازل کردہ ہے۔

خُمس میں جہاں تک یتامیٰ و مساکین کا تعلق ہے تو وہ جزوقتی اور عارضی ہے کیونکہ یتیم اس وقت تک خُمس کا مستحق رہتا ہے جب تک بالغ نہ ہوجائے اور جب وہ بالغ ہوجاتا ہے تو اس کی یتیمی ختم ہوجاتی ہے اور وہ خُمس کا مستحق نہیں رہتا۔ اسی طرح سے مسکین کی مسکینی اور افلاس جب دُور ہوجائے تو وہ مسکین نہیں رہتا اور جب وہ مسکین ہی نہ رہے تو خُمس میں سے اس کا حصہ ختم ہوجاتا ہے جب کہ ذی القربیٰ کا حصہ قیامت تک قائم ہے خواہ وہ غریب ہو یا امیر' پھر بھی وہ خمس کا مستحق رہتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ''ذی القربیٰ'' اللہ اور رسول کے ساتھ مقرون ہیں جب کہ اللہ سب سے بڑا غنی ہے اور اس کے بعد رسول اکرمؐ سب سے بڑے غنی ہیں۔ اس کے باوجود بھی خمس میں اللہ کا حصہ مقرر ہے اور رسولؐ مقبول کا حصہ بھی مقرر ہے جس طرح سے اللہ نے اپنے اور اپنے رسولؐ کے لیے خُمس میں حصہ مقرر کیا ہے اسی طرح سے ''ذی القربیٰ'' کے لیے بھی خُمس میں حصہ مقرر کیا ہے۔ اللہ نے ابتدا اپنی ذات سے کی' پھر اپنے رسول کو شامل کیا اور رسولؐ کے بعد ''ذی القربیٰ'' کا تذکرہ فرمایا۔

اللہ نے صرف اس ایک آیت میں ہی ہمیں اپنے اور اپنے رسولؐ کے ساتھ نہیں ملایا بلکہ آیتِ اطاعت میں اور آیتِ ولایت میں بھی ہمیں اپنے اور اپنے رسول کے ساتھ شامل کیا ہے جیسا کہ فرمانِ قدرت ہے: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ (النساء:۵۹) ''اے ایمان والو! تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول اور جو تم میں صاحب امر ہوں ان کی اطاعت کرو''۔ آیتِ ولایت میں فرمایا: وَلِیُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ رٰكِعُوْنَ ۝ (المائدہ:۵۵) ''بس تمھارا ولی اللہ اور اس کا رسول ہے اور وہ اہلِ ایمان تمھارے ولی ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالتِ رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں''۔

اللہ نے ہماری اطاعت و ولایت کو اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت و ولایت کے ساتھ شامل کیا ہے اور ہمارے خمس کے حصّہ کو اپنے اور اپنے رسول کے ساتھ شامل کیا ہے۔ خدا کی ذات بابرکت ہے جس نے اہلِ بیت پر اتنی عظیم نعمات کی ہیں۔ خُمس کے برعکس جب خدا نے زکوٰۃ و صدقات کے مصارف بیان کیے تو اس میں اپنی ذات اور اپنے حبیب اور ان کی اہلِ بیتؑ کا تذکرہ نہیں کیا اور فرمایا:

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ الْعٰمِلِیْنَ عَلَیْهَا وَ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَ فِی الرِّقَابِ وَ الْغٰرِمِیْنَ وَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ ؕ فَرِیْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ...... (التوبہ:۶۰) ''صدقات بس فقراء، مساکین اور عاملینِ صدقات اور ان کے دل کی تالیف مطلوب ہو اور غلاموں کو آزاد کرانے کے لیے اور قرض میں دبے ہوئے افراد اور خدا کے کاموں میں اور غربت زدہ مسافروں کے لیے ہیں''۔

کیا تمھیں اس آیت میں اللہ، رسول اور رسول کی اہلِ بیتؑ کا کوئی ذکر دکھائی دیتا ہے۔ جس طرح سے اللہ نے اپنے آپ کو صدقہ سے منزہ رکھا اسی طرح سے اپنے رسول اور ان کی اہلِ بیتؑ کو بھی صدقہ سے بلند و بالا رکھا۔ بات صرف یہاں تک محدود نہیں ہے بلکہ آلِ محمدؐ کے لیے صدقات کو حرام قرار دیا گیا' کیونکہ صدقہ لوگوں کے ہاتھ کی مَیل ہے اور یہ آلِ محمدؐ کے لیے ناجائز ہے' کیونکہ آلِ محمدؐ ہر رجس اور ناپاکی اور میل کچیل سے پاک ہیں۔ اللہ نے ان کو طہارت دی ہے اور انھیں برگزیدہ بنایا ہے اسی لیے جس مال میں خدا نے اپنا حصّہ مقرر کیا ہے اسی مال میں انھیں بھی حصّہ دار بنایا ہے اور جس مال سے اپنے آپ کو علیحدہ رکھا ہے اس مال سے اہلِ بیتؑ کو بھی جدا رکھا ہے۔

تفسیر عیاشی میں محمد بن مسلم سے منقول ہے کہ صادقین علیہما السلام میں سے کسی ایک بزرگوار سے میں نے پوچھا کہ آیتِ خُمس میں جس ذی القربیٰ کا ذکر ہے اس سے کون مراد ہیں؟

انھوں نے فرمایا: اس سے رسولؐ خدا کے اہلِ قرابت مراد ہیں۔ میں نے عرض کیا: تو کیا یتامیٰ، مساکین اور غربت زدہ مسافروں کا تعلق بھی انھی سے ہے؟ آپؑ نے فرمایا: جی ہاں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ''نجدہ حروری'' نے ابن عباس کو خط لکھا اور اس نے خط کے ذریعے دریافت کیا کہ خُمس کس کی ملکیت ہے؟

ابن عباس نے جواب میں لکھا: خُمس کے متعلق ہم یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ ہماری ملکیت ہے، جب کہ ہماری قوم گمان کرتی ہے کہ ہماری ملکیت نہیں ہے۔ ہم نے صبر کرلیا ہے۔

زرارہ، محمد بن مسلم اور ابی بصیر کا بیان ہے کہ ہم نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ لوگوں پر امامؑ کا کیا حق ہے؟ آپؑ نے فرمایا: فَے، انفال اور غنیمت میں امام کا پانچواں حصّہ ہے کیونکہ اللہ کا فرمان ہے: وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۔دنیا کی ہر چیز میں ان کا حصّہ ہے اور امام جو کچھ چھوڑ دیتا ہے وہ اس سے کہیں زیادہ ہے جسے وہ لیتا ہے۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ خُمس میں اللہ اور رسولؐ کے حصوں کے بھی ہم مالک ہیں۔

حلبی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ ہمارا ہم عقیدہ شخص اگر مخالفین کے پرچم تلے کفار سے جنگ کرے اور اسے مالِ غنیمت میں سے حصّہ ملے تو اسے کیا کرنا چاہیے؟

آپؑ نے فرمایا: اس حصّہ میں سے وہ ہمارا خُمس ادا کرے، باقی حصّہ اس کے لیے پاک ہے۔

یوم الفرقان کون سا دن ہے؟

وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۭ

''اگر تم اس نصرت پر ایمان رکھتے ہو جسے ہم نے اپنے بندے پر فیصلہ کے دن نازل کیا تھا جس دن دو لشکر ایک دوسرے سے ٹکرائے تھے''۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: وہ ۱۹ ماہِ رمضان کا دن تھا، جب اسلام اور کفر کے لشکر آپس میں ٹکرائے تھے۔

کتاب الخصال میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: سترہ مواقع پر غسل کرنا چاہیے۔

۱۷رمضان کی شب کو غسل کرنا چاہیے کیونکہ یہ جنگِ بدر کی شب ہے کہ جس دن اسلام اور کفر کے دو لشکر آپس میں ٹکرائے تھے۔

قریبی درہ اور دُور والا درہ

اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى وَالرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ

''جب تم قریبی محاذ پر تھے اور وہ دُور والے محاذ پر تھے اور قافلہ تم سے نشیب پر تھا''۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں ہے ''عدوۃ الدنیا'' قریبی ناکے سے یمانی درہ مراد ہے جہاں اسلام کا لشکر تھا اور ''عدوۃ القصویٰ'' سے شامی درہ مراد ہے، جہاں قریش کا لشکر قیام پذیر تھا اور نشیبی قافلہ سے وہ قافلۂ تجارت مراد ہے جس کی قیادت ابوسفیان کر رہا تھا۔

تفسیر عیاشی میں مرقوم ہے کہ وَالرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ سے ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کا تجارتی قافلہ مراد ہے۔

خدائی فیصلہ ظہور پذیر ہو کر رہتا ہے

لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا

''تا کہ جس امر کا خدا فیصلہ کر چکا ہے وہ اسے ظہور میں لے آئے''۔

ابومخنف اپنی کتاب ''مقتل الحسین'' میں لکھتے ہیں کہ جب امام حسین علیہ السلام کو حضرت مسلمؑ اور ہانیؒ کی شہادت کی خبر ملی تو حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا:

مولا! اب یہاں سے آگے بڑھنا اپنے آپ کو تیروں اور نیزوں کی زد پر لانے کے مترادف ہے۔ اگر اہل کوفہ اپنے قول و قرار میں سچے ہیں تو انھیں چاہیے کہ وہ آپ کی آمد کے لیے راستہ ہموار کریں اور جب وہ یہ سب کچھ کر لیں تو پھر ان کے پاس جانا مناسب رہے گا۔ بہتر یہی ہے کہ آپ کوفہ مت جائیں اور یہیں سے ہی واپس لوٹ جائیں۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: بندہ خدا! تو نے سچ کہا ہے لیکن خدا کا فرمان ہے: وَلٰكِنْ لِّيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا۔ مقصد یہ ہے کہ خدا کے لکھے کو کون مٹا سکتا ہے اور اس کے فیصلہ سے کون سرتابی کر سکتا ہے۔

جس نے زندہ رہنا ہے دلیل کے ساتھ زندہ رہے

لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ

''تا کہ جس نے ہلاک ہونا ہے وہ دلیل کے ساتھ ہلاک ہو اور جو زندہ رہے وہ بھی دلیل کے ساتھ زندہ رہے''۔

شیخ الطائفہ نے اپنی کتاب ''مصباح'' میں حضرت علی علیہ السلام کا ایک خطبہ نقل کیا ہے جو آپؑ نے روزِ غدیر کی مناسبت سے دیا تھا۔ اس خطبہ کا ایک اقتباس یہ ہے:

''اللہ نے مخلوق کو اندھیرے میں نہیں رکھا اور انھیں بہرا، اندھا اور گونگا نہیں بنایا۔ اللہ نے مخلوق کو عقل کی نعمت عطا کی ہے جو کہ ان کے اجسام میں موجود ہے اور مخلوق کے حواس کو عقل کا تابع بنایا ہے۔ لوگوں کو قوتِ سماعت و بصارت عطا ہوئی ہے۔ اللہ نے لوگوں کو فکر و تدبر عطا کر کے ان پر اپنی حجت قائم کی ہے اور انھیں زبان دے کر اپنی حجت کا اقرار کرایا ہے تا کہ جس نے ہلاک ہونا ہے وہ دلیل سے ہلاک ہو اور جس نے زندہ رہنا ہے وہ بھی دلیل و برہان کے ساتھ زندہ رہے۔ یقیناً اللہ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے اور وہ دیکھنے والا، گواہ اور صاحبِ خبر ہے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ ''جس نے زندہ رہنا ہے وہ دلیل کے ساتھ زندہ رہے'' کا مقصد یہ ہے کہ زندہ رہنے والے کو یہ جان لینا چاہیے کہ اللہ نے اس کی مدد کی ہے۔

ایک عجیب فریب نظر

اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ فِيْ مَنَامِكَ قَلِيْلًا ۭ وَلَوْ اَرٰىكَهُمْ كَثِيْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ وَاِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِيْٓ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا وَّيُقَلِّلُكُمْ فِيْٓ اَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝

''اور جب خدا آپ کو ان کی تعداد تھوڑی کر کے دکھا رہا تھا اور اگر وہ ان کی تعداد تمھیں زیادہ دکھا دیتا تو تم ہمت ہار جاتے اور تم لڑائی کے معاملہ میں جھگڑا کرنے لگ جاتے۔ لیکن اللہ نے اس سے محفوظ رکھا۔ بے شک وہ سینوں میں چھپی ہوئی باتوں کو جاننے والا ہے اور اس وقت کو یاد کرو جب مقابلہ کے وقت خدا تمھاری نگاہوں میں دشمن کی تعداد کو تھوڑا کر کے دکھا رہا تھا اور ان کی نگاہوں میں تمھیں تھوڑا کر کے دکھا رہا تھا تا کہ جو بات ہونی تھی خدا اسے ظہور میں لے آئے اور تمام امور کی بازگشت اللہ کی طرف ہے''۔

آیت مجیدہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو خوش خبری دینے والا خواب دکھایا تھا جس میں دشمن کی تعداد کو کم دکھایا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہی خواب اہل ایمان کے سامنے بیان کیا تھا جس سے ان کے حوصلے بلند ہوگئے تھے اور انھوں نے جنگ کا فیصلہ کیا تھا اور اگر خدا اپنے حبیب کو دشمنوں کی کثرت دکھلاتا تو بہت سے لوگ ہمت ہار جاتے اور لڑائی پر آمادہ نہ ہوتے۔

پھر جب لڑائی شروع ہوئی تو اس وقت بھی مسلمان فوج کو کافروں کی تعداد بہت کم دکھائی دیتی تھی۔ ابن مسعود سے کسی نے پوچھا تھا کہ آغازِ جنگ پر تمھیں فریقِ مخالف کی کتنی تعداد دکھائی دیتی تھی؟ انھوں نے کہا: وہ ہمیں بہت کم دکھائی دیتے تھے۔ کہنے والے نے کہا: کیا وہ تمھیں ستر افراد تک دکھائی دیتے تھے؟ ابن مسعود نے کہا: ستر تو نہیں البتہ نوے یا ایک سو کے لگ بھگ دکھائی دیتے تھے۔

آغازِ جنگ میں مسلمانوں کو کافر کم تعداد میں دکھائی دیتے تھے اور کافروں کو بھی مسلمان کم تعداد میں دکھائی دیتے تھے البتہ یہ آغازِ جنگ کی بات ہے جب لڑائی چھڑ گئی تو اللہ نے مسلمانوں کی تعداد زیادہ دکھائی شروع کردی جیسا کہ ارشادِ قدرت ہے: قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ۖ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ ۖ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۖ (آلِ عمران: ۱۳) ''دو ٹکرانے والے گروہوں میں تمھارے لیے نشانی ہے۔ ایک گروہ اللہ کی راہ میں جنگ کر رہا تھا اور دوسرا گروہ کافروں کا تھا جنھیں مسلمان اپنے سے دوگنا زیادہ دکھائی دیتے تھے اللہ اپنی مدد سے جس کی چاہتا ہے تائید کر دیتا ہے۔ (اضافۃ من المترجم نقلا عن تفسیر المیزان)

روضہ کافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ ابلیس روزِ بدر مسلمانوں کی تعداد کفار کو کم کر کے دکھا رہا تھا اور کفار کو مسلمانوں کی نظر میں زیادہ کر کے دکھا رہا تھا۔

حضرت جبریل علیہ السلام نے تلوار سے اس پر حملہ کیا۔ وہ بھاگ گیا اور بھاگتے ہوئے کہنے لگا: مجھے تو خدا نے مہلت دے رکھی ہے۔ ابلیس اپنے بچاؤ کے لیے سمندر میں کود گیا۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام علیہ السلام سے پوچھا: جب اسے خدا کی طرف سے مہلت مل چکی ہے تو پھر وہ ڈرتا کیوں ہے؟ حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا: اسے اندیشہ تھا کہ جبریلؑ اس کے کچھ اعضاء نہ کاٹ دے۔

جنگ میں ثابت قدم رہو

يَآيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوٓا اِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿۴۵﴾

''اے ایمان والو! جب کسی گروہ سے تمھارا مقابلہ ہوجائے تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو شاید اس طرح سے تم کامیاب ہوجاؤ''۔

مقصدِ آیت یہ ہے کہ دشمن کے سامنے ڈٹ جاؤ اور میدان سے بھاگنے کا نہ سوچو اور زبان اور دل سے اللہ کو یاد کرو۔ دورانِ جنگ اللہ کے ذکر کا حکم دینے میں یہ حکمت ہے کہ جب جنگ کے شعلے بھڑکتے ہیں تو وہاں انسان ڈھیر ہو رہے ہوتے ہیں اور فطری طور پر ہر شخص کو اپنی جان سے بھی لگاؤ ہے۔ جب انسان اللہ کو یاد کرتا ہے تو اسے یہ یقین حاصل ہوجاتا ہے کہ اگر اس جنگ میں مَیں مارا بھی گیا تو میری یہ قربانی رائیگاں نہیں جائے گی۔ مجھے خدا کی طرف سے شہادت کا تمغہ ملے گا اور اس کے ساتھ ابدی زندگی نصیب ہوگی۔ جب کسی مجاہد کے ذہن میں یہ تصور مستحکم ہوجائے تو اس کے ذہن سے موت کا خوف دُور ہوجاتا ہے۔

نہج البلاغہ میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے فرزند حضرت محمد بن حنفیہ کو جب روزِ جمل پرچم دے کر دشمن کے مقابلہ میں بھیجا تو آپ نے یہ تاریخی جملے ارشاد فرمائے تھے:

تزول الجبال ولا تزل عض علٰی ناجذك اعر الله جمجمتك تد في الارض قدمك ارمِ ببصرك اقصى القوم وغض بصرك واعلم ان النصر من عندالله سبحانه ۔

''پہاڑ اپنی جگہ چھوڑ دیں مگر تم اپنی جگہ سے نہ ہلنا' اپنے دانتوں کو بھینچ لینا اور اپنا کاسۂ سر اللہ کو عاریت دے دینا۔ اپنے قدم زمین میں گاڑ دینا' لشکر کی آخری صفوں پر اپنی نظر رکھنا اور (دشمن کی کثرت و طاقت سے) آنکھوں کو بند کرلینا اور یقین رکھنا کہ مدد خدا ہی کی طرف سے ہوتی ہے۔

(اضافہ من المترجم)

صبر کرو اللہ صابرین کے ساتھ ہے

وَاَطِيعُوا اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَاصْبِرُوا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِينَ ﴿۴۶﴾

''اور تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں اختلاف نہ کرو ورنہ تمھارے اندر کمزوری آ جائے گی اور تمھاری ہوا اُکھڑ جائے گی اور صبر کرو بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے''۔

صبر ایک عظیم صفت ہے اور اس کی عظمت اس سے ظاہر ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ''یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے''۔

اہلِ صبر سلام خداوندی کے حقدار ہیں جیسا کہ ارشادِ قدرت ہے: سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَی الدَّارِ (الرعد:۲۴) ''تم پر سلام ہو کیونکہ تم نے صبر کیا ہے تمھارے لیے جنت کا گھر بہترین ٹھکانہ ہے''۔ صبر انبیائے ماسبق کا وطیرہ ہے جیسا کہ فرمان قدرت ہے: وَلَقَدْ کُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِکَ فَصَبَرُوْا عَلٰی مَا کُذِّبُوْا (انعام:۳۴) ''آپ سے پہلے والے انبیاء کی تکذیب کی گئی۔ انھوں نے اس تکذیب پر صبر کیا تھا''۔ ائمہ حق کی مرکزی صفت صبر ہے جیسا کہ فرمانِ قدرت ہے: وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَىِٕمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا (السجدہ:۲۴) ''ہم نے ان میں ایسے پیشوا بنائے جو ہمارے حکم کے مطابق ہدایت کرتے تھے جب انھوں نے صبر کیا''۔ صبر ہی جنت اور حریر جنت کی قیمت ہے جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے: وجزاھم بما صبروا جنۃ وحریرا ''ان کے صبر کے بدلہ میں خدا نے انھیں جنت اور حریر جنت عطا کی ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی ۱۹ آیات میں اپنے حبیب کو صبر کا حکم دیا ہے۔ خسارہ سے محفوظ رہنے والوں کی ایک صفت حق اور صبر کی وصیت کو قرار دیا گیا جیسا کہ فرمان خداوندی ہے: وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر ''جنھوں نے ایک دوسرے کو حق بات کہنے کی وصیت کی اور جنھوں نے صبر کی وصیت کی''۔

ہادیانِ دین نے ہمیشہ صبر کی وصیت کی ہے۔ صبر کے متعلق چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: صبر دو طرح کا ہے: مصیبت پر صبر اچھا اور خوبصورت ہے اور محرمات سے پرہیز کرنا سب سے بہتر صبر ہے۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: فرزند! حق پر صبر کر اگرچہ کڑوا ہی کیوں نہ ہو۔ خدا کی طرف سے تمھیں حساب کے بغیر اجر ملے گا۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: جسے صبر نجات نہ دے تو بے صبری اسے ہلاک کر دے گی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اللہ نے ایک قوم پر احسان کیے اور انھیں نعمتیں عطا فرمائیں مگر انھوں نے شکر ادا نہ کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہی نعمات ان کے لیے وبال بن گئیں اور ایک قوم کو مصائب سے آزمایا۔ انھوں نے صبر کیا تو

وہی مصائب ان کے لیے نعمت ثابت ہوئے۔

حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کو دو گھونٹ بہت پسند ہیں۔ غصہ کا وہ گھونٹ جس کا جواب تم حلم سے دو اور مصیبت کا وہ گھونٹ جس کے مقابلہ پر تم صبر اختیار کرو۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا فرمان ہے کہ ہر نعمت کی ایک چابی ہوتی ہے اور ایک تالہ ہوتا ہے۔ نعمات کی چابی صبر ہے اور تالا سستی ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جس شخص میں تین اوصاف ہوں تو اللہ حور عین سے اس کا نکاح کرے گا: ۱۔ غصہ کو ضبط کرنا ۲۔ خدا کی رضا کے لیے تلواروں پر صبر کرنا ۳۔ جسے مالِ حرام ملے اور وہ خدا کے خوف سے اسے چھوڑ دے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: معصیتِ خدا سے صبر کرنے والا جہاد فی سبیل اللہ کرنے والے کی مانند ہے۔

امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: ایمان میں صبر کو وہی مقام حاصل ہے جو جسم میں سر کو حاصل ہے۔ (اضافۃ من المترجم نقلاً عن کتب الحدیث)

جنگِ بدر میں ابلیس کی شمولیت

وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ ۚ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّيْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ ۭ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝

''اور جب شیطان نے ان کے اعمال انھیں خوشنما بنا کر دکھائے تھے اور کہا تھا کہ آج تم پر کوئی غالب نہیں آ سکتا اور یہ کہ میں تمھارے ساتھ ہوں اور جب دونوں گروہ ایک دوسرے کے مقابلے میں آئے تو وہ اُلٹے پاؤں پھر گیا اور وہ کہنے لگا کہ میں تم سے بیزار ہوں۔ میں وہ کچھ دیکھ رہا ہوں جسے تم نہیں دیکھ رہے اور میں خدا سے ڈرتا ہوں اور خدا بہت سخت سزا دینے والا ہے''۔

تفسیر مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ روزِ بدر شیطان کے ظہور پذیر ہونے کے متعلق اختلاف ہے۔ اس سلسلہ کا ایک قول یہ ہے کہ جب قریش جنگ کے مقصد سے مکہ میں روانہ ہوئے تو ابلیس لعین سراقہ بن مالک بن جعشم الکنانی کی صورت میں

وہاں نمودار ہوا اور وہ قبیلہ کنانہ کا سردار تھا اور اس نے لشکر کفار کو اپنی بھرپور حمایت کا یقین دلایا تھا اور ان سے کہا تھا کہ آج تم پر کوئی غالب نہیں آ سکتا۔

پھر جب دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے صف آرا ہوئے اور ابلیس کی نظر ملائکہ پر پڑی تو وہ اُلٹے پاؤں وہاں سے کھسکنے لگا۔ اس وقت اس نے حارث بن ہشام کا بازو پکڑا ہوا تھا۔ حارث نے اس سے کہا: سراقہ! تو اس وقت ہمیں چھوڑ کر جا رہا ہے؟ ابلیس نے کہا کہ میں جو کچھ دیکھ رہا ہوں وہ تمھیں دکھائی نہیں دیتا۔

حارث نے کہا: دیکھ کیا رہا ہے ہمارے سامنے یثرب کے پستہ قامت لوگ آئے ہیں۔ ابلیس نے حارث کے سینہ پر دو ہتڑ رسید کیے اور وہاں سے بھاگ گیا۔ جب لشکر کفار شکست کھا کر مکہ پہنچا تو انھوں نے کہا کہ سراقہ نے ہمیں شکست سے ہمکنار کیا ہے۔ یہی خبر سراقہ تک پہنچی تو وہ مکہ آیا اور اس نے کہا: خدا کی قسم! مجھے تو تمھاری روانگی کا علم بھی نہیں تھا اور میں تمھارے ساتھ بھی نہیں تھا۔ میں تو تمھاری شکست کی خبر سن کر تمھارے پاس آیا ہوں۔

قریش نے کہا کہ تو فلاں دن اور فلاں مقام پر ہمارے ساتھ تھا اور مسلمانوں کے لشکر کو دیکھ کر تو بھاگ کھڑا تھا۔ سراقہ نے ان کے سامنے قسم کھائی کہ وہ اس موقع پر موجود نہیں تھا۔ پھر جب اہلِ مکہ اسلام لائے تو انھیں معلوم ہوا کہ وہ سراقہ نہیں ابلیس تھا۔

حضرت امام محمد باقر اور حضرت امام جعفر صادق علیہما السلام کے علاوہ یہ روایت کلبی سے بھی منقول ہے۔

تفسیر عیاشی میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: جب مسلمانوں کو بدر کے دن پیاس محسوس ہوئی تو حضرت علی علیہ السلام نے مشک اُٹھائی اور پانی بھرنے کے لیے کنوئیں پر آئے۔ اتنے میں ہوا کا ایک تیز بگولہ آ کر وہاں سے گزرا۔ کچھ دیر بعد دوبارہ تیز ہوا کا اور بگولہ وہاں سے گزرا' پھر تیسرا بگولہ وہاں سے گزرا۔ یہ منظر دیکھ کر حضرت علی علیہ السلام کچھ دیر وہاں بیٹھ گئے۔ پھر جب پانی بھر کر رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے آنحضرتؐ کے سامنے تین بگولوں کے گزرنے کا تذکرہ کیا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: پہلے بگولے میں جبریلؑ تھے جن کے ساتھ ایک ہزار فرشتے تھے۔ دوسرے بگولے میں میکائیل تھے جن کے ساتھ ایک ہزار فرشتے تھے۔ تیسرے بگولے میں اسرائیل تھے ان کے ساتھ بھی ایک ہزار فرشتے تھے۔ انھوں نے آپ پر سلام کیا تھا۔ وہ ہماری مدد کے لیے آئے ہیں۔ چنانچہ ملائکہ کے انھی لشکروں کو دیکھ کر ابلیس اُلٹے پاؤں بھاگنے پر مجبور ہوا تھا اور اس نے اپنے پیروکاروں سے کہا تھا: اِنِّیٓ اَرٰی مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّیٓ اَخَافُ اللّٰہَ ؕ وَاللّٰہُ

شَدِيْدُ الْعِقَابِ "میں وہ کچھ دیکھ رہا ہوں جسے تم نہیں دیکھ رہے۔ میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور اللہ سخت عذاب دینے والا ہے"۔

مجمع البیان میں مجاہد سے منقول ہے کہ ایک شخص نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ میں نے ایک مشرک پر حملہ کیا۔ وہ گر پڑا۔ میں اس کا سر اُتارنے کے لیے آگے بڑھا تو اچانک اس کا سر خود بخود گر پڑا۔ آخر ایسا کیوں ہوا؟

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تجھ سے پہلے ملائکہ نے اسے مار دیا تھا۔

تغیّرِ نعمت

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۳﴾

"(ان لوگوں پر عذاب اس لیے آیا کہ) خدا کسی قوم کو دی ہوئی نعمت اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ قوم خود اپنے طرزِ عمل سے اسے تبدیل نہیں کر دیتی اور یقیناً اللہ سننے والا جاننے والا ہے"۔

سابقہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے قریش کی تباہی کی داستان بیان کی اور اس کے ساتھ فرمایا کہ ان کے ساتھ ہم نے وہی معاملہ کیا ہے جو آلِ فرعون کے ساتھ کیا تھا کیونکہ ہم نے انھیں دولت اقتدار اور عزت و حشمت عطا کی تھی لیکن انھوں نے ہماری نعمات کی ناقدری کی اور شکر کے بجائے کفر کا راستہ اختیار کیا۔ آخر کار ہم نے ان کے گناہوں کی پاداش میں پکڑ لیا اور جب کسی کو خدا پکڑ لے تو اس کی پکڑ سے چھڑانے والا کوئی نہیں ہوتا۔

جس طرح سے ہم نے آلِ فرعون پر نعمات کی فراوانی کی تھی اسی طرح سے ہم نے قریش پر بھی بے بہا نعمات نازل کی تھیں اور ہم نے ان کے تجارتی قافلوں کی وجہ سے انھیں دولت عطا کی اور بیت اللہ کی وجہ سے انھیں پورے عرب میں احترام دیا تھا۔ جب باقی اہلِ عرب بھوک سے بلبلا رہے ہوتے تھے اس وقت بھی قریش کی تجوریاں دولت سے بھری ہوئی تھیں مگر انھوں نے بھی ہماری نعمات کی ناقدری کی اور ہمارے رسول کو نہ صرف جھٹلایا بلکہ اسے مکہ سے نکلنے پر مجبور کر دیا۔ پھر مدینہ میں بھی اسے سکھ کا سانس نہ لینے دیا۔ اسی لیے ہم نے انھیں جنگِ بدر میں ذلت و رسوائی سے ہمکنار کیا۔ اور ہمارا یہ اصول ہے کہ جب کسی قوم کو نعمت سے سرفراز کرتے ہیں تو اس سے خواہ مخواہ نعمت کو چھینا نہیں کرتے۔ ہاں جب کوئی قوم اپنے عمل سے یہ ثابت کر دے کہ وہ نعمات کے لیے نااہل ہے تو پھر ہم اس سے اپنی نعمت چھین لیا کرتے ہیں اور نعمت بدل کر نقمت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ دعائے کمیل کے آغاز میں حضرت علی علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو اس کی رحمت واسعہ‘ قوت قاہرہ‘ جبروت غالبہ‘ عظمت‘ سلطنت‘ ذات باقی‘ اسمائے الٰہی‘ علم محیط‘ تجلی نور کے موثر رابطے دینے کے بعد التماس کیا ہے۔ اللھم اغفرلی الذنوب التی تھتک العصم، اللھم اغفرلی الذنوب التی تنزل النقم، اللھم اغفرلی الذنوب التی تغیر النعم...... ”خدایا! میرے ان گناہوں کو بخش دے جو ناموس میں بٹہ لگاتے ہیں۔ خدایا! میرے ان گناہوں کو بخش دے جو بلاؤں کے نازل ہونے کا سبب ہوتے ہیں۔ خدایا! میرے وہ گناہ بخش دے جو نعمتوں کو بدل دیتے ہیں“۔

کتاب علی و کمیل میں احمد زمردیان کہتے ہیں کہ حضرت امام سجاد علیہ السلام نے فرمایا:

وہ گناہ جو نعمت کی تبدیلی کا سبب بنتے ہیں وہ یہ ہیں: ۱- لوگوں پر ظلم کرنا ۲- جس نیکی کی عادت ہو چکی ہو اسے چھوڑ دینا ۳- نعماتِ الٰہی کی ناقدری کرنا ۴- شکر نہ کرنا۔ (اضافۃ من المترجم)

اصول کافی میں ہیثم بن واقد الجزری سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا‘ آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنا ایک نبی مبعوث کیا اور اسے وحی فرمائی کہ اپنی قوم سے کہہ دے کہ اگر کچھ لوگ اور کوئی علاقہ میری اطاعت کا خوگر ہو اور میں ان کو فراخی عطا کردوں اور فراخی پانے کے بعد وہ ایسے اعمال کرنے لگ جائیں جو مجھے ناپسند ہوں تو میں بھی اپنی نعمت کو بدل دیتا ہوں اور انھیں ایسے حالات میں دوچار کرتا ہوں جو انھیں ناپسند ہوتے ہیں اور اگر کچھ لوگ اور کوئی علاقہ میری نافرمانی میں مبتلا ہو اور میں ان پر کوئی تکلیف نازل کروں اور وہ اپنی روش بدل کر میری اطاعت کرنے لگ جائیں تو میں ان سے وہ تکلیف دُور کر دیتا ہوں اور ان کے لیے پسندیدہ حالات پیدا کر دیتا ہوں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے اپنے والد علیہ السلام سے سنا‘ انھوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حتمی تقدیر کے تحت یہ فیصلہ کیا ہے کہ کسی بھی بندے پر نعمت نازل کر کے اس سے وہ نعمت سلب نہیں کروں گا جب تک وہ ایسا گناہ نہ کرے جس کی وجہ سے وہ عذاب کا حق دار بن جائے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اللہ کسی کو نعمت دے کر اس سے اس وقت تک سلب نہیں کرتا جب تک وہ انسان اپنے عمل سے یہ ثبوت نہ دے کہ اب وہ نعمت کے اہل نہیں رہا۔ اس وقت اللہ اس سے وہ نعمت سلب کر لیتا ہے۔

نہج البلاغہ میں امیر المومنین علیہ السلام نے مالک اشتر کے نام ایک دستاویز مرقوم کی ہے۔ اس میں آپؑ نے مالک اشتر کو مخاطب کر کے یہ جملے بھی تحریر کیے تھے اور اللہ کی نعمتوں کو سلب کرنے والی اور اس کی عقوبتوں کو جلا بلا وا دینے والی کوئی چیز اس سے بڑھ کر نہیں ہے کہ ظلم پر باقی رہا جائے کیونکہ اللہ مظلوموں کی فریاد سنتا ہے اور ظالموں کے لیے موقع کا منتظر رہتا ہے۔

اسی عظیم دستاویز میں یہ کلمات بھی مرقوم ہیں: ''دیکھو ناحق خون ریزیوں سے دامن بچائے رکھنا کیونکہ عذاب الٰہی سے قریب اور پاداش کے لحاظ سے سخت اور نعمتوں کے سلب ہونے اور عمر کے خاتمہ کا سبب ناحق خونریزی سے زیادہ کوئی شے نہیں ہے۔

کافر بدترین مخلوق ہیں

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝ اَلَّذِیْنَ عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِیْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمْ لَا یَتَّقُوْنَ ۝

''زمین پر چلنے والوں میں سے بدترین افراد وہ ہیں جنھوں نے کفر کیا ہے اب وہ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ جن سے آپ نے معاہدہ کیا اور اس کے بعد وہ ہر بار اپنے عہد کو توڑ دیتے ہیں اور پیمان شکنی کرتے ہوئے خدا سے نہیں ڈرتے''۔

ان آیات کا روئے تخاطب بظاہر یہود مدینہ کی طرف ہے جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد بار معاہدے کیے لیکن انھوں نے ان معاہدوں کی پاسداری نہیں کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان پیمان شکن افراد کے لیے فرمایا کہ وہ اللہ کی نظر میں زمین پر چلنے والے بدترین افراد ہیں اور ان سے ایمان کی توقع بے سود ہے۔

ابن عباسؓ، مجاہد اور سعید بن جبیر سے منقول ہے کہ یہ آیات یہود مدینہ کے متعلق نازل ہوئیں۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو مدینہ میں یہودیوں کے تین قبائل آباد تھے جن کے نام یہ ہیں: بنی قینقاع، بنی نضیر، بنی قریظہ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ پہنچ کر ان سے مصالحت کا میثاق کیا تھا جسے میثاق مدینہ کہا جاتا ہے۔ بنی قینقاع نے جنگِ بدر کے وقت وہ معاہدہ توڑ دیا۔ نبی اکرمؐ جنگِ بدر کے بیس پچیس دن بعد ان کی سرکوبی کے لیے لشکر لے کر گئے۔ انھوں نے اپنے قلعوں میں پناہ لے لی۔ نبی اکرمؐ نے ان کے قلعوں کا محاصرہ کیا جو کہ پندرہ دن تک جاری رہا۔ آخرکار عبداللہ بن ابی کی پُرزور درخواست کے بعد آنحضرتؐ نے انھیں وہاں سے نکل کر باہر جانے کی اجازت دے دی اور آپؐ نے انھیں مدینہ سے جلاوطن کر دیا۔ وہ اپنی بیوی بچوں سمیت مدینہ چھوڑ کر شام کے علاقوں میں چلے گئے۔ ان کے مال کو مالِ غنیمت قرار دیا گیا۔ اس قبیلہ میں سات سو جنگجو افراد تھے۔ یہ قبیلہ یہودیوں میں دلیر قبیلہ شمار ہوتا تھا۔

بنی نضیر کا واقعہ یہ ہوا کہ بنی کلاب کے دو افراد کو عمرو بن امیہ الضمری نے قتل کیا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنی نضیر کے پاس ان کی دیت وصول کرنے کے لیے گئے۔ انھوں نے آنحضرتؐ سے بیٹھنے کے لیے کہا اور پھر عمرو بن حجاش نے کہا کہ تم چکی کا ایک پاٹ اٹھا کر دیوار سے نبی اکرمؐ پر پھینکو تا کہ ان کا سر پھٹ جائے اور وہ شہید ہو جائیں۔ انھی کے ایک بھائی بند سلام بن شکم نے انھیں ایسا کرنے سے منع کیا اور کہا کہ یہ معاہدہ کی خلاف ورزی ہے اور مجھے یہ بھی توقع ہے کہ محمد کو اس کا رب تمھارے ارادوں سے خبردار کر دے گا۔

آپؐ پر وحی نازل ہوئی۔ خدا نے آپ کو یہودیوں کی سازش سے باخبر کیا۔ آپؐ فوراً اُٹھے اور مدینہ کی طرف چل پڑے۔ صحابہ نے آپؐ سے واقعہ پوچھا تو آپؐ نے ان کی سازش کو بے نقاب کیا۔ نبی اکرمؐ نے ان کے پاس پیغام بھیجا کہ تم مدینہ چھوڑ کر جلاوطن ہو جاؤ جسے میں نے یہاں پایا اسے قتل کر دوں گا۔ مگر آنحضرتؐ کے پیغام پہنچنے کے بعد وہ کئی دن تک لیت ولعل کرتے رہے۔

رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے انھیں پیغام بھیجا کہ تم اطمینان سے اپنے گھروں میں رہو۔ میں دو ہزار افراد لے آتا ہوں جو تمھارے ساتھ قلعہ میں داخل ہوں گے اور اگر کسی نے تم پر حملہ کیا تو وہ تمھارا دفاع کریں گے اور تم سے پہلے موت کو گلے لگائیں گے۔ علاوہ ازیں بنی قریظہ اور بنی غطفان تمھارے حلیف ہیں وہ بھی تمھاری بھرپور مدد کریں گے۔

رئیس المنافقین کے اس پیغام کے بعد ان کے سالار حی بن اخطب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیغام بھیجا کہ ہم اپنا شہر چھوڑ کر کہیں نہیں جائیں گے۔ آپ سے جو بھی ممکن ہو وہ کر کے دیکھ لیں۔ رسولؐ خدا نے لشکر تیار کیا اور حضرت علی علیہ السلام کو پرچم دیا اور آپؐ نے ان کا محاصرہ کیا۔ اس موقع پر عبداللہ بن ابی نے ان کی کوئی مدد نہ کی اور نہ ہی بنی قریظہ اور بنی غطفان نے ان کی کوئی مدد کی۔ آخرکار انھیں بھی جلاوطن ہونا پڑا۔ وہ لوگ مدینہ سے نکل کر فدک، وادی القریٰ کی طرف چلے گئے۔ ان میں سے کچھ لوگ شام بھی گئے تھے۔

غزوۂ احزاب برپا کرنے میں بنی نضیر کے سردار حی بن اخطب نے اہم کردار ادا کیا تھا اور وہ مکہ میں ابوسفیان کے پاس گیا اور اسے مدینہ پر حملہ کی ترغیب دی اور مختلف قبائل کا دورہ کر کے انھیں بھی ابوسفیان کے لشکر میں شامل ہونے کی دعوت دی۔ پھر وہ چپکے سے بنی قریظہ کے پاس مدینہ آیا اور ان کو عہد شکنی کی ترغیب دی۔ پہلے تو بنی قریظہ نے ایسا کرنے سے انکار کیا لیکن اس کے مسلسل اصرار پر انھوں نے اپنا معاہدہ توڑنے کا اعلان کر دیا اور انھوں نے ایک احتیاط یہ برتی تھی کہ انھوں نے حی بن اخطب کو اپنے پاس ٹھہرا لیا تھا اور کہا تھا کہ تم یہیں رہو گے۔ اگر ہم پر کوئی اُفتاد آئی تو تم بھی اس میں شامل

رہو گے۔ الغرض بنی قریظہ نے کفارِ مکہ اور عرب کے قبائل کی حمایت کا اعلان کر دیا اور مسلمانوں کے لیے مدینہ کی فضا کو اندرونی طور پر غیر محفوظ بنا دیا۔

جنگِ احزاب کی مہم سے فارغ ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنی قریظہ کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کے قلعوں کا محاصرہ کیا۔ آخر کار ایک طویل محاصرہ کے بعد انھوں نے یہ کہہ کر قلعہ کے دروازے کھول دیئے کہ ہمارے متعلق سعد بن معاذ جو بھی فیصلہ کریں گے وہ ہمیں منظور ہوگا۔ حضرت سعد نے ان کے متعلق یہ فیصلہ کیا کہ ان کے مرد قتل کر دیئے جائیں اور ان کے بچوں اور عورتوں کو قیدی بنالیا جائے اور ان کی دولت کو مالِ غنیمت قرار دے کر مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ باقی یہودیوں کو آنحضرتؐ نے مدینہ سے جلاوطن کر دیا۔ کچھ دنوں بعد خیبر یہودیوں کا فوجی مرکز بن گیا۔ آنحضرتؐ نے وہاں پر بھی فوج کشی کی اور حضرت علی علیہ السلام کو علمِ اسلام دے کر مقابلے پر روانہ کیا۔ یوں خیبر فتح ہوا اور جزیرۃ العرب میں یہودیوں کی کمر ٹوٹ گئی۔ (اضافۃ من المترجم نقلاعن تفسیر المیزان)

تفسیر علی بن ابراہیم اور تفسیر عیاشی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ کی باطنی تاویل یہ ہے کہ تاویلی طور پر یہ آیت بنی اُمیہ پر بھی مشتمل ہے اور وہ ایمان نہیں لائیں گے اور وہ خلقِ خدا میں بدترین لوگ ہیں۔

معاہدہ شکن کے ساتھ معاہدہ قائم نہ رکھو

وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ ﴿۵۸﴾

''اور اگر آپ کو کسی قوم کی طرف سے خیانت اور بدعہدی کا اندیشہ ہو تو آپ بھی ان کے عہد کو ان کی طرف پھینک دیں۔ یقیناً اللہ خیانت کاروں کو پسند نہیں کرتا''۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ اس آیت کے ضمن میں حضرت علی علیہ السلام اور معاویہ کا معاہدہ بھی شامل ہے۔ جب معاویہ نے معاہدہ میں خیانت کی تو حضرت علی علیہ السلام کو اس معاہدہ کے فسخ کرنے کا اختیار حاصل ہو گیا تھا۔

سید ابن طاؤس نے کشف المحجہ میں لکھا کہ جنگِ جمل کی مہم سر کرنے کے بعد امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا کہ شام کے علاوہ باقی تمام صوبوں نے میری اطاعت قبول کر لی ہے۔ میں چاہتا تھا کہ اتمامِ حجت کروں اور عذر کا خاتمہ کروں اسی لیے میں نے جریر بن عبداللہ کو معاویہ کے پاس بھیجا تا کہ اس پر حجت تمام ہو سکے۔ اس نے میرے فرمان کو مسترد کر دیا اور

میری بیعت سے انکار کر دیا۔ اور اب میں قرآن مجید کے اس فرمان پر عمل کروں گا۔ وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ ۝

منافق کی علامتیں

اصول کافی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے' آپؐ نے فرمایا: جس میں تین علامات ہوں وہ شخص منافق ہے۔ اگرچہ وہ روزے رکھتا ہو اور نماز پڑھتا ہو اور اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا ہو:

۱- امانت میں خیانت کرے ۲- جب بولے تو جھوٹ بولے ۳- جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے۔ اللہ تعالیٰ کو خیانت ناپسند ہے اسی لیے اس نے فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ ۝ ''یقیناً اللہ خیانت کاروں کو پسند نہیں کرتا''۔ اللہ کو جھوٹ ناپسند ہے۔ ارشاد خداوندی ہے: اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ (النور: ۷) ''اگر وہ جھوٹا ہوا تو اس پر خدا کی لعنت ہے''۔

اللہ کو وعدہ نبھانے والا پیارا ہوتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے: وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ ۡ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ۝ (مریم: ۵۴) ''کتاب میں اسماعیل کا ذکر کریں وہ صادق الوعد تھا اور وہ رسول نبی تھا''۔

جہاد کے لیے قوت فراہم کرو

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝

''اور تمھارا جہاں تک بس چلے زیادہ سے زیادہ طاقت اور تیار بندھے رہنے والے گھوڑے ان کے مقابلہ کے لیے مہیا رکھو تاکہ اس ذریعہ سے تم اللہ اور اپنے دشمنوں کو خوف زدہ کر سکو اور ان دشمنوں کو بھی خوف زدہ رکھ سکو جنھیں تم نہیں جانتے مگر اللہ انھیں جانتا ہے۔ اللہ کی راہ میں تم جو بھی خرچ کرو گے اس کا پورا پورا بدلہ تمھیں لوٹا دیا جائے گا اور تم پر کوئی ظلم نہ کیا جائے گا''۔

دنیا میں جس طرح سے ہر شخص کا کوئی نہ کوئی دشمن ہوتا ہے اسی طرح سے ایک معاشرہ کا بھی کوئی دوسرا معاشرہ دشمن ہوتا

ہے اور ایک ملت وقوم کی کوئی دوسری ملت وقوم دشمن ہوتی ہے۔ جس طرح سے ہر شخص اپنا انفرادی دفاع کرتا ہے اسی طرح سے ہر ملت کے افراد پر بھی لازم ہے کہ وہ اپنی ملت وقومیت کا دفاع کریں۔ اس عمومی قاعدہ سے ملت اسلامیہ بھی خارج نہیں ہے۔

آنحضرتؐ کے دور میں بھی اسلام دشمن قوتیں موجود تھیں اور آج بھی اسلام دشمن قوتیں موجود ہیں بلکہ پہلے کے مقابلہ میں وہ کہیں زیادہ طاقت ور ہیں اور اسلحہ اور ٹیکنالوجی میں بھی بہت آگے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام دشمن اقوام کے شر سے اُمت اسلامیہ کو محفوظ رکھنے کے لیے اسے حکم دیا ہے کہ وہ بھی جہاد کی مکمل تیاری کریں اور اپنی مقدور بھر قوت مجتمع کریں اور سابقہ زمانہ میں اگر گھوڑوں کی ضرورت تھی تو اُس وقت گھوڑے رکھنے ضروری تھے اور موجودہ دور میں اگر جدید ترین آلات حرب کی ضرورت ہے تو مسلمانوں کو جدید ترین آلاتِ حرب سے لیس ہونا چاہیے اور ہر دور کے تقاضوں کو مدنظر رکھ کر جنگی اور دفاعی تیاری کرنی چاہیے۔ جب اُمت اسلامیہ ناقابلِ تسخیر ہوگی تو اسلام دشمن قوتیں ان پر حملہ کرنے اور ان کا استحصال کرنے سے خوف محسوس کریں گی۔ دفاع کے لیے جتنا بھی خرچ کیا جائے اس کا فائدہ مسلم معاشرے کے ہر فرد کو پہنچتا ہے کیونکہ جب کوئی مسلمان ملک دفاعی طور پر ناقابلِ تسخیر ہوگا تو اس ملک کے افراد بیرونی حملہ آوروں کے خوف سے آزاد ہو کر اپنی انفرادی اور اجتماعی ذمہ داریوں کو پورا کرسکیں گے اور آرام وسکون کی زندگی بسر کریں گے۔ (اضافۃ من المترجم)

الکافی میں اس آیت کے ضمن میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ اس سے تیراندازی کی صلاحیت مراد ہے۔

من لا یحضرہ الفقیہ میں اس آیت کے ضمن میں مرقوم ہے کہ سفید بالوں کو خضاب کر کے اپنے آپ کو جوان بنا کر دشمن کے مقابلہ میں آنا بھی وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ کی آیت میں شامل ہے۔

تفسیر عیاشی میں مرقوم ہے کہ جنگی قوت کی فراہمی سے تلوار اور ڈھال کی فراہمی مراد ہے۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ سے ہتھیاروں کی فراہمی مراد ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے، آپؐ نے فرمایا: گھوڑے باندھو ان کی پشت تمہاری عزت کا ذریعہ ہے اور ان کے شکم تمہارے لیے خزانہ ہیں۔

اگر دشمن صلح پر آمادہ ہو تو مصالحت میں کوئی حرج نہیں ہے

وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝۶۱

''اور اگر دشمن صلح کے لیے آمادہ ہوں تو آپ بھی اس کے لیے آمادہ ہو جائیں اور خدا پر توکل رکھیں۔ یقیناً وہ سننے والا جاننے والا ہے''۔

اصول کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپ نے فرمایا: ''سلم'' سے ہمارے امر میں داخل ہونا ہے۔ واضح رہے کہ یہ ظاہری تفسیر نہیں ہے بلکہ قاعدہ ''جری'' کا پھیلاؤ ہے۔ (اضافہ من المترجم نقلاً عن تفسیر المیز ان)

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا...... کی آیت منسوخ ہے اور فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْٓا اِلَى السَّلْمِ ۖ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۖ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۵﴾ (محمد:۳۵) ''تم ہمت نہ ہارو اور دشمن کو صلح کی دعوت نہ دو اور تم سربلند ہو اور اللہ تمھارے ساتھ ہے اور وہ ہرگز تمھارے اعمال کے ثواب کو کم نہیں کرے گا''۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ۗ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ سے اوس وخزرج کے قبائل مراد ہیں کیونکہ ان میں صدیوں پرانی دشمنی تھی جسے اللہ نے ختم کر دیا اور ان کے اندر دشمنی کی بجائے الفت پیدا کی تھی۔ ابوالجارود نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے بھی یہی مفہوم نقل کیا ہے۔

مجمع البیان میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے' آپ نے فرمایا: هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۲﴾ (وہی تو ہے جس نے اپنی مدد اور مومنین کے ذریعہ سے آپ کی تائید کی ہے) سے انصار کے دو قبیلے اوس و خزرج مراد ہیں۔

شیخ الطائفہ امالی میں رقم طراز ہیں کہ امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا' انھوں نے فرمایا:

مومن سیدھا سادہ شریف ہوتا ہے جب کہ فاجر پلید اور قابلِ ملامت ہوتا ہے۔ اہلِ ایمان میں بہتر وہ ہے جو اہلِ ایمان سے الفت رکھتا ہو۔ اس شخص میں کوئی بھلائی نہیں ہے کہ جو نہ تو کسی سے الفت رکھے اور نہ ہی کوئی اس سے الفت رکھے۔

حضرت حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگوں میں وہ شخص انتہائی بدترین ہے جو اہلِ ایمان سے بغض رکھے اور اہلِ ایمان کے دلوں میں بھی اس کے لیے بغض کے جذبات ہوں۔ وہ لوگ بدترین ہیں جو چغل خوری کرتے ہیں اور دوستوں میں جدائی ڈالتے ہیں اور لوگوں کے عیوب تلاش کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی طرف خدا نگاہِ رحمت سے نہیں دیکھے گا اور نہ ہی قیامت کے دن انھیں گناہوں سے پاک کرے گا۔

پھر آنحضرتؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۲﴾ وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ''وہی

تو ہے جس نے اپنی مدد اور مومنین کے ذریعہ سے تیری تائید کی ہے اور ان کے دلوں میں الفت پیدا کی ہے"۔

نہج البلاغہ کے ایک خطبہ میں امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: رسول کو جو حکم ملا تھا اسے آپ نے کھول کر بیان کر دیا اور اللہ کے پیغامات پہنچا دیئے۔ اللہ نے آپ کے ذریعے بکھرے ہوئے افراد کی شیرازہ بندی کی، سینوں میں بھری ہوئی سخت عداوتوں اور دلوں میں بھڑک اٹھنے والے کینوں کے بعد خویش واقارب کو آپس میں شیر وشکر کر دیا۔

تفسیر عیاشی میں مرقوم ہے کہ جب امیر المومنین علیہ السلام کو حضرت ابوبکر کی بیعت کے لیے مجبور کیا گیا تو آپؑ نے ناراض ہو کر فرمایا: پروردگار تو جانتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے فرمایا تھا اگر تیرے ساتھیوں کی تعداد بیس تک پہنچ جائے تو مخالفین سے جہاد کرنا، پروردگار! تو نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے: اِنْ یَّکُنْ مِّنْکُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ یَغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ (اگر تم میں بیس صبر کرنے والے ہوں تو وہ دو سو پر غالب رہیں گے) پروردگار! تو جانتا ہے کہ ان کی تعداد بیس تک نہیں پہنچی۔ یہ کہہ کر آپؑ گھر چلے گئے۔

فرات بن احنف رقم طراز ہیں کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: لوگوں پر جب بھی کوئی تکلیف نازل ہوگی تو میرے شیعہ اس میں بہتر حالت میں ہوں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اَلْئٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ''اب خدا نے تمھارا بوجھ ہلکا کر دیا ہے اور اس نے دیکھ لیا ہے ابھی تمھارے اندر کمزوری پائی جاتی ہے"۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت علی علیہ السلام فرمایا کرتے تھے: جو شخص دورانِ جہاد دو کافروں سے بھاگا تو اس نے جہاد سے راہِ فرار اختیار کیا اور جو تین مد مقابلوں کے سامنے سے بھاگا تو اس نے جہاد سے فرار نہیں کیا۔

الکافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا: کیا تمھیں علم نہیں ہے کہ ابتدائے امر میں اللہ نے یہ فرض کیا تھا کہ ایک مومن دس کافروں کا مقابلہ کرے اور دس کافروں کے سامنے ثابت قدم رہے اور جو اپنے سے دس گناہ دشمنوں کے سامنے پشت پھیرتا تھا تو اس کا ٹھکانہ دوزخ میں بن جاتا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان پر شفقت فرمائی اور انھیں حکم دیا کہ ایک شخص دو افراد کا مقابلہ کرے۔ یہ اللہ کی طرف سے تخفیف ہے کہ اللہ نے دس کی بجائے دو کافروں سے مقابلہ کا حکم دیا۔

جنگِ بدر کے قیدی اور فدیہ

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ ؕ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَاللّٰهُ

يُرِيدُ الْاٰخِرَةَ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۷﴾ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَاۤ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۶۸﴾ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖؗ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۹﴾

''نبی کے لیے یہ بات زیبا نہیں ہے کہ وہ دشمنوں کو قیدی بنائے جب تک وہ زمین پر اچھی طرح سے دشمنوں کو کچل نہ دے۔ تم لوگ تو مالِ دنیا کا ارادہ رکھتے ہو جب کہ اللہ آخرت چاہتا ہے۔ اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔ اگر خدا کی طرف سے پہلے سے فیصلہ نہ ہو چکا ہوتا تو تم لوگوں نے جو فدیہ لیا ہے اس کی وجہ سے تم پر عذابِ عظیم نازل ہو جاتا۔ اب جو تم نے مالِ غنیمت حاصل کیا ہے اسے کھاؤ کہ وہ حلال اور پاکیزہ ہے اور تم خدا سے ڈرتے رہو۔ یقیناً اللہ بخشنے والا مہربان ہے''۔

مجمع البیان میں ہے کہ جنگِ بدر میں صحابہ نے ستر مشرکین کو قتل کرنے کے بعد ستر کفار کو جنگی قیدی بنایا تھا۔ ان قیدیوں میں رسولؐ خدا کے چچا عباس اور حضرت علی علیہ السلام کے بھائی عقیل اور آنحضرتؐ کے ابن عم نوفل بھی شامل تھے۔ صحابہ نے عباس کو رسیوں میں خوب کس دیا تھا۔ جب رات ہوئی تو نبی اکرمؐ عباس کی کراہوں کی وجہ سے سو نہ سکے۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! آپ کو نیند کیوں نہیں آرہی؟ آپؐ نے فرمایا: مجھے میرے چچا عباس کی کراہیں سونے نہیں دیتیں۔ حضور اکرمؐ کا یہ فرمان سن کر صحابہ نے عباس کی رسیاں ڈھیلی کر دیں جس کی وجہ سے عباس کو نیند آگئی اور آنحضرت بھی چین کی نیند سو گئے۔

آذربائیجان کے ایک شہر ''سلمان'' کے باشندے عبیدہ سلمانی سے منقول ہے کہ رسولؐ خدا نے روزِ بدر اپنے صحابہ سے کہا تھا: اگر تم چاہو تو اپنے قیدیوں کو قتل کر دو اور اگر چاہو تو ان سے فدیہ لے کر انھیں آزاد کر دو۔ لیکن یہ یاد رکھو کہ جتنے افراد سے فدیہ لو گے تمھارے اتنے افراد اگلے سال شہید ہو جائیں گے۔

صحابہ نے کہا: یارسولؐ اللہ! ہم فدیہ لیں گے اس سے ہمارے مالی حالات سدھر جائیں گے اور ہم اپنے دشمنوں کے خلاف بہتر طریقہ سے تیاری کر سکیں گے۔ اور اگر ہمیں اس کے عوض شہید ہونا پڑا تو شہادت ایک اعزاز ہے ہم اسے خوشی سے قبول کریں گے۔ عبیدہ سلمانی کہتے تھے کہ صحابہ نے بہترین فیصلہ کیا تھا۔ چنانچہ اس فدیہ کے عوض جنگِ احد میں ستر صحابہ کو شہادت نصیب ہوئی تھی۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: جنگِ بدر کے ہر قیدی سے چالیس اوقیہ فدیہ میں لیا گیا تھا اور اوقیہ چالیس مثقال کا ہوتا ہے لیکن عباس سے ایک سو اوقیہ وصول کیا گیا اور جب عباس قید ہوا تھا تو اس وقت اس کے پاس بیس اوقیہ سونا

موجود تھا جو اس سے چھین لیا گیا تھا۔ نبی اکرمؐ نے عباس سے فرمایا تھا کہ تمھارا بیس اوقیہ سونا فدیہ میں شمار نہیں کیا جائے گا کیونکہ وہ غنیمت تھا۔ تم اپنا فدیہ ادا کرو اور اپنے بھتیجے نوفل اور عقیل کا بھی فدیہ ادا کرو۔ عباس نے کہا کہ میرے گھر میں تو کچھ بھی نہیں ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمھارا وہ سونا کس کام آئے گا جو تم نے اپنی بیوی ام الفضل کے سپرد کیا تھا اور تو نے روانگی کے وقت کہا تھا کہ اگر مجھے کوئی حادثہ پیش آ جائے تو یہ سونا تیرے، فضل، عبداللہ اور قثم کے لیے ہے۔

عباس نے یہ سن کر کہا: آپ کو یہ کس نے بتایا ہے؟

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس واقعہ کی خدا نے خبر دی ہے۔ یہ سن کر عباس نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔ اس راز سے خدا کے علاوہ کوئی واقف نہیں تھا۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِمَنْ فِي أَيْدِيكُمْ مِنَ الْأَسْرَىٰ ۙ إِنْ يَعْلَمِ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمْ خَيْرًا يُؤْتِكُمْ خَيْرًا مِمَّا أُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٧٠﴾ وَإِنْ يُرِيدُوا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللَّهَ مِنْ قَبْلُ فَأَمْكَنَ مِنْهُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٧١﴾ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَنَصَرُوا أُولَٰئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا مَا لَكُمْ مِنْ وَلَايَتِهِمْ مِنْ شَيْءٍ حَتَّىٰ يُهَاجِرُوا ۚ وَإِنِ اسْتَنْصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ إِلَّا عَلَىٰ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٧٢﴾ وَالَّذِينَ

كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ ﴿۷۳﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْۤا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۷۴﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ ؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۷۵﴾

''اے نبیؐ! تم لوگوں کے قبضے میں جو جنگِ بدر کے قیدی ہیں ان سے کہہ دو کہ اگر اللہ نے تمھارے دلوں میں کوئی بھلائی محسوس کی تو وہ تمھیں اس سے کہیں زیادہ دے گا جو تم سے لیا گیا ہے اور خدا تمھاری غلطیاں معاف کر دے گا۔ اللہ درگزر کرنے والا مہربان ہے۔

اور اگر انھوں نے آپؐ سے خیانت کا ارادہ کیا تو اس سے پہلے وہ اللہ کے ساتھ خیانت کر چکے ہیں۔ چنانچہ اللہ نے انھیں اس خیانت کی وجہ سے تمھارے قابو میں دے دیا۔ اللہ سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

بے شک جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور ہجرت کی اور اپنے مال و جان سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے ہجرت کرنے والوں کو پناہ دی اور مدد کی وہی ایک دوسرے کے ولی ہیں۔ اور وہ لوگ جنھوں نے ایمان قبول کیا مگر انھوں نے ہجرت نہیں کی تو ان سے تمھارا ولایت کا کوئی تعلق نہیں ہے جب تک وہ ہجرت کر کے نہ آ جائیں۔ اور اگر وہ دین کے معاملہ میں تم سے مدد مانگیں تو ان کی مدد کرنا تم پر فرض ہے۔ لیکن کسی ایسی قوم کے

خلاف نہیں جن سے تمہارا معاہدہ ہو۔ اللہ تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔
اور وہ لوگ جو کافر ہیں وہ ایک دوسرے کے حمایتی ہیں اگر تم یہ نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ اور
بڑا فساد جنم لے گا۔ جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور وہ لوگ
جنھوں نے انھیں پناہ دی اور مدد کی وہی سچے مومن ہیں ان کے لیے مغفرت ہے اور
باعزت روزی ہے۔ اور جو لوگ بعد میں ایمان لائے اور ہجرت کر کے دارالاسلام میں
آ گئے اور تمہارے ساتھ مل کر جہاد میں شریک ہوئے وہ بھی تم میں شامل ہیں۔ اللہ کی کتاب
میں خون کے رشتہ دار ایک دوسرے کی میراث کے زیادہ حق دار ہیں۔ یقیناً اللہ ہر چیز کو جانتا
ہے۔

چند وضاحتیں: ''ولایت'' کا لفظ حمایت، نصرت، دوستی، قرابت اور سرپرستی جیسے مفاہیم کے لیے بولا جاتا ہے اور آیات کے تناظر میں اس سے وہ رشتہ مراد ہے جو ایک ریاست کا اپنے شہریوں سے اور شہریوں کا اپنی ریاست سے اور شہریوں کا ایک دوسرے سے ہوتا ہے۔ قرآنی آیات اس دستوری سرپرستی کو اسلامی سلطنت کے حدود اربعہ تک محدود رکھتی ہے اور باہر کے مسلمانوں کو اس مخصوص رشتہ سے خارج قرار دیتی ہے۔

اسلامی مملکت سے باہر رہنے والے مسلمان سیاسی ولایت کے رشتہ سے خارج ہیں لیکن اگر ان پر ظلم ہو رہا ہو اور وہ اسلامی سلطنت سے مدد طلب کریں تو اسلامی سلطنت کو چاہیے کہ وہ اپنے مظلوم مسلمان بھائیوں کی مدد کرے۔ لیکن اس مدد کے بھی کچھ حدود ہیں۔ اگر ظالم قوم سے اسلامی ریاست کا معاہدہ موجود ہو تو اس صورت میں مظلوم مسلمانوں کی ایسی مدد نہیں کرنی چاہیے جو معاہدے کی خلاف ورزی پر منتج ہوتی ہو۔ (اضافہ من المترجم)

جنگِ بدر کے قیدیوں کو تسلی اور تہدید

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰى ۙ اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّاۤ اُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَاِنْ يُّرِيْدُوْا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

''اے نبیؐ! تم لوگوں کے قبضہ میں جو قیدی ہیں آپ ان سے کہہ دیں کہ اگر اللہ نے تمھارے دلوں میں بھلائی محسوس کی تو وہ تمھیں اس سے کہیں زیادہ دے گا جو تم سے لیا گیا ہے اور خدا تمھاری غلطیاں معاف کر دے گا۔ اللہ بہت بخشنے والا مہربان ہے۔ اور اگر انھوں نے آپ سے خیانت کا ارادہ کیا تو یہ ان کے لیے انہونی بات نہ ہوگی کیونکہ وہ اس سے قبل خدا سے بھی خیانت کے مرتکب ہو ہی چکے ہیں جس کی وجہ سے اللہ نے انھیں تمھاری تحویل میں دے دیا ہے اور اللہ علم رکھنے والا اور حکمت رکھنے والا ہے''۔

روضہ کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: یہ آیت عباس' عقیل اور نوفل کے متعلق نازل ہوئی کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگِ بدر میں صحابہ کو حکم دیا تھا کہ دورانِ جنگ بنی ہاشم کے کسی فرد اور ابوالبختری کو قتل نہ کیا جائے۔ جنگ کے دوران حضرت علی علیہ السلام اپنے بھائی عقیل کے پاس سے گزرے تو آپؑ نے اس پر حملہ نہ کیا البتہ اتنا ضرور کہا کہ بھائی میں نے تجھے دیکھ لیا ہے۔

جنگ کے خاتمہ پر حضرت علی علیہ السلام نے رسولؐ خدا سے عرض کیا کہ عباس فلاں کا قیدی ہے' عقیل فلاں کا قیدی ہے اور نوفل بن حارث فلاں کا قیدی ہے۔ یہ سن کر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عقیل کے پاس آئے اور اس سے فرمایا: ابویزید! ابوجہل قتل ہو چکا ہے۔ عقیل نے کہا تو پھر آپ کو مبارک ہو آپ نے پورے تہامہ پر تسلط پالیا ہے۔ بعدازاں عباس کو آنحضرتؐ کی خدمت میں لایا گیا اور آپؐ نے اس سے فرمایا کہ تم اپنا اور اپنے بھتیجے کا فدیہ ادا کرو۔ عباس نے کہا: آپؐ مجھے رہا کر دیں میں اس رقم کے لیے قریش سے جا کر بھیک مانگوں گا۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: تمھیں اس کی کیا ضرورت ہے۔ تمھاری وہ دولت کہاں گئی جو تم نے روانگی کے وقت ام الفضل کے پاس رکھی تھی اور اس سے کہا تھا کہ اگر مجھے کوئی حادثہ پیش آجائے تو اس سے بچوں کا رزق روزی فراہم کرنا۔

عباس نے کہا: بھتیجے! آپ کو کس نے یہ خبر دی ہے؟

آپؐ نے فرمایا: جبریلؑ میرے پاس یہ خبر لائے ہیں۔ عباس نے کہا: اس بات کا علم صرف مجھے اور میری بیوی کو تھا اب میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

چنانچہ عباس' عقیل اور نوفل نے اسلام قبول کیا جب کہ باقی قیدیوں میں سے کسی نے اسلام قبول نہ کیا۔ اللہ نے ان قیدیوں کو تسلی دی اور ان سے کہا کہ اس فدیہ پر تمھیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر خدا نے تمھارے دلوں میں

اچھائی محسوس کی تو وہ تمھیں اس سے کئی گنا زیادہ دولت عطا کرے گا اور تمھیں اسلام قبول کرنے کی سعادت نصیب کرے گا جس کی وجہ سے تمھارے سابقہ گناہ دُھل جائیں گے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

قرب الاسناد میں امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں کہیں سے مال آیا۔ اس وقت عباس مسلمان ہو چکے تھے اور آنحضرتؐ کے پاس بیٹھے تھے۔ آپؐ نے عباس سے فرمایا کہ تم اپنی چادر پھیلاؤ اور چادر کا ایک کونا اس دولت سے بھرلو۔ عباس نے چادر کا ایک کونا دولت سے بھرلیا۔

آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں نے تم سے خدا کا وہ وعدہ پورا کیا ہے جو خدا نے تم سے کیا تھا کہ اگر خدا کو تمھارے دلوں میں بھلائی محسوس ہوئی تو وہ تمھیں اس فدیہ کی رقم سے کہیں بہتر دے گا جو تم سے لیا گیا ہے اور خدا تمھارے گناہ معاف کر دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

بنی فاطمہ اور بنی عباس کا فرق

عیون الاخبار میں مرقوم ہے کہ ایک مرتبہ ہارون الرشید نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے کہا کہ تم وارثانِ رسول ہونے کا دعویٰ کیوں کرتے ہو جب کہ چچا، ابن عم کے لیے حاجب ہوتا ہے یعنی چچا کی موجودگی میں چچا کا بیٹا میراث سے محروم ہوتا ہے اور جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی تھی تو اس وقت ابوطالب فوت ہو چکے تھے جب کہ ہمارا دادا عباس زندہ تھا؟

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا کہ بہتر یہ ہے کہ آپ مجھے اس سوال سے معذور ہی رکھیں۔ ہارون نے کہا: نہیں آپ کو اس کا جواب دینا ہی پڑے گا۔ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا تو کیا مجھے امان ہوگی؟ ہارون نے کہا: میں نے آپ کو امان دی ہے۔ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: تو پھر سنو! حضرت علی علیہ السلام کا فرمان ہے کہ جب کسی مرنے والے کی اولاد موجود ہو خواہ بیٹا ہو یا بیٹی تو اس صورت میں صرف والدین اور میاں بیوی ہی متوفی کی جائیداد میں سے حصہ دار ہوں گے۔ صُلبی اولاد کی موجودگی میں چچا کا میراث میں کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ البتہ بنی تیم اور بنی عدی اور بنی اُمیہ سے تعلق رکھنے والے حکمرانوں نے یہ موقف اختیار کیا تھا کہ چچا والد کے قائم مقام ہوتا ہے اور اس کا میراث میں حصہ ہوتا ہے لیکن ان کا یہ نظریہ نہ تو کتاب اللہ کے مطابق ہے اور نہ ہی سنتِ رسولؐ سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ (لہٰذا جب رسولِ خدا کی وفات کے وقت حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا موجود تھیں تو ان کی موجودگی میں چچا کو میراث کیسے مل سکتی ہے؟)

اس کے علاوہ ایک اور تلخ حقیقت بھی ہے جسے بطور امانت میں آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں وہ بھی سن لیں۔
ہارون الرشید نے کہا: ضرور بیان کریں۔

حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیر مہاجر کو مہاجر کا وارث نہیں بنایا تھا اور جب تک کوئی ہجرت نہ کرتا آنحضرتؐ اس وقت تک اس کی ولایت قبول نہیں کرتے تھے۔ ہارون الرشید نے کہا: آپؑ کے پاس اس قول کی کیا دلیل ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِنْ وَلَايَتِهِمْ مِنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا ...... ''اور وہ لوگ جو ایمان لائے لیکن انھوں نے ہجرت نہ کی تو ان کی ولایت آپ کے ذمہ نہیں ہے جب تک وہ ہجرت نہ کریں''۔

اور سن لو! میرے چچا عباس نے ہجرت نہیں کی تھی۔ جب ہارون نے یہ جواب سنا تو اس نے کہا: موسیٰ! کیا آپؑ نے ہمارے کسی مخالف یا کسی فقیہہ کے سامنے یہ فتویٰ جاری تو نہیں کیا؟

حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں البتہ آپ نے یہ مسئلہ پوچھا ہے تو میں نے جواب دیا ہے۔

مہاجر و غیر مہاجر کے تعلقات

تفسیر عیاشی میں زرارہ، حمران اور محمد بن مسلم سے منقول ہے کہ انھوں نے صادقین علیہما السلام سے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِنْ وَلَايَتِهِمْ مِنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا کا مفہوم دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا: اہل مکہ اہل مدینہ کی ولایت میں نہیں تھے۔

مجمع البیان میں درج بالا آیت کے تحت محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ ابتدائے ہجرت میں لوگ مواخات کی وجہ سے ایک دوسرے کی میراث حاصل کرتے تھے۔

ہر جگہ مسلمانوں کی فوجی مدد کرنا بھی ضروری نہیں ہے

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِنْ وَلَايَتِهِمْ مِنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا ۚ وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيْثَاقٌ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا

تَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡرٌ ۞

''وہ لوگ جو ایمان لائے اور ہجرت نہیں کی تو ان سے تمھارا ولایت کا کوئی تعلق نہیں ہے جب تک وہ ہجرت کر کے نہ آ جائیں۔ اور اگر وہ دین کے معاملہ میں تم سے مدد مانگیں تو ان کی مدد کرنا تمھارا فرض ہے لیکن کسی ایسی قوم کے خلاف نہیں جن سے تمھارا معاہدہ ہو۔ اللہ تمھارے تمام اعمال دیکھ رہا ہے''۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ یہ آیت دیہاتی عربوں کے متعلق نازل ہوئی۔ رسولؐ خدا نے ان سے یہ معاہدہ کیا تھا کہ وہ اپنے گھروں میں قیام پذیر رہیں اور وہ مدینہ ہجرت نہ کریں اور جب آنحضرتؐ کو کسی جنگ کے لیے ان کی ضرورت محسوس ہو تو وہ آپ کی مدد کریں گے اور غنیمت میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ اور اس کے عوض رسولؐ خدا نے ان سے یہ معاہدہ کیا تھا کہ اگر ان پر بیرونی طرف سے کوئی حملہ ہوگا تو آنحضرتؐ ان کی فوجی مدد کریں گے لیکن اس معاہدہ کا اطلاق ان اقوام و قبائل کے خلاف نہیں ہوگا جن سے آنحضرت کا معاہدہ ہوگا۔

من لا یحضرہ الفقیہ میں حسین بن بشار سے منقول ہے کہ ایک شخص نے مجھ سے میری صاحبزادی کا رشتہ طلب کیا۔ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو خط لکھ کر اس کے مطالبہ سے آگاہ کیا۔ آپؑ نے جواب میں لکھا: جو تم سے رشتہ طلب کرے اور تمھیں اس کا دین اور امانت پسندیدہ دکھائی دیں خواہ رشتہ طلب کرنے والا کوئی بھی کیوں نہ ہو اس سے رشتہ کر لو اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو زمین پر فتنے جنم لیں گے اور بہت بڑا فساد نمایاں ہوگا۔

خونی رشتہ دار ہی ایک دوسرے کی میراث کے حق دار ہیں

وَاُولُوا الۡاَرۡحَامِ بَعۡضُهُمۡ اَوۡلٰى بِبَعۡضٍ فِىۡ كِتٰبِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمٌ ۞

''اللہ کی کتاب کے تحت خونی رشتہ دار ایک دوسرے کی میراث کے زیادہ حق دار ہیں بے شک اللہ ہر چیز کے جاننے والا ہے''۔

اصول کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: سلسلہ امامت میں حضرت حسن و حسین علیہما السلام ہی وہ دو بھائی جو امام تھے ورنہ دو بھائیوں کو کہیں بھی امام نہیں بنایا گیا۔ حضرت امام حسینؑ کے بعد امامت حضرت زین العابدینؑ میں منتقل ہوگئی۔ ان کے بعد ان کی نسل در نسل امامت جاری رہے گی۔ یہ فرمانِ الٰہی کے عین مطابق ہے کیونکہ اللہ کا

فرمان ہے: وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ۔

ابوبصیر کی زبانی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے جس کے دوران حضرتؑ نے یہ کلمات بھی فرمائے: حضرت علی علیہ السلام کی وفات کے بعد امامت حضرت حسن مجتبیٰ علیہ السلام کو ملی کیونکہ وہ امیر المومنین علیہ السلام کے بڑے فرزند تھے۔ جب ان کی وفات ہونے لگی تو قدرت کی طرف سے انھیں یہ اختیار نہ تھا کہ وہ منصب امامت اپنی اولاد میں منتقل کرتے۔ اگر بالفرض محال وہ ایسا کرتے تو امام حسین علیہ السلام ان سے یہ کہتے کہ آپ کو اس کا حق نہیں ہے کیونکہ اللہ نے میری اطاعت کا بھی اسی طرح سے حکم دیا ہے جیسا کہ اس نے آپ کی اطاعت کا حکم دیا ہے اور رسولؐ خدا نے میرے متعلق بھی وہ کچھ ارشاد فرمایا ہے جو کچھ انھوں نے آپؑ کے لیے فرمایا ہے اور میں بھی آیت تطہیر کے تحت اسی طرح سے طاہر ہوں جیسا کہ آپؑ اور آپؑ کے والد ماجد طاہر ہیں۔ اور جب امامت حضرت امام حسین علیہ السلام کو ملی تو اس کے بعد منصب امامت حضرت علی بن الحسینؑ کو ملا۔ ان کے بعد حضرت محمد باقر علیہ السلام امام بنے۔ پھر وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ کے تحت سلسلہ امامت آگے جاری ہوا۔ اللہ نے اہل بیت سے ''رجس'' کو دور کیا اور رجس کا ایک معنی شک بھی ہے۔ خدا کی قسم! ہم نے اپنے رب کے متعلق کبھی شک نہیں کیا۔

ابوبصیر راوی ہیں کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ ''مختاریہ'' فرقہ کا ایک شخص مجھے ملا اور اس نے کہا کہ محمد بن حنفیہ امام ہے۔ یہ قول سن کر حضرت امام علیہ السلام ناراض ہوئے اور مجھ سے فرمایا: تو نے جواب میں کیا کہا تھا؟ میں نے کہا: میرے پاس کوئی جواب موجود ہی نہیں تھا اسی لیے میں خاموش رہا۔ آپؑ نے فرمایا: تجھے یہ کہنا چاہیے تھا کہ رسولؐ خدا نے حضرت علی علیہ السلام اور حسن وحسین علیہما السلام کو امامت کی وصیت کی تھی اگر بفرض محال حضرت علی علیہ السلام حسنین علیہما السلام کے علاوہ کسی اور کو وصی مقرر کرتے تو حسنین کریمینؑ ضرور عرض کرتے کہ اباجان! ہم بھی اسی طرح سے وصی ہیں جس طرح سے آپؑ وصی ہیں۔ اسی لیے امیر المومنین علیہ السلام اس وصیت میں کسی طرح کی ترمیم نہیں کرسکتے تھے۔

امیر المومنین علیہ السلام کے بعد حضرت امام حسن علیہ السلام وصی بنے۔ انھیں بھی یہ اختیار نہیں تھا کہ وہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے بجائے کسی اور کو وصی مقرر کریں۔ اگر بالفرض محال وہ ایسا کرتے تو امام حسین علیہ السلام یہ کہتے کہ میں بھی اسی طرح سے وصی ہوں جس طرح سے آپؑ اور ہمارے والد ماجد علیہ السلام وصی تھے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کے بعد سلسلہ امامت ہماری طرف منتقل ہوا اور ہمارے بعد ہماری نسل میں منتقل ہوتا رہے گا کیونکہ فرمان الٰہی ہے: وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ۔

کتاب کمال الدین وتمام النعمۃ میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ کی آیت ہمارے متعلق نازل ہوئی۔

علل الشرائع میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: آیت تطہیر میں رسولؐ خدا، حضرت فاطمہ زہراء، امیر المومنین اور امام حسن وحسین علیہما السلام کے حق میں نازل ہوئی۔ اس لیے رسولؐ خدا کے بعد حضرت علی علیہ السلام امام بنے پھر حسن مجتبیٰ علیہ السلام امام بنے۔ پھر حضرت حسین علیہ السلام امام بنے۔ ان کے بعد وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ کی تاویل کا دور چلا اور امامت امام زین العابدین علیہ السلام کو منتقل ہوئی۔ پھر ان کی اولاد میں یہ سلسلہ جاری ہوا۔

نہج البلاغہ میں امیر المومنین علیہ السلام کا ایک خط مرقوم ہے۔ اس خط کے ضمن میں آپؑ نے یہ کلمات بھی ارشاد فرمائے: اور اس کے بعد جو رہ جائے' وہ اللہ کی کتاب جامع الفاظ میں ہمارے لیے بتا دیتی ہے' ارشاد الٰہی ہے: وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ ''قرابت دار آپس میں ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں''۔

دوسری جگہ اللہ نے ارشاد فرمایا: اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۗ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۸﴾ (آل عمران: ۶۸) ''ابراہیم کے زیادہ حقدار وہ لوگ تھے جو ان کے پیروکار تھے اور یہ نبی اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور اللہ ایمان والوں کا سرپرست ہے''۔

ہمیں قرابت کی بنیاد پر دوسروں پر فوقیت حاصل ہے اور اطاعت کی وجہ سے بھی ہمارا حق فائق ہے۔

احتجاج طبرسی میں حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کا پورا خطبہ منقول ہے جس کے ضمن میں حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا نے فریق دوم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

ابن ابی قحافہ! کیا کتاب اللہ میں یہ بھی مرقوم ہے کہ تو تو اپنے والد کی میراث پائے اور میں اپنے والد کی میراث سے محروم رہوں۔ یقیناً تو ایک عجیب بات لایا ہے۔ کیا تم لوگوں نے جان بوجھ کر خدا کی کتاب کو پسِ پشت ڈال دیا ہے جب کہ اللہ کا تو واضح فرمان ہے: وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے ایک خطبہ میں اور اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ ...اور وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ......کی آیات تلاوت فرما کر ارشاد فرمایا: ہم وارثانِ ابراہیم ہیں اور ہم وارث کعبہ ہیں اور ہم آلِ ابراہیم ہیں۔

ردِ شمس

تفسیر عیاشی میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرین سے نقل کیا کہ ایک مرتبہ حضرت علی علیہ السلام رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت آپؐ بیمار تھے اور آپؐ پر غنودگی کی کیفیت طاری تھی اور اس وقت جبریل امینؑ کی گود میں آپ کا سر تھا اور جبریل امینؑ اس وقت ''دحیہ کلبی'' کی صورت میں تشریف فرما تھے۔ جب حضرت علی علیہ السلام وہاں پہنچے تو جبریل امینؑ نے آپؑ سے کہا: اپنے ابن عم کا سر اپنی گود میں لے لیں کیونکہ میری بہ نسبت آپؑ ان کے زیادہ حق دار ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ (خونی رشتہ دار ایک دوسرے کی میراث کے زیادہ حق دار ہیں)۔

حضرت علی علیہ السلام نے آنحضرت کا سر اپنی گود میں رکھا اور آپ آنحضرتؐ کے سر کو لے کر بیٹھے رہے یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا اور اس وقت آنحضرت کو افاقہ ہوا۔ آپؐ نے نگاہ اٹھا کر حضرت علی علیہ السلام کی طرف دیکھا اور فرمایا: جبریلؑ کہاں گئے؟

حضرت علی علیہ السلام نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! جب میں یہاں آیا تو دحیہ کلبی آپ کا سراقدس گود میں لیے بیٹھا تھا اور اس نے مجھ سے کہا کہ تم اپنے ابن عم کا سر اپنی گود میں لے لو کیونکہ وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ کی آیت کے تحت تم مجھ سے اس کے زیادہ حق دار ہو۔ پھر میں نے آپ کا سراقدس اپنی گود میں رکھ لیا۔ آپؐ سوئے رہے میں نے آپ کو جگانا مناسب نہ سمجھا یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا اور میں عصر کی نماز بھی ادا نہ کرسکا۔

رسولؐ خدا نے بارگاہ احدیت میں عرض کیا: پروردگارا! علیؑ تیری اطاعت میں تھا اور تیرے رسولؐ کی اطاعت میں مصروف تھا جس کی وجہ سے اس سے نماز عصر قضا ہوگئی۔ بارالٰہا! علیؑ کے لیے سورج کو پلٹا دے تاکہ وہ صحیح وقت پر نماز ادا کرسکے۔

آنحضرتؐ کی جیسے ہی یہ دعا ختم ہوئی تو سورج عصر کے وقت پر لوٹ آیا اور وہ بالکل سفید تکیہ کی صورت میں تھا۔ تمام اہل مدینہ نے یہ منظر دیکھا۔ حضرت علی علیہ السلام اٹھے اور انھوں نے نماز ادا کی۔ اس کے بعد سورج ڈوب گیا۔ لوگوں نے مغرب کی نماز پڑھی۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ کی آیت نے وَالَّذِينَ

عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ۔ (النساء: ۳۳۔ اور جن سے تم نے عہد و پیان کیا ہے ان کا حصہ انھیں دے دو) کی آیت کو منسوخ کر دیا۔

الکافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک شخص مرگیا اور اس نے ایک خالہ چھوڑی اور ایک اپنا آزاد کردہ غلام چھوڑا۔ ان کی میراث کا فیصلہ امیر المومنین علیہ السلام نے یہ کیا کہ متوفی کی ساری جائیداد خالہ کو دے دی اور آزاد کردہ غلام کو کچھ بھی نہ دیا۔ پھر آپؑ نے وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ کی آیت تلاوت فرمائی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت علی علیہ السلام کا دستور تھا کہ اگر ان کا کوئی آزاد کردہ غلام مرجاتا اور وہ اپنے رشتہ دار چھوڑ جاتا تو آپ اس کی میراث اس کے رشتہ داروں میں تقسیم کرتے تھے اور یہ آیت پڑھتے تھے: وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ۔

من لا یحضرہ الفقیہ میں مرقوم ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ ایک شخص مرگیا اور وہ اپنی دو خالائیں اور آزاد کردہ غلام چھوڑ کر مرا۔ اس کی میراث کیسے تقسیم کی جائے گی؟

آپؑ نے فرمایا: اس کی تمام جائیداد اس کی دو خالاؤں کو دے دی جائے گی۔ پھر آپؑ نے وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ کی آیت تلاوت فرمائی۔

فضل بن یسار کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا' آپؑ نے فرمایا: خدا کی قسم! رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث نہ عباس نے حاصل کی اور نہ علی علیہ السلام نے اور نہ ہی کسی اور وارث نے حاصل کی۔ آپؐ کی میراث کی وارث صرف حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا تھیں۔ حضرت علی علیہ السلام کو رسولؐ خدا کے ہتھیار اس لیے ملے تھے کہ آپؑ نے آنحضرت کا قرض ادا کیا تھا۔ پھر آپؑ نے وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ کی آیت مجیدہ کی تلاوت فرمائی۔

الکافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: جب کسی مرنے والے کا وارث ماموں اور خالہ کے علاوہ کوئی نہ ہو تو انھیں مرنے والے کی میراث دی جائے گی کیونکہ اللہ کا فرمان ہے: وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ۔

تفسیر عیاشی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے' آپؑ نے فرمایا: جب ماموں اور خالہ کے علاوہ مرنے

والے کا کوئی اور رشتہ دار نہ ہو تو وہ میراث حاصل کریں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِىْ كِتٰبِ اللّٰهِ ۔ اور جتنا کسی کا رشتہ زیادہ قریبی ہوتا جائے گا وہ دُور والے کے لیے "حاجب" بنتا جائے گا۔

زرارہ کا بیان ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِىْ كِتٰبِ اللّٰهِ کی آیت کے تحت فرمایا کہ بعض رشتہ دار بعض سے میراث کے زیادہ مستحق ہوتے ہیں کیونکہ کوئی جتنا قریب ہوگا وہ اتنا ہی میراث کا مستحق ہوگا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: حضرت عثمان کے دورِ حکومت میں ایک شخص مرگیا۔ اس کے ایسے رشتہ دار موجود نہیں تھے جن میں میراث کو تقسیم کیا گیا ہے۔ البتہ اس کے دُور کے رشتہ دار موجود تھے۔ حضرت علی علیہ السلام نے اس کی میراث کے متعلق یہ فتویٰ دیا کہ اس کی میراث اس کے دُور پار کے رشتہ داروں کو دی جائے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِىْ كِتٰبِ اللّٰهِ ۔ لیکن حضرت عثمان نے کہا کہ میں اس کی میراث کو بیت المال میں داخل کر رہا ہوں۔ چنانچہ انھوں نے مرنے والے کے دُور پار کے رشتہ داروں کو میراث میں سے کچھ حصہ نہ دیا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت علی علیہ السلام کا دستور تھا کہ وہ میراث تقسیم کرتے وقت رشتہ داروں میں ہی میراث تقسیم کرتے تھے خواہ ان کا حصہ قرآن میں مقرر ہے یا نہیں ہے۔ آپؑ رشتہ داروں کی موجودگی میں آزاد کردہ غلاموں کو میراث میں شریک نہیں کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ اللہ کو آزاد کردہ غلاموں کا علم تھا مگر اس نے ان کو میراث میں شامل نہیں کیا اور رشتہ داروں کے متعلق فرمایا: وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِىْ كِتٰبِ اللّٰهِ ۔ کتابِ خدا کے تحت رشتہ دار ہی ایک دوسرے کی میراث کے زیادہ حق دار ہیں۔

○○○

ادارہ منہاج الصالحین کی چند اہم کتب

	کتاب	قیمت
*	تلاش حق	120
*	ذکر حسینؑ	100
*	برزخ چند قدم پہ	100
*	اسلامی معلومات	100
*	محمدؐ تا محمدؐ	100
*	محمدؐ تا علیؑ	100
*	سورج بادلوں کی اُوٹ میں	120
*	شہید اسلام	100
*	قیام عاشورہ	50
*	قرآن اور اہلِ بیتؑ	100
*	دینی معلومات (دو جلد)	125
*	نوجوان پوچھتے ہیں شادی کس سے کریں؟	35
*	ظالم حاکم اور صحابی امامؑ	15
*	توضیح عزا	225
*	تفسیر سورہ فاتحہ	100
*	مشعل ہدایت	100
*	اسم اعظم	125
*	سوگنامہ آلِ محمدؐ	225
*	افکار شریعتی	225
*	سیرت آلِ محمدؐ	125
*	مناظرے	135
*	آسان مسائل (چار جلدیں)	240
*	تاریخ جنت البقیع	100
*	عمدۃ المجالس	100
*	حقوق زوجین	35
*	ارشادات امیر المومنینؑ	20
*	صدائے مظلوم	50
*	معجزات بتولؑ	35
*	لڑکا سونا لڑکی چاندی	35
*	اسلامی پہیلیاں	35
*	فکرِ حسینؑ اور ہم	15
*	پیام عاشورہ	40
*	معصومینؑ کی کہانیاں	35
*	ارشادات مصطفیؐ و مرتضیؑ	35
*	آزادیٔ مسلم	10
*	فقہ اہلِ بیتؑ	55
*	صحیفہ پنجتن	100
*	حرف اساس	100
*	حسینؑ میرا	100
*	جام غدیر	150
*	زندہ تحریریں	100
*	شاہکار رسالت	60
*	محشر خاموش	130
*	اسلام اور کائنات	200
*	غریب ربذہ	120
*	فطرت	125
*	جستجوئے حق	50
*	خطبات محسن (دو جلدیں)	250
*	صدائے محسن	125
*	افکار محسن	100
*	جام کوثر	100
*	نسیم المجالس (دو جلدیں)	250

*	اولی الامر کون؟	135
*	ریاض المجالس	125
*	نصیر المجالس	135
*	گلزار خطابت	135
*	معیار مودت	135
*	خطبات شیخ الجامعہ	135
*	بہشت	250
*	نصائح	135
*	جنت	150
*	توحید	135
*	ولایت	175
*	آفتاب ولایت	150
*	آرزوئے جبرئیل	135
*	سیدۃ العرب	135
*	تہذیب آل محمدؐ	150
*	توضیح المسائل	150
*	عصر ظہور	200
*	جدید فقہی مسائل	100
*	کربلا سے کربلا تک	135
*	موعظہ مباہلہ	60
*	مہدیؑ حدیث کی روشنی میں	60
*	احادیث قدسیہ	165
*	اسلامی اصول تجارت	135
*	یا علیؑ سنو میری باتیں	150
*	آل محمدؐ پر درود	135
*	راہ خدا	165
*	اصول دین	130
*	سردار کربلا	300
*	کتب امامت وخلافت (۳ جلدیں) فی جلد	250
*	بحر المصائب	165

*	فلسفہ غیبت مہدیؑ	135
*	وظائف المومنین	65
*	امالی شیخ صدوق (حصہ اول)	200
*	معجزات آل محمدؐ (چار جلدیں)	800
*	تفسیر نور الثقلین (فی جلد)	300
*	غم نامہ کربلا (لہوف کا ترجمہ)	125
*	مناقب اہل بیتؑ (چار جلدیں)	730
*	جمال منتظر	250
*	آفتاب عدالت	150
*	نہج البلاغہ	175
*	ولایت امام اور علم غیب	135
*	صحیفہ زہراؑ	135
*	فضائل الشیعہ	35
*	مرنے کے بعد کیا ہوگا؟	150
*	محبت اہل بیتؑ	65
*	اصول عقائد	135
*	خواہشات پر کنٹرول کیسے ہو؟	135
*	جادو شکن	175
*	تہذیب نفس یا اخلاق عملی	150
*	اسلامی اصول تجارت	135
*	راز زندگی	100
*	سیرت امام حسن عسکریؑ	135
*	تفسیر سورہ حدید	150
*	سیرت امام رضاؑ	135
*	مسافرہ شام	135
*	علیؑ سے دشمنی کیوں؟	85
*	محب اہل بیتؑ کون؟	80
*	اجر عظیم	85
*	مولائے کائنات کے فیصلے	175
*	خصائص امیر المومنین	150